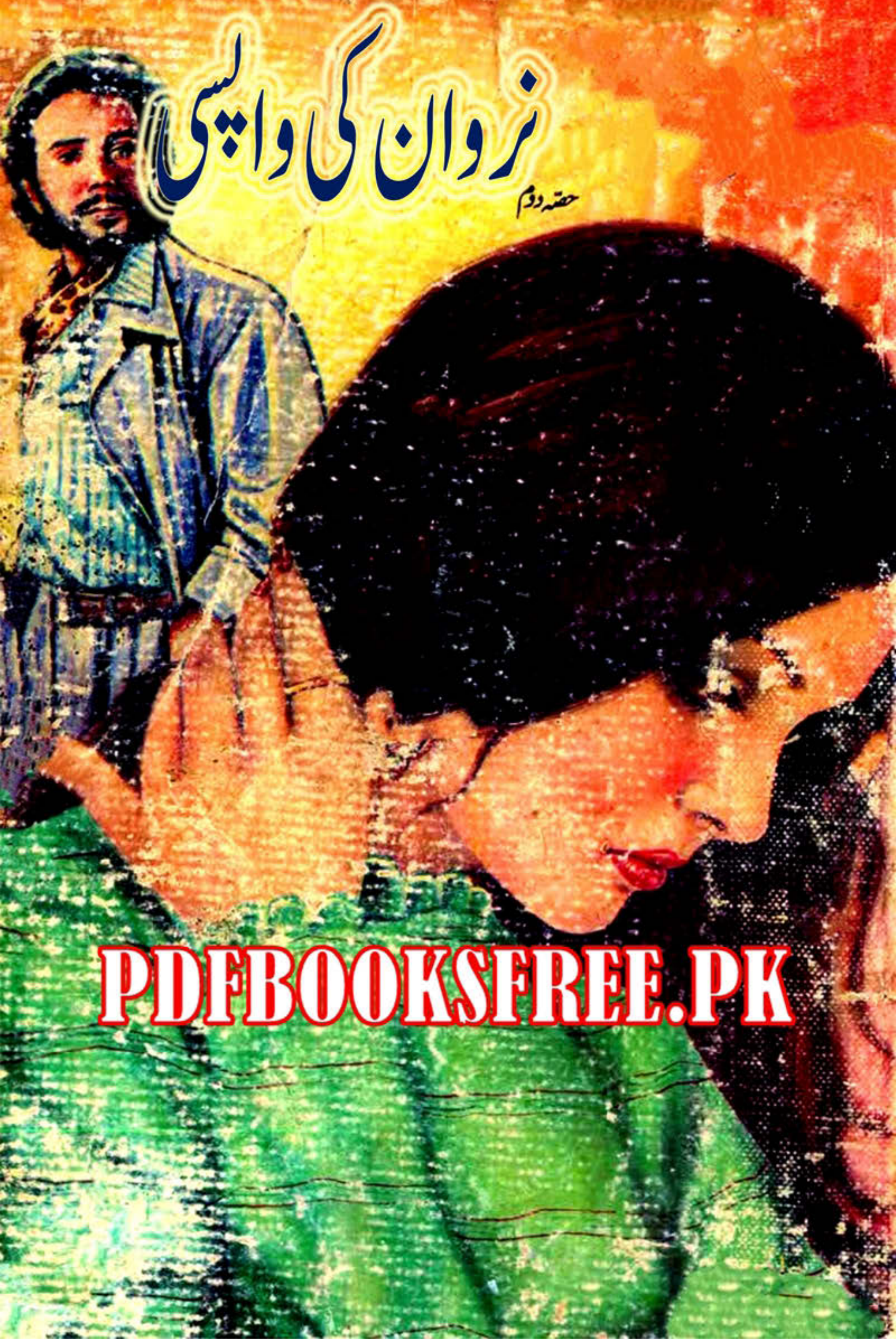
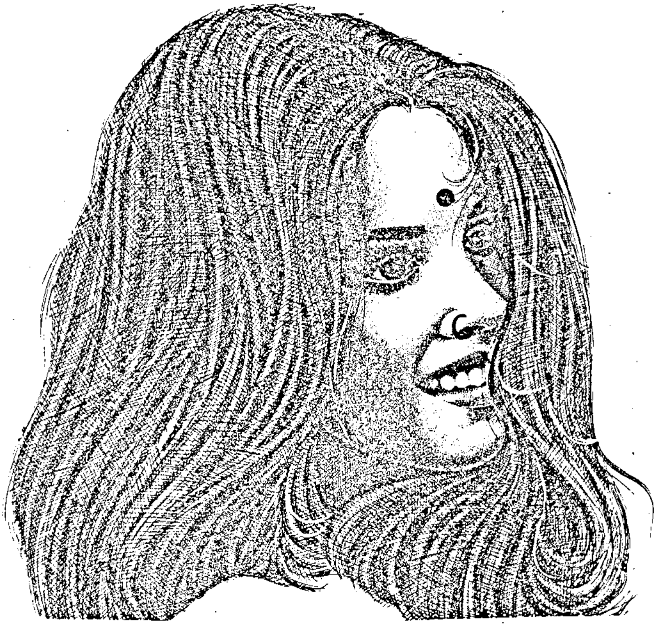

نروان کی واپسی
حصہ دوم
PDFBOOKSFREE.PK



ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا

سلسلہ اُس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، اور سابقہ زندگی سے تائب ہوگیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی زندگی سے پھر واپس اُس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا گیا تو۔؟

سرائے عالمگیر کا وہی جیالا راجہ دُر اصغر جو بزدلی سے نفرت کرتا تھا

ایک حوصلہ مند شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا

نروان کی تلاش



احاطہ کا دروازہ اب ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا تھا ممکن ہے کبھی یہاں کوئی پھاٹک لگا ہوا ہو لیکن اس وقت اس پھاٹک کا نام و نشان نہیں تھا ضرورت مند اس پھاٹک کو یہاں سے اٹھا لے گئے ہوں گے۔

سامنے ہی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت نظر آ رہی تھی میں اس عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ گرینی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آئی جس کی حالت کافی بہتر تھی۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ دیواریں البتہ خراب ہو چکی تھیں چھت بھی سلامت تھی اور ضرورت کا تھوڑا بہت سامان موجود تھا۔ ایک طرف ایک پلنگ پڑا ہوا تھا جس پر چادر وغیرہ نہیں تھی۔ میں نے بیکر کو پلنگ پر لٹا دیا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے گرینی کی طرف دیکھا۔ گرینی کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات تھے کبھی وہ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگتی اور کبھی خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ رقم کا بیگ البتہ اس نے بڑی احتیاط سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اسے اپنی جان کے ساتھ لگائے لگائے پھر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بولی۔

"اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بس پرسکون جگہ ہو۔ بیکر یہاں موجود ہے۔ تم ہو۔ زندگی یہیں گزار دوں تو کیا حرج ہے؟"

"نہیں۔ براہ کرم۔ سنجیدگی سے۔ پتہ نہیں کیوں میں تم سے خوفزدہ ہو رہی ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اب ایسا بھی نہیں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو کہ میں کیا ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں تک دیکھتے ہوئے کہا اور وہ پھر پھیکے —— انداز میں مسکرا دی۔

"ہوں! لیکن لیکن۔ بہرطور میں کچھ پریشان ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے مسئلے سے نبٹنے کے بعد جلدی سے یہاں سے چل پڑیں؟"

"نہیں ڈیئر۔ اب ایسا بھی نہیں۔ اس جگہ سے تو تم واقف ہو۔ یہاں کیا کیا چیز سلامت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کمرے کے علاوہ بھی کوئی اور کمرہ ایسا ہے جو قابلِ رہائش ہو؟"

"کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"اوہ۔ ہو! دراصل مجھے بڑے بڑے سوال کرنے والی لڑکیاں بالکل پسند نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی۔

چند لمحات کے بعد بیکر کے جسم میں حرکت پیدا ہونے لگی اس کے حلق سے دو تین کراہیں نکلیں اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں لیٹا پلکیں جھپکاتا رہا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اس کے حواس آہستہ آہستہ جاگتے گئے اور اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ نیچے ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے تھے۔ بس میں جانتا تھا کہ اس پر قابو پانا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا اور پھر اس کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ بھی نہیں تھا۔

گرینی خاموشی سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"ہوش میں آ گیا۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں کی آوازوں پر ہی بیکر کی نگاہیں ہم دونوں کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"یقیناً دنیا میں ہو۔ اگر آخرت کی جانب چل پڑے ہوتے تو تمہاری یہ حالت نہیں ہوتی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ عجیب نگاہ سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم لوگ۔ تم لوگ مجھے یہاں کیوں لے آئے؟" اس

نے سوال کیا۔

"ڈیئر بیکر! کسی بُری نیت سے نہیں لائے ہیں اور پھر تمہیں فکر کی ضرورت بھی نہیں۔ شاید تم یہ بات بھول رہے ہو کہ تم ایک نوجوان، قوی ہیکل مرد ہو کوئی نازک اندام حسینہ نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ بیکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

"میرا کوئی ساتھی بھی کیا یہاں موجود ہے؟"

"نہیں! بے کار تھا ان لوگوں کو یہاں لانا۔ تم ہی کارآمد ہو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا غالباً اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور اس سے یہ باتیں کیوں کر رہا ہوں بالآخر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس مرتبہ بھی اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"معقول سوال ہے۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ڈیئر بیکر لیکن شرط یہی ہے کہ ہر سوال کا جواب صحیح دو گے اگر غلط جواب دیا تم نے تو یہ ایک ویرانہ ہے اور تم یہ اندازہ لگا چکے ہو کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں اور طاقت ہمیشہ سوال پوچھنے کا حق رکھتی ہے۔ جواب دینے کا نہیں!"

وہ خاموشی سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سچویشن کو اور ڈرامائی بنانے کے لئے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو کھول لیا۔ بیکر کے ساتھ ساتھ ہی گرینی کی نگاہیں اس چاقو کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ اس نے بیکر کی طرف دیکھا اور بیکر نے اس کی طرف اور اس ایک لمحے میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اس وقت گرینی کی سوچ پہلے سے ذرا مختلف ہو گئی ہے۔

بیکر کو لوٹتے وقت گرینی نے اس سلسلے میں ذرا بھی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ بیکر کے لئے دل میں ہمدردی رکھتی ہو یا اگر یہ بات نہ بھی ہو تو ان دونوں کا آپس میں کوئی نہ کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو اب تک میرے علم میں نہیں آسکا ہے۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں بہت سے خانے کھل گئے یہ کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ آج تک جو بڑی بڑی شخصیت میرے سامنے آتی رہی تھیں ان میں تضاد ہی پایا جاتا تھا۔ ان میں سب کی سب مشکوک تھیں، فراڈ تھیں۔ کوئی بھی سچ نہیں بولتا تھا تو پھر میں گرینی سے یہ توقع کیوں رکھوں کہ وہ میرے لئے ایک اچھی شخصیت ثابت ہو گی

۔لیکن اگر بیکر اور اس کے درمیان کوئی ایسا سلسلہ ہے تو پھر گرینی سے بھی پوری طرح محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

گرینی کے ذہن میں جو کچھ تھا اس وقت میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ بہر طور اس ویران علاقے میں میرا کام مشکل نہیں تھا۔ اور میں ان دونوں پر باآسانی قابو پا سکتا تھا بشرطیکہ گرینی کھل کر ظاہر ہو جائے۔ البتہ یہ فیصلہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ اگر گرینی نے کھلم کھلا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کی تو میں اسے اپنے شبہات سے دور رکھوں گا۔ بیکر کی جانب سوالیہ نگاہوں سے میں نے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر بیکر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ترلوکا کہاں ہے؟"

یہ سوال بیکر کے سر پر بم کی طرح پھٹا تھا وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔

"کون ترلوکا؟" اس نے کہا لیکن میں اس جھانسے میں نہیں آسکتا تھا کیونکہ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیات دیکھ لی تھیں جن سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ترلوکا ہی سے نہیں بلکہ اس کے شجرۂ نسب سے واقف ہے۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ پوری طرح پر کوئی ایسی ترکیب سوچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے لیکن اب یہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے میری ذات پر کوئی شبہ ہوا تھا یا نہیں۔ بہرحال وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے چاقو کی نوک کو انگلی پر پھیرا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے قدم آہستہ آہستہ بیکر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اور اس کے چہرے پر دہشت پھیلتی جا رہی تھی۔ البتہ اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے۔ وہ ذہنی طور پر خود کو سنبھالنے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی اب اس کے انداز سے سفاکی نہیں جھلک رہی تھی جو اس کے چہرے کا ایک حصہ

تھی۔ بہر طور میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیئر بیکر! سوال کا صرف جواب درکار ہے مجھے۔ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔" اس نے جواب دیا اور دوسرے لمحے چاقو کی نوک اس کی پیشانی پر ایک نشان بناتی ہوئی گزر گئی۔ پیشانی کی اس لکیر سے خون بہنے لگا تھا جو لیٹے ہونے کی وجہ سے بیکر کی دونوں کنپٹیوں کی جانب چل پڑا تھا لیکن بیکر کے منہ سے سسکاری بھی نہیں نکلی۔ میں نے چاقو کی نوک ہٹائی اور پھر خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ترلوکا کہاں ہے؟" اس بار میں نے چاقو کی نوک اس کی گال پر لگا دی تھی۔ اچھا خاصا گہرا گھاؤ بن گیا تھا اس کے گال پر لیکن بیکر کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بس یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے تمام اعضا کا حس ختم کر چکا ہو اور کوئی تکلیف اس کے لئے تکلیف نہیں رہ گئی ہو۔ لیکن وہ میرے سامنے اپنی قوت ارادی کا مظاہرہ کر رہا تھا جس کے سینے میں آگ کا ایک جہنم کھول رہا تھا اس آتش فشاں میں پگھلے ہوئے پتھروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بھلا میرے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش کیسے ابھر سکتی تھی۔

میں نے دفعتاً چاقو کی نوک اس کے داہنے بازو میں اتار دی۔ اب انسان ہی تھا اتنی قوتِ برداشت بھی نہیں تھی کہ وہ اس زخم کو نظر انداز کر دیتا۔ گال کا زخم پیشانی کا زخم برداشت ہو گیا تھا لیکن چاقو کی تقریباً ایک انچ نوک اس کے بازو میں اتر کر باہر نکل آئی تھی۔ چاقو کا اتنا حصہ نشان زدہ ہو گیا تھا میں نے بڑے اطمینان سے اسے اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"پسلیوں کے درمیان اگر یہ چاقو دو یا تین انچ نیچے اتر گیا تو تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے بیکر! میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سنو! ترلوکا کے بارے میں تمہیں بتانا ہو گا۔ وہ کہاں ہے؟ اگر تم نہ بتا سکے بیکر تو صرف اور صرف تمہاری موت واقع ہو گی۔"

"میں کسی ترلوکا کو نہیں جانتا۔"

"نہیں ڈیئر! اس علاقے میں جتنے بدمعاش ہیں ترلوکا کے ہی بل پر زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ڈی جیسی شخصیت جسے ترلوکا کا مخالف سمجھا جاتا تھا ترلوکا ہی کی غلام تھی۔ سان انتونیو میں ڈیئر بیکر اگر کوئی شخص جرائم پیشہ زندگی گزار رہا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ ترلوکا ہی کا آدمی ہے۔"

"تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو؟" بیکر نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ڈیئر گرینی! شاید تم بھی نہیں جانتیں لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں اور تم اس شخص کو بتا دو کہ ترلوکا کا اس روئے زمین پر مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہیں ہے۔"

"تب کیا؟" گرینی بے اختیار ہکلا کر بولی۔

"ہوں۔ تمہیں بھی یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہو گا بہر طور بیکر میرا یہ سوال مسلسل ہے اور تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ دوسری ایک بات میرے لئے ذرا اور تعجب خیز ہے جس کے بارے میں تم ہی سے پوچھ لینا مناسب ہے یہاں ترلوکا کے ٹریڈ مارک کیوں نظر نہیں آتے؟"

"ٹریڈ مارک" بیکر نے بے اختیار کہا۔

"ہاں۔ وہ گنجے سر والے جوان علاقوں میں دہشت گردی کراتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی ہیں ترلوکا کے پیروکار ہیں۔"

"مگر میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"پھر بہکے۔ پھر بہکے۔" میں نے چاقو سیدھا کرتے ہوئے کہا اور اسے بیکر کے سینے پر دبانے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ٹھہرو۔ تم اس درندگی سے کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ تم یہ درندگی مت کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر بتاؤ ترلوکا کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں بالکل نہیں جانتا۔" وہ چیخ پڑا۔

"میں بالکل نہیں جانتا۔ کون جان سکتا ہے تو جانتی ہے۔" اس نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اوہ۔ بیکر کتے! مجھے کیوں اس سلسلے میں ملوث کر رہا ہے۔"

"بکواس مت کر! تو بھی اس کی برابر کی شریک ہے۔ سنو مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو صرف میں واحد نہیں ہوں جو ترلوکا کو جانتا ہے اور جو اس کے لئے کام کرتا ہے یہ لڑکی بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ یہاں پھیلی ہوئی بے شمار لڑکیاں اور جرائم پیشہ لوگ صرف ترلوکا ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔ کسی کی مجال ہے کہ ترلوکا کے حکم کے بغیر کسی قسم کی حرکت کر جائے۔"

"ہاں۔ہاں بیکر! تم ٹھیک کہتے ہو۔میں اس بات کو مانتا ہوں لیکن گرینی کا معاملہ دوسرا ہے۔میرے اور اس کے درمیان ایک اور رشتہ ہے جس کی بنا پر میں اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا اور گرینی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"تو پھر ڈیئر بیکر! کیا خیال ہے؟"

"سنو! میں۔میں۔کچھ نہیں جانتا اس بارے میں۔ تم میرے اوپر تشدد کرتے رہو۔کوشش کرو کہ تم مجھ سے کچھ معلومات حاصل کر لو لیکن تم ان ہونٹوں سے کوئی آواز نہیں سن سکو گے۔"

"اوہ۔اچھا اچھا۔دیکھتا ہوں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ایک زوردار ٹھوکر بیکر کی پسلی پر رسید کر دی لیکن اس بار مجھے واقعی حیرت ہوئی کہ اس ٹھوکر سے تو اچھے اچھے چیخ پڑتے تھے لیکن بیکر خاموش تھا۔اس کے چہرے پر اب خونخوار تاثرات ابھرتے آ رہے تھے جبڑے ایک دوسرے پر جم گئے تھے آنکھوں میں شکست ہی کے آثار تھے لیکن دل سے اس نے اپنی شکست نہیں مانی تھی۔

بہر طور اسے قتل کرنا میرے لئے فائدہ مند نہیں تھا البتہ اس سے معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔بیکر کی آنکھوں میں کبھی خوف ابھر آتا اور کبھی وہ اپنے آپ کو سخت بنا لیتا۔خون مسلسل اس کے زخموں سے بہہ رہا تھا۔تب میں نے آخری بار اس سے پوچھا۔

"بیکر اس سوال کے بعد میں تمہیں گردن پر چاقو پھیر کر قتل کر دوں گا اس کے بعد مجھے تم سے اور کوئی سوال نہیں کرنا۔آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ترلوکا کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے اگر تم ہرے راما ہرے کرشن تحریک کے بانی ترلوکا کے بارے میں سوال کر رہے ہو تو یہ تو میں تمہیں بتا سکتی ہوں مگر تمہارا اس سے کیا واسطہ۔"

گرینی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔میں ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا تھا اور پھر میری توجہ گرینی کی طرف ہو گئی۔

"تم مجھے اس کے بارے میں کیا بتا سکتی ہو؟"

"پہلے میں تم سے ایک سوال کروں گی ڈیئر! تم اس کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہو؟"

"میں نے کہا نا! گرینی یہ سوال مجھے پسند نہیں۔میں صرف جواب چاہتا ہوں۔"

"اوہ ہو۔دیکھو یہ شاید۔یہ شاید۔" گرینی نے دفعتاً چونک کر بیکر کی جانب اشارہ کیا اور میں بیکر کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ کمبخت چوہیا اتنا بڑا اقدام کر بیٹھے گی۔وہ شاید کوئی انتظام کر چکی تھی۔میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا چونکہ میری توجہ بیکر ہی کی جانب تھی۔دوسرے لمحے میرے سر کی پشت پر قیامت ٹوٹ پڑی۔اتنی زوردار ضرب تھی کہ سر کا پچھلا حصہ غالباً کھل ہی گیا تھا۔میرے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے چاقو کی نوک زمین میں پیوست ہو گئی اور میں اوندھے منہ نیچے آ رہا۔دوسری ضرب نے میرے حواس بالکل ہی چھین لئے تھے اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا۔

نہ جانے کتنی دیر اسی عالم میں گزری وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن مجھے یقین تھا کہ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے میں ہوش میں آ گیا۔سر کا پچھلا حصہ خون میں ڈوبا ہوا تھا ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر اپنے آپ کو سہارا دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔بیکر مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ دھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا گرینی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ یقیناً یہاں سے فرار ہو گئی تھی۔اوہ۔کمبخت عورت ایک بار پھر مجھے دھوکہ دے گئی تھی۔مسئلہ ہی غلط ہے سارے معاملات اپنی جگہ لیکن اس پر اس قدر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے تھا مجھے۔اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملے سے واقفیت رکھتی ہے۔

میں نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔سر کے زخم کا خود بخود علاج ہو گیا تھا چونکہ خون گاڑھا ہو کر بالوں میں چپک گیا تھا اور اس نے اپنے راستے خود ہی بند کر دیئے تھے۔ بیکر کو دیکھا اس کے زخموں نے بھی خون اگلنا بند کر دیا تھا اور چپکا ہوا کالا خون نظر آ رہا تھا ——— البتہ زمین پر خاصا خون جما تھا جو اس کے زخموں سے بہا تھا۔

گرینی کے بارے میں تو ابھی سوچنا ہی بے کار تھا کہ وہ یہاں موجود ہو گی۔چنانچہ میں بیکر کی جانب متوجہ ہو گیا

میں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا وہ بھی بے ہوش تھا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہو گئی تھی۔بہر طور میرے ہلانے جلانے سے ہوش میں آ گیا آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔پھر رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آ گئے اور وہ ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یہ سب کیا ہو گیا دوست۔تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟" اس نے سوال کیا۔میں خاموشی سے بیکر کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے میرے بدن سے کافی خون نکل گیا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے صحیح طور پر ہل جل بھی نہیں سکوں گا۔"

"اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے کہا اور وہ میری ہدایت پر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔میں اپنے سر کو زور زور سے جھٹک رہا تھا اس نے غالباً میری پشت پر خون کے دھبے دیکھ لئے تھے اور ایک بار پھر اس کا قہقہہ نکل گیا۔

"تو وہ تمہیں بھی دھوکہ دے گئی۔" اس نے کہا۔دفعتاً میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔میں رقم کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو گرینی کے پاس تھا۔بیگ یہاں موجود نہیں تھا۔میں نے گہری سانس لی اور بیکر ہنستا ہوا بولا۔

"رقم لے گئی وہ۔"

"تم بار بار ہنس کیوں رہے ہو۔"

"نہیں میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہا ہوں تم مجھ سے ترلوکا کے بارے میں پوچھ رہے تھے نا۔"

"ہاں۔اس میں عجیب و غریب کیفیت کی کیا بات ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"شاید تمہیں یہ سن کر ہنسی آ جائے کہ ترلوکا کا اصل ساتھی میں نہیں گرینی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔وہ منشیات کے ان اڈوں پر گاہکوں کو تلاش کرتی ہے جو ترلوکا کے کھولے ہوئے ہیں اور پھر انہیں نشہ آور دوائیں استعمال کراتی ہے اور انہیں عادی بنا دیتی ہے۔اس قسم کی بے شمار لڑکیاں ترلوکا نے چھوڑی ہوئی ہیں۔"

"اور تم کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں! کرائے پر ترلوکا کے لئے ہر کام کر لیتا ہوں۔ تم مجھ سے اس کا پتہ پوچھ رہے تھے اگر تمہیں ترلوکا کا پتہ درکار ہے تو میں تمہیں بتاؤں دوست کہ کم از کم مجھ جیسی سطح کے لوگوں سے اس بارے میں آئندہ مت پوچھنا میری طرح انہیں بھی ہنسی آئے گی۔کیا ترلوکا اتنی معمولی شخصیت ہے کہ ہم عام قسم کے لوگ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہوں۔وہ کہیں بھی نہیں ہوتا لیکن ہر جگہ ہوتا ہے۔"

"بس۔بس میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں سننا چاہتا لیکن یہ گرینی۔ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گی۔"

"پتہ نہیں کیوں تم سے بہت سارے سوالات کرنے کو جی چاہتا ہے۔میں شاید تمہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا کیونکہ میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں میری مدد لے سکتے ہو۔"

"کس سلسلے میں؟"

"اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ تم ترلوکا کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟ اور تمہارا معاملہ کیا ہے۔نہ بتانا چاہو تب بھی میں اس کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ذاتی طور پر اس سے نفرت کرتا ہوں بے شک میں اب تک اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں لیکن وہ صرف اس لئے کہ مجھے ان علاقوں میں زندہ رہنا تھا۔"

"اب تم غالباً مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں کہہ سکتا میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلا سکوں۔ حالانکہ میرا تمہارے ساتھ مخلص ہونا کسی طور ممکن نہیں ہے میں تمہارے ہاتھوں شدید زخمی ہو چکا ہوں اور ان حالات میں کوئی بھی شخص کسی کا دوست نہیں ہو سکتا لیکن پتہ نہیں کیوں اندر سے ایک آواز ابھرتی ہے میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"وہ کمبخت گرینی کہاں گئی؟"

"غالباً وہ ہم دونوں کو اس لئے چھوڑ بھاگی ہے کہ...."

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں دور سے کوئی آواز آئی تھی لیکن یہ کیسی آواز تھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ہم لوگ خاموشی سے مزید آہٹوں

کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں ابھری تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب کب تک یہاں پڑے رہو گے ؟ صورت حال کہیں خطرناک نہ ہو جائے۔ میرے ذہن میں شدید ٹیسیں ہو رہی تھیں۔ گرینی کمبخت دھوکہ دے کر نکل بھاگی تھی بہرطور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ دفعتاً مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ ریوالور موجود نہیں تھا البتہ وہ چاقو اسی طرح زمین میں پیوست تھا جس سے میں نے بیکر کو زخم لگائے تھے۔

کمرے میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

بیکر! میں آج تک جس پر بھی بھروسہ کرتا آیا ہوں اس سے مجھے نقصان اٹھانا پڑا ہے یہ کتیا بھی ان ہی میں سے ایک تھی۔"

"ایک بات بتاؤ! تاش کے کھیل کا کیا معاملہ تھا؟" بیکر نے سوال کیا۔

"مطلب ؟"

"یہ تو حقیقت نہیں ہے کہ تم ایمان داری سے وہ سب کچھ جیتے تھے۔"

"چلو چھوڑو۔ بے ایمانی ہی سہی مگر اب تو ہو گئی۔"

"ہاں۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ موجودہ حالات نے ہمیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ میں ترلوکا کے سلسلے میں تمہاری جو کچھ بھی مدد کر سکتا ہوں اس کے لئے تیار ہوں اگر دل چاہے تو مجھے اپنے ساتھ شامل کر لینا لیکن اس طرح کہ دوسروں کو کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ وہ چوہیا کم از کم یہ تو بتا ہی سکے گی کہ میرے بدن پر لگنے والے زخم تمہارے ہاتھوں کے ہیں۔"

"گرینی کی بات کر رہے ہو۔"

"ظاہر ہے اور کس کی۔"

"تو پھر اس سے کیا فائدہ ہو گا ؟"

"فائدہ یہ ہو گا کہ وہ ہم دونوں کو دوست نہیں سمجھ سکے گی اور ہم دونوں کو اظہار بھی ایسا ہی کرنا ہے۔ زخمی ہونے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے دوست تصور کئے جا سکتے ہیں لیکن ویسے نہیں۔ ویسے ظاہر ہے ہمارا دشمنی کا ہی رشتہ رہے گا۔"

"اور تم یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ۔"

"ہاں۔ میں یہ سب کچھ کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم مجھے کوئی ایسی بات مت بتاؤ جس کا بتانا تمہارے حق میں بہتر نہ ہو۔ لیکن اگر تم ترلوکا کے خلاف کمربستہ ہو تو یوں سمجھ لو کہ میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔"

"کیا دشمنی ہے تمہاری ترلوکا سے ؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے مجھے بتایا ؟"

"نہیں اور میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا۔"

"تو پھر مجھ سے پوچھنے کی بھی کوشش مت کرو۔ اگر کبھی محسوس کرو کہ میرے ذریعے کوئی کام بن سکتا ہے تو اس میں تکلف مت کرنا۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ تم مجھے چھوڑ دو اور معاف کر دو۔ اگر تم ان باتوں پر راضی نہ ہو تو آئندہ اقدامات تمہارے ہاتھ میں ہیں جو چاہو کرو۔"

میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ کرنا کیا تھا میں تو خود چکر میں پھنس گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں آہستہ سے بولا۔

"وہ یقیناً کار میں گئی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہاں سے جا کیسے سکتی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر میری نگاہ اس کھڑکی پر جم گئی جو اس کمرے کی عقبی دیوار میں بنی ہوئی تھی اور اس وقت بند تھی۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی کھول کر میں نے باہر دیکھا باہر ویرانہ تاریک تھا اور آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ اس کے علاوہ اطراف میں کچھ اور نہیں تھا۔ ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی دفعتاً میں نے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑی اور اس کی پچھلی جانب کود گیا۔ پھر میں نے وہیں سے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تم یہاں رکو بیکر! میں ذرا باہر نگاہ دوڑا لوں۔" میں باہر نکل آیا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کار وہیں موجود تھی جس میں ہم یہاں تک آئے تھے۔ یہ بات ناقابل یقین تھی۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گرینی یہیں موجود ہے۔

اس بات کا تو مجھے یقینی طور پر اندازہ ہو چکا تھا کہ گرینی ہی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی تھی۔ اس کے علاوہ بھلا یہاں اور کون موجود تھا لیکن وہ کار کیوں نہیں لے گئی اس طرح دو ہی باتیں سامنے آتی تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ یہیں آس پاس موجود ہے یا پھر کسی اور کار میں رخصت ہوئی ہے لیکن دوسری کار کہاں سے آئی اس سلسلے میں میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اگر یہ سوچا کہ کوئی اور کار بھی ہمارا تعاقب کرتی رہی ہے اور گرینی اس سے واقف تھی تو میرا خیال ہے کہ اس طرح مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے کان اس آہٹ کو سن چکے تھے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں ابھری تھی۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ گرینی کو یہیں تلاش کرنا چاہیئے۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ فارم ہاؤس اس چھوٹی سی عمارت پر مشتمل تھا جو خستہ اور بوسیدہ تھی اور جس کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا تھا لیکن اندر تین کمرے ایسے موجود تھے جو ابھی ناقابل استعمال سمجھے جاتے تھے۔ ایک تو وہی جس سے میں نکل کر آیا تھا اور اب اس میں بیکر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ برابر کے کمرے میں بھی کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا اگر وہاں کوئی موجود ہوتا تو شاید ہمیں اتنی آسانی سے آزاد نہ ہونے دیتا۔ اب رہ گیا وہ تیسرا کمرہ جو یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا۔

میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ ہوا کافی تیز تھی اور قدموں کی آواز میں اس کی سنسناہٹ میں گم ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود میں انتہائی محتاط انداز میں چل رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے کے قریب پہنچ گیا یہ ایک الگ تھلگ کمرہ دوسرے کمروں کی طرح تاریک تھا۔ میں اس کے دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لینے لگا لیکن اندر بالکل خاموشی تھی اس کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہاں میرے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے سوچی تھی کہ میں بیکر کو جس انداز میں چھوڑ آیا تھا اگر وہ عقلمند آدمی ہے تو اب تک بھاگ چکا ہو گا۔

ترلوکا کے سلسلے میں اس نے جس طرح اپنے تعاون کی پیش کش کی تھی
میں نے یقین نہیں کیا تھا بیکر

مجھے چکر بھی دے سکتا تھا۔ بہرطور میں واپس اسی کھڑکی کے قریب آ گیا جس سے باہر نکلا تھا اور پھر میں نے اندر جھانک کر دیکھا بیکر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

میں نے آہستہ سے سانس لی اور کھڑکی کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو بلند کرنے لگا۔ اس دوران بیکر کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں کیا رہا ؟" اس نے پوچھا۔

"پورا مکان خالی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس فارم ہاؤس کے احاطے میں بھی کوئی نہیں ہے۔"

"نکل گئی۔ وہ کتیا نکل گئی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔"

"بہرطور اب جو کچھ بھی ہوا بیکر۔ تم یہاں سے فرار نہیں ہوئے۔" میرے اس سوال پر بیکر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اصولاً بھی یہ حماقت کی بات ہوتی کیونکہ یہاں سے فرار ہونے کے لئے کوئی سواری نہیں ہے ہمارے پاس۔" بیکر نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"بات تو تم ٹھیک کہتے ہو بیکر چلے آؤ ہم پیدل ہی یہ راستہ طے کرنے کی کوشش کریں گے۔" بیکر میرے ساتھ اسی کھڑکی کے راستے باہر نکل آیا اور ہم فارم ہاؤس کے بے ترتیب احاطے کی جانب چل پڑے جسے صرف احاطہ اس لئے کہا جا سکتا تھا کہ یہاں لکڑی کے لمبے لمبے ستون لگے ہوئے تھے جن کے درمیان کبھی تار لپٹے ہوئے ہوں گے۔ ایک گیٹ بھی تھا جو اب صرف اپنی نشانیاں چھوڑ گیا تھا۔

ابھی ہم اس گیٹ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ دفعتاً دور سے تیز روشنیاں نظر آئیں جن کا رخ اتفاق سے ہماری ہی جانب تھا اور کچھ اس طرح کسی موڑ سے وہ سامنے آئی تھیں کہ ہم ان کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ یقینی طور پر ہمیں کار سے دیکھ لیا گیا ہو گا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہم ٹھٹک کر رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے میں نے بیکر کا ہاتھ پکڑا اور واپس اسی مکان کی طرف دوڑنے لگا جہاں سے نکل کر باہر آیا تھا۔ بیکر نے میرے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔

"کیوں اندر کیوں ؟ اگر وہ لوگ آ رہے ہیں تو ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

"آ جاؤ بیکر آ جاؤ۔ دیکھو تو سہی یہ لوگ ہیں کون ؟" میں نے

کہا۔ اور ہم پھرتی سے احاطے کے اندر بنے ہوئے مکان کی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ بیکر کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ وہ شاید کسی طرح نروس ہوگیا ہے اور میرے ساتھ کو بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں سے ہم احاطے کے سامنے والے حصے کی سمت دیکھ سکتے ہیں جس پر وہ کار تیزی سے اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھی اس کی روشنیاں بار بار منتشر ہو رہی تھیں کچے راستے میں پڑے ہوئے گڑھوں کی وجہ سے کار کا اگلا حصہ بار بار جھک رہا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے اس کار میں؟" میں نے کہا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے وہ اپنے ساتھیوں کی امداد لینے گئی ہو۔" بیکر نے آہستہ سے کہا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کوئی اور ہو۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے لیکن گرینی بہت ہی خطرناک عورت ہے۔"

"کہیں وہ پولیس نہ ہو۔"

"پولیس۔ یہاں آ کر کیا کرے گی؟" بیکر بولا۔

"ہو سکتا ہے ترلوکا کے آدمی ہوں۔"

"ترلوکا براہِ راست اپنے آدمیوں کو اس طرح نہیں بھیجتا لیکن تم۔ تم! میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا چکر چلا رکھا ہے تم نے۔ اگر ترلوکا سے تمہاری دشمنی ہے تو پھر گرینی تمہاری مخالفت پر کیوں آمادہ ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" بیکر کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"دیکھو دوست اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم تم اچھے حالات میں ایک دوسرے سے نہیں ملے اور ہمارے درمیان اعتماد کا رشتہ کسی طور قائم نہیں ہو سکتا لیکن اس وقت ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یہاں میں نہیں جانتا کہ تمہاری کیا پوزیشن ہے لیکن میں خود کو تمہارے جنگل میں پھنسا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ تاہم میں تمہیں یہ بتا دوں کہ گرینی مشکوک شخصیت کی حامل ہے۔ وہ ترلوکا سے زیادہ ڈینگو کی ساتھی سمجھی جاتی ہے اور اگر ڈینگو کا نام لیا جاتا ہے تو اس بات پر بھی یقین کر لیا جاتا ہے کہ وہ ترلوکا کے دشمن ہیں۔"

"اوہ۔ کوئی نئی کہانی، کوئی نیا کردار۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

ہماری نگاہیں باہر تاریکی میں روشن کار کی ہیڈ لائٹوں پر جمی ہوئی تھیں اور ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔

"شاید تمہارے لیے یہ کہانی نئی ہو لیکن سان ان تونیو کے رہنے والے جانتے ہیں کہ سان ان تونیو کے تمام ہی لوگوں نے ترلوکا کی برتری قبول نہیں کی۔ وہ روحانیت کا چکر نہ چلائے ہوئے ہوتا تو تم دیکھتے کہ اس علاقے میں اس کی کامیابی کتنی مشکل ہو جاتی۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ شعبدہ گر نے شعبدوں کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ کرائے کے غنڈوں سے زیادہ اس کے معتقدین کی تعداد ہے اور یہ سب وہ خطرناک لوگ ہیں جو جرائم کرنے سے پہلے توہمات کا سہارا لیتے ہیں اور اس کے بعد جرم کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے انہیں کسی روحانی پیشوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو ترلوکا ان کا روحانی پیشوا ہے لیکن چند لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کی برتری قبول نہیں کی۔ انہی میں ڈینگو بھی ہے۔ ڈینگو کا گروہ گو زیادہ بڑا نہیں ہے لیکن خطرناک لوگوں پر مشتمل ہے اور پھر اس نے ایک اور چکر چلا ڈالا ہے۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"اس نے اپنے آدمیوں کو ترلوکا کے گروہ میں ٹھونس دیا ہے۔ وہ اسی گروہ میں رہتے ہوئے ڈینگو کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ترلوکا کو ایک عجیب دشمن سے سابقہ پڑا ہے۔ ڈینگو کے آدمی ترلوکا کے سینے پر بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں۔ یہاں ان علاقوں میں ترلوکا کے دو ہی بدترین دشمن تھے۔ ایک پر وہ حاوی ہوگیا یعنی ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی اس کے حاشیہ برداروں میں مجبوراً شامل ہوگیا لیکن ڈینگو آج تک اس کے قابو میں نہیں آیا۔"

"وہ ڈاکٹر ڈی پر حاوی ہوا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں، ڈاکٹر ڈی خطرناک آدمی تھا۔ اچھا خاصا گروہ رکھتا تھا لیکن ترلوکا کے ہتھکنڈوں میں پھنس کر وہ بالآخر اس کے غلاموں میں شامل ہوگیا۔" بیکر نے جواب دیا اور پھر ایک دم خاموش ہوگیا کیونکہ کار اب بالکل قریب آ گئی تھی۔

ہم تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کار کے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ روشنیاں جل رہی تھیں لیکن خاموشی طاری تھی۔ بیکر کی سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ میری ہی طرح اس کار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"بیکر!"

"ہاں کیا بات ہے؟" اس نے سرگوشی کی۔

"کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

"اگر ممکن ہو سکے تو کر ہی لو۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔"

"تو پھر سنو بیکر! میں تمہارا بہترین دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں تم طاقتور آدمی ہو جو کچھ کہو گے سچ کہو گے۔"

"تو پھر جب تک میں تمہیں واضح اشارہ نہ کروں اپنی جانب سے کوئی حرکت نہ کرنا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں تم سے مکمل طور پر تعاون کروں گا۔"

"کار سے ابھی تک کوئی نہیں اترا۔"

"ہاں۔ پتا نہیں وہ کون ہے شاید وہ۔" بیکر نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کار کا دروازہ کھلا اور ایک سایہ سا نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز ابھری اور اس کے بعد سایہ ایک لمحے کے لیے ساکت سا وہیں کھڑا رہا غالباً وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اسی عمارت کی طرف جمی ہوئی تھیں لیکن ہم دونوں اس کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔

چند لمحات کے بعد وہ وہاں سے آگے بڑھ آیا اور پھر جب وہ کار کے سامنے سے گزرا تو روشنیوں کی زد میں آ گیا جنہیں اس نے بند نہیں کیا تھا اور ان کے ذریعے عمارت کے اس حصے کو روشن کیا ہوا تھا۔ ہمیں ایک لمحے کے لیے اس کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ جسم پر سوٹ تھا۔ چست پتلون جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ سر پر سیاہ فلیٹ اور ایک ہاتھ اس نے کوٹ کی جیب میں ٹھونس رکھا تھا۔ یقیناً اس کی انگلیاں ریوالور کے دستے پر جمی ہوئی ہوں گی۔

"کیا تم اسے پہچانتے ہو؟" میں نے سرگوشی میں پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا لباس ہی دیکھا جا سکتا ہے شکل کہاں نظر آئی۔" بیکر نے جواب دیا۔

میں خاموش ہوگیا۔ ہماری نگاہیں اس متحرک سائے پر جمی ہوئی تھیں۔ جو اب آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے مکان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں بے چینی نہیں تھی۔ بالکل ٹہلنے کا سا انداز تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سب سے زیادہ احساس پستول کے نہ ہونے کا تھا۔ کم بخت گرینی میرا پستول لے گئی تھی۔ اگر میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار ہوتا تو میرے کام میں بڑی آسانیاں ہو سکتی تھیں۔

بیکر بھی خاموش کھڑا سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ سایہ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر غائب ہوگیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کس طرف جا رہا ہے لیکن اس سے زیادہ انتظار میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں نے بیکر کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے اندھیرے میں ایک طرف رینگ گیا۔

اب میں اس سائے کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ ہواؤں کے شور میں قدموں کی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ میں آگے بڑھتے ہوئے بہت محتاط تھا اور پوری طرح چوکنا بھی تاکہ کوئی بھی افتاد پڑے تو اس سے نمٹنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو لیکن بیکر کے بارے میں میرا یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں موجود ہے۔

میں چند لمحات دم سادھے کھڑا رہا مجھے اس سائے کے قدموں کی آہٹ کا انتظار تھا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بیکر غالباً کسی دوسرے حصے کی جانب چلا گیا تھا کیونکہ اس کی موجودگی بھی قریب محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے ایک نیا نام مجھے بتایا تھا یعنی ڈینگو۔ پتا نہیں اس میں کوئی فراڈ ہے یا حقیقت۔ لیکن ابھی ان تمام باتوں کے سوچنے کا وقت نہ تھا۔

میں اپنی جگہ بدل کر آگے بڑھا اور اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ جو اس کمرے کی تھی جس میں ہم موجود تھے۔ کھڑکی سے اندر آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اور باہر چونکہ تاریکی تھی اس لیے یہ خطرہ نہیں تھا کہ مجھے دیکھ لیا جائے۔ میں نے کمرے میں جھانکا تو مجھے نظر آ گیا۔ دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ وہ خاصے لمبے قد کا مالک تھا۔

اس کی کھوپڑی پر رکھے ہوئے فلیٹ کا اوپری حصہ دروازے کو چھو رہا تھا۔ اور اب اس روشنی میں مجھے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک خشک چہرے والا آدمی تھا۔ بدن کی نسبت اس کا چہرہ چھوٹا تھا لیکن آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔ وہ چند لمحات اس طرح کھڑا رہا اور پھر دفعتاً چونک کر دروازے کی سمت مڑا۔ دروازے پر دفعتاً مجھے بیکر نظر آیا جسے نہ جانے کہاں سے ایک رائفل مل گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔ رائفل کی نال اس شخص کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ بیکر شاید یہ رائفل اس کی کار سے نکال لایا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اس کا مقصد تھا بیکر کام کا آدمی ہے۔ اور اس وقت تو اس نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی میلا پیچھا کرنے کے بجائے اس نے سوچا تھا کہ پہلے کار کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس میں کوئی کام کی چیز مل جائے دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔

"ہاتھ اٹھالو اور یہ ریوالور نیچے پھینک دو۔ اگر تم نے پلٹنے کی کوشش کی تو یہ تمہاری زندگی کی آخری حرکت ہوگی۔ میں تمہارے بدن کی ہلکی سی جنبش پر بے دریغ گولی چلا دوں گا۔"

اس وقت اس طویل القامت آدمی کا چہرہ میری طرف یعنی کھڑکی کی طرف تھا۔ بیکر کی آواز سن کر اس کی سانپ جیسی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ لیکن۔ بیکر کی ہدایت کے مطابق اس نے ریوالور نہیں پھینکا تھا اور نہ ہی پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کوئی نڈر اور سخت رو آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے خطرناک تیوروں سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ بیکر اس پر آسانی سے قابو نہیں پاسکے گا۔

بہرحال نازک صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ بیکر کی طرف سے مجھے توقع تھی کہ شاید وہ اس موقع پر صبر سے کام نہ لے اور گولی چلا دے۔

لیکن یہ شخص مجھے زندہ درکار تھا اور اس کے لیے میں نے موزوں طور پر خود بھی اس معاملے میں مداخلت کرنا مناسب سمجھا۔

"تم دونوں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔ ریوالور پھینک دو ورنہ تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔" یہ الفاظ میرے لیے خطرناک ثابت بھی ہوسکتے تھے اور وہ آواز پر نشانہ لگا سکتا تھا۔ چونکہ اس کا رخ میری جانب تھا۔ لیکن بیکر اس کی ہر جنبش پر گولی چلانے کے لیے تیار تھا۔

میرا بولنا ضروری تھا کہ بیکر کو میری موجودگی کا اندازہ ہو جائے۔ میری اس آواز کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ طویل القامت اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

لیکن اب اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ کسی حد تک متحیر نظر آنے لگا تھا۔

"ریوالور پھینک دو۔" میں نے پھر سخت لہجے میں کہا لیکن وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ شاید اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ آخری وقت تک ہار ماننے والوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"میں کہتا ہوں کہ ریوالور پھینک دو صرف ایک لمحہ۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔" بیکر بولا اور دوسرے لمحے اس نے آہستہ سے گردن گھمائی۔

"کون گولی مار دے گا۔ تم۔۔؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

"مگر پستول۔ پستول کہاں ہے تمہارے پاس؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پوری طرح اس نے بیکر کو نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بڑے یقین سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ ہم دونوں غیر مسلح ہیں۔

یقیناً اسی معاملے میں اسے ایک ہی شخصیت اطلاع دے سکتی تھی اور وہ تھی گریٹی جو ہمارے پستول لے گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" بیکر نے کہا اور گولی چلا دی لیکن نشانہ لمبا آدمی نہیں تھا بلکہ اس نے دیوار کا نشانہ لے کر گولی چلائی تھی اور اس دھماکے نے لمبے آدمی پر خاطر خواہ اثر کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے لہراتے دکھائی دیے اور پلٹ گیا۔ اس کی حیرت قابل دید تھی۔

یقیناً گریٹی نے اس سے جو کچھ کہا تھا یہاں اس سے مختلف ہوا تھا۔

چنانچہ اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر ریوالور پھینک دیا۔ میں نے کھڑکی کی اوٹ سے کہا اور وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے پھر کہا اور اس نے اس بات پر بھی عمل کیا۔ غالباً اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ملی ہوئی اطلاع غلط ہے یا پھر اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا ہوگا کہ یہ رائفل اسی کی کار سے حاصل کی گئی ہے۔

یہاں وہ مات کھا گیا تھا چنانچہ اب وہ ہمارے احکامات پر عمل کر رہا تھا میں نے بیکر سے کہا۔

"بیکر! اس کا ریوالور اٹھا لو۔" بیکر نے پھرتی سے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔ اور پھر دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

"باہر کار میں اور کوئی تو نہیں ہے بیکر؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

"نہیں، یہ تنہا ہے۔" بیکر نے جواب دیا۔

دراز قد آدمی دیوار کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔ میں نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے اس پر نگاہ ڈالی اس کے ہاتھوں میں بار بار تشنج کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ غالباً غصے کی زیادتی سے اس کا برا حال تھا۔ میں اب بھی کھڑکی کے اندر دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیکر! یہ ریوالور مجھے دے دو۔"

بیکر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے قریب آگیا اور اس نے کھڑکی میں سے ریوالور میری طرف بڑھا دیا۔

اب تم اس کی تلاشی لو۔ یہ ریوالور کی زد پر ہے اور بیکر نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ رائفل کو پشت کی طرف کر کے آگے بڑھا اور دیوار کی طرف منہ کیے کھڑے ہوئے آدمی کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی اور وہ بیکر کو گھور رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میری جانب اٹھیں۔ ان آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے جنہیں میں کوئی مفہوم نہ دے سکا۔

وہ ہم دونوں کو مسلسل گھورے جا رہا تھا اور پھر اس کے حلق سے غراہٹ ابھری۔

"کون ہو تم لوگ؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"نہیں۔ نہیں۔" بیکر کسی قدر ہکلانے لگا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ اس آدمی سے مرعوب ہوگیا ہو اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔ لیکن اب میں اس صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے اندر موجود تھا۔

"ڈنیگو کا نام سن کر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ بیکر نے تھوڑی دیر پہلے ہی اس کا تذکرہ کیا تھا۔

"مسٹر ڈنیگو! میں آپ کو پہچانتا ہوں۔"

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم۔ کیا ڈاکٹر ڈی کے آدمی ہو؟"

"نہیں مسٹر ڈنیگو! میں کسی کا آدمی نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ڈی یا ترلوکا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ کون ہے؟" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ تم اس سے پوچھ سکتے ہو؟" بیکر نے جواب دیا۔ اور ڈنیگو میری جانب گھوم گیا۔ ڈنیگو کا چہرہ اس کے بدن ہی کی طرح شاندار تھا ہر چند کہ بدن کی جسامت کے مطابق یہ چہرہ چھوٹا تھا۔ لیکن جو سفاکی اس کے چہرے سے جھلکتی تھی۔ اس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ڈنیگو کیا چیز ہے۔

"ہوں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم دونوں مجھ سے اپنا تعارف کرا دو۔" وہ بولا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے مسٹر ڈنیگو کہ ہمیں آپ کی آمد پر حیرت ہے۔ میرا ساتھی بیکر مجھے آپ کے بارے میں بتا رہا تھا اور یہ سن کر حیرت ہوئی تھی کہ آپ ترلوکا جیسی خطرناک شخصیت سے ٹکرانے والوں میں سے ہیں۔"

"ترلوکا۔ وہ بہروپیا وہ مکار، وہ غنڈہ، وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے والا تم دیکھ لینا ایک دن ڈنیگو ہی اس کی موت کا باعث بنے گا۔"

میں اس کے چہرے اور اس کے انداز سے اس کی اندرونی کیفیت کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"حیرت کی بات ہے مسٹر ڈنیگو! حیرت کی بات ہے اس خوفناک ماحول میں سان انتونیو میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے جو ترلوکا کے قتل کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔ ڈنیگو کو نہیں جانتے۔ ڈنیگو کے دشمن راتوں کو سکون سے نہیں سو سکتے۔ نا صرف راتوں کو بلکہ دن کو بھی وہ چین نہیں پا سکتے۔"

"لیکن مسٹر ڈنیگو! ترلوکا۔۔"

"بس۔ بس۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ترلوکا کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو؟"

"اس سے بھی بدتر مسٹر ڈنیگو! جو آپ کے ذہن میں ہے۔"

"وجہ؟" ڈنیگو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"وجہ اتنی مختصر نہیں ہے جو ایک لمحے میں آپ کو بتا دی جائے۔ ڈنیگو مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے بیکر کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کیا یہ آدمی سچ کہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا مسٹر ڈنیگو! میرا اس کا واسطہ زیادہ پرانا نہیں ہے ہم دونوں دو دشمنوں کی طرح ملے ہیں۔ لیکن حالات نے ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"پارکو!"

"ہوں۔ مسٹر پارکو! یہ شخص جسے تم بیکر کہہ کر مخاطب کر رہے ہو سان انتونیو ہی کا باشندہ معلوم ہوتا ہے لیکن تم کون ہو؟"

"میں ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔"

"آوارہ گرد۔" ڈنیگو نے سوال کیا۔

"جن معنوں میں آوارہ گردی کے بارے میں تبصرہ کیا جاتا ہے ان میں نہیں۔"

"ترلوکا کے دشمن کیوں ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔"

"ہوں۔ تو پھر کیا ارادہ رکھتے ہو ترلوکا کے بارے میں؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں آپ کے بارے میں اپنے دل میں فیصلہ کرنا ہے مسٹر ڈینگو! ذرا یہ تو پتا چل جائے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں؟"

"تم سے ملنے کے لیے۔" ڈینگو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"شاید تقدیر نے ہم دونوں کے لیے دوستی متعین کر دی ہے۔" ڈینگو نے کہا۔

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا مسٹر ڈینگو کہ ہم یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟"

"تمہاری نگرانی کی جا رہی تھی۔"

"کون کر رہا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا آدمی۔ جس طرح تم لوگ اپنے معاملات میں اپنے آپ کو محتاط رکھتے ہو ڈینگو بھی چاروں طرف نگاہ رکھتا ہے۔"

"لیکن یہاں آپ کچھ غلط بول رہے ہیں۔ مسٹر ڈینگو!"

"کیوں؟" ڈینگو کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

"نگرانی کرنے والا آدمی تھا یا عورت تھی؟"

"عورت۔" ڈینگو ایک لمحے کے لیے متحیرانہ انداز میں بولا۔

"ہاں عورت۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو مجھے نہیں معلوم۔"

"اس عورت کا مسٹر ڈینگو جو تمہیں یہاں لائی تھی۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔"

"میرا خیال ہے یہاں تم جھوٹ بول رہے ہو مسٹر ڈینگو۔"

"سنو۔" ڈینگو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں عام قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جن لوگوں کو دوست بنانے کا تہیہ کر چکا ہوتا ہوں۔ ان کے سامنے نرم رہتا ہوں۔ ورنہ یہ لمحات نہیں آ سکتے تھے۔ تم ڈینگو کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو۔ اگر تم ترلوکا سے نفرت کرتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ ڈینگو بھی اس کے خون کا پیاسا ہے۔"

"مسٹر ڈینگو! سب سے پہلے تو آپ یہ فرمائیے کہ گرینی کا تعلق آپ سے ہے یا نہیں۔"

"جب کچھ باتیں اس طرح رہنے دی گئی ہیں تو یہ سوال مجھ سے نہ کرو۔ بہرطور میں صرف ایک بات یہ بتا سکتا ہوں کہ ترلوکا کی موت کے سلسلے میں مجھ سے زیادہ تمہارا مددگار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"مانتا ہوں تسلیم کیے لیتا ہوں لیکن گرینی کا تم سے تعلق ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے براہِ راست اطلاع نہ دی ہو لیکن کسی نہ کسی طرح تمہیں یہ اطلاع ضرور ملی ہے کہ ہم لوگ یہاں موجود ہیں اور گرینی ہمیں یہاں پھنسا کر فرار ہوئی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں اپنے ایک آدمی ہی سے اطلاع ملی ہے لیکن میں یہاں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں اب دوستانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

"اگر تم کسی خطرناک ارادے سے نہیں آئے تھے مسٹر ڈینگو! تو تم نے باہر ہی سے ہمیں پکارنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے سوال کیا۔

"یوں نہیں بلکہ یوں سوچو کہ اگر میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا تو تنہا یہاں نہ آتا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مکان کے گرد پھیلے ہوئے اندھیرے میں تمہارے اور ساتھی موجود نہ ہوں۔"

"اگر تمہیں گھیرنا چاہتا تو اس کے دوسرے ذرائع بھی ہو سکتے تھے۔ مجھے تم اب بھی یہ نہیں جانتے کہ تم کتنے چکروں میں پھنسے ہوئے ہو۔"

"گڈ۔ گڈ۔ میرے بارے میں تمہاری معلومات خاصی وسیع معلوم ہوتی ہیں۔ بہرطور کوئی بات نہیں ہے صرف اس بات پر میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں کہ تم ترلوکا کے دشمن بھی ہو۔"

"نا صرف دشمن بلکہ دشمن نمبر ایک۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو پھر ہمارا تمہارا تعاون کیا گل کھلائے گا۔"

"بہت کچھ۔ میں تمہاری دوستی اور تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ ترلوکا کی ہلاکت میری زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میرا اپنا گروہ بھی یہاں کافی مضبوط ہے۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے وہ ذرا مختلف بات ہے۔"

"بیکر مجھے اس بارے میں بتا چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ کیوں بیکر! کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں مسٹر ڈینگو! میں نے مسٹر پارکو کو اس بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو۔ اگر اس وقت یہ مناسب نہ سمجھو تو بیکر! تم میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے ہو یا نہیں۔ تو میں تمہیں بتا

دوں کہ سان فلورو میں کوٹھی نمبر ایک سو بیس میری ملکیت ہے۔ وہاں پہنچ کر تم مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ ابھی میں اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے بہت سی گاڑیاں اچانک اس طرف سے نکل آئی ہیں۔ ڈینگو ایک دم محتاط ہو گیا۔ وہ پھرتی سے اس کھڑکی کے قریب آیا جس سے باہر کا منظر دیکھا جا سکتا تھا ہلکی ہلکی روشنیاں ہم دونوں نے بھی دیکھ لی تھیں۔ ڈینگو بولا کوئی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں اوہ۔ فارم ہاؤس کو گھیر لیا گیا ہے۔ میں اس بات پر چونک پڑا تھا۔ میں نے ڈینگو کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار دیکھے تھے۔ اس کے جبڑے سختی سے بھینچ گئے تھے اور وہ کچھ سوچنے میں مصروف تھا۔ دفعتاً بیکر کی آواز ابھری۔

"مسٹر ڈینگو! یہ سب کیا ہے؟"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا۔"

"مگر پھر کون ہو سکتے ہیں؟" اسی وقت باہر سے میگا فون پر ایک آواز ابھری۔

"تم سب ہمارے گھیرے میں ہو جہاں ہو اور جس جگہ پر ہو اپنی جگہ سے جنبش مت کرو ورنہ تمہارے بدن چھلنی ہو جائیں گے۔"

"کیا یہ تمہارے آدمی نہیں ہیں؟" بیکر غرایا۔

"اوہ۔ ہرگز نہیں میرے آدمی ہوتے تو۔۔۔ چلو میرا پستول واپس کر دو ہمیں ان سے مقابلہ کرنا ہو گا۔"

"نہیں مسٹر ڈینگو! یہ ممکن نہیں ہے۔" میرے بجائے بیکر نے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"میں کہتا ہوں موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس وقت تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔"

اسی وقت باہر سے پھر آواز ابھری۔

"میں کہتا ہوں ہتھیار باہر پھینک دو ورنہ ہم فائرنگ شروع کرتے ہیں۔" ڈینگو میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"رائفل اور پستول باہر اچھال دو۔ ایک پستول رہنے دو ہم اس سے کام چلا لیں گے۔ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"بے کار باتیں مت کرو۔ اس وقت یہ سب ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں بیکر! مسٹر ڈینگو کا کہنا درست ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔" میں نے کہا چونکہ میں اندازہ لگا چکا تھا کہ اب صورتحال بہتر نہیں ہے۔ اگر وہ ڈینگو کے آدمی نہیں بھی ہیں تو بہرطور ہم گھر چکے ہیں اور اگر ڈینگو ہی کے آدمی ہیں تو بھی نکلنا مشکل ہے۔ انہیں کھل کر سامنے آنا چاہیئے۔" میری اس بات پر بیکر نے میری طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رائفل اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دی۔ اس کے بعد پستول پھینک دیا گیا تھا۔ ڈینگو نے میری طرف دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

"سوری مسٹر ڈینگو! میں اس حسین شے سے محروم ہوں۔"

"کیا مطلب؟" ڈینگو تعجب سے بولا۔

"مطلب بعد میں بتا دوں گا پہلے ان لوگوں سے نمٹ لیا جائے۔" میں نے کہا۔ اور ڈینگو اس طرف متوجہ ہو گیا۔

باہر سے اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ آہٹیں بھی معدوم ہو چکی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے چند لمحات کے لیے ان سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ڈینگو، میں اور بیکر خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ ہم ایک ایک لمحے کے لیے چوکنے تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ لوگ آخر کون ہیں جنہوں نے اس طرح یہاں آ کر ہمیں گھیرا ہے۔ ویسے اس رات کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ پے در پے ایسے واقعات پیش آ رہے تھے جن کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ڈینگو کا ذکر بیکر نے تھوڑی دیر پہلے کیا تھا۔ تو ڈینگو موجود ہوا اور اب یہ نئے لوگ۔ بہرطور چند لمحات اس طرح خاموشی سے گزر گئے۔ اس کے بعد ہمیں کھڑکی میں چند چہرے نظر آئے اس کے ساتھ ہی رائفل کی نالیں اندر جھانکنے لگیں۔

"جنٹلمین! تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کرو۔"

"ہمارے ہتھیار تمہارے پاس موجود ہیں۔ پھر ہاتھ بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" ڈینگو نے کہا۔

"اس کے باوجود اپنے ہاتھ بلند کرو۔"

ہم تینوں کھڑکی کی طرف متوجہ تھے۔ کہ دفعتاً دروازے پر ایک زوردار لات پڑی۔ دروازہ چونکہ بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے باآسانی کھل گیا اور پھر بہت سے آدمی دھڑنا مار کر اندر داخل ہو گئے۔ ان سب کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے اور ان کے خدوخال نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

ڈینگو کینہ توز نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا اور پھر اس نے ان کی خواہش پر اپنے ہاتھ بلند کر دیئے۔ میں نے اور بیکر نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ اندر والوں میں سے ایک آدمی ذرا پست قامت اور بھاری بدن کا مالک تھا۔ اس نے ذرا طنزیہ انداز

میں کہا۔

"اوہ! امید نہیں تھی کہ یہاں اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"کون ہو تم؟"

"ظاہر ہے کہ اگر ہمیں یہ بتانا ہوتا مسٹر ڈینگو! تو ہمارے چہرے نقابوں میں نہیں چھپے ہوتے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"آپ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہاں سے لے جانے کے خواہش مند ہیں۔"

"تم جانتے ہو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟"

"نہیں۔ ہم نہیں جانتے مسٹر ڈینگو!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے وہ تمام نتائج سے آگاہ ہے۔"

"اوہ۔ میں اس خبیث کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس خبیث کے متعلق جاننا اتنا آسان نہیں ہے۔ تو کیا آپ حضرات ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟ مگر ٹھہریے۔" پستہ قد آدمی نے کہا اور اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"اس کے باوجود کہ ان حضرات نے ایک عدد رائفل اور پستول باہر پھینک دی ہے ہم ان کی تلاشی لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کم از کم پستولیں تو تین ہونی چاہیئے تھیں۔ کیوں مسٹر! کیا خیال ہے آپ کا؟"

اس بار اس نے میری طرف رُخ کر کے کہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ میں ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان میں سے چند افراد ایسے تھے جو مجھے شبہ کا شکار کر رہے تھے۔ ان کے چہرے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگ جو نقاب پہنے ہوئے تھے ان کے سروں پر کچھ اُبھرے ہوئے نشانات نظر آ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر بال موجود ہیں لیکن چند افراد ایسے تھے جن کے سر چکنے اور سپاٹ نظر آ رہے تھے۔ اگر سپاٹ سر والے ترپوکا کے آدمی ہوئے تو اس کا مقصد ہے کہ مجھے ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ اور یہی احساس مجھے ایک لمحے کے لیے خاموشی پر مجبور کر رہا تھا۔

بہر طور ہماری تلاشی لی گئی اور اس کے بعد انہوں نے ہمارے ہاتھ پشت پر کس کر باندھ دیئے گئے۔ لیکن چُوک ہو گئی تھی ان سے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھا تھا کہ باندھتے وقت ہاتھ سختی سے نہ جڑ جائیں۔ ان لوگوں نے بھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے ہاتھوں کی درمیان جو خلا رہ گئی ہے وہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ جس شخص نے میرے ہاتھوں میں رسّی کسنے کی کوشش کی تھی۔ وہ زیادہ طاقت ور نہیں تھا۔ اور میری اپنی قوت اس سلسلے میں کارگر ثابت ہوئی تھی کہ میں اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھوں۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اور وہ لوگ میری ایک ایک حرکت پر نگاہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے میری اس بات کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ پھر جب وہ ہاتھ باندھ کر فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے ہاتھوں کو معمولی سی جنبش دے کر دیکھا۔ با آسانی رسّی میں اپنے ہاتھوں میں سے نکال سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے رہنے دیا۔ فی الحال میں خاموشی سے ان لوگوں کے احکامات پر عمل کر رہا تھا۔ اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بیکر اور ڈینگو ان کے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہیں۔

ڈینگو بدستور کینہ توز نگاہوں سے اس شخص کو گھورے جا رہا تھا۔ جو پستہ قامت تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پشت پر کس دیئے گئے تھے۔ بیکر بھی باندھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی گئی۔ شاید ان کے دوسرے ساتھی باقی کمروں کی تلاشی لینے پھر رہے تھے۔ چونکہ جس وقت ہم باہر نکلے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ بہر طور ہم احاطے میں آ گئے۔

احاطے میں عمدہ قسم کی کئی جیپیں کھڑی تھیں۔ جیپوں کے آس پاس لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا۔ یوں لگتا کہ ایک پوری فوج ہمیں گھیرے میں لینے کے لیے آ گئی ہو۔

ہمیں ایک جیپ میں بٹھا دیا گیا۔ پستہ قد نقاب پوش اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اسی جیپ میں آ بیٹھا تھا۔ جیپ بڑے سائز کی تھی۔ اور اس میں کافی گنجائش تھی۔ اگلی سیٹ پر صرف ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ساخت کچھ ایسی ہی تھی۔ کہ آگے اور پیچھے کا حصہ تقسیم نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیدھی سی جگہ تھی۔

ڈینگو خاموش نگاہوں سے ان سب کو گھور رہا تھا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر واپس مڑی تو دوسری گاڑیاں بھی ان لوگوں نے سنبھال لیں۔ اور سب کی سب قافلے کی شکل میں ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ فارم ہاؤس میں سے مین سڑک تک آتے ہوئے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ ڈینگو بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں ایک اضطراب سا محسوس ہو رہا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی اور بیکر کی شکل دیکھتا رہا۔ میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے ذہنوں میں کیا بات ہے۔ لیکن وہ دونوں بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ نقاب پوش نے اس کے بعد سے اب تک کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ اس طرح نیم غنودہ سے ہو گئے تھے جیسے رات کے اس پہر انہیں نیند نے آن گھیرا ہو۔

وہ ہمارے بندھے ہوئے ہاتھوں کی وجہ سے ہماری طرف سے بہت زیادہ مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی کارروائی کی جائے جس سے میں ان لوگوں کے چنگل سے فرار ہو سکوں۔ اپنی اس کوشش میں بظاہر مجھے کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں خاموشی سے ان تمام حالات کا تجزیہ کر رہا تھا۔

بیکر کا یہ شبہ درست بھی ہو سکتا تھا کہ ڈینگو نے خود ہی کوئی لمبا جال پھیلایا ہو ممکن ہے یہ لوگ ڈینگو ہی کے آدمی ہوں۔ ویسے ڈینگو کی کیفیت سے میرے اس خیال کی نفی ہو رہی تھی کیونکہ وہ خود ہی اتنا پریشان نظر آ رہا تھا کہ اس کا احساس مجھے آسانی سے ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے اسٹیرنگ ہاتھوں سے سنبھال کر سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تھی میں خاموشی سے ڈرائیور کو سگریٹ سلگاتے دیکھتا رہا۔ چند کش لینے کے بعد اس نے سگریٹ ہونٹوں سے نکال لیا اور اُسے گاڑی کے سامنے لگی ہوئی ایش ٹرے میں رکھ دیا۔

میں کسی قدر بے چینی کا اظہار کرنے لگا لیکن اس دوران میں نے اپنے ہاتھ اس رسّی سے نکال لیے تھے جس میں مجھے جکڑ دیا گیا تھا۔ گو اب بھی میرے دونوں ہاتھ پیچھے تھے لیکن یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا کہ میں آزاد ہوں۔ نقاب پوش نے میری بے چینی بھی محسوس کر لی اور میری طرف رُخ کر کے بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟"

"نہیں۔ دراصل سگریٹ کی بو مجھے مجبور کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے تقریباً آٹھ گھنٹے سے سگریٹ نہیں پیا۔ بس کچھ ایسی ہی بدقسمتی تھی۔"

"سگریٹ پینا ضروری نہیں ہے۔" پستہ قامت نے تلخ لہجے میں کہا۔

"یہ بات بہتر تو نہیں ہے اگر تم چاہو تو مجھے سگریٹ کے چند کش دے سکتے ہو۔"

"اوہ۔ کوئی حرج نہیں ہے سگریٹ دے دو۔" پستہ قامت کے برابر بیٹھے ہوئے دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

"لیکن یہ پیئے گا کیسے؟" پستہ قامت بولا۔

"سگریٹ سلگا کر اس کے ہونٹوں میں دبا دو چند کش لے لیگا اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔" دوسرے نقاب پوش نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ کم از کم میرے ہمدرد نے میری ایک مشکل آسان کر دی تھی۔

میں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پستہ قامت نے اپنے لباس کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اعلیٰ قسم کا سگریٹ تھا پھر اس نے نقاب کے اندر سے ہی اندر سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر اسے لائٹر سے سلگایا اور اس کے بعد اسے میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! میں تمہارا یہ احسان یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور سگریٹ کے کش لے کر دھواں منہ سے نکالنے لگا۔ میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ دروازے کے بالکل ہی قریب تھی۔ نقاب اور ڈرائیور کی قمیض کے کالر کے درمیان گردن کا تقریباً چھ انچ حصہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت میری ایک ہی کوشش کارگر ہو سکتی تھی۔

میں اپنے کام کے لئے تیار ہو گیا۔ میں چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں سے مجھے فرار میں آسانی ہو تب میں اپنا کام کروں سگریٹ کے کش میں بڑی مہارت سے لے رہا تھا اور ان لوگوں کو میرے منہ سے سگریٹ نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دور سے ایک پُل نظر آیا۔ یہ پل تنگ تھا اور گاڑیاں کسی قدر سست رفتاری سے یہاں سے گزر سکتی تھیں یہ جگہ میرے کام کے لیے سب سے موزوں تھیں چنانچہ میں تیار ہو گیا صرف ایک لمحہ صرف ایک لمحہ مجھے ہمت کرنا تھی سگریٹ میرے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی اور آدھی سے زیادہ جل چکی تھی اس کا گل نیچے گر رہا تھا اور دھواں جیپ میں پھیلا ہوا تھا پھر دفعتاً میں نے برق رفتاری سے اپنا چہرہ جھکایا اور سگریٹ کا جلتا ہوا سرا ڈرائیور کی گردن پر رکھ دیا۔

ڈرائیور کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کا پیر بریک پر جا پڑا بس میرے لیے یہی لمحہ کافی تھا ہاتھ تو میرے کھلے ہوئے تھے میرا ایک گھونسہ پستہ قامت کی پیشانی پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیپ کے عقبی حصّے میں چھلانگ لگا دی اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ سکیں میں نے جیپ کے ہُڈ کا پچھلا حصہ پکڑا اور اب صرف ایک اور بھرپور چھلانگ لگانی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پل کے نیچے جو دریا بہہ رہا ہے اور جس کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ کتنی گہرائی میں ہے بس ایک اندھی چھلانگ تھی چنانچہ میں جیپ کے اوپر سے گزرتا ہوا پل کی دیوار پر پہنچا اور

پھر وہاں سے دریا کے پانی کی طرف گرنے لگا۔

غالباً ان میں سے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ایسا کوئی حادثہ ہو سکتا ہے اس لیے کوئی بھی اس کے لیے تیار نظر نہیں آتا تھا یہ قدم اتنا خطرناک تھا کہ شاید ڈیگو اور بکر بھی اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی موقع نہیں مل سکا کہ مجھ پر فائر ہی کر دیتے۔ میں چند لمحوں تک ہوا میں کسی پتھر کی طرح نیچے گرتا رہا اور پھر میرا بدن پانی سے ٹکرایا۔ پانی سے ٹکراتے ہی میں ڈوبتا چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمام جیپیں اب تک رُک چکی ہوں گی۔ اور وہ سب پھرتی سے اُتر کر پل کے نزدیک آ رہے ہوں گے اس لیے پانی سے سر اُبھارنا اس وقت موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا البتہ پورے لباس اور جوتے کی وجہ سے پانی کے اندر تیرنا بہت مشکل تھا لیکن دریا کے تیز بہاؤ نے میری یہ پریشانی خود بخود دور کر دی۔

میں بہاؤ کے سہارے اپنے آپ کو چھوڑ کر تیزی سے دور تک بہتا چلا گیا۔ سانس گھٹنے کی وجہ سے سینے پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہیں تھی کہ ان لوگوں کے چنگل سے دور نکل جاؤں۔

مجھے تیرتے ہوئے دو تین منٹ گزر گئے اور اس کے بعد ضروری ہو گیا کہ میں پانی کی سطح پر سر ابھاروں۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لیے میں نے پانی سے سر اُبھارا اور عقب میں دیکھا۔ پتہ نہیں پل کتنی دور رہ گیا تھا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن یقینی طور پر دریا کی تیز رفتاری نے فاصلہ اتنا کر دیا تھا کہ اب پل پر سے مجھ پر گولیاں چلائی جاتیں تو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔

جوتوں میں پانی بھر گیا تھا لباس کی تمام جیبیں ضائع ہو چکی تھیں اور بدن خاصا وزنی وزنی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کنارے کی جانب بڑھوں کیونکہ پانی کے تیز بہاؤ کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے کہاں لے جائے گا تاہم کوشش کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ میں دریا کے تیز دھارے کو کاٹتا ہوا کنارے کی جانب بڑھنے لگا۔ کافی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ سکا کیونکہ ایک تیز پانی کو کاٹنا آسان کام نہیں تھا اس سلسلے میں مجھے بہت سخت محنت کرنا پڑی تھی۔

کنارہ پانی سے اتنا بلند تھا کہ اس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تاہم میں نے ہمت کر کے کنارے تک چڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کنارے تک پہنچ گیا۔ بدن کچھ اس طرح تھکن سے چور ہو گیا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنے آپ کو حواس میں نہیں رکھ سکوں گا۔

کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی، دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بہرطور میں زمین نے رخسار چپکا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ ہوا کے تیز جھونکے میرے بدن سے ٹکرا رہے تھے اور کوشش کے باوجود پلکیں جڑی جا رہی تھیں یہاں تک کہ آنکھیں بند ہو گئیں اور میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ یہ نیند نہیں بلکہ میں اسے بے ہوشی کہہ سکتا تھا کیونکہ نیند اس طرح نہیں آ جاتی خطرات چاروں طرف منڈلا رہے تھے کسی بھی لمحہ مجھے تلاش کرنے والے یہاں تک پہنچ سکتے تھے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔

بہرطور اب تو کچھ کہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ

یہ تمام چیزیں میں نے ہوش میں آنے کے بعد سوچی تھیں ہاں ہوش مجھے دریا کے کنارے ہی آیا تھا۔ اچھا خاصا گھنا جنگل تھا۔ اطراف میں پرندوں کی چہچاہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ سورج ابھی پوری طرح طلوع بھی نہیں ہوا تھا گویا رات گزر چکی تھی صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔

میں ایک کراہ کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھنے لگا۔ اس بے ہوشی یا نیند نے کم از کم بدن سے وہ تھکن دور کر دی تھی جس نے مجھے رات کو نڈھال کر رکھا تھا۔

دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے آس پاس کوئی اور موجود ہو۔ یہ احساس ایک حسین خوشبو سے پیدا ہوا تھا اور خوشبو یقیناً پھولوں کی نہیں تھی بلکہ عمدہ قسم کے سینٹ کی تھی میں چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ تب ہی میری نگاہ ایک رنگین شئے پر پڑی۔ یہ رنگین شئے مجھ سے تقریباً دس پندرہ گز کے فاصلے پر ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

گہرے سنہرے گھونگریالے بال ان کے نیچے ایک سُرخ و حسین چہرہ جو کسی قسم کے میک اپ سے عاری تھا لیکن انتہائی روشن روشن۔ میں متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا وہ بھی میری جانب ہی متوجہ تھی۔ اس اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی شاید وہ میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی لیکن یہ جنگل کی بلا ہے کون اور یہاں اس خاموشی اور اطمینان کے ساتھ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی کیوں ہے۔ میں نے سوچا ہماری نگاہیں ایک دوسرے کی آنکھوں میں اُلجھی ہوئی تھیں۔ پھر وہ لڑکی اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا۔

"کیسے مزاج ہیں؟"

"بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو ہلکی ہلکی ٹھنڈی

ہوائیں اور ان کے ساتھ ساتھ تمھارے بدن سے اُٹھتی ہوئی یہ خوشبو۔ بس یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے الف لیلیٰ کی وادیوں میں گھوم رہا ہوں۔"

"یہ الف لیلیٰ کیا ہوتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ افسوس تمھارے یہاں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نا الف لیلیٰ کا مطلب صرف الف لیلیٰ ہے اسے کوئی دوسرے معنی دینا اچھا نہیں لگے گا۔"

"اوہ۔ تمھارے سر میں کہیں چوٹ لگی ہے۔"

"ہاں۔ الف لیلیٰ کا تذکرہ بظاہر پاگل پن ہی محسوس ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔"

"بہت خوب! بہرطور میں تمھاری الف لیلیٰ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔"

"خود تمھاری الف لیلیٰ کیا ہے۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی پھر اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں اب پوری طرح سنبھل گیا تھا اس ویران مقام پر اس حسین لڑکی کی موجودگی عارضی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سنبھل کر گفتگو کرنی چاہیے۔ اس کی اُلجھی ہوئی نگاہوں کے جواب میں میں نے اس سے کہا۔

"سوری! دراصل میں یہ پوچھ رہا تھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آ گئیں۔"

"بس یوں سمجھ لو میں آوارہ گرد ہوں اور احمق بھی ہوں شاید میرے اہل خانہ کا یہی خیال ہے۔ تفریح کرنے نکل آتی ہوں آج بھی بہت صبح اس وقت جب روشنی پھوٹی بھی نہیں تھی میں اس طرف نکل آئی شاید اس لیے کہ یہاں تم مل جاؤ گے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے قہقہے میں بہت حسن تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا کھلنڈری قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی، بہرطور اس کے باوجود میں یہ یقین کر سکتا تھا کہ اس کی آمد بے مقصد ہو لیکن محتاط رہنا تھا۔ حالات میرے لیے جو راستے منتخب کر رہے تھے ان پر چلنے کے سوا اور چارہ کار تھا ہی کیا۔

"بہرطور میں تمھیں سورج کی پہلی کرن کہہ سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اگر دل چاہے تو کہہ لو مجھے کیا اعتراض ہوگا۔"

"ویسے نام پوچھ سکتا ہوں تمھارا۔؟"

"سورج کی پہلی کرن۔" اس نے جواب دیا۔

"ہمارے یہاں ایک نام کرن بھی ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے اپنا



نام نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں کرن کہہ کر پکاروں گا۔"

"بہت خوبصورت نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔"

"تھینک یو مس کرن۔ اب فرمائیے اس کے بعد کیا ہونا چاہیئے۔"

"سب سے پہلے آپ اپنے جوتے اُتار دیجئے بھیگ کر عجیب سی شکل اختیار کر گئے ہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ۔ ہاں! واقعی۔" میں نے اپنے جوتوں کی طرف دیکھ کر کہا جن میں اب تک پانی بھرا ہوا تھا میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"اور کپڑوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بس جوتوں ہی سے کام چل جائے گا کپڑے خشک ہو چکے ہیں۔" وہ ہنستی ہوئی بولی اور میں نے جوتے اُتار کر ایک طرف اُچھال دیئے اب میں ننگے پاؤں تھا۔

"اب آپ اسی طرح میری جیپ تک تشریف لے چلیے۔ جو تھوڑے فاصلے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"اچھا! آپ جیپ بھی رکھتی ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اتنا فاصلہ پیدل تو طے نہیں کیا ہوگا میں نے۔"

"ٹھیک ہے! مجھے انکار نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں پر ایک سیفد رنگ کی خوبصورت جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بغیر کسی تردد کے بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار تھا بھی نہیں۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا ایک بار پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں جسم اتنا دکھ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کسی نے ہتھوڑے مار مار کر ہڈی پسلی ایک کردی ہو لیکن ذہن بیدار تھا اور یہ سوچ کر سکون ہو رہا تھا کہ کم از کم صورتِ حال تبدیل ہو گئی۔

"اب آپ سوتے ہی رہیں گے یا کچھ گفتگو بھی کریں گے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔"

"بات چیت کر کے اپنے بارے میں بتا کر۔ میرا نام تو آپ نے کرن رکھ دیا میں آپ کو کیا کہوں؟"

"سورج کہہ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ زبردستی نہیں چلے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ نے ابھی مجھے سورج کی کرن کہا تھا گویا ایک خوبصورت نام دیا تھا مجھے لیکن مجھے اپنے بدن کا ایک حصّہ بنا کر آپ نے اپنے آپ کو مجھ سے برتر کر لیا۔"

"ڈیئر! یہ کام تو صدیوں پہلے ہوا تھا۔ حضرت آدم نے بھی تو کیا تھا۔ عورت مرد کے بدن کا ایک حصّہ ہی تو ہے۔"

"فلسفہ نہ بگھارو۔ نام بتاؤ اپنا۔"

"پارکو۔"

"اوہ۔ چلو۔ ٹھیک ہے۔ چل جائے گا۔"

جیپ ناہموار راستے پر سفر کر رہی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا رُخ کس طرف ہے لیکن اندازہ یہ تھا کہ ابھی ہم مضافات ہی میں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

"آؤ۔ نیچے اترو۔" لڑکی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی میں اُٹھ گیا۔

"یہاں کہاں مس کرن!" میں نے کہا۔ لیکن اسی وقت کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر کچھ انسانی قدموں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں اور اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کاہلوں کی طرح کار کی عقبی سیٹ پر بڑبڑا رہا ہوں۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اس سے پہلے کہ میں لڑکی سے اس سلسلے میں سوال کرتا، ایک مضبوط بدن کا درمیانی عمر کا آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتے کی زنجیر تھی اور کتا اس سے زیادہ تیز رفتاری سے دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ کے نزدیک پہنچ گئے اُس شخص نے آتے ہی میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"ہیلو ڈیڈی یہ ایک پریشان حال آدمی ہیں۔ میں انہیں ازراہِ ہمدردی یہاں لے آئی ہوں۔"

"پریشانی اس شخص کے چہرے ہی سے ٹپک رہی ہے۔ لیکن کون ہے یہ؟"

"دریا کے کنارے اُگے تھے اور وہیں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ اتنی خوبصورت چیز دریا کے کنارے ضائع نہیں ہونی چاہیئے اسے اپنے ساتھ لے آئی۔"

"تم فضول باتیں نہ کیا کرو۔" اس شخص نے پیار بھرے انداز میں کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تم! مسٹر تم! تمہارا لباس دیکھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے کہ تم دریا کے کنارے اُگے ہو۔"

"جی ہاں! فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر آؤ میرے ساتھ، آؤ میں تمہیں صاف ستھرا کر دوں۔" اس نے کہا۔ کتے نے اب زور لگانا بند کر دیا تھا اور لڑکی کے قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

صورتِ حال میرے لیے ناقابلِ فہم تھی اس جگہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ خاصی اونچی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی جس کی دوسری طرف نہیں دیکھا جا سکتا تھا لیکن گھاس کے درمیان ہی ایک پگ ڈنڈی بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اس پگ ڈنڈی پر آگے بڑھنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک خوبصورت عمارت نظر آگئی۔ لڑکی کے بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ درمیانی عمر کا یہ شخص چہرے مہرے سے پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا ایک اچھے لباس میں ملبوس تھا۔ کتا بھی بہت خوبصورت اور مہذب سا لگتا تھا۔ ہم تینوں آگے بڑھتے ہوئے عمارت کے بالکل سامنے پہنچ گئے اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مس کرن کم از کم یہ تو بتا دیجئے، یہاں میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں۔"

"کرن۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"بہتر ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہم عمارت کی سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ لڑکی نے معمر آدمی سے کہا۔

"انکل آپ چلیں میں ذرا ان کے لیے۔"

"نہیں۔ یہ کام میں کیے لیتا ہوں۔"

"نہیں۔ انکل پلیز آپ جائیے۔" لڑکی بولی اور معمر شخص نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے کتے کی زنجیر پکڑے ہوئے ایک سمت چل پڑا۔

"آؤ۔" لڑکی بولی اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک راہداری میں چلتی رہی تھی اور پھر ہم ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ کھول کر لڑکی اندر داخل ہوئی تو میں نے اسے اچھا خاصا سجا ہوا پایا۔ لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ سامنے الماری ہے اس میں بہت سے لباس موجود ہیں شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ کہ یہ سارے کے سارے لباس میرے انکل کے ہیں۔"

"کون انکل۔؟"

"یہی جن سے تم ملے تھے انکل جون۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یقیناً، ان کی جوانی کے لباس یقیناً دلچسپ ہونگے۔"

"ہاں۔ ان میں دلچسپی ضرور ہوگی کہ وہ تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس سے نجات دلا دیں۔" اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف منہ کر کے بولی۔

"لباس تبدیل کر لو میں ابھی واپس آتی ہوں۔"

میں نے لاپروائی سے شانے ہلائے اور اسے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے کپڑوں کی الماری کھولی اور اس میں سے ایک ایسا لباس منتخب کر لیا جو میرا جسم ڈھک سکتا تھا۔

بہرطور اس وقت بدن ڈھکنا ہی مقصود تھا۔ گیلے کپڑوں سے نجات پا کر میں نے آئینے کے سامنے پہنچ کر اپنے بال وغیرہ سنوارے۔ عجیب سی شکل ہو کر رہ گئی تھی بہرطور تھوڑی دیر کے بعد میں ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ میں نے گیلے کپڑے ایک سمت ڈال دیئے اور تھوڑے

فاصلے پر پڑی ہوئی ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

چند لمحات گزرے تو ایک ملازمہ کافی کے برتن ہاتھ میں اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے کافی میرے سامنے رکھی اور میرے گیلے کپڑوں کو اٹھا کر لے گئی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اٹھ کر کافی بنائی اور اس کے گھونٹ لیتے ہوئے صورتِ حال پر غور کرنا شروع کر دیا۔

لڑکی اور معمر آدمی ابھی تک میری نگاہوں میں تھے جس انداز میں وہ مجھے کر آئی تھی وہ خاصا تعجب خیز تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ سان ان تو تریو میں کیا کیا چکر چلے ہوئے ہیں ان کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے۔

بہر طور کافی دیر تک میں اس طرح بیٹھا رہا پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"ہیلو! کرن۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا اس نے بھی لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"ہیلو! ناشتہ تیار ہے تشریف لے چلیے۔"

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا وہ مجھے لے کر ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئی میز پر معمر شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"میں تمہارا تعارف انکل جون سے کرا چکی ہوں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انکل جون یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ تم دریا کے کنارے آ گرے تھے۔"

"انکل جون! سمجھدار آدمی ہیں۔" میں نے جواب دیا ناشتہ شروع ہوا ہی تھا کہ ایک ملازم اندر داخل ہوا اور اس نے جھک کر معمر آدمی سے کچھ کہا معمر آدمی نے آہستہ سے گردن ہلائی مقصد یہی تھا کہ بھیج دو۔

"کون تھا انکل؟" لڑکی نے سوال کیا۔ لیکن اس سے قبل کہ انکل جون کوئی جواب دیتا ایک شخص اندر داخل ہو گیا اور اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں یہ ڈینگو تھا وہ اندر داخل ہوا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلو! پارکو۔ کیسے ہو تم"؟ میں حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ ڈینگو کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"بھئی ناشتہ بہت عمدہ نظر آ رہا ہے اس وقت تمہارا اس طرح دیکھنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

میری نگاہ اس لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ڈینگو نے بڑی بے تکلفی سے ناشتے کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور پھر بولا۔

"باقی ساری باتیں بعد میں ہوں گی پہلے ناشتہ کیا جائے۔"

اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خاموشی سے ناشتہ کروں۔ ڈینگو کو دیکھ کر اتنا اطمینان ہوا تھا کہ میں کم از کم ترلوکا کے کسی جال میں نہیں پھنسا رہا ہوں یہ جو کچھ بھی معاملہ ہے ڈینگو کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

غور کرنے سے ساری صورتِ حال خود بخود ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی اور اب ڈینگو کے علاوہ کسے معلوم تھا کہ میں کہاں مل سکتا ہوں اور اس نے اس کے لیے اس لڑکی کو ہی استعمال کیا لیکن یہ لڑکی۔ میں نے تمام باتیں ذہن سے جھٹک دیں اور ناشتہ میں مصروف ہو گیا۔

بوڑھے کے انداز سے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ڈینگو کی آمد اس کے لیے تعجب خیز نہ ہو بلکہ وہ اس کا انتظار ہی کرتا رہا ہو۔ ہم ناشتہ سے فارغ ہو گئے تو ڈینگو نے مجھ سے کہا۔

"آؤ۔ اب ذرا یہاں سے ہٹ کر تھوڑی دیر کسی جگہ بیٹھیں۔ کیوں مسٹر جون آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" جون نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ کرن نے بھی اس سلسلے میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

ڈینگو مجھے لیے ہوئے عمارت کے ایک الگ تھلگ کمرے میں پہنچ گیا اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں وہی چمک لہرا رہی تھی جو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا عجیب سی چمک تھی یہ ہونٹوں کی مسکراہٹ دوستانہ تھی۔

"کہو دوست! کیسے مزاج ہیں"؟ اس نے بے تکلفی سے میرے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں! لیکن تم مجھے حیران کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟" اس نے کہا۔

"تو پھر بہتر ہو گا کہ مجھے تمام تفصیلات خود بخود بتا دو۔" وہ ہنسنے لگا اس کے ہنسنے کے انداز سے زندہ دلی جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ بلاشبہ اس وقت تم نے بہترین کارنامہ انجام دیا اور ہماری بھی رہائی کے باعث بنے لیکن یہ بات میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہارے ہاتھ کس طرح کھل گئے تھے۔"

"کوئی اتنی اہم بات نہیں تھی کہ جس کا سمجھنا زیادہ ضروری ہو۔"

"پھر بھی تمہارے اس فن سے میں بے پناہ متاثر ہوا۔ جبکہ ہمیں اس سلسلے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"سیسل سے ملے۔"

"کون سیسل؟" میں نے سوال کیا۔

"ارے تم سیسل کو نہیں جانتے۔" وہ تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ بھائی میرا تعارف آج تک کسی سیسل سے نہیں ہوا۔"

"وہ لڑکی! اس نے کیا نام بتایا ہے تمہیں اپنا۔"

"کون۔؟"

"ارے بھئی وہی جو تمہیں یہاں تک لائی ہے۔" ڈینگو بولا۔

"اوہ۔ اس نے مجھے اپنا کوئی نام نہیں بتایا البتہ میں اسے کرن کے نام سے مخاطب کرتا رہا ہوں۔"

"گڈ۔ گڈ خوبصورت نام ہے۔ ویسے وہ سیسل ہے جانتے ہو وہ کون ہے۔؟"

"بدقسمتی سے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ میری بہن ہے۔" ڈینگو بولا اور اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

"بہن۔" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ ساری دنیا میں میرا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔"

"اور یہ مسٹر جون۔" میں نے سوال کیا۔ یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی کہ کرن یا سیسل ڈینگو کی بہن ہے۔ بہر طور میری نگاہیں ڈینگو پر جمی رہیں۔

"انکل جون! میرے والد کے دوست ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہمارے ساتھ ہی گزارا ہے۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو ہم دونوں بہن بھائی بہت چھوٹے تھے والد کی جائیداد بے پناہ تھی مرتے وقت انھوں نے اپنے دوست انکل جون کو ہمارا نگراں مقرر کیا اور سب کچھ انھیں دے گئے۔ انھوں نے ہم دونوں کی پرورش کی اور بلاشبہ ہمیں ایک باپ ہی کی طرح چاہنے لگے۔ ہم دونوں بھی انھیں بہت عزیز رکھتے ہیں۔"

"لیکن کیا انکل جون جانتے ہیں ڈینگو کہ سان ان تو تریو میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔"

"ہاں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں دراصل معاملات کچھ ایسے الجھے ہوئے تھے کہ میں تمہیں کیا تفصیل بتاؤں۔ میرے والد کا تعلق ایک ایسے گروہ سے تھا جو خطرناک مقاصد رکھتا تھا۔ ترلوکا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا لیکن بہر طور ترلوکا سے ان کا تعلق قائم ہو گیا اور وہ یوں سمجھو ترلوکا کے جال میں پھنس گئے۔ ہم نے اس سلسلے میں کبھی کچھ معلومات حاصل نہیں کی تھیں لیکن بعد میں والد صاحب کے بارے میں جب یہ پتہ چلا کہ وہ ترلوکا کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا شکار ہوئے ہیں تو میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے بھی وہی راستہ اپنا لیا لیکن میرے سینے میں ترلوکا کے خلاف انتقام کی آگ سلگ رہی ہے۔ مجھ سے تعلق رکھنے والے نہیں جانتے کہ انکل جون کا اور میرا کیا تعلق ہے یا یہ کہ سیسل میری بہن ہے۔ میں ان معاملات کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھتا ہوں اور یوں سمجھو یہاں ہمیشہ چھپ کر آتا ہوں۔"

"اوہ۔ تعجب کی بات ہے۔"

"ہاں۔ شاید تم اس بات پر تعجب محسوس کر رہے ہو ویسے تمہیں یقیناً اس بات سے دلچسپی ہو گی کہ تم سیسل کے پاس پہنچ جانے کے بارے میں معلوم کرو۔ سیسل بعض معاملات میں میری دست راس ہے تم دریا میں کود گئے تھے۔ تمہارے ساتھ ساتھ ہی میں اور میکر بھی ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اس کے بعد میرا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا کہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں جو میں اس وقت ممکن نہیں تھی لیکن بعد میں، میں نے اپنے اہم ذرائع سے یہ بات معلوم کر لی کہ تم ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگے۔ تیز رفتار دریا کا دھارا تمہیں کافی دور لے گیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے اس سلسلے میں سیسل کا سہارا لیا بالآخر سیسل تمہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کیونکہ وہ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے اور بس اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔" ڈینگو نے کہا اور خاموش ہو گیا تھا۔

میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ڈینگو نے میرے ساتھ واقعی مہربانی کا سلوک کیا ہے کم از کم اس وقت میں اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے جواب میں وہ کیا چاہتا ہے یہ بات میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا مسٹر ڈینگو لیکن مجھے بتاؤ اب مجھے تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر پارکو! کیا میں نے تمہیں اس لیے بچایا ہے کہ تم میرا کوئی کام انجام دو۔ نہیں مسٹر پارکو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہر اس شخص سے دلچسپی رکھتا ہوں جو ترلوکا کا دشمن ہے اور اس کی وجہ اب تم بخوبی جان چکے ہو۔"

"ہاں مسٹر ڈینگو۔ لیکن پھر بھی میں تم سے ترلوکا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔"

"مثلاً۔" اس نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ ترلوکا کے قتل کے سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں میں نے سنا ہے بلکہ بیکر یہ بات بتا رہا تھا کہ تمھارے آدمی خفیہ طور پر ترلوکا کے آدمیوں میں شامل ہیں کیا ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ترلوکا کے بالکل قریب ہو اگر ایسا کوئی آدمی ہمیں مل جاتا ہے مسٹر ڈینگو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے کام میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ بات تم مجھ پر چھوڑ سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر ایک سوال میرے ذہن میں بھی ابھرتا ہے مسٹر بارکو کہ تم ترلوکا کے دشمن کیوں ہو؟"

"اس سلسلے میں ابھی مجھ سے معلوم مت کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم مجھے ترلوکا کے نزدیک پہنچنے کا کوئی مؤثر ذریعہ بتا دو۔"

"گویا میں تمھارے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔" ڈینگو نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر ڈینگو ایسا مت سوچو بعض اوقات کچھ باتیں، چھپانا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ تو پھر میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں تفصیلات فراہم کرو۔"

"دیکھو مسٹر بارکو! ہماری تمھاری ملاقات بہت مختصر ہے اور جس طرح تم مجھ پر ابھی مکمل طور پر اعتماد نہیں کر سکتے اسی طرح میں بھی اپنے معاملات سے محتاط ہوں البتہ آنے والا وقت ہمارے اور تمھارے درمیان مفاہمت کے راستے فراہم کرے گا اور ممکن ہے اس وقت میں تم پر مکمل اعتماد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور یہ کام بھی اسی وقت ممکن ہے میرا مطلب ہے اپنے کسی ایسے آدمی کے بارے میں تمھیں بتانا۔"

ڈینگو نے صاف گوئی سے اپنا مقصد بیان کر دیا تھا۔ میں اسے اس سلسلے میں حق بجانب پاتا تھا۔ اب ظاہر ہے ہر شخص کو میں اپنا رونا رو کر میں اپنے آپ کو ہلکا نہیں کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ یہ ضروری نہیں تھا کہ کوئی بھی شخص مجھ سے متاثر ہو جائے۔

چنانچہ ڈینگو کو میں نے اس سلسلے میں تفصیل نہ بتا کر اچھا ہی کیا تھا اگر وہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سان ان تونیو میں میں اپنا کام اپنے طور پر ہی کر سکتا تھا اور اس وقت ڈینگو کو یہ بات بتانا بالکل مناسب نہیں تھا کہ میں راجہ نواز اصغر ہوں۔

کافی دیر تک ڈینگو میرے ساتھ رہا اس نے مجھے ہر طرح کی پیش کش کی تھی بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا۔ سیسل بھی ابھی اور وہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ اس کی آنکھوں اور ہونٹوں پر شراب کا تاثر جھلکتا رہتا تھا لیکن آنکھوں کی گہرائی میں مچلتے ہوئے جذبات بھی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھے۔

میں ایک بار بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ وہ ڈینگو کی بہن تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈینگو وہاں سے چلا گیا۔ البتہ سیسل میرے پاس ہی بیٹھی رہ گئی تھی وہ چند لمحوں تک میری طرف دیکھتی رہی تھی پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار ابھر آئے۔

"میں تمھاری باتیں سن چکی ہوں۔" اس نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

"شاید تم نہیں جانتے کہ میں اپنے بھائی سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ اگر تم ترلوکا کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو اپنے بھائی سے ہٹ کر میں بھی کچھ کر سکتی ہوں۔" ایک لمحہ کے لیے میں چونکا پھر سنبھل گیا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مثلاً سیسل تم میری کیا مدد کر سکتی ہو۔"

"میں تمھیں بتا سکتی ہوں کہ ترلوکا کا اصل ٹھکانا کہاں ہے؟"

"کہاں؟"

"وہ تمھیں عشبین کی عبادت گاہ میں ملے گا۔ عشبین کا علاقہ خاصہ مشہور ہے لیکن ترلوکا وہاں اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے وہ وہاں ایک ہندوستانی سادھو کے روپ میں رہتا ہے اور وہیں پر آوارہ گردوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اگر تم اسے پہچان سکتے ہو تو ضرور پہچان جاؤ گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کے بارے میں جانتے ہیں۔"

"اوہ۔ عشبین کا یہ علاقہ یہاں سے کس سمت ہے؟"

"سان ان تونیو کے شمال میں راون بیس کے بائیں جانب سے گزرنے کے بعد تم عشبین کیمپ پہنچ سکتے ہو۔" سیسل نے کہا۔ اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ اس سے زیادہ موقع نہیں مل سکتا تھا کیونکہ ڈینگو یہاں پہنچ گیا تھا۔

کافی دیر تک ڈینگو میرے پاس بیٹھا رہا اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ سیسل میرے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر تیار تھی۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی سے تھوڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور یہ سوچا کہ اگر کچھ وقت اس کے ساتھ گزر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یہ باقی وقت میں نے سیسل کو شیشے میں اتارنے میں صرف کیا تھا۔ یہ ایک انتہائی سنسنی خیز تجربہ تھا۔

عشبین کیمپ کی طرف رُخ کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن سچی بات ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب مجھے ترلوکا کے بارے میں صحیح صحیح نشانیاں فراہم ہوئی تھیں۔

ڈینگو چلا گیا۔ سیسل کو اس نے میرے بارے میں ہدایات کر دی تھیں کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن سیسل بذاتِ خود بھی اچھی تھی انکل جون بھی ٹھیک ٹھاک آدمی تھے۔ پھر دوسرے دن میں نے وہاں سے واپسی کا پروگرام بنایا۔ سیسل نے میرے لیے کچھ ایسی چیزیں فراہم کر دی تھیں جن کا میں نے اس سے مطالبہ کیا تھا اعشاریہ ۴۔۰ کے دو پستول اور ان کے بہت سے کارتوس بھی اب میرے لباس میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔

بہرطور عشبین کیمپ کی جانب سفر کا آغاز ہو گیا۔ میں نے سیسل کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں وہاں طویل وقت گزاروں گا یا میرا منصوبہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اگر ممکن ہو سکے تو ڈینگو کو میرے راستے کے بارے میں نہ بتائے۔

عشبین کیمپ کی جانب سفر زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا تھوڑی دیر کے بعد مجھے آوارہ گردوں کی ایک رنگین گاڑی مل گئی جس پر طرح طرح کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اور میں ان کے درمیان پہنچ گیا۔ گو میرا حلیہ آوارہ گردوں کا سا نہیں تھا لیکن میرے لیے بھلا کیا مشکل تھا کہ میں ان کی سرشت اپنا لوں۔

واقعی میں آوارہ گردوں کے درمیان رہ کر عشبین کیمپ میں باآسانی اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ یقینی طور پر میرے لیے اس سے عمدہ کوئی اور راستہ نہیں تھا کہ میں آوارہ گردوں کا حلیہ اختیار کر کے عشبین کیمپ جاؤں لیکن گٹار کا استعمال لوگوں کو ہوشیار کر دیتا تھا۔ ہر چند کہ میرا چہرہ بدلا ہوا تھا لیکن اگر میں گٹار بجاتا تو پہچاننے والے میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے گویا یہ بھی راجہ نواز اصغر کی نشانی بن چکی تھی۔

اب حلیہ تبدیل کرنا بھی ضروری تھا۔ میں نے ابھی تک مسٹر جون کے وہ پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے جو انتہائی قدیم طرز کے تھے اس دور میں اس قسم کے کپڑوں کا استعمال ہی مضحکہ خیز تھا لیکن آوارہ گردوں میں سب کچھ چلتا تھا۔

عشبین کیمپ کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ منصوبہ بندی ہوئی تھی اس میں یہ بات یقینی تھی کہ میں ترلوکا تک آوارہ گردوں کے ہی روپ میں پہنچ سکتا تھا اور یہی اب میرے لیے مناسب چیز تھی۔

ایک بار پھر خود کو ان ہنگاموں کے لیے تیار کرنا تھا۔ زیبی کے بارے میں اب سوچتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی بھولی بسری کہانی ہو جو یاد آ گئی ہو۔ نگاہوں میں ایک شکل ابھرتی اور پھر معدوم ہو جاتی۔ نہ جانے زیبی کب ملے گی۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے۔

بہرطور دل خون ہو جاتا تھا جب اس کے بارے میں سوچتا تھا اور اس وقت دیوانگی سی طاری ہونے لگتی تھی اپنے آپ۔

بہت سے کاموں کے لیے دل چاہتا تھا لیکن دل مسوس کر رہ جاتا تھا۔ رقم کا حصول میرے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ برائٹل کیرین نامی ایک چھوٹے سے قصبے کے ایک چھوٹے سے جوئے خانے میں بیٹھ کر میں نے ایک بڑی رقم جیتی تاکہ سفر کی مشکلات میں دقت نہ ہو۔

عشبین کیمپ کے بارے میں تفصیلات بھی ساتھ ساتھ معلوم ہوتی رہی تھیں اس دوران داڑھی بڑھ گئی تھی، بال بڑھ گئے تھے۔ میک اپ جو کیا ہوا تھا وہ خود بخود ہی صاف ہو گیا تھا اور اب میں اپنی اصلی شکل میں تھا لیکن اتنی تبدیلیاں ہو گئی تھیں مجھ میں کہ اب مزید کسی میک اپ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

میری شکل و صورت آوارہ گردوں جیسی ہو چکی تھی اور اب کوئی بھی آوارہ گرد مجھے خود میں شامل دیکھ کر کسی حیرت کا اظہار نہیں کرتا تھا۔

اس دوران بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی چند ایک سے دوستی بھی ہو گئی جن میں بیرن بھی شامل تھا۔ ایک سنجیدہ صورت نوجوان جس کی سوچ خاصی بہتر تھی۔

لیکن جب وہ نشے میں ہوتا تو اپنی پچھلی شخصیت سے بالکل مختلف ہو جاتا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ ہی لگا رہا تھا اور میرے تمام کام کر دیا کرتا تھا۔

اس بار ہم پھر ایک قصبے میں پہنچے تھے بیرن میرے ساتھ ہی تھا قصبے کا نام جون فراگ تھا۔ خاصہ خوبصورت علاقہ تھا حسین مناظر چاروں طرف بکھرے پڑے تھے ہم کسی بھی جگہ ٹھہر سکتے تھے لیکن میرے ذہن میں کوئی اور ہی مقصد تھا اس لیے میں نے قصبے کی کیمپنگ تلاش کی کیمپنگ جنگل کے دامن میں تھی اور توقع کے مطابق یہاں بھی کافی سیاح موجود تھے جن میں لڑکیاں اور مرد دونوں شامل تھے۔

میں نے کیمپنگ کے بارے میں مختصر معلومات حاصل کیں۔ خیمے وغیرہ کرائے پر مل جاتے تھے اور خریدے بھی جا سکتے تھے۔ بہرطور کرائے پر خیمہ حاصل کر لیا گیا بیرن کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا ایک اچھا انسان تھا اور ایک خادم کی طرح خدمت بھی کرتا رہتا تھا۔



ایران کے بادشاہ پرویز نے اپنے ایک مخلص مقرب سے ناراض ہو کے اُسے قید میں ڈال دیا۔ کسی کو قیدی کے قریب جانے یا اُس کی مدد کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی تاہم دربار کے ایک مطرب باربد نے ہمت کی۔ وہ روزانہ قیدی کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے کر جانے لگا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی۔ اُس نے باربد کو طلب کر کے سوال کیا۔ "باربد! جو شخص ہمارا معتوب ہے، اُس کی خبر گیری اور مدد کا تجھے کیسے حوصلہ ہوا؟" باربد نے دست بستہ کہا۔ "عالی جاہ! آپ نے اپنے اسیر کو جو کچھ بخش رکھا ہے، اُس کے مقابلے میں میری یہ خدمت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" بادشاہ نے پوچھا۔ "ہم نے اُسے کیا بخش رکھا ہے؟" باربد نے جواب دیا۔ "جان جیسی اَن مول شے۔ جان کے مقابلے میں میری کھانے پینے کی چیزیں کیا بساط رکھتی ہیں۔" باربد کی حاضر جوابی کے طفیل بادشاہ نے قیدی کو معاف کر دیا۔

خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب جگہ منتخب کر دی تھی۔ چنانچہ ہم خیمے میں فروکش ہو گئے چنانچہ لمحے گزر جانے کے بعد بیرن نے حسبِ معمول سنجیدگی سے کہا۔

"جگہ واقعی اچھی ہے۔"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ اطراف میں بکھرے ہوئے لوگ زندہ دل نظر آتے ہیں۔

"زندگی! ان آوارہ گردوں میں زندگی کہاں ہے بیرن"۔

"نہیں۔ بس ان کی زندگی اس وقت تک سوئی رہتی جب تک ان کے دماغ نشے سے خالی ہوں"۔

"یہ بھی کوئی زندگی ہے جو خود کو بھلا کر حاصل کی جائے"۔

"زندگی تو خود کو بھول جانے ہی کا نام ہے۔ چیف! ورنہ اگر ہوش و حواس کی دنیا میں رہو تو پھر دکھوں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا"۔

"خاصے دکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو"۔

"شاید"۔ اس نے جواب دیا اور پھر ایک دم ہنس پڑا۔

"کن چکروں میں پڑ گئے چیف اطراف میں دیکھو بڑی اچھی اچھی شکلیں نظر آئی ہیں تجھے کیا تمہیں حسین لڑکیوں سے دلچسپی نہیں ہے"۔

"نہیں۔ بیرن جس انداز تم ان پر تبصرہ کر رہے ہو اس انداز میں نہیں ہے"۔

"مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ اچھے چہرے زندگی پر اچھے تاثرات چھوڑتے ہیں"۔

"شاید۔ ویسے ہمارے پڑوسی خیمے بھی میرے نہیں ہیں"۔

ہاں۔ شاید" میں نے جواب دیا اور بیرن ہنسنے لگا تھوڑی دیر ہم خیمے میں رہے اور اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عجیب سا شور تھا باہر نکل کر ہم نے دیکھا آواز پڑوس کے ایک خیمے سے آ رہی تھی۔

ہمارے علاوہ شاید کوئی اور اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا ہم نے ان ــــ آوازوں کو سنا۔ وہ لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ دونوں کس قدر چیخ رہی تھیں۔ بیرن نے مجھے متحیرانہ انداز میں ـــ دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے چرس بھری ایک سگریٹ پی تھی اس لیے اس وقت اس کا دماغ روشن تھا چنانچہ وہ آہستہ سے بولا۔

"چیف! میرا خیال ہے ہمیں ان مظلوم لڑکیوں کی مدد کرنی چاہئیے"۔

"مگر ان پر ظلم کیا ہو رہا ہے یہ تو پتا چلے" میں نے کہا اور ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ دونوں لڑکیاں ایک بوڑھے آدمی کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ بوڑھا آدمی ایک پاؤں پر کھڑا ہوا غصیلے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"وہ ایک ظالم شخص ہے روم اس کی وجہ سے تباہ ہو جائے گا۔ میں روم کی تباہی نہیں چاہتا بہتر یہ ہے کہ ہمیں وقت سے پہلے اس کا بندوبست کر لینا چاہئیے"۔

"اوہ۔ پپا۔ پلیز پپا" دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میں نہیں رُک سکتا۔ میں نہیں رک سکتا روم نیرو کی ملکیّت نہیں ہے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ روم کو جلا کر خاکستر کر دے۔ نہیں ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔ ہم اب نہیں رُک سکتے۔ یہ سرزمین میری ہے یہ سرزمین میری ہے"۔

"چیف!" بیرن نے آہستہ سے کہا۔

"بوڑھا جذباتی ہو گیا ہے میرا خیال ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئیے"۔

"ہوں۔ آؤ دیکھیں لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں"۔

"ہاں! چیف۔ انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے"۔ بیرن بولا اور ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے۔ نیرو کے حاشیہ بردارو کیا تم میری گرفتاری کا منصوبہ بنا کر یہاں پہنچے ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے نیرو ایک ظالم حکمران ہے ظلم کی تاریخ میں اس کا نام سرِفہرست

ہو گا"۔

"نہیں۔ مسٹر سرِ فہرست اس کا نام نہیں ہو گا"۔ بیرن نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہو گا۔ یہ فہرست میں ترتیب دوں گا"۔

"میں تمہارا قلم چھین کر بھاگ جاؤں گا"۔ بیرن نے آہستہ سے کہا اور بوڑھا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"قلم! ارے میرا قلم کہاں گیا۔ لڑکیوں نہایت نامعقول ہو۔ تم میرا قلم لے کر آؤ میں تاریخ لکھنا چاہتا ہوں"۔

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں لاؤ گی تمہارا قلم"۔ بیرن پر بھی شاید نشہ کچھ زیادہ ہی اثر کر گیا تھا۔

"سنو! نیرو کو شکست دینا کچھ آسان نہیں ہے لیکن میں اسے قلم سے ماروں گا"۔

"کمال ہے! بھلا قلم سے اسے کیا چوٹ لگے گی"۔ بیرن بولا۔

"لگے گی کیسے نہیں۔ اگر تم قلم میرے ہاتھ میں دے دو تو میں تمہیں بتاؤں"۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں قلم تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا"۔ بیرن بولا اس کا آؤٹ ہو جانا بڑا تعجب خیز تھا کیونکہ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ بھی ایک دم کھسک جائے گا۔ دونوں لڑکیاں سنجیدہ ہو گئی تھیں اور اب وہ بیرن کو گھور رہی تھیں ایک نے میری طرف بھی دیکھا۔

"سنا تم نے جاؤ واپس جاؤ نیرو سے کہہ دو کہ روم اس کے باپ کی ملکیت نہیں ہے"۔

"تو پھر کس کے باپ کی ملکیت ہے"۔ بیرن بولا۔

"ارے تم میرے باپ کو نہیں جانتے"۔ بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے جانتا ہوں تمہارے باپ کو لیکن روم اس کی ملکیت بھی نہیں ہے"۔ بیرن نے کہا۔

"اوہ۔ بیرن! ہوش میں آؤ۔ کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے تم نے"۔ میں نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں چیف! یہ نیرو کو برا کہہ رہا ہے آپ خود سوچیں نیرو زیرو۔ تم دونوں میں کیا فرق ہے"۔

"آپ لوگ آپ لوگ کون ہیں"۔ اس لڑکی نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم روم نہیں جلانے دیں گے یہ فیصلہ کر کے آئے ہیں ہم"۔ بیرن بولا اور دفعتاً بوڑھا چونک پڑا۔

"تو میں اور کیا کہہ رہا ہوں کوئی جلا کر دیکھے روم کو۔ اے لڑکی تمام ماچسیں چھپا دو"۔ بوڑھے نے کہا اور لڑکیاں پریشانی سے بوڑھے کو دیکھنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا آپ بھی نشے میں ہیں جناب"۔

"شاید۔ میں بھی نشے ہی میں ہوں لیکن یہ قصہ کیا ہے"۔

"اوہ۔ آپ پپا کی حالت دیکھ رہے ہیں اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو پپا کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی ہے"۔ لڑکی پریشانی سے بولی۔

"اور اگر خالص پیتے ہیں تب"۔ میں نے پوچھا۔

"کبھی نشہ نہیں ہوتا"۔

"کمال ہے"۔ میں نے شانے اچکائے۔

"آپ کے ساتھی بھی شاید غلط شراب پی گئے ہیں دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہِ کرم پپا کو سنبھالیئے ہماری مدد کیجیے"۔ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

"مگر ان پر نیرو کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے"۔ میں نے پوچھا۔

"یہ بہت بڑے تاریخ دان ہیں پینے کے دوران روم کی تاریخ پڑھ رہے تھے"۔

"بہت خوب! لیکن خطرناک تو نہیں ہے"۔

"نہیں۔ ہاتھا پائی نہیں کرتے۔ آپ کوشش تو کریں"۔ لڑکی نے کہا اور میں نے بیرن کو آواز دی تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"اوہ۔ جاسوس۔ جاسوس نمبر ا۔ یقیناً یہ اتحادی جاسوس ہے۔ کرنل اسے پکڑ لو یہ اتحادی جاسوس ہے"۔ اس نے بیرن سے کہا اور پھر اپنی کمر پھیر کر بولا۔

"ارے میری اسٹین گن کہاں گئی۔ ارے ارے"۔

"وہ کمر ہی ہے"۔ بیرن نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرے ہونٹوں پر ـــــ بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی نے بھی اس کا یہ جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی ردِّ عمل نہیں ہوا۔

"ارے۔ اسے پکڑو یہ ہماری فوجوں کے راز لے جائے گا"۔ بوڑھا روہانسی آواز میں بولا۔

"میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی لیے چلتا ہوں جنرل۔ آپ بے فکر رہیں"۔

"ہاں۔ شاباش ہوشیاری سے حملہ نہ کر دے۔ شاباش"۔ بوڑھا خود پینترے بدلنے لگا اور بیرن میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ چیف! اب گرفتار ہو جاؤ عمدہ موقع ہے"۔ اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔

"خبردار چلو! پیدل چلو۔" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ چونکہ اس دوران وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا اس لیے ہم دروازے ہی پر اسے دیکھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

خیمہ خاصا کشادہ اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا اب وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے بیرن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ارے۔ تم کون ہو۔؟"

"روم کے وفاداروں میں سے ایک ہوں۔"

"روم۔ یہ روم کہاں آ گھسا ہمارے درمیان۔"

"تو۔ تو پھر؟" بیرن نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"اوہ۔ تمہارا تعلق روم سے ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے بہرطور ہم اس شخص سے اتحادی فوجوں کے بارے میں معلوم کریں گے۔"

"تو کیا اب آپ کا تعلق جرمنی سے ہو گیا ہے۔"

"تعلق! ہم جرمنی ہی میں پیدا ہوئے۔ ہماری وہیں پرورش ہوئی۔ لیکن تم شاید نہیں جانتے نہیں ہم ہٹلر کے نواسے ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم ہٹلر کا کوئی نواسہ نہیں تھا۔"

"ابے تم خود جھوٹے۔ جب چنگیز خان کا پوتا ہو سکتا ہے تو تو ہٹلر کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا۔" بوڑھے نے بیرن کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا اور بیرن کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ "ہاں یہ تو سچ ہے ہٹلر کا پوتا ضرور تھا چنگیز خان کا نواسہ کیوں نہیں ہو سکتا۔" میں نے تعجب سے بیرن کی طرف دیکھا میرا خیال تھا وہ بھی مذاق کر رہا ہے لیکن بیرن بھی شاید کھسک ہی گیا تھا۔

بہرحال اس صورت حال نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے اداسی اور پریشانی کی گرد صاف کر دی تھی اور مجھے اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اے گرفتار شدہ قیدی۔ تم ہمیں اتحادی فوجوں کے راز بتاؤ۔ تمہاری زندگی صرف اسی میں چھپی ہوئی ہے کہ تم اتحادی فوجوں کے بارے میں تفصیلات مجھے بتا دو۔"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" بیرن بولا۔

"اتحادی فوجیں کہاں ہیں؟"

"اس وقت کسی شاپنگ سینٹر میں شاپنگ کر رہی ہیں۔" بیرن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا خرید رہی ہیں۔؟"

"غالباً فیشن کا سامان۔"

"گڈ۔ گڈ۔ پوائنٹ نوٹ کیا جائے۔ اس فیشن کے سامان میں اتحادی فوجیں جرمنی کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہیں؟" بوڑھے نے کہا۔

"پپا! براہِ کرم ہوش میں آئیں کیا تماشہ بنوا رکھا ہے آپ نے۔" ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

"خاموش! خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں!" بوڑھے نے کہا اور پھر بیرن کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ہاں۔ شروع رہو جواب دو۔"

"پلیز آپ لوگ! آپ لوگ پپا کا مذاق مت بنائیں۔" لڑکی براہ راست ہم سے بولی اور پھر دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی۔

"تم پپا کو اور پلاؤ ان کا سو جانا بہتر ہے۔"

"اگر وہ نہ سوئے تو پھر باقاعدہ یا تو نیرو پر چڑھائی کر دیں گے یا اتحادی فوجوں کا تیہ پا چا کر کے رکھ دیں گے۔" دوسری لڑکی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو۔" پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں پپا خود اپنا تماشہ بنوا رہے ہیں۔"

"تم سب جہنم میں جاؤ۔" پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ بیرن خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ میں چند ساعت رکا پھر میں بھی باہر نکل آیا تھا۔ اپنے عقب میں میں نے بوڑھے کی بھرائی آواز سنی تھی۔

"اوہ۔ اتحادی جاسوس فرار ہو گیا۔ کیا تم اسے پکڑو گے نہیں نوجوان؟

"نہیں۔ میں پکڑ دھکڑ کا قائل نہیں ہوں۔" بیرن کی بھرائی آواز بھی سنائی دی تھی۔

بہرحال میں وہاں نہیں رکا اور وہاں سے باہر نکل آیا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ دفعتاً عقب سے آواز آئی وہی لڑکی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔

"جی فرمائیے۔" میں نے پوچھا۔

"آپ! آپ۔ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"کیا آپ اس طرف نہیں گے۔" لڑکی بولی۔ اس کا اشارہ ایک پتھر کی طرف تھا جو وہیں پڑا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے

اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پتھر پر بیٹھ گئے تھے۔

"وہ میرے پپا۔" لڑکی نے کہا۔

"یقیناً ہیں۔"

"یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفریح کا ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے۔"

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں اس میں شریک نہیں تھا میرا ساتھی نشے میں تھا۔"

"ہاں۔ اور میری بہن بھی بہت بدتمیز ہے۔ شریر اور کھلنڈری ہر چیز میں دلچسپی لیتی ہے خواہ وہ کتنی سنجیدہ کیوں نہ ہو۔"

"بہرطور میں اپنے ساتھی کو روک سکتا ہوں۔"

"نہیں چھوڑیے۔ پپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"پھر جیسے آپ کی مرضی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے۔" اس نے پوچھا۔

"آپ کے بالکل سامنے۔ وہ اس طرف۔"

"اوہ۔ تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہوئے۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"اور کون ہے آپ کے خیمے میں۔"

"بس ہم دونوں ہی ہیں۔"

"وہ آپ کا دوست ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے آپ کا۔" لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو گئی تھی۔

"پارکو۔" میں نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"اس کا نام بیرن ہے۔ ویسے اپنے الٹے سیدھے نام بتاتا رہتا ہے اسے جنون ہے۔"

"دلچسپ آدمی ہے مگر مجھے پپا کا مذاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں آتے۔ میری بہن کا نام ٹینی ہے۔ ٹینی مارکوس اور میرا نام یوجین مارکوس ہے۔" لڑکی نے بتایا۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس یوجین ویسے آپ کے پپا کی یہ حالت کب سے ہے۔؟"

"بس۔ بس پپا کو نجانے کیا ہو گیا ہے عام حالات میں وہ اچھے خاصے آدمی سے ہیں لیکن بس بہک جاتے ہیں اب میں کیا کہوں ان سے۔؟"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ ویسے آپ اپنے ساتھی کی نسبت زیادہ پُراخلاق ہیں۔"

"لیکن آپ لوگ اس کیمپنگ میں ان آوارہ گردوں کے ساتھ یہاں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"تفریح۔ سیر و تفریح۔ ہم سیاحت کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔"

"خوب۔ بہرطور آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس یوجین۔"

"آپ سے تو ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیوں نہیں بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"نہیں آپ کے بارے میں، میں کہہ چکی ہوں کہ آپ مجھے پسند آئے ہیں۔ نرم مزاج اور خوش اخلاق لوگ مجھے ہمیشہ متاثر کرتے ہیں۔ میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا دفعتاً وہ بولی۔"

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر پارکو۔"

"نہیں۔"

"اور آپ کا ساتھی۔"

"میرا خیال ہے وہ بھی شادی شدہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔"

"آپ نے کہاں کہاں کی سیاحت کی۔؟"

"مختلف جگہوں کی۔ میں اُسے یونہی اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا اور پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیش کش کی وہ بے تکلفی سے اٹھ کر میرے خیمے میں آ گئی تھی۔ یہاں بھی ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب یوجین نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا خیمے کے عین سامنے بیرن۔ ٹینی کے ساتھ نظر آ رہا تھا ان کا رخ خیمے ہی کی جانب تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ دونوں ٹھٹک گئے اور پھر ٹینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یجیے ادھر بھی وہی کیفیت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔"

"چیف۔ یہ لڑکیاں تو بہت دلچسپ ہیں اور ان کے پپا وہ تو انتہائی نفیس آدمی ہیں۔ ٹینی نے میری دوستی قبول کر لی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ یوجین تمہارے ساتھ ہے اب مسٹر مارکوس تو شراب کے نشے میں نجانے کب تک سوتے رہیں گے چنانچہ ہم نے طے کیا ہے کہ یہاں سے نکل کر اطراف کی سیر کر لی جائے ــــ سان انتونیو کے اس علاقے میں خاصی خوبصورت آبادیاں ہیں میں نے یوجین کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلا کر مسکرا دی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے اس میں چنانچہ ہم ان علاقوں کی

سیر کو چل پڑے انس چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکانات تھے پر سکون اور پھولوں سے لدے ہوئے ان مکانوں کی طرز تعمیر انتہائی خوبصورت تھا تقریباً سب ہی کے سامنے چھوٹے چھوٹے احاطوں میں باغیچے لگے ہوئے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی پر سکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے خوبصورت پل بنے ہوئے تھے پلوں کے ساتھ پانی کی سطح کے قریب پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوتی تھی وہاں سے جو کے کھیت شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے پہاڑی سلسلے نظر آرہے تھے جن کی چوٹیوں پر نیل گوں مائل برف جمی ہوئی تھی۔

ہم کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے دونوں لڑکیاں بہت خوش نظر آرہی تھیں۔ ہمارے درمیان خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی اور ہم اس طرح آپس میں گھل مل گئے تھے جیسے صدیوں کے ساتھی ہوں لوجین نے آہستہ سے کہا۔

“پارکو۔ کیا تم نے پہلے یہ علاقہ نہیں دیکھا”

“نہیں اس سے پہلے میں اس طرف نہیں آیا”

“یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت نہر ہے جو اس پر سکون ندی سے نکالی گئی ہے اس طرف کا علاقہ بے حد خوبصورت ہے آؤ اس طرف چلتے ہیں” میں خاموشی سے اس کی اس خواہش پر عمل کیا اور ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ بیرن اور ٹینی اب ہم سے کافی دور چلے گئے تھے بلکہ شاید انہوں نے جان بوجھ کر رخ بدل لیا تھا۔

نہر کے دوسرے کنارے پر کافی دور تک مٹی کا پشتہ پھیلا ہوا تھا دفعتاً اس پشتے کے عقب سے ہم نے دو آدمی برآمد ہوتے ہوئے دیکھے وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے پشتے پر چڑھ آئے پھر نہر کی طرف اترنے لگے۔ ان کا رخ ہماری ہی جانب تھا پھر جب ان کی نگاہ ہم پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئے فاصلہ کافی تھا۔

لیکن میں نے اتنا ضرور دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کوئی اشارہ کیا تھا یہاں اطراف میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے اس لیے مجھے ان کی یہ اشارہ بازی عجیب سی لگی میں نے بغور انہیں دیکھا ان میں سے ایک تو اچھے خاصے قد و قامت کا آدمی معلوم ہوتا تھا اور دوسرا کسی قدر پستہ قد تھا۔

پستہ قد آدمی لمبے آدمی کی نسبت زیادہ مضبوط معلوم ہوتا تھا اس کا بدن گینڈے ہی کی طرح پھیلا ہوا تھا اس نے اپنی جیکٹ کی آستین چڑھا رکھی تھی اس کے بال شانوں سے نیچے بکھرے ہوئے تھے داڑھی بھی تھی جو ٹھوڑی سے شروع ہو کر خاصے نیچے لٹک گئی تھی اور اس کے بال گھونگریالے تھے۔

دوسرا دراز قد آدمی ذرا بہتر لباس میں تھا اس کی مونچھیں بہت چوڑی چوڑی تھیں چند لمحات وہ ہماری طرف دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگے لوجین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ ہماری طرف آرہے ہیں چند لمحات کے بعد وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر رک گئے۔

وہ دونوں میری طرف نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ان کا رخ لوجین کی طرف تھا اور ان کی آنکھوں میں بڑی گندگی نمایاں تھی۔

“ہیلو۔ ان میں سے ایک نے مکروہ لہجے میں کہا۔ لوجین بدحواس سی ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

“ہیلو۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا لیکن اس شخص نے میری طرف دیکھے بغیر۔ مجھے ہاتھ سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ مجھے اپنی جگہ سے ہلانے میں ناکام رہا تھا۔

تب وہ چونک پڑا۔ اور اس کا رخ بدل گیا۔

“کون ہے یہ تمہاری”۔ اس نے کہا۔

“میری نہیں تمہاری ہے” میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

“اوہ عقل آگئی تمہیں”

“یہ نہیں پوچھا تم نے کہ یہ تمہاری کیا ہے”

“کیا ہے۔” اس نے سوری کہا

“تو” میں نے جواب دیا۔

“غلط۔ تو۔ اتنی خوبصورت نہیں ہوتی۔

“اندازہ لگانا چاہتے ہو”

“ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا۔ لیکن جملہ پورا ہونے سے پہلے میں نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کر دیا تھا۔ اور یہ گھونسہ میں نے اس کے تن و توش کا اندازہ رکھتے ہوئے مارا تھا۔

وہ اچھل کر پیچھے جا پڑا۔ اس کے ساتھی نے پھرتی سے چاقو نکال لیا تھا لوجین کی چیخ نکل گئی۔ میں سنبھل کر پلٹا اور اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس سے لڑوں۔

راجہ نواز اعصاب بھی کمزور نہیں تھا ذہنی کے پیار نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ ورنہ اب بھی اس کے نس نس میں بجلیاں کوندتی تھیں۔ آج بھی وہ پہلے کی مانند جنگ کر سکتا تھا۔

میں نے ان دونوں کی پٹائی شروع کر دی۔ چاقو والے نے مجھ پر وار کیا میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر اسے الٹ دیا اور پھر اس کی کمر پر اتنی زوردار لات رسید کی کہ وہ اچھل کر دور تک قلابازیاں کھاتا چلا گیا اس دوران دوسرا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے امید نہیں تھی شاید کہ میں اتنی پھرتی سے اسے دوبارہ زمین چٹا دوں گا۔ میں نے پوری توجہ اس شخص پر مرکوز کر دی اور مار مار کر اس کا حلیہ خراب کر دیا۔

لوجین حیرت سے منہ پھاڑے میری ان کوششوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ناکارہ کر دیا اور وہ لڑھکتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے تو لوجین آہستہ آہستہ چل کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں تشکر کے جذبات تھے اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

“تمہارا یہ نیا روپ بھی میرے لیے تعجب خیز ہے”

“نیا روپ” میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا!

“عام حالات میں تم ایک نرم و نازک سے انسان نظر آتے تھے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس طرح دو خطرناک آدمیوں کے لیے مصیبت بن جاؤ گے”

“لوجین تم میری ساتھی ہو۔ مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں تمہارا تحفظ کروں”

“آہ۔ اس فرض کو جاننے والے اب کہاں ملتے ہیں”

“اس کی کچھ وجوہات ہیں لوجین”

“کیا” اس نے سوال کیا۔

“میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس میں خواتین کا بے حد احترام کیا جاتا ہے شاید تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو گی”

“ہاں۔ شاید” اس نے آہستہ سے جواب دیا لہجہ دکھ بھرا تھا۔

“کیوں۔ کیا بات ہے لوجین۔ تم کچھ دکھی سی ہو گئی ہو۔

“نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بس یونہی مجھے خیال آ گیا تھا کہ ہمارا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پپا کو تم دیکھ چکے ہو وہ ایک بے کار سے انسان ہیں ہمارے لیے کیا وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں لوگ بس یوں سمجھو کہ پپا کے لیے گھر بار چھوڑ کر آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا مجھے اس کے دکھ کا احساس ہو گیا تھا یہ بالکل درست تھی اسے اداس ہونا ہی چاہیئے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بیرن اور ٹینی سے جا ملے وہ دونوں خوش نظر آرہے تھے ہمارے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا پھر کیمپنگ میں واپس ہو گئی بیرن بہت خوش نظر آرہا تھا کہنے لگا۔

“چیف۔ یہ لڑکیاں تو خاصی خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں ٹینی نے مجھے پیش کش کی ہے کہ میں اس کے ساتھ ہی وقت گزاروں اور چیف میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ لڑکیاں واقعی کسی سہارے کی ضرورت مند ہیں تو پھر میں سوچتا ہوں کہ کیوں نہ انہیں سہارا دے ہی دوں”

“اچھا آئیڈیا ہے بیرن اگر ٹینی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے تو میرا خیال ہے تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہیئے”

“تمہاری طرف سے اگر اجازت ہو تو۔ بیرن نے کہا۔

“ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں میں نے جواب دیا اور بیرن خوش ہو گیا۔

میرا اس کا ساتھ ہی کیا تھا بس وقت گزاری کے لیے ایک آدمی مل گیا تو میں نے اُسے قبول کر لیا تھا بیرن رات ہی کو چلا گیا مجھے اب اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی کہ وہ کس طرح وقت گزارتا ہے۔

بلکہ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ میں یہاں سے ہٹ ہی جاؤں اس طرح کم از کم مجھے ان کے دکھوں کو برداشت تو نہ کرنا پڑے گا۔ بے چاری لڑکی نجانے کس تصور کے تحت اس نے مجھ سے اپنے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

چنانچہ میں نے وہ جگہ رات ہی کو چھوڑ دی اور وہاں سے کافی فاصلے پر ایک جگہ قیام کیا یہ کیمپنگ بھی خاصی دلچسپ تھی چھوٹے چھوٹے منشیات کے اڈے بنے ہوئے تھے جہاں آوارہ گردوں کے لیے ہر شئے مہیا ہو جاتی تھی رات گزارنے کے لیے اب میرے پاس کوئی خیمہ نہیں تھا چنانچہ میں نے ایسے ہی ایک اڈے کا رخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

منشیات کے دھوئیں سے پورا ماحول لپٹا ہوا تھا چاروں طرف لفنگے نظر آرہے تھے ہلکی ہلکی موسیقی بکھری ہوئی تھی نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں بدمست قہقہے چاروں طرف ابھر رہے تھے۔ میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی یہاں بے شمار آوارہ لوگ موجود تھے اور کوئی میز خالی نہیں تھی۔

بہت سے لوگ دیواروں سے ٹکے ہوئے نشہ آور اشیا سے شغل کر رہے تھے میں بھی ایک دیوار سے جا ٹکا اور ایک

ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یس سر ویٹر اٹینشن ہو گیا۔"

"کچھ نہیں۔ یہ تمہارا انعام ہے" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں"۔ ویٹر نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا لیکن اتنی دیر میں، میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر ایک نشہ آور شئے طلب کی جب یہاں آ گیا تھا تو اتنا غیر متعلق نہیں رہنا چاہیئے تھا کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔

ویٹر چلا گیا اور چند لمحات کے بعد وہ میری مطلوبہ شئے لے آیا۔

میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا تھوڑی دیر تک میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر میں نے اس نشہ آور سیال کو آہستہ آہستہ نیچے گرانا شروع کر دیا۔

بدمست آوارہ گردوں کی یہ مستیاں بڑھتی جا رہی تھیں ان میں سے ایک نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی تو دو آدمی آگے بڑھ آئے دونوں ہی صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے وہ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے رقص کرنے والے کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر انہوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

"بس، اب تمہارے اندر گنجائش نہیں ہے اس لیے باہر نکل جاؤ۔

"ہائے ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل بھی نہیں ہوئی مجھے مدہوش ہو جانے دو"۔ نشے میں ڈوبا ہوا شخص مچلنے لگا لیکن ان لوگوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا اور باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اندر آ گئے تھے پھر ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی آؤٹ ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ ایک لمحے کے لیے کلپوں جیسی بھنبھناہٹ تھی اور اس کے بعد لوگ پھر اپنے اپنے مشاغل میں گم ہو گئے۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے اس پورے ماحول کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آ تی تھی آخر میں اب کوئی قدم اٹھاؤں تو کس طرح۔ کیا کرنا چاہیئے مجھے۔

عیشن کیمپ کے بارے میں مجھے پتا چلا تھا کہ ترلوکا یہاں مل سکتا ہے لیکن ابھی تک مجھے اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا میں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔

ذہن پر جنون سا سوار ہونے لگا دل چاہا کہ یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو قتل کر دوں ان میں سے کوئی بھی مجھے ترلوکا کا پتا نہیں بتا رہا۔ یونہی ذہن پر بوجھل پن سا طاری ہوتا چلا گیا اور پھر میرے اندر ایک نئے انسان نے جنم لیا۔ میں نے سوچا کہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

چنانچہ چند لمحات کے بعد میں نے اس ویٹر کو اشارہ کیا جو ابھی ابھی مجھے سیال کی پیالی فراہم کر کے گیا تھا ویٹر میرے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر اور رکھ دیا۔

"اور چاہیئے لارڈ" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"کیسی معلومات؟" اس نے نوٹ دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک اور نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا تو ویٹر کے حواس درست ہو گئے وہ اٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"کہیئے۔ کیسی معلومات درکار ہیں آپ کو؟"

"مجھے اس عظیم ہستی کی تلاش ہے جو لوگوں کے دلوں سے دُکھ دور کر دیتی ہے جس کا درس ہم جیسے انسانوں کے لیے بہت عظیم ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ آہ۔ ترلوکا۔ عظیم ترلوکا کی بات کر رہے ہیں آپ شاید۔"

"ہاں۔ یہی مقدس نام مجھے یہاں تک کھینچ کر لایا ہے یہی عظیم نام میری توجہ کا مرکز ہے۔"

"ترلوکا کسی ایک جگہ نہیں ہوتا اس کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ یہاں اکثر اس کا دیدار ہو جاتا ہے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو ان دنوں وہ یہیں موجود ہے۔"

"آہ۔ مجھے اس سے ملنے کے لیے کیا کرنا ہو گا۔"

"اس سے کسی طرح ملا نہیں جا سکتا بس انتظار کرو کہ وہ درس دینے کے لیے منظر عام پر آئے اور تم اس سے مل لو۔"

"ایسا کب ہوتا ہے۔"

"کوئی وقت نہیں طے کیا جا سکتا بس وہ اچانک ہی نروان کی تلاش میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا ہے انہیں زندگی کا سبق دیتا ہے اور پھر کہیں روپوش ہو جاتا ہے۔

میں نے جیب سے کچھ نوٹ اور نکالے اور ویٹر کی طرف بڑھائے

ویٹر نے تھوک نگلتے ہوئے ان نوٹوں کو دیکھا اور اس کے لرزتے ہوئے ہاتھ نوٹوں کی جانب بڑھے لیکن میں نے انہیں مٹھی میں بھینچ لیا۔

"تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے اور یہ نوٹ تمہاری جیب میں ہوں گے۔"

"مم، میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ لارڈ" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی ایسا نام بتاؤ۔ کوئی ایسا پتا بتاؤ جس کے ذریعے میں ترلوکا تک پہنچ سکوں۔"

"آہ۔ مگر ٹی زو تمہیں اس کا موقعہ کیوں فراہم کرے گا وہ اپنی مرضی کا بادشاہ ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہے وہ۔"

"ٹی زو کون ہے۔؟"

"وہ۔ وہ تمہیں گری چاؤ میں مل جائے گا۔ گری چاؤ ایک نشہ خانہ ہے وہاں جا کر تم ٹیزو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ٹیزو کے اطراف میں جو لوگ پھیلے ہوئے ہیں وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ یہ ضرور جاننا چاہیں گے کہ آخر تم ٹیزو سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"خواہ میں انہیں یہ بتا دوں کہ میرا مقصد کیا ہے پھر بھی"۔

"ہاں ترلوکا سے آسانی سے ملاقات نہیں کی جا سکتی ٹیزو کے علاوہ میں تمہیں کسی اور کا پتا نہیں بتا سکتا۔ میں نے ٹیزو کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں گری چاؤ کا پتا پوچھا اور کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

اس کا مقصد ہے کہ کچھ کام بن سکتا ہے اگر میں ٹیزو کو ترلوکا کا پتا بتانے کے لیے مجبور کر دوں تو شاید شاید میری تقدیر کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے وہ نوٹ ویٹر کو دیے اور پھر آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا یہاں سے باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں آگ سلگ رہی تھی بس یونہی آوارہ گردی کرتا رہا بیرن یا یوجین وغیرہ کی طرف جانے کا تصور بھی میرے ذہن میں ______ تھا یہ لوگ ذہن کو بوجھل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ______ چنانچہ میں نے کسی ایسی ویران سمت کا رخ کیا جہاں سکون کے چند لمحات گزار سکوں۔

گری چاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی وقت چاہیئے تھا اور دوسری صبح سے اس کا آغاز کرنا چاہتا تھا تاکہ ٹیزو اور گری چاؤ کی مکمل تفصیل میرے علم میں آ جائے۔

ایک جگہ میں نے مجمع دیکھا یہاں کچھ لوگ رقص و موسیقی میں معروف تھے بس خواہ مخواہ ہی قدم اس جانب اٹھ گئے تھے لیکن یہاں پہنچنا میری زندگی کا ایک اہم مرحلہ تھا ان لوگوں کے درمیان میں نے ایک شخص کو دیکھا، ایک بے ہنگم شخص کو جو گٹار پر ایک الٹی سیدھی دھن بجا رہا تھا، ایک ایسی دھن جس کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا اور آوارہ گرد اس پر قہقہے لگا رہے تھے۔ لیکن میں ــــ ہزاروں لوگوں میں اس شخص کو پہچان سکتا تھا ہاں لاکھوں انسانوں میں، میں اس کی شناخت کر سکتا تھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کیا یہ وہی ہے۔ کیا یہ واقعی وہی ہے۔ یہ میرا دوست سردارے تھا۔ میرا عزیز ترین دوست۔



آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سردارے کبھی اس طرح اچانک یہاں مجھے مل سکتا ہے لیکن جو کچھ دیکھ رہا تھا اسے نظرانداز بھی نہیں کر سکتا تھا وہ سردارے ہی تھا سو فیصدی سردارے، وہی رنگ و روپ وہی انداز وہی ڈھنگ پتی بنا ہوا تھا لیکن ان میں نمایاں نظر آ رہا تھا۔ میں نے اپنے جوش و جذبات بمشکل تمام قابو میں کیے اور گٹار کا نے لگا نغمہ ختم ہو جانے کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے نغمہ بند کر دیا اور گردن جھکائے وہاں سے واپس پلٹ پڑا، ہپی اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ جب وہ وہاں سے کافی دور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے تو میں نے تیزی سے اس کا پیچھا کیا اور اس کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ سردارے کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے خود بھی کھڑا ہو گیا تھا لیکن میرے چہرے کو وہ پہچان نہیں سکا تھا وہ خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اب مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ سردارے ہی ہے۔ چنانچہ میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی قسم کی اداکاری کرنا بے مقصد تھا دوسرے لمحے میں اس سے لپٹ گیا کچھ اسی طرح لپٹا تھا میں اسے کہ گٹار سردارے کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تب میں نے رندھی آواز میں کہا۔

”سردارے، یہ میں ہوں راجہ نواز اصغر۔“ اس کی حالت مجھ سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو اس طرح بھینچے رہے جیسے اب کبھی جدا نہ ہوں گے۔ کافی دیر تک ہمارے دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہیں اور پھر سردارے آہستہ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ظالم کسی بھی کیفیت میں ہے شکل تو دکھا دے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”سردارے میک اپ اتارنے میں ذرا دقت ہو گی خاصا مضبوط میک اپ ہے لیکن تم چشم تصور سے مجھے دیکھ سکتے ہو۔“

”ہاں، میں تیری آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں راجہ نواز اصغر آؤ میرے ساتھ آؤ۔“ اس نے کہا اور ہم دونوں ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑے۔ یہاں ایک پتھر پر بیٹھ کر سردارے نے میری شکل دیکھی اور ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گیا میں نے بھی اسی گرمجوشی سے اس کی محبت کا جواب دیا تھا۔ سردارے سے مل کر میرے رونگٹے رونگٹے میں خوشی کی لہریں دوڑ گئی تھیں دیر تک ہم جذبات میں کھوئے رہے پھر میں نے کہا۔

”لیکن تم یہاں اس جگہ۔۔؟“

”تیری تلاش میں ہی آیا تھا جانِ من اس کے علاوہ میری زندگی میں اور ہے کیا۔“؟ سردارے کی اردو اب پہلے سے کہیں زیادہ صاف ستھری ہو گئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”تو اس دوران ہالینڈ میں رہا ہے میرے یار یا لکھنؤ میں۔“

”میں نے تجھے یاد رکھنے کے لیے اس زبان کو بھی یاد رکھا ہے نواز اصغر لیکن مجھے تجھ سے بڑی شکایت بھی ہے۔“

”کیا۔۔؟“ میں نے پوچھا۔

”کس پریشانی کا شکار تھا تو سردارے کے علاوہ اور کوئی ہو سکتا تھا جو تیری محبت میں دوڑا چلا آتا۔“

”اوہ۔ سردارے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کسی پریشانی کا شکار ہوں۔“

”تم نے یہ نہیں سوچا کہ آخر میں یہاں تک پہنچ کیسے گیا۔!“

”میں تو اس پر حیران ہوں۔“

”گوبیو میرے پاس پہنچ گیا تھا تمہارا ہی آدمی تھا نا وہ۔؟“

”اوہ تو گوبیو نے تمہیں ساری صورت حال بتا دی۔“

”ہاں اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا تم کیا سمجھتے ہو نواز، میں کب سے تمہاری تلاش میں سرگرداں ہوں، اسے ہر پوچھو کہ کون کون سی جگہ نہیں چھان ماری، پورا امریکہ گھوما ہے میں نے تمہارے لیے بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں اور یہاں کیا کیا سوانگ رچاتا رہا ہوں تمہیں کیا معلوم۔؟“ میں نے ایک بار پھر سردارے کو چوم لیا۔

”میرے یار بس تجھے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا، تیری پرسکون زندگی میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔“

”یہ تم نے غیرت کی بات کی نواز اصغر۔“

”چل اب چھوڑ معاف کر دے تنہا آیا ہے نا۔؟“

”تو اور کیا۔ تمہاری تلاش کے لیے اور کسے ساتھ لاتا۔ اب سردارے اتنا بزدل اور کمزور بھی نہیں ہوا ہے کہ اپنے نواز کے لیے فوج لے کر آتا۔“

”مگر تیرا یہاں پہنچ جانا سردارے میری عقل سے باہر کی بات ہے۔“

”بس یوں سمجھ لے تیرے وجود کی لہریں مجھے یہاں کھینچ کر لائی ہیں، میں تیری بو سونگھتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں یقین کر نواز، میں اپنے دل کی کیفیت بتا نہیں سکتا اور یہ بھی یقین کر لے کہ اگر تو مجھے نہ ملتا تو میں اپنی زندگی یہیں ختم کر دیتا یہ میں نے طے

کر لیا تھا۔ سردارے کی جذباتی کیفیت کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا اپنے دوست کے مل جانے سے جو مسرت مجھے نصیب ہوئی تھی اس نے تھوڑی دیر کے لیے میرے ذہن سے تمام کیفیات دھو ڈالی تھیں۔ کافی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ پھر سردارے نے کہا۔

”مجھے گوبیو سے ساری صورت حال معلوم ہو گئی ہے یہ بتاؤ بھابھی کا پتہ چلا یا نہیں۔“

”ابھی تک نہیں؟“

”کچھ تو معلوم ہوا ہو گا۔؟“

”ہاں صرف یہ کہ اس کے اغوا میں ترلوکا کا ہاتھ ہے اور ترلوکا یہیں اس علاقے میں موجود ہے۔“

”اوہ۔ وہ بدمعاش زندہ ہے ابھی تک۔؟“

”ہاں۔ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اب اس کی تنظیم پہلے سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔“

”تو پھر یہ بھی لکھ لو نواز کہ ہم دونوں آدمی مل کر اسے اور اس کی تنظیم کو فنا کر دیں گے۔ یہ ہمارا عہد ہے۔“

”تو آ گیا ہے سردارے میری ہمت بڑھ گئی ہے۔ میرے وجود کی طاقت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے۔“

”لیکن اس کے باوجود ہمیں ہوشیاری سے کام لینا ہو گا نواز۔“

”کوئی ہشیاری نہیں ہمیں صرف اندھے اقدامات کرنے ہوں گے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیں گے ہم، اتنی تباہی پھیلائیں گے کہ ترلوکا کے تصور سے باہر ہو گی۔“ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایسا ہی ہو گا میرے یار ایسا ہی ہو گا۔“ سردارے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا اور پھر ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے اب تک کی تمام کارروائیوں کے بارے میں بتایا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”تو بھابھی کی غیر موجودگی نے تمہیں درندہ بنا دیا ہے۔ ٹھیک ہے آجکل دنیا صرف گولی کی زبان سمجھتی ہے لیکن اب تمہارا نیا اقدام کیا ہو گا۔؟“

”سردارے مجھے دو نام معلوم ہوئے ہیں گرتہ جاؤ، ایک منشیات کا اڈہ ہے اور ٹیبزو وہاں کا سربراہ، ٹیبزو کے بارے میں یہ پتہ چلا ہے کہ وہ ترلوکا کے بارے میں تمام حقیقتوں سے واقف ہے۔“

”تو پھر ہم اسے دیکھ لیں گے۔“ سردارے نے کہا اور ہم لوگ گرتہ جاؤ کے بارے میں مسلسل گفتگو کرتے رہے۔

دوسرے دن ہم نے اس سمت کا رخ کیا جہاں گری جاؤ واقع تھا۔ گرتہ جاؤ جس علاقے میں واقع تھا وہ یہاں سے کافی فاصلے پر تھا اور یہ باقاعدہ بستی تھی جس میں کشادہ سڑکیں اور خوبصورت مکانات بکھرے ہوئے تھے اس بستی کا نام گرینی ٹاؤ تھا۔ مجھے گری جاؤ کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں تھیں اس لیے مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ گری جاؤ یہاں سے کافی فاصلے پر ایک آبادی میں ہے۔ گرینی ٹاؤ ایک نواحی شہر تھا جہاں زندگی کی تمام جدید ضروریات موجود تھیں، ہم نے گری جاؤ کا معائنہ کیا اعلیٰ درجے کی عمارت میں موجود بظاہر ایک بار نظر آتا تھا لیکن مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ باقاعدہ سٹے بازوں کا اڈہ ہے اس کے اطراف میں بھی آوارہ گردوں کے کیمپ پھیلے ہوئے تھے پھر باقی وقت ٹیبزو کے بارے میں معلومات حاصل کرتے گزر گیا۔ اور تقریباً تین چار گھنٹے کے اندر اندر ہم نے ٹیبزو کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ ٹیبزو اس نشے خانے کا مالک بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ترلوکا کے نام پر اپنے مریدوں میں ترلوکا کی تعلیمات کی تبلیغ بھی کرتا تھا وہ ایک راہب نما آدمی تھا، لمبے چوڑے بدن کا مالک اور انتہائی سفاک و خونخوار، ٹیبزو کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی دلچسپ تھیں سردارے نے اسے بہت سی گالیاں دی تھیں پھر اس نے کہا۔

”کیا خیال ہے چیف۔؟ کیوں نہ اس گدھے کو بالکل ویسٹ کر دیا جائے۔“

”ہاں یہ بھی کرنا پڑے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں ذرا اس سے کچھ اور صاف صاف بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر کہاں ملاقات کرو گے اس سے۔“؟

”میرا خیال ہے اس کی اس عبادت گاہ میں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ لیکن سردارے ہم دونوں کو الگ الگ رہنا ہو گا اور یہ بتاؤ کہ کیا تم اسلحہ وغیرہ رکھتے ہو۔“

”فکر نہ کرو چیف۔ تمام تیاریاں مکمل کر کے آیا ہوں۔“ سردارے نے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں بیٹھ کر ہم گری جاؤ تک پہنچے تھے۔

”اس گاڑی میں ایک پورا اسلحہ خانہ موجود ہے ضرورت کی کوئی چیز طلب کرو، میں تمہیں پیش کر دوں گا۔“

”مگر تم یہ کہاں سے لائے؟“

”یہیں امریکہ آنے کے بعد میں نے یہ گاڑی تیار کرائی تھی بہت کچھ سوچتا اور کرتا رہا ہوں چیف اس بارے میں اب تمہیں تفصیلات کیا بتاؤں۔“ میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے سردارے کو دیکھا اور پھر ہم عبادت گاہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس عبادت گاہ کا ہم نے بہت اچھی طرح جائزہ لے لیا۔ یہاں اس وقت تمام دروازے بند تھے اور ان کے کھلنے کا وقت شام کا تھا چنانچہ ہمیں شام کا انتظار

کرنا تھا، کافی دیر تک ہم لوگ اِدھر اُدھر گھومتے رہے اور پھر شام کو ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہم عبادت گاہ کے سامنے والے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازے پر دو نگراں موجود تھے انھوں نے جسموں پر عجیب قسم کا گیروا لباس پہن رکھا تھا گھٹے ہوئے سروں پر چوٹیاں نظر آرہی تھیں اور دور ہی سے پتہ چل جاتا تھا کہ یہ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے رُکن ہیں، میں سردارے سے الگ ہٹ کر ٹہلتا ہوا دروازے کی جانب پہنچ گیا۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے پیروکاروں کی بہت تعداد تھی یہاں پر، یہ لوگ دروازے سے اندر جارہے تھے قریب پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ نگراں اندر جانے والوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہیں اس کا مطلب تھا کہ وہاں جانے والوں پر بھی پوری پوری نگاہ رکھی جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد جب میں آگے بڑھا تو وہ دونوں ہی کسی دیوار کی طرح میرے سامنے آگئے۔

"تم۔ تم مختلف شکل اور مختلف لباس کے مالک ہو اندر کہاں جارہے ہو۔؟"

"کیوں۔ کیا لباس اور شکل و صورت عظیم ترلوکا کی تعلیمات کے حصول کے لیے سنوارنا ضروری ہے۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تم۔ تم کسی اور کے ساتھ آئے ہو۔؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم اندر نہیں جاسکتے۔؟"

"باقی لوگ کیوں جارہے ہیں۔"

"یہ ترلوکا کے مرید ہیں۔"

"میں بھی اس کا پُرانا مرید ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا وہ لوگ ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھتے رہے اور پھر خاموش ہو گئے میں تیز رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا اندر پہنچ گیا اور ایک تنگ سی راہداری سے گزر کر ایک اور جگہ پہنچ گیا یہاں کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور آنے والوں کو باری باری اندر بھیج رہے تھے کافی پُراسرار ماحول تھا، مجھے حیرت تھی کہ کس طرح ٹیبزو نے اس ماحول کو یکجا کیا تھا۔ میں اندر پہنچ گیا اور ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں بے شمار افراد موجود تھے، لوگ اپنی اپنی کرسیاں سنبھال رہے تھے، ہال میں ہزاروں کی تعداد میں کرسیاں موجود تھیں۔ ٹھیک سوا سات بجے ہال کے عقبی حصے کا دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت آدمی جو گیروا لباس میں ملبوس تھا گھٹے ہوئے سر کا مالک تھا اور اس کے گلے میں خاص قسم کی مالا پڑی تھی اندر آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا پھر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا سردارے مجھے نظر نہیں آرہا تھا شاید اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور وہ اندر نہیں پہنچ سکا تھا۔ ٹیبزو نے اسٹیج پر آکر سب کو عجیب و غریب دعاؤں سے نوازا، اور پھر اپنی بکواس کرنے لگا۔ وہ عظیم ترلوکا کے بارے میں بتا رہا تھا اور اس کی تعلیمات کی پیروی کر رہا تھا نجانے کتنی دیر وہ اپنی یہ اُلٹی سیدھی تقریر جاری رکھے رہا مجھے بار بار سردارے کا خیال آرہا تھا جو بے چارہ کسی بھی طرح اندر نہیں آسکا تھا آخر میں اس کا کام ختم ہو گیا اور لوگ ایک ایک کرکے دروازے سے باہر نکلنے لگے۔ کافی دیر بعد دفعتاً ٹیبزو کی نگاہ میری طرف اُٹھی اور وہ مجھ پر ٹکا ہیں جمائے کھڑا رہا مجھے ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی تھی اس شخص کو مجھ پہ کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ بہرحال میں خاموشی سے وہیں کھڑا رہا انداز ایسا تھا جیسے دوسرے لوگوں کے بعد میں بھی باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اسی وقت ٹیبزو نے کسی کو اشارہ کیا اور ایک آدمی اس کے قریب پہنچ گیا ٹیبزو نے اس سے کچھ کہا اور چند لمحات کے بعد وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"عظیم ٹیبزو تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"مجھ سے۔؟"

"ہاں۔"

"کیوں کیا کوئی خاص بات ہے۔"

"یہ میں نہیں جانتا تم اس سے مل لو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ٹیبزو ملتا ہے۔" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور آگے بڑھ گیا وہ مجھے ایک کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔

کمرہ خالی تھا لیکن یہاں فرنیچر موجود تھا میں ایک تپائی پر بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد ٹیبزو ایک اندرونی دروازے سے اندر داخل ہو گیا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ اُبھری، لیکن آنکھیں جذبات سے عاری نظر آرہی تھیں۔

"کس پریشانی کا شکار ہو میرے بچے۔؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"عظیم ترلوکا کے عظیم پیروکار تم اس بات کو جانتے ہو۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں ترلوکا نے میری آنکھوں میں وہ روشنی بھر دی ہے جو انسانوں کو پہچان سکے لیکن میرے بچے جس غلط فہمی کا شکار ہو کر تم یہاں تک آئے ہو اسے اپنے دل سے نکال دو۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ اگر تم سب کچھ جانتے ہو تو پہلے میں اپنا نام تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"فقیروں کے منہ نہ لگو۔"

"تم جیسے فقیروں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں مسٹر ٹیبزو بہت اچھی طرح تم نشہ آور ادویات کی تجارت بھی کرتے ہو اور روحانی تبلیغ

بھی۔"

"انسان کی ضرورت کہاں کہاں اسے رسوا نہیں کرتی ہم نے ان رسوائیوں کو محدود کر دیا ہے۔"

"کیسا چل رہا ہے آجکل دھندا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہی سب کچھ کہنا چاہتے ہو تو مجھے تمھاری زبان پر اعتراض نہیں ہے۔" میں اس دوران اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ شخص کتنا گہرا ہے پھر میں نے کہا۔

"تو تمھیں میرے آنے کا مقصد معلوم ہے۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر میں جانتا ہوں کہ تم ایک اہم معاملے میں یہاں آئے ہو، بتاؤ کیا چاہتے ہو کیا میں تمھاری کوئی خدمت کرسکتا ہوں۔"

"جب تم راجہ نواز اصغر کے بارے میں جانتے ہو تو زیبی یا زیب النساء بھی تمھارے ذہن سے اوجھل نہ ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔ میں سن چکا ہوں، مجھے علم ہے کہ وہ تمھارے پاس سے چلی گئی ہے۔"

"چلی نہیں گئی اسے اغواء کرایا گیا ہے۔"

"میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں مل جائے۔"

"مجھے دعا کی نہیں مسٹر ٹیبزو دوا کی ضرورت بھی ہے۔"

"کاش میں تمھارے لیے کچھ کرسکتا۔"!

"تم میرے لیے بہت کچھ کرسکتے ہو ٹیبزو یہ بتاؤ زیب النساء کہاں ہے؟"

"تم سے کس نے کہا کہ میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔"

"تم اپنے علم کے ذریعے بھی بتا سکتے ہو تم ویسے بھی بتا سکتے ہو وہ ترلوکا کے پاس ہے ترلوکا ہی وہ شخص ہے جس نے زیبی کو اغواء کیا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں ایک دم سختی محسوس کی تھی اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سنو نواز۔ ترلوکا کے بارے میں تمھاری معلومات بہت کم معلوم ہوتی ہیں تم پہلے بھی اس کے خلاف کام کرچکے ہو، لیکن وہ عظیم ہے بُرائی کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ زیبی کو اغواء کرنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہیں، ویسے میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ اب زیبی کو بھول ہی جاؤ۔"

"اس مشورے کے پس منظر میں کیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔ میری مٹھیاں اب بھنچنے لگی تھیں اسے دیکھ کر میرے دل میں نفرت کے طوفان اُمنڈ رہے تھے۔

"بس جو کچھ میں نے تم سے کہا وہی تمھیں کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ٹیبزو جو کچھ تم نے کہا وہ میں نہیں کرنا میں جاننا چاہتا ہوں کہ زیبی اس وقت کہاں ہے اور زیبی نہیں تو ترلوکا کہاں ہے۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ اُبھر آئی جس میں نفرت کی پرچھائیاں صاف نظر آرہی تھیں پھر اس نے کہا۔

"تم سوجھ بوجھ چھوڑتے جارہے ہو۔ تم ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہے ہو اور ایسی صورت میں تمھاری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ تم کچھ کیے بغیر یہاں سے واپس نہ جاؤ، لیکن میں تمھارے ساتھ دوستانہ انداز ہی میں پیش آؤں گا۔" اس نے کہا۔ اور ایک کرسی پر جا بیٹھا پھر اس کی آنکھیں چھت کی جانب اُٹھ گئیں۔

"تم بہت گستاخ بھی ہو ترلوکا کا نام اس طرح لیتے ہو کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے، لیکن میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں غصے سے پرہیز کروں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑا۔

"کیوں ہنس رہے ہو، کیا زندگی کی آخری ہنسی محسوس کرکے۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ڈیئر ایسی بات نہیں ہے میری زندگی کب ختم ہوگی اس کا مجھے علم ہے۔"

"تو پھر تم سن لو، اگر تم اس کا پتہ نہیں بتاؤ گے تو شاید اس وقت میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکو۔"

"تم اپنے فیصلے پر نظرثانی نہیں کرسکتے" میرے معصوم بچے، مجھے تم سے ہمدردی ہے جاؤ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے اس سلسلے میں زندگی بھر دُکھ رہے گا۔"

"اب تم ہر دکھ سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

"ہاں تمھیں باہر جانے کا راستہ یاد ہے۔" اس بار اس نے خاصی رکھائی سے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ ٹیبزو سے جو کچھ گفتگو ہو چکی تھی وہ کافی تھی اس کے بعد جو صورتِ حال پیش آئے گی اس کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اس وقت جلدبازی سے کام نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر کوئی محافظ موجود نہیں تھا میں رفتہ رفتہ آگے بڑھتا ہوا ایک اور دروازے کی جانب پہنچ گیا ابھی میں باہر بھی نہیں نکل پایا تھا کہ دفعتاً دو مسلح افراد مجھے باہر سے اپنی سمت آتے ہوئے نظر آئے ان کی آنکھوں میں نفرت کے آثار صاف نظر آرہے تھے مجھے اندازہ ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر میری گردن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ۔؟"

"چلو۔ یہاں سے نکل جاؤ اور اس کے بعد کبھی ادھر کا رُخ نہ کرنا۔ ٹیزو نرم دل ہے ورنہ تمھاری وہاں سے واپسی ممکن نہ ہوتی۔"

میں ایک لمحے کے لیے خاموش رہا اور پھر اس انداز میں آگے بڑھا کہ انھیں یہ محسوس ہو کہ میں دروازے سے باہر نکل رہا ہوں لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی میں نے اچانک ریوالور نکال لیا ریوالور کا دستہ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے جبڑے پر پڑا۔ اور میری بائیں ہتھیلی دوسرے کی گردن پر۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی جس شخص پر میں نے ریوالور کا دستہ استعمال کیا تھا وہ ابھی جھول ہی رہا تھا جبکہ جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹی تھی وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کا بدن بُری طرح زمین پر تڑپ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے کی گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا اور اس بار یہ چوٹ پہلے سے زیادہ شدید تھی پھر میرے بائیں پیر کی ٹھوکر دوسرے کی کنپٹی پر پڑی۔ یوں ان دونوں کی کہانی ختم ہوگئی میں ایک لمحے کے لیے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب ٹیزو کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ میں پھرتی سے اندر کی طرف چل پڑا۔ میں نے جھری سے جھانک کر دیکھا۔ ٹیزو کمرے میں ایک میز کے سامنے یوں کھڑا تھا کہ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ غالباً کسی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھائے ہوئے تھا اور بھاری آواز میں کسی سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔ وہ یہاں موجود ہے۔ تم گدھے ہو تم اسے پہچان نہیں سکے اس کا یہاں تک پہنچ جانا کتنا خطرناک تھا۔ اس کا تمھیں اندازہ نہیں ہے، میں اسے قتل کرا سکتا ہوں، لیکن وہ پاگل ہو چکا ہے اور اسے سمجھانا بے کار ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا ہے اور ہم اسے مزید اجازت نہیں دے سکتے۔" تم۔ کہہ دو کہ اب اس کی زندگی مناسب نہیں ہے۔" میں اس کی ساری باتیں سن رہا تھا چند لمحات کے بعد اس نے ٹیلیفون رکھ دیا اور میں آہستہ آہستہ اندر داخل ہوگیا۔ میرا ریوالور والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب اسے اچانک میرے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا اور وہ کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو میرے بچے۔ لیکن یہ تمھارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں۔ کیا تمھاری جان کسی طوطے وغیرہ میں ہے۔"

"نہیں میرے بچے نہیں۔ سنو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"مجھے صرف ایک بات بتاؤ تر لوکا کہاں ہے۔؟"

"تو تم ایسے نہیں مانو گے۔" اس نے کہا اور میری قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ میں نے اس کی پیشانی کا رُخ کر کے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ اس کی پیشانی میں ایک سوراخ ہو گیا تھا۔ اور پھر خون کی چادر اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ وہ خون کی سُرخ نقاب پہنے چند لمحوں خاموش کھڑا رہا اور پھر منہ کے بل فرش پر آ رہا۔ میں نے ٹھوکر سے پلٹ کر اسے دیکھا وہ مر چکا تھا گولی اس کی پیشانی سے گھس کر عقبی حصے سے پار ہو گئی تھی اور نیچے زمین پر خون پھیلتا جا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دونوں محافظ وہیں پڑے ہوئے تھے۔ باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں سڑک کی ایک باڑھ پھلانگ کر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں خاصی تاریکی پھیل گئی تھی۔

سردارے ایک بار پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا اور وہ کہاں گیا اس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس جگہ تاریکی تھی اور ہلکی ہلکی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً کوڑا کرکٹ کی بدبو تھی۔ چند قدم آگے بڑھا تو خالی ڈبے بار بار میرے قدموں سے کھڑکھڑانے لگے۔ میں احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ کافی دیر چلنے کے بعد میں اس علاقے سے باہر نکل آیا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں، سردارے کو کہاں تلاش کروں سردارے کو اصولاً یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہونا چاہیے تھا۔ بہرطور میں کم از کم اس جگہ سے دور نکل جاؤں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد یہاں محافظوں کو اپنے آقا کی موت کا علم ہو جائے گا۔ میں تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں لیکن میں چلتا جا رہا تھا۔

دفعتاً ہی ایک گلی سے سردارے نکل آیا اور میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ سردارے۔"

"ہاں چیف۔ کہاں گم ہو گئے تھے۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"تم کہاں رہ گئے تھے۔؟"

"چیف۔ میں تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکا تھا کم بختوں نے کسی قیمت پر مجھے اندر نہیں جانے دیا ہر ممکن کوشش کر لی میں نے لیکن ناکام رہا۔ ویسے تم ٹھیک تو ہو۔"

"ہاں۔ میں ٹھیک ہوں لیکن ٹیزو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"میں جانتا تھا مجھے یقین تھا آؤ۔" اس نے کہا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑی گاڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تب اس نے کہا۔

"جمبرو تو مر چکا ہے اب تم کیا کرو گے؟"

"کچھ نہیں ترلوکا کو تلاش کروں گا۔" میں نے کہا۔ سردارے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔ ہم باہر کے مناظر دیکھتے رہے۔ دفعتاً عقب میں مجھے کچھ خاص روشنیاں نظر آئیں جو یقینی طور پر ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ میں چونک کر ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ سردارے نے بھی دوسرے ہی لمحے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ اس نے کار کی رفتار بڑھا دی چونکہ ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے اس آبادی سے دور نکل جانا بہتر تھا۔

ہم تھوڑی دیر کے بعد آبادی سے دور نکل آئے تعاقب میں آنے والی کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں مسلسل لگی ہوئی تھیں۔ میں پستول ہاتھ میں لیے انتظار کر رہا تھا کہ کب مجھے اپنا کام کرنے کی ضرورت پیش آ جائے، انسانی زندگی اب میری نگاہوں میں بالکل بے وقعت ہو گئی تھی اور میں کسی بھی لمحے خون کا دریا بہانے پر مجبور ہو سکتا تھا۔

آگے راستہ پر خطر ہوتا جا رہا تھا اور میں دور سے آتی ہوئی ان کاروں کی آوازیں سن رہا تھا جو مسلسل ہمارے تعاقب میں تھیں۔ میں اس دوران خاموش رہا۔ سردارے بھی خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا وہ شاید صورت حال کا صحیح جائزہ لینے میں مصروف تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"استاد کیا خیال ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کار کے پچھلے شیشے سے باہر کی طرف جھانکا، راستہ خاصا الجھا ہوا تھا دور سے آتی ہوئی کاریں نشیب میں نظر آ رہی تھیں کیونکہ ہماری کار خاصی بلندی پر پہنچ گئی تھی اس وقت بھی ہمارا ان کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ فرلانگ رہا ہوگا۔ اس راستے کے دونوں طرف اجاڑ اور بے آب و گیاہ چٹانیں تھیں اور ان چٹانوں پر یہ سڑک بنی ہوئی تھی، جگہ جگہ خطرناک موڑ نظر آتے تھے اور یہاں تیز رفتاری برقرار نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی اس کے لیے اب زیادہ بہتر یہی تھا کہ یہاں سے آگے نہ بڑھا جائے سردارے بھی یقیناً ان راستوں سے واقف نہیں ہوگا راستے جتنے خطرناک تھے اس کا ہمیں قدم قدم پر اندازہ ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اس نے کار روک دی۔

"میں بس یہی فیصلہ کر رہا تھا چیف کہ اب ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔"

"ہوں آؤ نیچے اتریں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک ایسی چٹان کے عقب میں پہنچ گئے جہاں سے ان کاروں کو بدستور دیکھا جا سکتا تھا۔ کاریں آہستہ آہستہ ہمارے قریب آتی جا رہی تھیں اور میرے ذہن میں سنسنی دوڑ رہی تھی پھر کاریں پستول کی رینج میں آ گئیں۔ اور دوسرے ہی لمحے ہم دونوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی کاریں چونکہ خاصی رفتار سے آ رہی تھیں اس لیے ہمارے پہلے ہی نشانے صحیح ثابت ہوئے اور ان دونوں کاروں کے ٹائر پھٹ گئے۔

ہر چند کہ وہ دونوں کاریں آگے پیچھے تھیں لیکن نشانے اس حد تک صحیح تھے اور اتنی عمدگی سے لگائے گئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور دوسرے لمحے دو زوردار دھماکے سنائی دیے کاریں چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھیں اور ان میں آگ لگ گئی تھی۔

ہم گہری گہری سانسیں لے رہے تھے پھر دوسرے دھماکے بھی سنائی دیے اور کھیل ختم ہو گیا۔ سردارے خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔

"راستہ بند ہو گیا۔" سردارے اب کار کو آگے لے جانے میں مشکل ہوگی۔"

"ہاں استاد یہ تو ہے۔ آؤ کار کے پاس چلیں اور کچھ سوچیں۔" ہم واپس اپنی کار کی جانب چل پڑے۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی کوشش کی تو سردارے بولا۔

"چیف کچھ دیر انتظار کر لینا بہتر نہیں رہے گا، ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔"

"وجہ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے چیف۔ بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"نہیں سردارے، یہ لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ اب بھلا یہاں رکنا کہاں کی دانش مندی ہے۔" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلا کر کار کا اسٹیرنگ پھر سنبھال لیا۔

جگہ بہت تنگ تھی، لیکن سردارے ایک ذہین اور ماہر ڈرائیور تھا۔ اس نے کار کو موڑ لیا اور ہم واپسی کا سفر طے کرنے لگے اور پھر بلندی سے نیچے اتر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ہمیں کچھ اور روشنیاں نظر آئیں۔ ایک کار اسی طرف چلی آ رہی تھی، اس سڑک پر اس جگہ کسی کار کا آنا بعید از عقل تھا یقیناً یہ کار بھی اس کار کے تعاقب میں ہی اس طرف چلی ہوگی۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں سردارے کو دیکھا اور سردارے آہستہ سے بولا۔

"گڑبڑ ہو گئی چیف، آسان بات نہیں ہے ان لوگوں کے درمیان سے نکل جانا، چونکہ راستہ بہت پتلا ہے۔" اس کے بعد اس نے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا اور اسے ریورس گیئر میں ڈال کر تیزی سے پیچھے چلاتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں تباہ شدہ کار موجود تھی۔ ایک بار پھر ہمیں اپنی کار سے نیچے اترنا پڑا تھا۔

دوسری کار میں سے شاید اس تباہ شدہ کار کو دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ اس کی رفتار بھی سست ہو گئی اور پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک ایسی چٹان نظر آئی جس کے نیچے اندھیرا پھیلا ہوا تھا، پناہ لینے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی تھی۔ اور یہاں کسی اور طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔

میں سردارے کے ساتھ اس چٹان کے نیچے آ گیا، میں نے محسوس کر لیا تھا کہ دوسری کار سے اترنے والے پہلی کار کا جائزہ لینے کے بعد اب چاروں طرف منتشر ہو گئے ہیں، لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ چار یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتے تھے۔ بہر حال اب اور کوئی ترکیب تو تھی نہیں، ان لوگوں سے بھی نمٹنا ہی ہے، موت کا کھیل ایک بار پھر کھیلنا پڑے گا، ہمارے پستول تیار تھے اور ہم ہر قسم کی مدافعت کے لیے پوری طرح آمادہ۔

دفعتاً ہمیں اپنے سامنے کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی اور کوئی اس طرف سے گزرا، لیکن ہمارے آنکھیں پھاڑنے کے باوجود کوئی نظر نہیں آیا تھا، یہ ان لوگوں کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا، جیسے وہ لوگ ہمارے ردعمل کا انتظار کر رہے ہوں، ایسے موقعوں پر اعصاب کو سختی سے قابو میں رکھنا پڑتا ہے اور ہم دونوں میں سے کوئی بھی اتنا کچا نہیں تھا جو ان لوگوں کی اس احمقانہ چال میں آ جاتا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر وہ لوگ خود ہی جھنجھلا گئے، انھوں نے ہماری کار پر نشانہ بازی شروع کر دی۔ وہ اسی طرح اپنا انتقام لے رہے تھے۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے کار کے شیشے چھلنی ہو گئے، اور کئی گولیاں کار کی باڈی اور پہیوں میں پیوست ہو گئیں۔ پھر بھی جب ہماری طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہ ہوا تو پہلی مرتبہ ایک آدمی کی آواز سنائی دی، وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو گولیاں چلانے سے منع کر رہا تھا، سمجھ دار آدمی معلوم ہوتا تھا، اس کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں چلنی بند ہو گئیں اور پھر وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار وہ ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔

"بیوقوف لوگو۔ ہم نے تمھیں دیکھ لیا ہے، باہر آ جاؤ ورنہ بھون دیے جاؤ گے۔"

میں نے سردارے کا شانہ دبایا اور سردارے ہلکی سی آواز میں ہنس پڑا۔

"گدھے معلوم ہوتے ہیں یا اس کسے للکار رہے ہیں یہ۔"

"میں آخری بار کہتا ہوں کہ باہر آ جاؤ۔" وہ شخص ایک بار پھر چیخا۔ اس بار اس کی آواز کچھ قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ وہ ہماری سمت کا اندازہ تو کر نہیں سکا تھا، لیکن ہم نے اس کی سمت کا اندازہ کر لیا تھا۔ اور پھر میرے ہاتھ میں دبی ہوئی پستول کا ٹریگر دبا، ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیانک چیخ فضا میں گونج گئی۔

یہ اندازہ لگانے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ شخص میری گولی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے گرنے کی آواز سنائی دی اور ایک لمحے کے لیے خاموشی طاری ہو گئی لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں نے شعلے سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہم لوگ کہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اپنی یہ جگہ چھوڑ دیں۔ لیکن یہ جگہ چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسی مناسب جگہ تلاش کرنا ضروری تھی جو اس کا نعم البدل ثابت ہو۔ میں نے سردارے کو زمین پر جھکا دیا اور خود بھی اوندھے منہ زمین پر لیٹ گیا۔ ہم دونوں جس جگہ تھے وہاں اپنی پوزیشن تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس مجبوری کے عالم میں دشمن بڑی آسانی سے ہماری سمت کا اندازہ لگا کر ہمیں گولیوں کی زد پر رکھ سکتا تھا، اور پھر میری گولی نے ان کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے یہ لوگ اپنے ساتھی کی موت سے بوکھلا گئے ہوں کیونکہ ابھی تک مسلسل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ البتہ یہ خاموشی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوئی۔

اس بار انھوں نے جو گولیوں کی بارش کی تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پاگل ہی ہو گئے ہوں، میں ان بے پناہ گولیوں سے کس طرح بچا، یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بہر طور میں نے جوابی فائرنگ نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کا موقع تھا، کئی گولیاں میرے سر کے بالکل قریب سے سنسناتی ہوئی گزر گئی تھیں، واقعی ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد سردارے کی آواز ابھری تھی۔

"چیف یہاں رہنا اب خطرناک ہو گیا ہے، وہ لوگ نیچے ہاتھ کر کے گولیاں چلا رہے ہیں۔ کوئی بھی گولی ہمیں چاٹ سکتی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"تو چیف پیچھے کھسکیں۔"

"لیکن اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کے بعد اگر ہم کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش نہ کر سکے تو۔"

"تو دیکھا جائے گا باس، چٹان کے پاس بھی تو موت آنی ہی ہے" سردارے نے بے خوفی سے کہا۔ میں اس کی بات سے متفق تھا۔ چنانچہ میں پیچھے کھسکنے لگا۔ ہم لوگ پیچھے کھسکتے ہوئے کافی دور نکل آئے گولیاں اب بھی ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں، لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر ہمیں ایک چٹان کے پاس ایک غار سا محسوس ہوا، ہمارے پاؤں اس غار کے اندر خود بخود گزر گئے تھے۔ بعد میں احساس ہوا کہ ہم کھسکتے ہوئے غار کے منہ کے قریب پہنچ چکے ہیں گویا یہ ہمارے لیے ایک سنہری موقع تھا کہ ہم ان کی اندھیرے میں چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکیں چنانچہ ہم غار میں داخل ہو گئے۔ یہاں گولیوں سے بچاؤ ہو گیا تھا۔ لیکن اتنی سخت تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ غار کتنا کشادہ اور کتنا وسیع ہے۔

کچھ دور اندر جانے کے بعد احساس ہوا کہ غار کافی کشادہ ہے اس میں بڑی آسانی سے کھڑا ہوا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں یہ غار قدرتی تھا یا مصنوعی، بہرطور اس وقت اس نے ہمیں اپنے دامن میں پناہ دے دی تھی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً ہمارے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے ہوں گے۔ ہم غار کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگے۔ لیکن میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر انھوں نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو پہلے سے اس طرف کھڑا رکھا ہو تو پھر یقیناً یہ غار ہمارے لیے چوہے دان ثابت ہو گا۔ اور ہم بے بس چوہوں کی طرح گھر جائیں گے۔"

اس وقت کی صورت حال ضرورت سے زیادہ سنگین ہو گئی تھی۔ غار کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا بہرحال ہم ایک ایک انچ آگے کھسکتے رہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ لیکن ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ ہمارے عقب سے ہی آئی تھی۔ گویا وہ غار کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن غار میں قدم رکھنا موت کے منہ میں داخل ہونا تھا۔

دفعتاً ایک ہلکی سی روشنی غار میں پیدا ہوئی یقیناً کوئی ٹارچ جلائی گئی تھی لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ اس کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ لیکن یہ صورتِ حال بے حد خطرناک تھی، اگر ٹارچ کی روشنی ہم تک پہنچ گئی اور انھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم غار میں موجود ہیں تو پھر وہ اپنی ساری قوت اس طرف صرف کر دیں گے اور ہمارا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ روشنی ختم کر دی جائے اندازہ تو انھیں اس طرح بھی ہو جاتا لیکن کم از کم انھیں غار سے باہر بھاگنا پڑتا۔ اس دوران ہم کوئی بہتر ترکیب سوچ لیتے چنانچہ میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور سردارے آہستہ سے بولا۔

"وہ اندر آ رہے ہیں چیف۔"

"ہاں سردارے، میرا خیال ہے ان سے نمٹ لینا زیادہ بہتر ہے، جو بھی اندر آئے اسے ہلاک کر دو۔"

"او کے چیف۔" سردارے نے قلقاری لگا کر کہا اور ہم وہیں جگہ سانس روک کر کھڑے ہو گئے۔

آنے والے پتہ نہیں کتنے تھے، لیکن روشنی صرف ایک ہی کے پاس تھی، اور اس مدھم روشنی میں ان کے ہلکے ہلکے سائے محسوس ہو رہے تھے، جونہی وہ ہمارے نشانوں کی زد پر آئے میں نے اور سردارے نے اندھا دھند گولیاں چلا دیں۔ غار میں چلنے والی گولیوں کی آواز کافی خوفناک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی ہولناک چیخیں بھی بہت ہی ڈراؤنی تھیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے دوسری طرف تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا، اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔

لیکن ہماری یہ کوشش ہمارے لیے کارگر ثابت ہوئی چند ہی لمحوں کے بعد ہم غار کے دوسرے سرے پر کھڑے تھے، میں نے سر نکال کر باہر جھانکا۔ دور دور تک گہرا سناٹا طاری تھا، بے آب و گیاہ چٹانوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس طرف کوئی دکھائی نہیں دیا۔ غالباً دشمنوں نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا، یہ لمحے ہمارے حق میں بہت بہتر ثابت ہو سکتے تھے، تقدیر ہمارا ساتھ دے سکتی تھی، سردارے اور میں تیزی سے ایک طرف چل پڑے۔ ہم جس راستے پر چل رہے تھے، وہ ایک پتلی سی پگ ڈنڈی تھی جو بل کھاتی ہوئی ایک طرف کو چلی گئی تھی، ہم اس پگ ڈنڈی پر بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتے رہے حتیٰ کہ اس پگ ڈنڈی نے ہمیں ایک نیم پختہ راستے پر پہنچا دیا۔

"ارے چیف یہ تو وہی راستہ ہے۔" سردارے نے چونک کر کہا۔

"ہاں شاید۔ یا تو ہم لوگ غار کے راستے سے گھوم کر ان کی کار سے آگے نکل آئے ہیں یا وہ کار ہمارے آگے ہے۔"

وہاں کھڑے ہو کر ہمیں صحیح راستوں کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ جس راستے پر ہم نے اپنی کار چھوڑی تھی وہ کس طرف ہو سکتا ہے۔

"اگر ہم لوگ اس طرف پہنچ جائیں تو دشمن پر وار کرنے میں آسانی رہے گی۔" سردارے بولا۔

"آؤ پھر۔؟" میں نے کہا اور ہم لوگ آگے بڑھنے لگے۔!

"ہمیں سمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، تیز ہوا میں چل رہی تھیں، اس کے ساتھ ہی گولیاں بھی مسلسل برسائی جا رہی

تھیں، وہ لوگ صرف ہوا میں فائر کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ آوازیں مشرقی سمت سے آ رہی ہیں اور فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے گویا دشمن ابھی غار کے آس پاس ہی منڈلا رہا ہے اور غالباً وہ لوگ اپنے ہی سایوں پر گولیاں برسا رہے ہیں یا پھر انھوں نے غار میں جا کر معلوم کر لیا ہو گا کہ ہم وہاں موجود نہیں ہیں، یوں ایک ساتھی کو کام پر مامور کر دیا ہو گا کہ وہ وقتاً فوقتاً گولیاں چلاتا رہے، باقی لوگ غار کے دوسرے حصے کی طرف روانہ ہو گئے ہوں گے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ راستے کے دوسری طرف نشیب میں اتر گئے۔ ہم نے مشرق کا رُخ اختیار کیا تھا۔ گولیوں کی سمت کا تعین کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ دشمن کی کار ایک ڈیڑھ فرلانگ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ انھوں نے اُسے سڑک کے درمیان اس طرح کھڑا کیا ہو گا کہ دوسری کاروں کو راستہ نہ مل سکے، جلد ہی ہمیں مطلوبہ کار نظر آ گئی۔ یہ ان لوگوں کی حماقت تھی کہ کار کی نگرانی کے لیے انھوں نے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا۔ دراصل انھوں نے اپنی دانست میں ہمیں پوری طرح سے گھیر لیا تھا۔ میں نے کار کی طرف دیکھا۔ ہماری اپنی کار تو تباہ ہو چکی تھی اور واپسی کے سفر کے لیے ہمیں ایک کار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سے بہتر صورتحال اور کیا ہو سکتی تھی۔ میں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور پھر سردارے کو لے کر کار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ مجھے ٹھٹھک جانا پڑا۔

وہ لوگ ہماری تلاش میں ناکام ہو کر واپس آ رہے تھے اور ہم نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ ہمارا اور ان کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اگر ہم کار لے کر نکل جانے کی کوشش کرتے تو ان کی چلائی ہوئی گولیوں سے بچ سکتے۔ چنانچہ اب یہ مجبوری تھی کہ انھیں ٹھکانے لگائے بغیر ہم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم لوگ کار کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ ہماری نگاہیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور ہمارے پستول تیار تھے۔

ہم انتظار کر رہے تھے کہ وہ ہماری رینج پر آ جائیں اور ہم ان سے نمٹ لیں، یہ راستہ عام شاہراہ سے ہٹ کر تھا اس لیے اس پر آمدورفت کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً نہ تو وہ لوگ اتنی دلیری سے کام کر سکتے، نا ہی ہمیں کچھ آسانی پیدا ہوتی چند لمحات اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد وہ ہماری رینج پر آ گئے یہ تین آدمی تھے اور تینوں ہی مسلح تھے، رات کی تاریکی میں ہم ان کے خدوخال تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ جس انداز میں چوکنے ہو کر چل رہے تھے اس سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں ہمارے کسی بھی جگہ مل جانے کی اُمید ہو۔

میں نے سردارے کے کان میں سرگوشی کی۔ "سردارے ہمارے فائر ضائع نہیں ہونے چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے باس، اس کی تم فکر ہی مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ میری چلائی ہوئی گولی نے مطلوبہ شخص کا بھیجہ اڑا دیا تھا۔ اس کے بدن کو میں نے فضا میں کئی فٹ اُوپر اُچھل کر نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ میرے ساتھ ساتھ ہی سردارے نے بھی اپنے سامنے والے کے سینے میں گولی اُتار دی تھی اور اب تیسرا اور آخری آدمی باقی رہ گیا تھا، جس نے ایک دم ہی ایک سمت چھلانگ لگا دی تھی لیکن میں نے اسے بھی نہ چھوڑا۔ میرے ریوالور کی دو گولیاں یکے بعد دیگرے اس کی پشت میں پیوست ہو گئیں اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا ایک سمت جا گرا۔ یوں ان تینوں کا کھیل ختم ہو گیا تھا، گولیوں کی بازگشت کے بعد گہرا سناٹا محسوس ہونے لگا، فی الحال ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہم نے اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا تھا اور اب سب سے پہلا کام یہی ہونا چاہیے تھا کہ ہم کار لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دوسرے لوگ اس طرف دوڑنے کی کوشش کریں لیکن ابھی ان کا فاصلہ کافی ہو گا دوسرے لمحے ہم کار کی جانب بڑھ گئے۔

ابھی سردارے نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک فائر ہوا اور کار کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا، بدقسمتی تھی اس شخص کی جس نے فائر کیا تھا کیونکہ اس کا نشانہ زیادہ اچھا نہیں تھا، ورنہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی اس کی گولی کا شکار ضرور ہو جاتا۔ کار کی پچھلی سمت کا شیشہ ٹوٹا تھا۔ اور ہم دونوں بچ گئے تھے، کار میں داخل ہونا خاصا مشکل ثابت ہو رہا تھا، چونکہ یکے بعد دیگرے گولیاں چل رہی تھیں۔

ہم خاموش رہے، تین چار گولیاں چلانے کے بعد دوسری طرف بھی خاموشی چھا گئی تھی، ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ گولیاں ایک ہی ریوالور سے چلائی جا رہی ہیں، اس کا مقصد ہے کہ وہ شخص تنہا ہی ہے، بس اب اس تنہا شخص ہی کو دیکھنا تھا اُس کی موت سے پہلے ہم کار کو نہیں لے جا سکتے تھے، کیونکہ وہی صورتحال اب بھی درپیش تھی۔ کار کو سیدھا کرنا تھا اور اس کے بعد آگے بڑھانا تھا اتنی دیر میں بازی اُلٹ سکتی تھی۔

سردارے چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اُستاد میں ابھی آیا۔"

"کہاں۔؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"بس ایک منٹ اُستاد۔"

"سردارے گڑبڑ مت کرو، کہیں پہلے کی طرح تم مجھے ندامت

ہو جانا۔"

"نہیں استاد میں ابھی آیا۔" اس نے کہا اور ایک سمت رینگ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ بہرطور بڑی عجیب صورت حال تھی۔ دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ادھر سردارے کسی چکر میں پڑا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیا کرنے گیا تھا وہ ایک لمحہ کے لیے ذہن اس کی جانب بھٹک گیا، اس کا آنا ہی میرے لیے بڑا تعجب خیز تھا، پتہ نہیں کس کس طرح میرا پتہ لگاتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوگا۔ لیے اس کے آنے سے دل کو جس تقویت کا احساس ہوا تھا اسے میں کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ سردارے بلاشبہ میرا ایک ایسا دوست، ایک ایسا ساتھی تھا جس پر جتنا بھی ناز کرتا کم تھا۔ میں جانتا تھا کہ گوبیورنے اسے جا کر میری بپتا سنائی ہوگی۔ اور اس کے بعد بھلا سردارے چین سے کہاں بیٹھ سکتا تھا، وہ میری تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن جن نامساعد حالات سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا ان کے تحت میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص میری بو سونگھتا ہوا یہاں تک آ جائے گا، یہ سردارے ہی تھا، جس نے یہ ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

مگر وہ کمبخت کہاں گیا۔ میں تاریکی میں دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا، لیکن سردارے کا کہیں نام و نشان نہیں ملا تھا۔ دفعتاً ایک کربہہ چیخ نے میری محویت توڑ دی، چیخ کی آواز کس سمت سے آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن نہ جانے کون تھا۔؟

سردارے کا خیال آیا، ذہن پر زور دیا تو اندازہ ہوا یہ چیخ کم از کم سردارے کی نہیں ہو سکتی۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموشی چھائی رہی، پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی طرح پلٹ کر کار کی اوٹ میں ہو گیا۔ سردارے موجود نہیں تھا اس لیے اب فائر کرنے میں بھی ذرا احتیاط سے کام لینا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد سردارے کی آواز سنائی دی۔

"استاد گولی مت چلانا میں ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، سردارے چلا آ رہا تھا۔ تاریکی میں بھی میں اس کا ہیولا دیکھ سکتا تھا لیکن کچھ عجیب سی شکل تھی اس کی، پتہ نہیں کس رخ سے چل رہا تھا، یا کیا صورت حال تھی، جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے اس کے اوپر لدے ہوئے ڈھیر کا اندازہ لگایا۔ اس ڈھیر کی وجہ سے ہی سردارے کے حجم میں کچھ تبدیلی ہو گئی تھی۔ سردارے کے شانے پر کوئی شخص لدا ہوا تھا۔

"ارے یہ کون ہے؟"

"کام کی چیز ہے سردار۔ گاڑی میں رکھ لو کام آئے گی۔" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"ابے بیوقوف آدمی، کون ہے یہ اور اس لاش کا تم کیا کرو گے؟"

"لاش نہیں ہے استاد، بس یوں سمجھ لو لاش بنتے بنتے رہ گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"بے ہوش ہے یہ، میں نے اسے بےہوش کر دیا ہے۔"

"اوہ، مگر کیوں؟"

"استاد کبھی کبھی شاگردوں کو بھی کچھ کام کرنے دیا کرو۔ چلو، ابھی تو بیہوش ہے، لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد ہم اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیں گے، اس وقت یہاں سے نکل جانا ضروری ہے، کیا کہا جا سکتا ہے کہ اطراف میں کتنے آدمی چھپے ہوئے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے استاد۔ یہ لوگ صرف دو گاڑیوں میں آئے تھے، ایک گاڑی تو ہمارے سامنے ہی تباہ ہو گئی تھی اور اس کے تمام لوگ مر گئے تھے لیکن اس دوسری گاڑی میں میرا مطلب ہے اس گاڑی میں جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے کتنے افراد آ گئے، ان کی تعداد تو کافی معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، ممکن ہے کچھ لوگ پہلے ہی سے یہاں موجود ہوں۔"

"اس کے کیا امکانات ہیں باس۔؟"

"خیر امکانات کو چھوڑو، اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"ٹھیک ہے باس، میں اس کے اوپر بیٹھا جاتا ہوں، تم گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے لے چلو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے اس شخص کو پچھلی سیٹ پر ڈال کر خود اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی مضحکہ خیز حرکتیں آج بھی جوں کی توں تھیں۔ وہ اتنی ہی زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہا تھا، بہرطور کار اسٹارٹ ہو کر آگے چل پڑی، میں نے اسے پوری رفتار سے چھوڑ دیا تھا، بہترین کار تھی اور اس کا انجن اتنا شاندار اور بے آواز تھا کہ چلتا ہوا محسوس ہی نہ ہوتا تھا، ہم آن کی آن میں کافی دور نکل آئے۔ کسی نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی یا تو وہ تمام کے تمام لوگ مارے گئے تھے یا پھر اب وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے اس بات پر مجھے اب بھی حیرت تھی کہ اس کار سے اترنے والے زیادہ سے زیادہ تین یا چار آدمی ہو سکتے تھے یا پھر بہت ہی زیادہ ہوتے تو پانچ افراد ہو سکتے تھے لیکن ہم تو بہت سے لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنا چکے تھے، یہ لوگ کہاں سے آئے؟"

ذہن غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ سردارے اس دوران اپنا

کام کر چکا تھا، اس نے غالباً بیہوش آدمی کے کپڑوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اور منہ میں کپڑا بھی ٹھونس دیا تھا اس کے بعد وہ پچھلی نشست سے اچھل کر اگلی نشست پر آ گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

"اب کیا کرنا ہے چیف۔؟ اب یہ بتاؤ اس تحفۂ درویش کو کہاں لے چلو گے۔"

"میں خود بھی الجھا ہوا ہوں سردارے، مگر تم نے اسے اپنے پیچھے کیوں لگا لیا ہے۔"

"ممکن ہے باس اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو ہی جائے۔" سردارے نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"ارے ہاں یہ خیال تو میرے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا۔" میں نے کہا

"کوئی بات نہیں، سردارے کے ذہن میں آ گیا تھا، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اسے کہاں لے جائیں۔؟"

"کسی بھی جگہ لے چلتے، ہم بستی میں پہنچنے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔"

"اوہ استاد معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا، بستی میں داخل ہونے کے بعد تو یہ کار بھی شناخت کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں ہو اور اجنبی لوگوں کو چلاتے دیکھ کر دوسرے لوگ چونک پڑیں۔"

سردارے کی یہ بات بھی وزنی تھی، میں نے کار کی رفتار سست کر دی تو سردارے چونک کر بولا۔

"ارے نہیں نہیں باس چلتے رہو چلتے رہو۔ ادھر تو وہ دیکھو وہ بائیں سمت روشنی کیسی نظر آ رہی ہے۔" اس نے کہا۔

ابھی بستی دور معلوم ہوتی تھی، لیکن بائیں سمت ایک مدھم سی روشنی جاگ رہی تھی، میں سردارے کی طرف دیکھنے لگا اور سردارے میری طرف۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، قسمت آزماتے ہیں، اللہ مالک ہے۔"

ہم نے کار کا رخ اس روشنی کی جانب موڑ دیا۔ راستہ کچا اور ناہموار تھا، کار اچھلتی کودتی اس پر جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک چوڑا احاطہ تھا جس میں لکڑی کے کھمبے باندھ کر ایک باڑھ باندھی گئی تھی۔ اندر ایک چھوٹی سی کھپریل کی عمارت نظر آ رہی تھی شاید یہ کوئی فارم تھا، اطراف میں کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ یقیناً یہاں کھیتوں کے نگراں رہتے ہوں گے، لیکن صورت حال بڑی پریشان کن تھی، تاہم خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ کوئی شخص غالباً ہمیں دیکھ رہا تھا، چونکہ جب ہم نے کار اس احاطے کے سامنے روکی تو ہمیں ایک ٹارچ کی روشنی نظر آئی جو ہم پر ڈالی جا رہی تھی۔

میں اور سردارے نیچے اتر آئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے، اسی وقت ایک غراتی آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم لوگ۔؟ کیا بات ہے؟"

"مسافر ہیں ہم، راستہ بھٹک کر اس طرف آ گئے، ہیں کہا ہمیں رات کے ان چند لمحات کے لیے پناہ مل سکتی ہے۔"

دوسرا آدمی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آیا اور ہمارے حلیوں کا جائزہ لینے لگا، ہم بھی اس دوران اس کا جائزہ لیتے رہے تھے۔ درمیانی عمر کا آدمی، لیکن ذرا اکڑو سا ہاتھ پاؤں کا مالک۔

"مگر تمہارا حلیہ تو عجیب ہو رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"بابا سینکڑوں مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں، یہ کونسی جگہ ہے۔"

"یہ ایک فارم ہاؤس کی عمارت ہے۔"

"کس کا ہے یہ فارم ہاؤس۔"؟

"میرے مالک کا۔ میں ملازم ہوں ان کا۔"

"اوہ کیا یہاں تم اکیلے رہتے ہو بابا۔" سردارے نے سوال کیا۔

"ہاں میں اس علاقے کا محافظ ہوں۔"

"بہرطور ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے ہم تو تھوڑی دیر کے لیے پناہ چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنی گاڑی احاطے میں لے آؤ۔ میں تمہارے لیے برآمدے میں ہی بندوبست کر سکتا ہوں، اندر کی عمارت کو میں خود بھی استعمال نہیں کر سکتا، اجازت نہیں ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہمیں اندر کی عمارت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ کہیں بھی ہمارا انتظام کر دیں، ہم تھوڑی دیر گزارنے کے بعد صبح ہی صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے مکاری سے کہا اور سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے کار اندر لے آیا تھا۔

کار ہم نے اس برآمدے کے قریب ہی کھڑی کر دی جس کے بارے میں بوڑھے نے ہم سے کہا تھا کہ وہ اسے ہماری رہائش گاہ بنا سکتا ہے۔ برآمدے سے ملحق ایک بہت ہی چھوٹا کمرہ تھا جو غالباً اس بوڑھے کی رہائش گاہ تھا۔

فارم کے اندر کی عمارت بہت ہی خوب صورت نظر آتی تھی، لیکن باہر سے اس میں تالا لگا ہوا تھا اور یقیناً یہ تالا مالک کی

آمد ہی کھولا جاتا ہوگا۔

بوڑھے نے اندر سے کچھ سامان نکال کر باہر ڈال دیا، یہ بستر کمبل، تکیے وغیرہ تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا۔

"کار بند کر کے یہاں لیٹ جاؤ۔ میں مزید تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"بابا جس قدر مدد آپ نے کر دی ہے، وہی کیا کم ہے۔" میں نے اور سردارے نے کہا۔

بوڑھا ہمارے تکیے رکھ کر ایک بار پھر اپنی کوٹھری میں چلا گیا تھا اور سردارے اس کے پیچھے ہی پیچھے دروازے تک پہنچا تھا پھر جیسے ہی بوڑھا واپس آیا سردارے نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس کے بعد بھلا بوڑھے کے ہوش و حواس کہاں قائم رہ سکتے تھے۔ سردارے نے اسے بیہوش کر کے ایک سمت ڈال دیا اور احتیاط کے ساتھ جھک کر اس کی شکل دیکھنے لگا، بوڑھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ سردارے نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسے اس کی کوٹھری میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے بوڑھے کی ٹارچ سے بوڑھے کی کوٹھری کا جائزہ بھی لے لیا تھا، لیکن یہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے خطرہ محسوس ہو، عمارت بھی بند تھی، اگر یہ شخص اکیلا نہ ہوتا تو خطرہ پیش آ سکتا تھا۔ بہرطور ہمیں ایک عارضی رہائش گاہ مل گئی تھی اور اب اس کار سے فوری طور پر چھٹکارہ پالینا ضروری تھا، کیونکہ یہ کار ہی ان کی سراغ رسانی کر سکتی تھی۔

میں نے سردارے سے کہا کہ وہ اس کار کو لے جا کر ایسی جگہ چھپا دے جہاں سے اسے آسانی سے تلاش نہ کیا جا سکے۔ اسے اس وقت تباہ کرنا مناسب نہیں ہوگا، چونکہ ممکن ہے اطراف میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہوں جو کار کا دھماکہ سن کر اس طرف تفتیش حال کے لیے دوڑے چلے آئیں۔

سردارے نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے مجھے بھی ہدایات دیں کہ میں یہاں کے معاملات کو پوری طرح کنٹرول کروں اور اس کے بعد وہ کار لے کر نکل گیا۔

برآمدے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی لائٹ کے لیے یہاں غالباً جنریٹر کا انتظام کیا گیا تھا، کیونکہ ہلکی ہلکی جنریٹر کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ فارم ہاؤس کی اس عمارت میں جنریٹر لگانے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرطور میں نے اس پر غور بھی نہیں کیا۔ بوڑھا بیہوش پڑا ہوا تھا جو اس فارم ہاؤس کا نگران تھا، اس کے بعد میں اس بیہوش شخص کی طرف متوجہ ہو گیا جسے ہم اغوا کر لائے تھے، وہ اب بھی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی ہوش میں نہیں آئے گا۔

بہرطور فی الحال یہ جگہ ہمارے لیے مناسب تھی، میں سردارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے واپس آ گیا، اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔

"چھپا دی۔"

"ہاں چیف کام تمھاری مرضی کے مطابق ہو گیا۔"

"کیا اطراف میں کوئی ایسی جگہ موجود ہے۔؟"

"ساری جگہیں ہی ایسی ہیں چیف۔ گھنی جھاڑیوں کے جھنڈ یہاں سے بائیں سمت تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ جھاڑیاں ایسی ہیں کہ یہاں اگر تم چاہو تو ٹرک بھی چھپا سکتے ہو، دور سے دیکھنے پر پتہ بھی نہ چل سکے۔"

"گڈ۔ کار کی تلاشی لے لی تھی۔"

"ہاں چیف اس سے تو بڑی کام کی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"پیش کروں۔" سردارے نے کہا اور میں اس کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ سردارے کے بدن پر تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جب میں نے اس سے وہ چیزیں پیش کرنے کے لیے کہا تو وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور فارم ہاؤس کی عمارت کے احاطے کے نزدیک سے دو لمبی لمبی رائفلیں اٹھا لایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ دستی بم وغیرہ بھی تھے۔ میں نے حیرت و دلچسپی کی نگاہوں سے انھیں دیکھا تھا۔ پھر سردارے نے دو پستولیں میرے سامنے ڈال دیں۔

"کمبختوں نے کار کی ڈگی میں پورا اسلحہ خانہ بنا رکھا تھا اور یہ بہتر ہی ہوا باس کیونکہ میری کار میں کافی سامان موجود تھا جو ان بدبختوں نے تباہ کر دیا۔" سردارے بولا۔

"ہاں واقعی یہ رائفلیں ہمارے کام آ سکتی ہیں۔"

"لیکن چیف اب پروگرام کیا ہے۔" سردارے نے پوچھا۔

"تم اس شخص کو کس مقصد کے لیے لائے ہو۔؟"

"اسے ہوش میں لا کر اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"تب پھر عمارت کا اندرونی دروازہ کھول لو۔" میں نے کہا اور سردارے عمارت کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عمارت کا دروازہ کھول لیا تھا۔

جنریٹر کی وجہ اب میری سمجھ میں آ گئی تھی عمارت میں باقاعدہ لائٹ کا انتظام تھا، چار کمرے تھے۔ چاروں انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آراستہ تھے۔ ہر قسم کا فرنیچر اور کھانے پینے کا سامان بھی وہاں موجود تھا، ایک کچن تھا، باتھ روم تھا، غرض رہائش کے لیے تمام ضروری اشیا یہاں موجود تھیں۔ میں نے آہستہ سے سردارے سے کہا۔

"سردارے کیا یہ جگہ ہماری پناہ گاہ کے طور پر موزوں نہیں

ہوگی۔"

"استاد اسے دیکھ کر تو یہی لگتا ہے جیسے یہ ہمارے لیے ہی بنائی گئی ہو۔"

"لیکن ممکن ہے یہاں فوراً ہی کسی سے سابقہ پڑ جائے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"فارم ہاؤس کا مالک کب یہاں آتا ہے، کس طرح آتا ہے اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں؟"

"استاد یہ کونسی مشکل بات ہے۔ یہ بوڑھا محافظ ہمیں بتائے گا۔" سردارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"تمھارا دماغ اب بھی اسی طرح چلتا ہے سردارے تم سے تو اب تک کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔"

"باتیں کریں گے استاد، اچھی طرح باتیں کریں گے، پہلے ان معاملات سے نمٹ لیں، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سردارے زندہ ہو اور زیبی بھابھی ان لوگوں کے پھندے میں پھنسی رہیں۔ ویسے استاد تم اس دوران خاصی خونریزی کرتے رہے ہو، تمھاری فطرت میں تو یہ بات نہیں تھی اور دوسرے معاملات کا کیا ہے۔؟"

"دوسرے معاملات سے تمھاری کیا مراد ہے۔"

"میرا مطلب ہے وہی۔" سردارے نے کہا اور معنی خیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"زیبی سے اپنی زندگی وابستہ کرنے کے بعد سردارے میں نے اپنی زندگی مکمل پُرسکون کر لی تھی۔ اگر یہ ہنگامہ خیزی نہ ہوتی تو شاید میں زندگی میں کبھی اس طرف راغب نہ ہوتا، لیکن ان لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا اور بے شمار انسانی جانیں میرے ہاتھوں سے ضائع ہو گئیں۔"

"اب اس کے لیے مجبوری ہے استاد کیا کیا جا سکتا ہے، ویسے یہ کم بخت ترلوکا پھر اتنا ہی مضبوط ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ تمھارا کیا خیال ہے ہم پر یہ حملے کیوں ہوئے، کیا تیرو کے قتل کا مسئلہ حل ہو گیا۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بات چھپی نہیں رہی ہوگی۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ اُس آدمی کو اندر لے آیا جو ابھی تک بیہوش تھا۔ یہاں لانے کے بعد اُسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی گئیں۔ باہر کی طرف سے ہم قطعی غافل نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم میں سے ایک ایک آدمی باہر آ کر دروازے کا جائزہ لیتا تھا لیکن چاروں طرف ہولناک سناٹے اور ویرانی کے علاوہ کچھ نہیں تھا تب سردارے نے کہا۔

"استاد یہ دروازہ بند کر دینا زیادہ مناسب ہے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ باہر کی روشنی بھی بند کر دی جائے، چونکہ جس طرح ہم لوگ اس فارم ہاؤس کی عمارت کی جانب متوجہ ہوئے ہیں، اسی طرح دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"بات معقول تھی اس لیے میں نے سردارے کی ہدایت پر عمل کیا، البتہ بوڑھے بیہوش محافظ کو بھی ہم اسی کمرے میں اٹھا لائے تھے۔ پھر سردارے نے اس شخص پر طبع آزمائی شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ پر اور سردارے پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، اس نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تت۔ تم۔ تم۔؟"

"ہاں۔ ہم۔ ہم۔" سردارے اس کے انداز میں بولا اور ہنس پڑا۔

وہ شخص عجیب نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں زندگی واپس آنے لگی اور پھر اس نے ایک دم اٹھنے کی کوشش کی، لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے ایک طرف لڑھک گیا۔

"واہ میری جان، خوب اچھل کود کر لیتے ہو تم تو لیکن ذرا غور کرو، ابھی تمھاری گردن پر ایک تیز چھری پھر جائے گی اور تمھارا نرخرہ کٹ جائے گا، اس سے خون کی دھاریں پھوٹ کر اس قالین کو سرخ کریں گی، لیکن ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی، کیونکہ یہ قالین ہمارے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب۔؟ کیا بکواس ہے۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم۔ یہ دیکھو۔" سردارے نے اپنی آستین میں سے ایک لمبی چھری نکال لی جس پر چمڑے کا خول چڑھا ہوا تھا اس نے خول نکالا تو چھری کی تیز چمک نگاہوں کے سامنے لہرا گئی، اس شخص نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

"مگر تم۔ تم مجھے قتل کیوں کرو گے۔؟"

"اس لیے میری جان کہ تم ہمیں قتل کرنا چاہتے تھے۔" سردارے نے کہا۔

"اوہ تو تم لوگ۔ تم لوگ وہی ہو۔ وہی ہو تم لوگ۔" وہ شخص بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"ہاں وہی ہیں ہم لوگ۔ کیا سمجھے اب بولو۔"

"مم۔ میں کیا بولوں۔"

"جو ہم کہیں وہی بولو۔ بولو کیا بولو گے۔" سردارے بھی اُس

سے اُلجھا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے کبھی مجھے کبھی سردارے کو دیکھنے لگتا۔ سردارے نے چھری اُس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ، کون ہو تم اور کس نے تمھیں بھیجا تھا؟"

وہ کانپ گیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت اُبھر آئی تھی، اُس نے سردارے کے ہاتھ میں دبی ہوئی چھری کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مم۔ میں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"جان لوگے۔ جان لوگے، ہم تمھیں سب کچھ بتانے پر مجبور کردیں گے، کس طرح، پہلے یہ جان لو سردارے نے اس کی پیشانی پر کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک ایک لکیر بنا دی۔ اس لکیر سے خون کی دھار پھوٹ پڑی حالانکہ بہت ہلکا سا نشان تھا لیکن خون تیزی سے بہنے لگا تھا اس شخص کے حلق سے کرب ناک چیخ نکلی اور وہ دہشت سے کانپنے لگا، اس نے گردن ادھر اُدھر جھٹکی، لیکن یہ بھی اس کے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہوا۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا، سردارے مسکرا رہا تھا، میں نے سردارے کے انداز میں بڑی سفاکی محسوس کی اس سے پہلے وہ اتنا سفاک نہیں تھا، پتہ نہیں اس کی زندگی اس دوران کس طرح گزرتی رہی ہو۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سردارے میری ہی مانند پرسکون زندگی گزارتا رہا ہو لیکن اس وقت جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ میرے لیے ذرا اجنبی تھا۔

خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں پر آنے لگا تو سردارے نے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے خون پونچھ دیا۔

"ہاں اب ذرا غور کرو، یہ چھری تمھارے جسم کے کسی اور حصے پر مثلاً ناک۔ ہاں اگر میں تمھاری ناک کا ذرا سا سرا کاٹ دوں تو کیسا رہے گا لیکن دوست ساری زندگی تم نکٹے پھرتے رہوگے، بہتر یہ ہے کہ مجھے اس کا موقع نہ دو۔"

"مار ڈالو، مجھے جان سے مار ڈالو، پلیز مجھے جان سے مار ڈالو" اس نے کہا۔

"مار دیں گے، مار دیں گے۔ ہم تمھاری ہر خواہش پوری کر دیں گے، لیکن اس وقت تک نہیں جب تک تم اپنی زبان نہیں کھولوگے۔"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف اُبھر آیا تھا، سردارے کی سفاک گفتگو اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہوئی تھی۔ چند لمحات وہ خاموش رہا، اُس کی ایک ایک حرکت سے اُس کے شدید خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے کس نے بھیجا ہوگا؟"

"دیکھو عزیزمن ہم پہیلیاں نہیں بوجھ رہے، صاف گفتگو کرو، ورنہ تمھارا حشر خراب ہو سکتا ہے۔"

"میں۔ میں۔ میں۔ میں ترلوکا کا آدمی ہوں۔"

"ہاں یہ ہوئی نا بات لیکن یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ تم ترلوکا کے آدمی ہو۔ کیا تمھیں براہِ راست ترلوکا نے ہی ہمارے پیچھے لگایا ہوا ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر کون ہے وہ۔؟"

"ٹیزو۔"

"اوہ، کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ ٹیزو مارا جا چکا ہے۔"

"ہاں اس کی موت کی اطلاع ہمیں مل گئی تھی اور ہم فوراً ہی عمل میں آگئے تھے، یہ ہماری ڈیوٹی تھی کہ ہم تم پر نگاہ رکھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم لوگوں کو جگہ جگہ چیک کیا جاتا رہا ہے۔ تم تو نئے آدمی ہو اور تمھارے بارے میں ہمارا ایک شعبہ تحقیقات کر رہا ہے کہ تم کون ہو سکتے ہو لیکن یہ۔ یہ" اس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا۔

"ہاں میں تمھاری نگاہوں میں ہوں۔"

"ہاں۔ ہمارا ایک پورا ڈپارٹمنٹ تمھارے ایک ایک لمحے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"لیکن تم لوگوں نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"یہ ترلوکا کا حکم تھا" اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ حقیقت تھی اس سے پہلے بھی مجھے اس بات کے شواہد مل چکے تھے کہ ترلوکا پوری طرح مجھ پر نگاہ رکھ رہا ہے لیکن بعد میں، میں اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ اب میں ترلوکا کی نگاہوں سے محفوظ ہو گیا ہوں۔ لیکن یہ کمبخت۔ یہ کمبخت کیا کہہ رہا ہے، اب میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہوں ترلوکا میرے بارے میں کیا کیا جانتا ہے۔"

"تم راجہ نواز اصغر ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں ہوں۔"

"اور تم ترلوکا کے مخالفوں میں سے ہو۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"بس وہ یہ جانتا ہے، تمھارے معاملے میں ایک ایک جگہ کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ ہر اس جگہ جہاں تم موجود ہوتے ہو، ہمارے آدمی تمھارے بارے میں ٹیزو کو اطلاعات فراہم کرتے رہتے تھے۔"

"اور ٹیزو ان اطلاعات کو ترلوکا تک پہنچاتا ہوگا۔"

"ہاں یہ اس کی ذمہ داری تھی۔"

"گویا اس پورے علاقے کو ٹیزو ہی کنٹرول کرتا تھا۔"

"ہاں۔"

"اس کی موت کے بعد کیا ہوگا۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں تو ایک معمولی کارکن ہوں۔"

"ٹھیک ہے، یہ تو تم ضرور جانتے ہوگے کہ میری بیوی زیبی کہاں ہے۔؟"

"یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔ یہ بات تو شاید مسٹر ٹیزو بھی نہیں جانتے ہوں گے۔"

"میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔"

"تمھیں تسلیم کرنا ہوگا۔ میں یہ بات جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ یہ سب کچھ تمھیں بتا کر میں نے اپنی موت کے کاغذ پر دستخط کر دیئے ہیں اب مجھے کسی قیمت پر نہیں چھوڑا جائے گا۔"

"ترلوکا کہاں ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو۔ دیکھو مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے تم نہ معلوم کرو چیف میں معلوم کیے لیتا ہوں۔" سردارے نے چھری کی نوک ایک بار پھر اس کی گردن پر رکھ دی۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"سنو بات سنو، مجھے قتل کر کے تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر کچھ معلوم ہی کرنا چاہتے ہو تو جاؤ گیری کوپ کے بارے میں چلے جاؤ، گیری کوپ کے بارے میں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"!

"واہ یہ تم نے قصہ حاتم طائی شروع کر دیا کہ یہاں سے پہنچو وہاں چلے جاؤ، وہاں سے پہنچو یہاں چلے جاؤ، میرے دوست تمھیں صحیح طور سے بتانا ہوگا کہ گیری کوپ کے بارے میں ہمیں کیا مل سکتا ہے۔"

"ترلوکا، وہاں تمھیں ترلوکا مل سکتا ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر ایک دم اپنا منہ بند کر لیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے بدن سے سارا خون نچڑ گیا ہو، جیسے یہ الفاظ کہہ کر اس نے اپنی موت کو آواز دے لی ہو۔ لیکن اب ہم اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔

گیری کوپ کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہونی چاہئیں تھیں ہمیں نے اس کا بازو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"تمھیں گیری کوپ کے بارے میں تفصیلات بتانا ہوں گی۔"

"تم خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔" اس نے کہا اور دفعتاً اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ سردارے جواب تک اُس کی گردن پر چھری رکھے ہوئے تھا اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا ایک جھٹکے سے چھری آدمی کے قریب اس کی گردن میں پیوست ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ اُبل پڑا تھا۔ سردارے کے حلق سے ایک آواز سی نکل کر رہ گئی تھی۔

اس نے یہ خودکشی کیوں کی تھی، غالباً اُسے یقین تھا کہ اس انکشاف کے بعد اس کی موت اس سے کہیں زیادہ کربناک ہوگی۔

سردارے نے پھرتی سے چھری اس کی گردن سے کھینچ لی اور اس پر جھک گیا۔

"اب بتا دو، اب تو بتا دو۔ تم نے خود ہی تو خودکشی کی ہے۔ میں نے تو تمھیں قتل نہیں کیا۔" اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی، لیکن آواز کی نالی کٹ چکی تھی اس کے حلق سے خرخراہٹ کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔ اور چند لمحات کے بعد اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

سردارے ایک گہری سانس لے کر کھڑا ہو گیا تھا "کم بخت نے خوفزدہ ہو کر خودکشی کر لی۔ کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور بتا سکتا۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا، سردارے بھی افسردہ ہو گیا تھا، بہرطور اب اس کے بعد ہمیں یہاں اور کوئی کام نہیں تھا، لیکن رات کے اس آخری حصے میں کہیں جانا بھی ممکن نہیں تھا، چنانچہ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رات ہمیں یہیں گزارنی چاہیے۔"

میں نے سردارے سے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"کس سلسلے میں چیف۔؟"

"بقیہ زندگی یہیں گزاروگے؟"

"جگہ تو ایسی ہی ہے چیف۔ مگر اب نہ وہ نواز اصغر ہے اور نہ وہ سردارے۔"

"کیا مطلب؟"

"یاد نہیں ہے۔ ہر جگہ اپنی جاگیر ہوتی تھی جہاں پھیل گئے وہیں ڈیرہ جما لیا۔"

"ہاں سردارے۔ زندگی واقعی بڑی عجیب چیز ہے۔ بہرحال رات تو یہاں ہی گزارنی پڑے گی۔"

"اس وقت جائیں گے بھی کہاں چیف۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فارم ہاؤس کا محافظ بوڑھا اسی جگہ بے ہوش پڑا ہوا تھا ہمارے شکار کی گردن سے بہا ہوا خون نیچے بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو گیا تھا چونکہ قالین ہلکے رنگ کا تھا اس لیے خون اس پر نمایاں نظر آ رہا تھا اس آدمی کی موت کا ہم دونوں کو کوئی افسوس نہیں تھا سوائے اس کے کہ اگر گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیلات معلوم ہو جاتیں تو ہمیں ہمارے کام میں آسانی ہوتی۔

کافی دیر اس طرح گزر گئی میں اور سردارے وہیں فرش پر دراز ہو گئے تھے باہر کے معاملات کو اب کہاں تک کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔

البتہ ہمارے ہتھیار ہمارے پاس موجود تھے جن کے ذریعہ اگر کوئی واقعہ پیش بھی آجاتا تو ہم اپنی حفاظت کر سکتے تھے حالانکہ بدن تھکن سے چور ہو رہا تھا لیکن نیند نہیں آئی کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد سردارے ایک دم اُچھل پڑا۔

"چیف" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہاں۔ کیا بات ہے سردارے۔؟"

"چیف بالکل خاموش لیٹے ہوئے ہو کیا نیند آ رہی ہے"

"نہیں۔ میرا ہی خیال تھا اس لیے میں نے تمھیں آواز دے لی تھی۔

"کوئی خاص بات تمھارے ذہن میں آئی ہے سردارے"

"ہاں چیف۔"

"وہ کیا۔؟"

"گیری کوپ کہیں کوئی فرضی کردار تو نہیں ہے۔؟"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا پھر میں ہی بولا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یہ آدمی خودکشی نہ کرتا" سردارے کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو چیف۔ یہ خوف کی انتہا تھی کہ اس نے خود ہی مر جانا پسند کیا۔ مگر کاش یہ ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا دیتا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے"

"کیا سردارے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف۔ کیا یہ بوڑھا ہمیں گیری کوپ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا" میں سردارے کی اس بات پر اُچھل پڑا تھا چند لمحات خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"ہاں سردارے۔ اس کے امکانات ہیں سو فیصدی امکانات ہیں۔"

"ہاں چیف، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی مشہور شخصیت ہے تو بوڑھا اسے ضرور جانتا ہوگا۔"

"کیا یہ زبان کھول سکے گا"

"ہم اچھے اچھوں کی زبان کھلوا لیتے ہیں چیف" سردارے نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ رات آہستہ آہستہ بہتی رہی۔ ہم لوگوں نے تھوڑی دیر کے لیے پلکیں جھپکائیں تھیں لیکن نیند خود بخود اُچٹ گئی اور ہم جاگ گئے۔ صبح کی روشنی پھوٹ چکی تھی۔ سردارے اپنی جگہ سے اٹھا اور کچن کی جانب دیکھا اور پھر اندر سے اس کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے چیف جیسے ان لوگوں نے ہمارے لیے سارے انتظامات کر کے رکھے ہیں ارے یہاں تو بہت کچھ موجود ہے"

"بھوک لگ رہی ہے سردارے جو کچھ ہے لے آؤ پلیز" میں نے کہا۔ اور سردارے کچن میں مصروف ہو گیا اندر سے مختلف آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور سردارے کسی گھریلو عورت کی طرح سارے کام کر رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے سنبھالے ہوئے اندر آ گیا جس میں رکھے ہوئے برتنوں سے کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی مختلف اقسام کے بسکٹ موجود تھے اور کچھ خشک میوے بھی، جو اس وقت بخانے کتنے لذیذ محسوس ہوئے۔ ہم نے سب کچھ ہی چٹ کر ڈالا تھا کیونکہ یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے بعد ہمیں کب کھانا وغیرہ نصیب ہو۔ بوڑھا بھی شاید ہوش میں آ گیا تھا لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ اتفاقاً ہی ہماری نگاہ اس کی طرف اُٹھ گئی تو ہم نے اُسے پلکیں جھپکاتے ہوئے پایا وہ خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا تب سردارے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"شریف آدمی کچھ کھاؤ گے۔؟"

"تم۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو" اس نے کہا۔

"فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ناشتہ کر لو۔ کیا خیال ہے میں تمھارے لیے ناشتہ لاؤں۔"

"آہ۔ شاید تم نے عمارت کا تالا کھول لیا یہ تم نے اچھا نہیں کیا"

"کیا اچھا کیا ہے کیا بُرا کیا ہے اس کے بارے میں ابھی تمھیں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی فی الحال تم یہ بتاؤ کہ تمھیں کچھ کھانے کے لیے پیش کیا جائے یا پھر تم ہم سے گفتگو کرنے پر تیار ہو۔"

"مم۔ میں۔ اگر تم چور ہو تو رات کو یہاں سے بھاگ کیوں نہیں گئے۔"

"اور اگر چور نہیں ہیں تو۔؟"

"تو پھر یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ یہ ہوئی نا بات تم سے صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں بزرگوار اور ہمیں یقین ہے کہ تم اس کا ہمیں سچ سچ جواب دے دو گے۔"

"کیا مطلب کیا چاہتے ہو تم۔؟"

"اُٹھ کر بیٹھو، ذرا یہ دیکھو ہم تمھارے لیے کیا تحفہ لائے ہیں۔"

سردارے نے اسے سہارا دے کر بٹھا دیا اور تب اس کی نگاہ اس لاش پر پڑی۔ بوڑھے کا منہ کھلا اور کھلے کا کھلا رہ گیا وہ ایک بزدل آدمی معلوم ہوتا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ادھر اُدھر جھومنے لگا۔

"نہیں اگر تم بے ہوش ہوئے تو پھر زندگی میں کبھی ہوش میں نہ آسکو گے" بوڑھے نے پھرتی سے آنکھیں کھول لی تھیں پھر وہ خوفزدہ لہجے میں بولا

"ہاں۔ تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"گیری کوپ کہاں رہتا ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں تفصیل نہیں جانتا لیکن اس کی دیہاتی قیامگاہ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد بستی کے آخری سرے پر ہے۔"

"ہوں۔ ہمارے جانے کے بعد تم اپنے مالک سے کس طرح رابطہ قائم کرو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم ان حالات کے بارے میں بتلانے تو جاؤ گے"

"نہیں میرے جانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں یہاں سے کہاں جاؤں گا۔؟"

"تو پھر اس لاش کا کیا کرو گے۔؟"

"اس کے۔ اس کے بارے میں تم ہی فیصلہ کر سکتے ہو"

"ہم نے تو یہی فیصلہ کیا ہے کہ اُسے یہیں چھوڑ جائیں"

"تو پھر چھوڑ جاؤ۔"

"تمھارے مالک سے رابطہ قائم کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے"

"کوئی ذریعہ نہیں جب وہ لوگ خود یہاں آتے ہیں تو۔ تو"

"یہ بتاؤ میرے دوست کہ اب تم اسے اطلاع دینے کے لیے کیا بندوبست کرو گے۔"

"دیکھو اطلاع دینا تو ضروری ہے چونکہ میری بھی گردن پھنس جانے کا معاملہ ہے لیکن تم بے فکر رہو میں اس بارے میں تمھارا نام نہیں لوں گا۔"

"کیا واقعی۔؟"

"ہاں۔ میں غریب آدمی ہوں مجھے قتل کرنے سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اُن سے یہی کہوں گا کہ رات کو کچھ لوگ اس طرف آئے تھے اور ایک لاش چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ کون تھے کیا تھے اور انھوں نے مجھ سے کیا گفتگو کی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا چونکہ اس طرح میری بھی گردن پھنستی ہے" بوڑھا دہشت زدہ لہجے میں یہ تمام باتیں کہہ رہا تھا سردارے نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے سردارے، لیکن گیری کوپ کے بارے میں ابھی اسے کچھ اور بتانا چاہیے۔"

"قسم لے لو مجھ سے میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تم آگے بڑھو گے تو تمھیں اس کی دیہی رہائش گاہ خود بخود نظر آجائے گی" اس نے کہا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے کو ہلاک کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔۔

بہر طور اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے اور ہم اُسے فارم ہاؤس کے دروازے تک لائے۔ یہاں سے اُس نے ہمیں وہ سمت بتائی جہاں سے گزر کر ہم گیری کوپ کی قیام گاہ تک پہنچ سکتے تھے اور اس کے بعد ہم چل پڑے بقیہ سفر آرام سے گزرا تھا کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابلِ ذکر ہو۔ گیری کوپ کی قیامگاہ دیہاتی طرز کی ایک عمارت تھی لیکن اس کے اطراف کے علاقے بید حسین تھے کافی فاصلے پر ایک بستی نظر آرہی تھی جس میں چھوٹے موٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے آخری سرے پر شاید کچھ بڑے مکانات بھی تھے اور اس کے بعد کیا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہ عمارت بستی کے آخری سرے پر ہی بالکل الگ تھلگ واقع تھی اس عمارت سے قریب ترین عمارت کا فاصلہ بھی تین چار میل سے کم نہیں رہا ہوگا۔ اور سڑک سے کافی دور یہ قیام گاہ دیکھنے کی چیز تھی۔

بہر حال یہ اندازہ نہیں ہو پایا کہ گیری کوپ خود بھی اس عمارت میں موجود ہے یا نہیں ہمیں اس کے لیے پورا دن گزارنا تھا، اور رات کو ہم اپنی کارروائی کر سکتے تھے چنانچہ دن گزارنے کے لیے عمارت سے کافی فاصلہ پر ایک کھیت تلاش کر لیا گیا جس میں گھنے درخت بھی تھے۔ میں نے اور سردارے نے طے کیا ہم سارا دن ان گھنے درختوں میں گزاریں گے اور پھر ہم نے ایک مناسب جگہ تلاش کر لی، طبیعت کافی مضمحل ہو رہی تھی اور نیند کی وجہ سے ذہن و دل پر غبار چھا رہا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ جھاڑیوں میں گھس کر سو گئے اور پھر اس وقت جاگے جب شام کو اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب پرواز کرنے والے پرندے چیخ رہے تھے۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور طبیعت پر ایک عجیب سی اُداسی چھائی ہوئی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب ہم نے ہلکی سی ورزش کی تو ہمارا بدن ترو تازہ ہو گیا۔ نیند پوری ہو گئی تھی۔ ہمارے ہتھیار وغیرہ ہمارے پاس موجود تھے جس کا مقصد تھا کہ ابھی تک کوئی نہ تو ہم تک پہنچا ہے اور نہ ہی اُس نے ہمارے بارے میں کوئی اندازہ لگایا ہے۔

گیری کوپ کی عمارت یہاں سے صاف نظر آئی تھی عمارت میں اندرونی حصوں میں روشنیاں جل اُٹھی تھیں اور اب ہمیں اس عمارت کے بارے میں اندازہ لگانا کہ گیری کوپ کیا چیز ہے اور اندر کیا کچھ موجود ہے۔ میرے اور سردارے کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ سردارے باہر رہ کر صورت حال پر نگاہ رکھے گا اور میں اندر کا جائزہ لوں گا۔ دونوں کا ایک جگہ جا کر پھنسنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ اس تمام کارروائی کے بعد ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔

عمارت روشن ہوتی جا رہی تھی۔ البتہ ایک حصہ تاریک تھا۔ یہ عقبی حصہ تھا میں آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف

لکڑی کی باڑھ لگی ہوئی تھی، میں نے دور ہی دور سے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر لکڑی کی باڑھ کو پار کرکے اندر داخل ہوگیا۔ میں نے داخلے کے لیے عقبی حصہ ہی استعمال کیا تھا جہاں تاریکی تھی۔

اس طرف اُونچے گھنے گھنے درخت لگے ہوئے تھے یہ اس قدر گھنے تھے کہ ان کے درمیان باآسانی چھپا جا سکتا تھا میں ان کے سائے سائے چلتا ہوا عمارت کے بائیں حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرف ایک سوئمنگ پول نظر آرہا تھا بہت خوبصورتی سے یہ جگہ بنائی گئی تھی مجھے اندازہ ہوگیا کہ گیری کوپ جو کوئی بھی ہے بہرطور اچھے ذوق کا ہی مالک ہے۔ سوئمنگ پول میں اس وقت کوئی نظر نہیں آرہا تھا البتہ اس سے تھوڑے فاصلے پر بنچ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ یہ شخص کسی حد تک میرے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا تھا بشرطیکہ اس پر قابو پانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو چنانچہ میں دبے پاؤں اس طرف بڑھنے لگا، پودوں کی باڑھ نے مجھے چھپائے رکھا تھا اور میں عقب ہی عقب میں چلتا ہوا اس جگہ تک پہنچ سکتا تھا جہاں سے بنچ تک کا فاصلہ دس بارہ گز سے زیادہ کا نہ تھا۔

میں دبے قدموں چلتا ہوا اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا لیکن جب میں اس کے پاس پہنچا تو دفعتًا مجھے ایک چیز نظر آئی یہ بنچ پر اس کے برابر رکھی ہوئی ایک اسٹین گن تھی اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں متحیر رہ گیا مجھے اس کی اُمید نہ تھی، اگر وہ شخص ذرا بھی قدموں کی چاپ سن لیتا تو اسٹین گن اُٹھا کر مجھ پر برسٹ مار سکتا تھا چنانچہ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی اس پر حملہ کردوں۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر پوری قوت سے پستول کا دستہ اس کے سر کے پچھلے حصے پر مارا اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اسے عقب سے بنچ کے پیچھے کھینچ لیا تھا نیچے گرنے کے بعد میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور پوری قوت سے اس کی گردن مسل دی اس کے ہاتھ پاؤں بُری طرح پھیلے اور اس کے بعد ساکت ہوگئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسٹین گن اُٹھالی تھی اسٹین گن لوڈ تھی۔

اس کے بعد میں اندرونی عمارت کی طرف چل پڑا یہاں سے میں نے سامنے ہی کا رُخ کیا تھا میں اندر داخل ہوگیا یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کتنے افراد ہیں لیکن ایک کمرے سے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں میں اسے نظر انداز کرتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا اسٹین گن اب میرے پاس تھی اور میں باآسانی اس کا استعمال کر سکتا تھا چند لمحے کے بعد میں ایک بڑے سے کمرے کے سامنے پہنچا جس سے روشنی چھن رہی تھی جب میں اندر داخل ہوا تو میری نگاہ ایک عورت کی پشت پر پڑی وہ آئینے کے سامنے کھڑی غالباً اپنا میک اپ سنوار رہی تھی لیکن اس نے آئینے میں مجھے دیکھ لیا چنانچہ وہ پھرتی سے پلٹی پلٹتے ہی اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا پھر اس پر دہشت اتر آئی وہ خاموش اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی ہوئی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اسٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھ دی۔

"غور کرو تم۔ غور کرو۔ اس اسٹین گن میں سے نکلی ہوئی گولیاں تمہارے اس خوبصورت بدن کو چھلنی کردیں تو کیسا رہے گا۔" اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی اس کی خوبصورت آنکھیں کسی مُردے کی مانند نظر آنے لگیں دہشت کی زیادتی کی وجہ سے اس کے خدوخال تک خراب ہوگئے تھے وہ لہرائی اور فرش پر گر گئی بے ہوشی نے اس کے خوف و دہشت پر غلبہ پالیا تھا۔ لیکن یہ صورت حال میرے لیے غیر معمولی تھی میں اس کی بے ہوشی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اسے ٹٹول کر دیکھا وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی میں جانتا تھا کہ وہ زیادہ دیر بیہوش نہیں رہ سکے گی میں نے آگے بڑھ کر وہ دروازہ بند کردیا۔ اور اندر کی بتی بجھا کر مدہم بلب روشن کردیا۔

پھر میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جلد ہی اس کے ہونٹوں میں پھڑپھڑاہٹ شروع ہوگئی اور پھر آنکھیں کھل گئیں لیکن وہ ذہنی طور پر اب بھی غیر حاضر تھی اس کی آنکھوں میں خالی خالی سے تاثرات اُبھرے ہوئے تھے پھر اس کا چہرہ ایک دم خوف و دہشت کا آئینہ بن گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے میرے ہاتھ میں دبی اسٹین گن کو دیکھ رہی تھی میں نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"سنو۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں تمہارے علاوہ اور کون کون ہے اور کتنے آدمی یہاں موجود ہیں۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کچھ کہنا چاہا لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی چند لمحات تک وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔؟"

"ان پانچوں کا گیری کوپ سے کیا تعلق ہے۔؟"

"وہ سب۔ وہ سب اس کے ملازم ہیں۔" میں نے اندازہ لگایا کہ ان پانچ میں سے چند آدمیوں کو تو بے ہوشی کی نیند سلا چکا ہوں باقی جو کوئی بھی ہے کم از کم یہاں موجود نہیں ہے۔" پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

"تم کون ہو۔ گیری کوپ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"

"میں۔ میں اس کی۔؟"

"ہاں بولو بولو۔"

"بس میں اس کی دوست ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"گیری کوپ اس وقت کہاں ہے۔؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"مم مگر تم کون ہو۔؟" اس کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اُچھل کر دور جا گری۔ اس کے چیخنے سے پہلے میں نے ایک بار پھر اس کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھ دی تھی۔

"تمہارے منہ سے آواز نکلی اور میں نے یہ آواز ہمیشہ کے لیے بند کی۔" وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"گیری کوپ اپنے بار میں ہوگا۔ وہ یہاں بہت کم آتا ہے کیلی لاس کے انتہائی سرے پر تزلوکا کے غاروں کے قریب اس کا بار ہے اور اور۔ وہ وہیں ہے۔"

"ہوں ہوں۔ بس میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ غار کس سمت ہیں میرا مطلب ہے گیری کوپ کا وہ بار کس طرف ہے؟"

"کیا تم نہیں جانتے۔ تم ہو کون۔؟" اس نے سوال کیا لیکن اس کے جواب میں پھر ایک تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے۔" میں نے کہا۔ اور وہ باقاعدہ سسکنے لگی۔

"جلدی بتاؤ۔ میں نے پھنکارتی آواز میں کہا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور اس کا بدن دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ غالبًا اسے یقین ہوگیا تھا کہ مجھے بتائے بغیر اس کی گلوخلاصی ممکن نہیں ہے۔ بہرطور وہ مجھے گیری کوپ کے بار کے بارے میں تفصیلات بتانے لگی اور میں اس کے چہرے سے اس کی سچائی کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم۔ تم گیری کوپ سے کس قدر قریب ہو۔؟ کیا تم اس کے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو۔"

"نہیں۔"

"بکواس بالکل بکواس میں جانتا ہوں کہ تم۔ تم گیری کوپ سے کیا تعلق رکھتی ہو بلاوجہ یہاں نہیں آگھسا تھا تم سے بہت ساری معلومات کی توقع لے کر یہاں تک پہنچا تھا لیکن تم شاید زندگی ہی کھونا چاہتی ہو۔"

"نہیں نہیں، اب میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی لعنت ہے مجھ پر کہاں پھنس گئی۔ تم کون ہو۔؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"اگر میں تمہیں اپنا نام بتادوں تو کیا تم مجھے حقیقت حال سے آگاہ کردوگی۔"

"کوشش کروں گی۔"

"تو پھر سنو۔ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر اپنے ان الفاظ کا ردّعمل دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایک دم چونک پڑی تھی، اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار اُبھر آئے۔

"تم۔ تم۔ تم نواز اصغر ہو۔"

"ہاں۔ جانتی ہو مجھے۔" اس نے گردن ہلادی تھی اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"تمہارے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ ہونے والی ہے غالبًا تم۔ تم۔"

"ٹھیک ہے یہ میٹنگ کہاں ہوگی؟"

"وہیں گیری کوپ کے بار میں، شاید تزلوکا بھی وہیں پہنچ جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ میں ذرا تمہارے اور ساتھیوں کو دیکھ لوں۔" میں نے کہا اور اس کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگادی۔ وہ اس ضرب کی متوقع نہیں تھی چنانچہ لہرا گئی میں نے اسے فرش پر گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا اور مسہری پر اُچھالتا ہوا دروازے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا اب خاموشی سے یہاں سے نکل جاتا تھا اگر یہ عورت گیری کوپ سے رابطہ قائم کرکے اسے میرے میں بتاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ظاہر ہے ان لوگوں کو میرے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہیں۔ میں ان لوگوں کی تلاش میں جو اس عمارت میں موجود تھے یہاں وقت نہیں ضائع کرسکتا تھا البتہ ہال سے باہر نکلتے ہی دفعتًا میں نے کچھ قدموں کی آوازیں سنیں اور میں سنبھل گیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ایک بار پھر میں گولیاں چلاؤں چنانچہ جو پہلا شخص میرے سامنے آیا اسٹین گن کی نال نے ایک گولی اُگل دی اور اس کا بدن تڑپ کر فضا میں اُچھلتا ہوا نیچے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے لوگ جو تھے وہ سنبھل گئے تھے چنانچہ انھوں نے مقابلہ شروع کردیا۔ تڑتڑ تڑ کی آواز کے ساتھ بہت سی گولیاں ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گن سے نکلیں اور چھت میں پیوست ہوگئیں لیکن وہ گولیاں چونکہ بدحواسی کے عالم میں چلائی گئی تھیں اس لیے ان سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا البتہ میرے دوسرے برسٹ نے ان سب کو خاموش کردیا تھا اندر موجود عورت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا اتنے لوگوں کو قتل کرچکا تھا تو پھر اس عورت کی زندگی بھی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ ہاں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا اب کم از کم اس طرف سے یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ مزید کوئی شخص مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کرے گا میں نے اس عورت پر جو کرلئے کا ہاتھ لگایا تھا وہ ایک آخری کوشش تھی اور میرا خیال تھا وہ اس کوشش سے بیہوش ہوگئی ہے لیکن وہ بھی چالاک ہی معلوم ہوتی تھی جب میں اندر

پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک دم آنکھیں بند کر لی ہیں یقیناً مجھ سے چوک ہو گئی تھی میں اس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اونچا کر لیا اور اس کے حلق سے ایک اختیاری چیخ نکل گئی اور میرے حلق سے قہقہہ۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بے ہوش نہیں ہوئی ہو۔"

"باہر۔ باہر کیا ہو رہا تھا۔؟"

"ان سب سے نجات حاصل کی جا رہی تھی جو میرے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔"

"تت۔ تو۔ تو۔ تم نے ان سب کو مار دیا۔"

"ہاں۔ یہ ضروری تھا جانِ من اور اب تمھاری باری ہے۔"

"نہیں خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے قتل کر کے تمھیں کیا مل جائے گا۔"

"ملے گا تو نہیں لیکن تمھاری زندگی سے مجھے بہت سے نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔"

"وعدہ کرتی ہوں، وعدہ کرتی ہوں جیسا تم کہو گے ویسا ہی کروں گی تم مجھے ہلاک نہ کرو۔" اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"وعدہ کیا تم نے؟"

"ہاں۔"

"اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ راجہ نواز اصغر کو کس حد تک جانتی ہو۔"

"زیادہ نہیں جانتی بس ان لوگوں کی زبانی تمھارے چرچے سنے ہیں خاص طور سے گیری کوپ کی زبانی۔ گیری کوپ ایک مرتبہ تمھارا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو اور ترلوکا کو ایک بار شدید نقصان پہنچا چکے ہو اور دوبارہ اس کی راہ پر لگ گئے ہو۔ ترلوکا گیری کوپ کے ذریعے تم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا بس یہ سنا ہے میں نے۔"

"تمھیں راجہ نواز اصغر اور ترلوکا کی دشمنی کی وجہ نہیں معلوم۔"

"نہیں مجھے کیا معلوم۔ میرا بھلا اس سے کیا تعلق؟"

"تو پھر زیب النساء کے بارے میں تمھیں ضرور معلوم ہوگا۔"

"یہ کون ہے؟"

"راجہ نواز اصغر کی بیوی۔؟"

"اوہ۔ میں۔ میں میں اس کے بارے میں یقین کرو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"سوری لوڈیر۔"

"میں زندگی سے موت کی طرف نہیں جانا چاہتی اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس وقت تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"لیکن میرے یہاں سے نکلنے کے بعد گیری کوپ کو اطلاع دینا تو تمھارا سب سے پہلا کام ہوگا۔"

"نہیں دوں گی۔"

"اس پر کیسے یقین کروں۔"؟

"تم یقین کر لو مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ اور میں نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا وہ اس طرح گڑگڑا رہی تھی کہ اس کی زندگی لینا اب مجھے اچھا نہیں معلوم ہو رہا تھا جو لوگ مقابلے پر آ جائیں انھیں ہلاک کرنا مشکل کام نہیں ہوتا لیکن جو گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگیں انھیں قتل کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے چنانچہ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے باہر نکل آیا۔

سردارے کو باہر میں نے مستعد پایا لیکن وہ کافی پریشان تھا مجھے دیکھ کر اس نے سکون کی گہری سانس لی اور بولا۔

"جانتا ہوں اُستاد۔ اتنے بوڑھے نہیں ہوئے ہو اس لیے مطمئن تھا ورنہ گولیوں کی آواز نے تو میرے حواس ہی خراب کر دیئے تھے اور خاص طور سے اسٹین گن کی گولیوں کی آواز نے۔"

"آؤ سردارے واپس چلیں۔"

"کام ہو گیا۔؟"

"کسی حد تک اب ہمیں گیری کوپ کے بار کی تلاش ہے یوں سمجھو کہ تقریباً ترلوکا تک پہنچ گئے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی، ہمیں اب گیری کوپ کے بار کی تلاش تھی۔

سردارے نے مشورہ دیا کہ ہمیں کوئی نیا رُخ اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ ان علاقوں میں ہم پر نگاہ رکھی جا رہی ہے

میں نے کئی بار سردارے سے کہا کہ وہ میرے معاملے میں اتنا زیادہ ملوث نہ ہو اس کی زندگی ایک مخصوص ڈگر پر آ چکی ہے اور اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ ہر لمحہ میرا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے اہل خاندان کو چھوڑ کر کیوں یہاں آ گیا ہے۔ لیکن جواب میں سردارے کی وہی پیار بھری ڈانٹ سنائی دیتی تھی۔

"راجہ نواز اصغر۔ کیا سردارے کو آنا فولیل سمجھ لیا ہے تم نے ارے ہم نے زندگی کا آدھا وقت ساتھ گزارا ہے تو بقیہ وقت کو ہم سے کون چھین سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود سردارے میں چاہتا ہوں کہ تم واپس چلے جاؤ"

"نہیں جائیں گے تو نہیں بھابھی کہے کرا ہی جائیں گے۔"

سردارے نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم نے حلیہ تبدیل کر لیا اور ہپیوں کا حلیہ اختیار کرنے کے لیے کسی خاص چیز کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہم آوارہ گردی کرتے رہے اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے، کبھی کبھی آوارہ گردوں سے کسی سے معلومات حاصل کر لی جاتی تھیں یہاں

تک کہ ایک دن ہم ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے جس کے اطراف میں خیموں کا ایک شہر آباد تھا، یہیں پر لکڑی کی عمارتیں بھی بنی ہوئی تھیں بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں جہاں سے آوارہ گردوں کو منشیات سپلائی ہوتی تھی اور پھر خیموں کی اس بستی میں ہمیں ایک جگہ گیری کوپ لکھا ہوا نظر آ گیا۔ ایک بہت بڑے پہاڑی ٹیلے کے دامن میں لکڑی کی ایک خوبصورت عمارت بنی ہوئی تھی جس کا سامنے کا حصہ ہی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ باقی شاید غاروں کے اندر واقع تھا ہم آوارہ گردوں کے روپ میں اس عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر فروکش ہو گئے۔ یہاں کسی آوارہ گرد کو قیام کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ بس کرنسی ہونی چاہیے ہر چیز دستیاب تھی چنانچہ ہم بھی یہاں سکون کے لمحات گزارتے رہے۔ اس دوران میں اور سردارے گیری کوپ کے اس شراب خانے یا منشیات خانے کا جائزہ لیتے رہے۔ یہاں سے بڑی بڑی سپلائی ہوتی تھی ہر وقت آوارہ گردوں کے لیے منشیات مل جاتی تھی۔ اور اس سلسلے میں بے شمار کاؤنٹر بنے ہوئے تھے ہم نے مخصوص قسم کے گیروا لباس میں ترلوکا کے خاص آدمیوں کو بھی یہاں دیکھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ یہ مُرید ایک پہاڑی غار کے دہانے میں جاتے تھے اور یہی دہانہ ترلوکا کا مسکن تھا گویا اب ہم ترلوکا کی شہ رگ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سردارے نے ایک دن مجھ سے کہا۔

"چیف یہ جو خاص قسم کے مُرید ہوتے ہیں۔ یہ با آسانی غار میں داخل ہو جاتے ہیں اور میں نے ایسے دو مُریدوں کو تاکا ہے جو بہت ہی محترم اور معتبر سمجھے جاتے ہیں وہ جدھر سے بھی گزرتے ہیں لوگ ان کے احترام میں جھک جاتے ہیں تمھارے خیال میں کیا یہ ترلوکا کے خاص جانشین نہیں ہیں۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔؟"

"تو پھر آج شام کو غور کرنا میں تمھیں ان کے بارے میں بتاؤں گا۔ آؤ ذرا بڑے دہانے کے پاس تھوڑا سا وقت گزاریں۔ میں سردارے کے ساتھ چل پڑا اور پھر میں نے بھی ان دونوں مُریدوں کو دیکھا لمبی لمبی داڑھیوں والے مخصوص قسم کے لوگ تھے لیکن جس چیز نے مجھے ان کی طرف متوجہ کیا وہ ان کا قد و قامت اور جسامت تھی سردارے شاید انہی لائنوں پر سوچ رہا تھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں چیف۔ دونوں اپنے ہی بھائی بند معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تمھاری طرح اور ایک میری طرح۔"

"لیکن سردارے؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں چیف آج رات کو یہ کام کرنا ہے۔"

"اور میک اپ کا سامان۔"

"وہ تم سردارے سے حاصل کر لینا ایسی کیا بات ہے۔؟"

"مگر یہاں۔"

"سردارے بہت کچھ کر سکتا ہے چیف آج بھی وہ اتنا ہی جادوگر ہے جتنا کبھی پہلے تھا۔"

"اگر تم نے ایسا کر لیا تو مجھے تعجب ہوگا۔"

"بالکل تعجب نہیں ہوگا چیف۔ میں سارے انتظامات کر لوں گا تم بالکل بے فکر رہو۔" میں نے سردارے پر اعتبار کیا اور اس رات سردارے تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس پہنچ گیا اس سے پہلے وہ غائب رہا تھا۔

"چیف۔ آ جاؤ ایک بڑا شاندار موقعہ مل گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ دونوں بے وقوف یہاں سے کافی فاصلے پر ایک چٹان پر بیٹھے غالباً تپسیا کر رہے تھے غالباً اپنی اہمیت جتانا چاہتے ہوں گے لیکن دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس چٹان کے آس پاس ایسی خاصی گنجائش موجود ہے جہاں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میں سمجھ گیا کیا وہاں آوارہ گردوں کے گروہ نہیں ہیں۔"

"دنیا کو تیاگ دینے والے دنیا سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ سنسان جگہ کا انتخاب کرتے ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ لوگ اس سنسان جگہ پر بھی انھیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں" سردارے کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ سردارے واقعی کام کا آدمی تھا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی مجھے پہلے بھی اس کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل تھیں اس نے جس سلسلے میں بھی قدم اُٹھایا تھا اس میں کامیابی ضرور حاصل کی تھی میں اس کی ذہانت کا دل سے قائل تھا ہم یہ طویل سفر طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہم چٹان پر بیٹھے ہوئے ان دونوں مریدوں کو دیکھ سکتے تھے صورتِ حال واقعی شاندار تھی سردارے نے اپنی جیب سے رسّی کا ایک لچھا نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ ہونا یہ چاہیے کہ رسّہ بالکل ان کی گردن میں فٹ ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اے چیف کیا تم ایک پھندہ نہیں ڈال سکتے ان کی گردن میں۔"

"مگر۔ مگر۔"

"پھندہ بالکل فٹ آنا چاہیے اور اس کے بعد ہم انھیں نیچے

کھینچ لیں گے۔ اس طرح یہ براہِ راست آسمان میں پرواز کر جائیں گے۔"

"خطرناک کام ہے اگر وہ ہوشیار ہو گئے تو۔؟"

"تو اس کے بعد بھی دیکھ لیا جائے گا چیف۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔؟"

"مگر دونوں کو ایک ساتھ کیسے۔؟"

"ایک رسی میرے پاس ہے۔" سردارے نے رسی کا ایک لچھا اپنی جیب سے نکال کر دکھایا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ سردارے کا ہر کام مکمل ہوتا تھا اپنے ساتھ وہ ایک کٹ بیگ بھی لایا تھا جس میں یقینی طور پر میرے اندازے کے مطابق میک اپ کا سامان ہوگا۔

میں نے پھندہ تیار کیا اور اس کے بعد ہم دونوں بڑی ہی احتیاط سے یہ پھندہ ان کی گردن کی طرف پھینکنے کے لیے تیار ہو گئے میں نے پھندا اچھالا اور ان میں سے ایک مرید کی گردن میرے پھندے میں آ گئی دوسرے لمحے میں نے ایک جھٹکا مارا اور وہ نیچے آ رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سردارے نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ دونوں کے بدن بھد سے نیچے گرے تھے۔ گردن کے پھندے کچھ زیادہ ہی سخت ہو گئے تھے۔ یا پھر ہمارے کھینچنے میں گڑبڑ ہو گئی تھی کیونکہ نیچے گرنے کے بعد ان کے جسموں نے حرکت نہیں کی تھی ہم نے انہیں ٹٹول کر دیکھا تو وہ دونوں مر چکے تھے ان کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔

"ارے ترلوکا کے مرید اور اتنے کچے۔ مر گئے چیف یہ دونوں۔"

"ہاں شاید۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

"کیوں باس۔ کیا میرے اس منصوبے سے تم متفق نہیں ہو۔"

"نہیں سردارے۔ بس ایسے ہی پتہ نہیں کیوں ان کی موت ذہن پر بوجھ بنی ہے۔"

"نہیں چیف ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے متوالی پیارے رنگے سیار ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں ان کی موت پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔ اب آؤ جلدی سے ذرا ان کے لباس وغیرہ دیکھ لیں۔"

"لیکن ان کی لاشوں وغیرہ کا کیا کرو گے؟"

"انتظام کر لیا ہے چیف۔ وہ دیکھو اس گہری کھائی کو دیکھ رہے ہو اس میں بڑے بڑے پتھر بھی پڑے ہوئے ہیں اس کھائی کی طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا، میرا خیال ہے اگر ہم ان لاشوں کو اس کھائی میں اچھال دیں تو۔"

"مگر۔ مگر۔"

"مگر کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔" سردارے نے کہا اور جیب سے ایک استرا نکال لیا۔ اس نے ان دونوں کی داڑھی مونچھیں اور بھنویں مونڈ دی تھیں اس کے بعد ان کے لباس وغیرہ اتار لیے گئے۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ہم یہاں مصروف رہے تھے میک اپ کرنے کے لیے بھی سردارے نے سارے انتظامات کر لیے تھے۔ اس میک اپ کٹ میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو میرے لیے ناقابلِ یقین تھیں۔ پتہ نہیں یہ سب اس نے کہاں سے حاصل کی تھیں۔

بہرطور ہم وہاں سے واپس پلٹے تو ہماری تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں اور اب ہمیں ان غاروں میں داخل ہونا تھا جو ترلوکا کے غار تھے۔ سردارے نے غار میں داخل ہونے کے بعد مجھ سے کہا۔

"چیف۔ میرے خیال میں ہم دونوں کو اپنے اپنے طور پر کام کرنا چاہیے مقصد پہلا تو یہ ہے کہ زیبی بھابھی کی تلاش اور دوسرا یہ ہے کہ ترلوکا کے مشاغل پر نگاہ رکھنا۔ تو میرا اپنا خیال ہے کہ پہلے زیبی بھابھی کو تلاش کر لیا جائے اور ہم دونوں اس سلسلے میں جتنا بھی وقت صرف کر سکتے ہیں کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں اور سردارے رخصت ہو گئے۔ رخصت ہوتے وقت ہم نے ایک مخصوص جگہ ملنے کا پروگرام بنایا لیکن کام ہونے کے بعد اس سے پہلے ہم انہی غاروں میں مل سکتے تھے اور اپنا اپنا کام دوبارہ شروع کر سکتے تھے۔ ابھی ترلوکا سے مڈبھیڑ کرنا مقصود نہیں تھا۔

میں نے سردارے سے الگ ہونے کے بعد اس عظیم الشان پہاڑی غاروں کے سلسلے کو دیکھا ایک پوری دنیا آباد تھی یہاں چھوٹے چھوٹے غاروں میں لوگ فروکش تھے۔ یہ سب عابد و زاہد اور ہر وقت عبادت کرتے رہتے تھے ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ترلوکا نے یہ جال کس طرح اور کتنا وسیع پھیلایا ہوا ہے۔ میں ان غاروں میں لڑکیوں کو بھی دیکھا گیا تھا حسین لڑکیاں دیوداسیوں کے لباسوں میں ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی تھیں اور مجھے ان کے چہروں پر تقدس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا ترلوکا کی شخصیت کے بارے میں مجھے پہلے بھی اندازہ ہو چکا تھا اور زیبی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کتنا اوباش فطرت انسان ہے۔

دنیا کا بہترین حسن اس نے یہاں جمع کر رکھا تھا۔ بڑی عجیب و غریب صورت حال تھی۔ میں ان کے درمیان زیبی کو تلاش کرتا رہا پہلا دن گزر گیا رات گزر گئی دوسرے دن تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس دوران نہ تو کسی نے میری طرف توجہ دی تھی اور نہ مجھے کوئی ایسی الجھن پیش آئی تھی، کھانے پینے کا انتظام یہیں ہو جاتا تھا کوئی بھی شخص کسی بھی جگہ ہوتا چاندی کے تھال اس کے سامنے آ جاتے جن میں کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتی تھیں۔ اور وہ کہیں بھی بیٹھ کر کھانا کھا سکتا تھا۔ میں نے اپنے جیسے بے شمار لوگوں کو غار میں دیکھا تھا یہ سب نمایاں حیثیت

کے حامل تھے لیکن ابھی تک مجھے زیبی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا، میری آنکھیں ایک ایک دیوداسی میں اسے تلاش کرتی تھیں ایک ایک غار میں، میں نے اسے ڈھونڈا تھا لیکن مجھے اس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا۔

بڑی عجیب و غریب کیفیت پیش آ گئی سردارے سے اس دوران ذرا بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی، حالانکہ میں اس کے لیے فکرمند تھا لیکن غاروں کی اس وسیع و عریض دنیا میں کسی ایک آدمی کو تلاش کر لینا ناممکن تھا سوائے اس کے کہ ہم غاروں سے باہر نکلنے کے بعد ہی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے، چنانچہ دوسرا دن گزارنے کے بعد میں اس رات کو غار سے باہر نکلا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سردارے سے ملاقات کا مسئلہ طے ہوا تھا لیکن سردارے یہاں موجود نہیں تھا تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد میں واپس پلٹ رہا تھا کہ سردارے میرے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ۔ یوں سمجھو کہ دل کی کشش ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔ کیا رہا استاد۔ کوئی پتہ چل سکا۔"

"نہیں سردارے۔ بالکل نہیں۔"

"استاد تم یقین کرو میں خود بھی بڑی کوششیں کی ہیں لیکن ابھی تک سراغ نہیں مل سکا ویسے میرا خیال ہے ممکن ہے میں کچھ کامیابی حاصل کر لوں۔"

"وہ کیسے سردارے؟"

"بس چیف۔ ایک چکر چلایا ہے۔؟"

"کیا۔؟"

"تم نے غاروں میں ہونے والی حرکتیں دیکھی ہیں۔"

"نہیں۔"

"تو یہ تو انسانیت کانپ اٹھتی ہے ان تمام چیزوں پر ایسے ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں چیف کہ بتا نہیں سکتا۔"

"تعجب ہے۔" میں نے نہیں دیکھا۔

"تم شریف آدمی ہو۔" سردارے بولا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو ترلوکا کے بارے میں یہ باتیں تو ہم پہلے بھی جانتے تھے لیکن تم نے کیا کوشش کی ہے۔؟"

"چیف۔ ایک دیوداسی میری معتقد بن گئی ہے۔ ویسے میرا نام پرکھتورا ہے اور تمہارا نام۔"

"مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔"

"خیر مجھے پرکھتورا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے اور دیوداسی ترلوکا کی خاص داسیوں میں سے ہے۔ میرا خیال ہے آج رات میں اس سے زیبی بھابھی کے معاملے میں تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل

"اوہ۔ میں شدت سے اس بات کا انتظار کر رہا ہوں سردارے"

"بات اصل یہ ہے چیف کہ تم یہ سارے کام نہیں کر سکتے ہو اب اس دیوداسی سے اس کے منہ کی بات ویسے ہی تو نہیں اگلوائی جا سکتی۔" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔

"پلیز سردارے۔ مذاق مت کرو۔ میں اس وقت بالکل بھی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا اور سردارے سنجیدہ ہو گیا۔

"چیف میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ زندگی میں پتہ نہیں کیا کیا مراحل آتے ہیں سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو تھکا ہوا محسوس نہ کرے تم لڑ رہے ہو چیف لڑتے رہو اور اپنا مقصد حاصل کیے بغیر دم نہ لو یہ تھکا تھکا سا لہجہ اکتاہٹ کا نشان ہوتا ہے اگر ابھی سے تم اکتاہٹ سوار ہو گئی تم پر تو پھر زیبی بھابھی کے حصول کے لیے تم کچھ نہیں کر سکو گے میں خاموشی سے سردارے کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے سردارے تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"

"فکر مت کرو چیف۔ بس اب تم جاؤ۔ ہم ایک ایک کرکے پھر ان غاروں میں داخل ہو گئے۔ یہاں ہمارے داخلے پر کوئی پابندی نہیں تھی کہیں کسی ایک جگہ رکے رہنا بھی ضروری نہیں تھا جن غاروں میں جانا چاہتے جا سکتے تھے۔ میں اپنی ان کاوشوں میں مصروف رہا وہ رات بھی گزر گئی اور پھر دوسرا دن بھی۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ غاروں میں مشعلیں روشن ہو گئی تھیں کسی خاص طریقے سے یہ مشعلیں بنائی جاتی تھیں چونکہ نہ تو ان میں دھواں تھا اور نہ کوئی ایسی بدبو جو چربی وغیرہ جلنے سے پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ روشنی بھی تیز تھی۔

ترلوکا نے یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے بڑی محنت کی تھی، اس کے سارے انتظامات میں دیکھ رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کمبخت نے اپنی ایک باقاعدہ حکومت قائم کر لی ہو تعجب کی بات یہ تھی کہ امریکہ جیسے جدید ملک میں اس قسم کی کوئی تنظیم کام کر رہی تھی اور ترلوکا ویسے بھی امریکی حکام کی نگاہوں میں آ چکا تھا لیکن اس کے باوجود کیلی لاس کی ان پہاڑیوں میں آوارہ گردوں کی اس کارروائیوں کو تشویش کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا بلکہ ان کے لیے خاص مراعات موجود تھیں پتہ نہیں یہ سب کچھ کیوں تھا۔

بہرطور سات یا سوا سات بجے کا وقت ہوگا کہ دفعتاً ایک

بہت بڑے غار ہیں، میں نے ترلوکا کو دیکھا، ہاں اس منحوس شخصیت کو جسے میں اچھی طرح پہچانتا تھا جس سے ایک بار میری مڈبھیڑ بھی ہو چکی تھی جو بے پناہ مغرور بھی تھا اس وقت بھی ترلوکا اپنے چند مریدوں میں گھرا ہوا غار میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے مرید اس سے کچھ کہہ رہے تھے میں نے ایک لمحے کے لیے سنسنی سی محسوس کی، ترلوکا کے اتنے قریب پہنچ جانے کے بعد میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ پا رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ میں کس حیثیت سے کس جگہ موجود ہوں ترلوکا کی روشن آنکھوں میں پتہ نہیں کیا کیفیت تھی اس کے مرید اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کہیں ترلوکا کی آنکھوں میں ہپناٹزم کی قوت نہ ہو اگر ایسا ہے تو میری صورتحال بھی خراب ہو سکتی ہے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ترلوکا کی آنکھوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔

ترلوکا اپنے ساتھیوں کے اجتماع میں بیٹھا ہوا کچھ گفتگو کر رہا تھا اور وہ سب گردن جھکائے اس کی باتیں سن رہے تھے پھر ترلوکا نے آخری الفاظ کہے۔

"میں جاؤں گا میں دیکھوں گا اور میں پتہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔" یہ الفاظ میں نے بخوبی سنے تھے وہ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہا ہے اس کے بعد ترلوکا پر نگاہ رکھنا ضروری تھا میں غار کے سامنے سے گزرا تو دفعتاً ترلوکا نے اپنے ایک مرید سے کچھ کہا اور مرید باہر نکل آیا۔

"مسٹر شیفو۔ شیفو۔" اس نے آواز دی اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا چنانچہ میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے ہی مخاطب کیا جا رہا ہے چنانچہ میں گردن جھکا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"عظیم ترلوکا آپ کو طلب کرتا ہے۔" اس نے پھر کہا۔ اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی لیکن میں نے وہاں سے ہلنے میں دیر نہیں لگائی تھی، ترلوکا کے سامنے پہنچ کر میں اسی طرح تعظیم کے لیے جھکا جیسے دوسرے لوگ جھکتے تھے۔ ترلوکا نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اس نے آہستہ سے کہا۔

"شیفو۔ کل شام کو سورج چھپنے سے پہلے تمہارے میرے ساتھ کہیں چلنا ہے میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے اس انداز میں گردن خم کی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"بس یہی کہنا تھا تم سے۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا ذہن شدید سنسنی کا شکار تھا ایک نازک لمحہ گزر چکا تھا۔ لیکن بے چینی میرے وجود پر پوری طرح مسلط تھی، ترلوکا مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ ویسے مجھے اب پہلی بار اپنا نام معلوم ہوا تھا۔ میرا نام شیفو تھا۔ بہرطور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ترلوکا کے ساتھ جانے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن کچھ ہوا بھی تو نہیں تھا ترلوکا اگر جا رہا ہے تو کیا اس کی غیر موجودگی میں زیبی کو تلاش کرنے میں کچھ آسانی ہو سکتی ہے۔ اب مجھے بے چینی سے سردارے کا انتظار تھا۔

سردارے دوسرے دن ہی مجھ سے مل سکا کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار نظر آ رہا تھا۔ ویسے ہم اس جگہ نہیں ملے تھے جہاں ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا بلکہ سردارے کو تلاش کرنے کی کوشش کارآمد ہو گئی تھی اور وہ مجھے نظر آ گیا تھا، میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک پہنچ گیا پھر ہم دونوں ٹہلتے ہوئے غاروں سے باہر نکل آئے۔ یہ کوئی نئی اجنبی بات نہیں تھی، پہلے بھی ہم نے ان دونوں کو غار سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ سردارے سے میں نے کہا۔

"یہ شکر ہے سردارے کہ ابھی تک ان دونوں کی لاشیں دستیاب نہیں ہوئیں۔ ورنہ پول کھل جاتی۔"

"چیف بڑی عجیب خبر ہے۔" سردارے نے کہا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ سردارے کے چہرے پر ایسی ہی سنجیدگی طاری تھی، نجانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے بمشکل تمام میں نے پوچھا۔

"کیا خبر ہے سردارے۔"

"چیف زیبی بھابھی یہاں نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں وہ ان غاروں میں نہیں ہیں، میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ایک چکر چلا رہا ہوں، ممکن ہے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے، مجھے کامیابی حاصل ہوئی ہے چیف۔ مگر اچھی خبر کے ساتھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس لڑکی کو میں نے اپنے جال میں پھانسا ہے اس کا کہنا ہے کہ زیبی کافی دن تک ترلوکا کے ساتھ رہی ترلوکا ہپناٹزم کا ماہر ہے، اس نے زیبی کو اپنی مخصوص تعلیمات دینا شروع کر دیں، وہ اپنے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ رکھتا تھا، مجھے اس لڑکی نے بتایا کہ ترلوکا کی بہت سی داسیاں دنیا کے مختلف حصوں میں ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے سلسلے میں کام کرتی ہیں اور مختلف طریقے سے لوگوں کو اس تحریک کی طرف راغب کرتی ہیں، ایک عجیب جال ہے چیف اس آدمی کا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کم بخت کیا چکر چلائے ہوئے ہے۔"

"تو پھر سردارے آگے کہو۔"

"کچھ عرصے پہلے زیبی بھابھی کو ایشیا بھیجا گیا ہے وہ ایشیا کے کون سے ملک میں ہیں اس کے بارے میں تو صحیح تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں، لیکن یہ ضرور سنا گیا ہے کہ وہ تھائی لینڈ کی طرف گئی ہیں، یہ بھی نہیں اندازہ ہو سکا کہ وہ تھائی لینڈ میں ہی ہیں یا وہاں سے بھی کہیں آگے روانہ کر دی گئی ہیں۔"

"سردارے کیا اس لڑکی نے تم سے سچ کہا ہے۔"

"ہاں چیف، اس میں کوئی شک نہیں ہے، مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر۔" میں نے رندھی آواز میں کہا۔

"خود پر قابو رکھو چیف، میں ایک بات پر ایمان رکھتا ہوں، زیبی بھابھی ہمیں ضرور مل جائیں گی اور ہم انھیں ضرور حاصل کر لیں گے۔"

"مگر اب۔ اب کیا کیا جائے۔" یہ تو بڑی پریشانی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔!

"میں ابھی یہاں سے جاؤں گا نہیں چیف۔ بلکہ مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ زیبی بھابھی کو بھیجا کہاں گیا ہے اور پھر وہاں چل کر ہم انھیں حاصل کر لیں گے۔"

میں خاموش رہا، سردارے کی اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، نجانے کیوں میرا دل کہہ رہا تھا کہ اب زیبی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں رہا ہے، لیکن پھر ایک خیال میرے ذہن میں ابھرا کہ ترلوکا مجھے کہیں لے جا رہا ہے، اگر کوئی ایسا موقع مل جائے جہاں وہ میرے ہاتھ لگ سکے، تو پھر۔ تو پھر۔ اور میرے ذہن میں ایک خوفناک منصوبہ جنم لینے لگا۔ لیکن اس منصوبے سے سردارے کو آگاہ کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ لگنے کی کوشش کرے گا اور میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا، چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

سردارے کافی دیر تک مجھے سمجھاتا رہا تھا وہ میری ذہنی کیفیت سے واقف نہیں تھا، ایک مخلص دوست کی طرح اس نے مجھے بہت سے مشورے، بہت سی ہدایتیں دیں اور پھر مجھ سے رخصت ہو گیا۔

مجھے اب شام ہونے کا انتظار تھا جب مجھ سے کہا گیا تھا کہ مجھے ترلوکا کے ساتھ کہیں چلنا ہے۔ میں نے اس دوران اپنی تیاریاں جاری رکھی تھیں اور ان تیاریوں کے تحت اس وقت میرے پاس بہترین اسلحہ موجود تھا۔ میرے لباس میں ایک آٹومیٹک پستول چھپا ہوا تھا جس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں اس کے ساتھ ساتھ ہی میں دو پتلے خنجر بھی حاصل کر چکا تھا۔ میں ترلوکا پر حال ڈالنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔

شام کو مقررہ وقت پر میں ترلوکا کے پاس پہنچ گیا، وہ اپنے مریدوں میں بدستور گھرا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور ایک سمت بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ اپنے آدمیوں سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے باہر نکل گئے۔

اب ترلوکا کے پاس صرف میں رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

"شیفو ایک اہم مسئلے میں ہمیں یہاں سے کچھ فاصلے پر جانا ہے تم میرے ساتھ چلو گے۔؟"

"عظیم ترلوکا کا حکم۔؟" میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور گردن خم کر دی۔ ترلوکا کو میری آواز پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔

مزید پندرہ منٹ گزارنے کے بعد ہم اس غار سے نکل آئے ترلوکا میرے ساتھ ساتھ آگے چل رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا ترلوکا نے باہر جانے کے لیے وہ راستہ استعمال نہیں کیا تھا جو غار کے دہانے سے باہر نکلتا تھا بلکہ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گیا تھا۔

میں اس کے قدموں کی آواز پر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا سرنگ تاریک تھی، راستہ میں ترلوکا نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی یہ ایسا موقع تھا کہ اگر میں چاہتا تو ترلوکا کو اس سرنگ میں ہی ٹھکانے لگا سکتا تھا، لیکن یہ اس کا علاقہ تھا اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس سرنگ کے اثرات کیا ہیں، اگر میں ایسی کوئی کوشش کرتا تو پھر یہاں سے نکلنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں دہانہ نظر آیا، ترلوکا اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں طے کرنے لگا تھا، جب وہ باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ یہ ان پہاڑوں کا دوسرا رخ تھا جن میں یہ غار بنے ہوئے تھے، کم بخت نے نہ جانے کون کون سے جال بچھا رکھے ہیں۔ اس وقت وہ کہاں جا رہا تھا مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، میں تو بس اپنی دھن میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ مزید کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا، تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گول سا میدان نظر آ رہا تھا، جو پہاڑوں کے درمیان بنا ہوا تھا اور اس میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر دیکھ کر گہری سانس لی، یقینی طور پر ترلوکا اس ہیلی کاپٹر سے ہی سفر کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے یہ سفر کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے اور میں اسی جگہ اس سے نمٹنے کی کوشش کروں، جہاں وہ جا رہا ہے، یا پھر کسی ایسی مناسب جگہ جو کم از کم یہاں سے دور ہو اور ترلوکا کو اس جگہ کوئی مدد نہ مل سکے۔

ہیلی کاپٹر کے قریب ہی اس کا پائلٹ کھڑا ہوا تھا، یہ ایک سفید فام اور چھوٹے قد کا آدمی تھا، وہ ترلوکا کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا، اس نے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور ترلوکا اندر بیٹھ گیا اس کے بعد اس کے اشارے پر میں اس کے نزدیک ہی جا بیٹھا۔

ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کے دروازے بند کر دیئے اور پھر اس کی مشین اسٹارٹ ہو گئی، چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں

بلند ہو رہا تھا، وہ ایک مخصوص سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ میری نگاہیں نیچے بھٹک رہی تھیں، تاحدِ نگاہ جیسے پھیلے ہوئے تھے اور جن کے دوسری جانب پہاڑی سلسلے تھے، کہیں کہیں جنگل بھی نظر آ رہے تھے پھر ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کر کے ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں تھوڑے فاصلے پر مکانات وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ غالباً امریکہ کا کوئی عظیم الشان شہر تھا کیونکہ ان مکانات سے ہٹ کر اونچی اونچی بلڈنگیں بھی نظر آ رہی تھیں، لیکن کونسی جگہ تھی اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہیلی کاپٹر یہاں بھی رُکنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور یقینی طور پر وہ اس شہر سے گزر جائے گا، لیکن آبادی ابھی کافی دور تھی اور اس طرف چٹیل میدان پھیلا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں دیوانوں کی طرح اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میرے ہاتھ احتیاط سے اپنے لباس کی جانب بڑھے اور میں نے پستول نکال لیا۔ اس دوران انتہائی احتیاط سے میں ترلوکا کے بدن کو ٹٹول کر دیکھ چکا تھا کہ اس کے لباس میں کوئی چیز چھپی ہوئی تو نہیں ہے، لیکن اس کی جو سمت میرے پاس تھی اس کا ہی میں جائزہ لے چکا تھا، دوسری سمت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ممکن ہے بغلی ہولسٹر میں کوئی ایسی چیز موجود ہو۔

جب پستول مضبوطی سے میرے ہاتھ میں آ گیا تو میں تھوڑا سا پیچھے کھسکا اور اس کے بعد میں نے انتہائی خوفناک آواز میں کہا۔

"پائلیٹ ہیلی کاپٹر یہیں اسی جگہ نیچے اتار لو ورنہ میں اس کا انتظار نہیں کروں گا کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی سے میں بھی زندگی سے جاؤں گا۔"

پائلیٹ نے غالباً میری بات نہیں سُنی، لیکن ترلوکا تعجب سے اُچھل پڑا تھا، اس نے میری طرف گھور کر دیکھا لیکن میں نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"ہاں ترلوکا یہ پستول بھرا ہوا ہے، نہیں تم اپنے دونوں ہاتھ سامنے رکھو، میں اس کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں اُتار دوں گا صرف ایک گولی باقی رکھوں گا جو اس پائیلٹ کے لیے ہو گی۔"

"شیفو کیا تو پاگل ہو گیا ہے، میری طرف دیکھو۔"

"نہیں ترلوکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ پائیلٹ سے ہیلی کاپٹر نیچے اُتارنے کے لیے کہو۔"

"نہیں، میں اسے یہ حکم نہیں دوں گا۔" میں نے پستول ایک سائڈ کر کے اپنا وہ لمبا چاقو نکال لیا جو میں نے اپنے لباس میں محفوظ رکھا تھا، ترلوکا نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میں نے چاقو کی نوک اس کی کمر پر رکھ دی۔

"یہ چاقو بڑے آرام کے ساتھ تمہاری پسلیوں کے پار ہو سکتا ہے۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے شیفو، مجھے بتا تجھے ہو کیا گیا۔ تو میری طرف تو دیکھ۔"

"ترلوکا مجھے تیری آنکھوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل ہے، نیچے اُتر اس کے بعد میں تجھے ساری تفصیلات بتا دوں گا اور اگر تو نے ذرا سا بھی تساہل سے کام لیا تو اب تیری زندگی ممکن نہیں رہے گی میرا مقصد صرف تیری موت ہے۔" میں نے چاقو کا آدھا دباؤ ڈالا کہ وہ تقریباً آدھا انچ ترلوکا کی پسلیوں میں اُتر گیا اور اس نے کرب زدہ انداز میں پائیلٹ کو مخاطب کیا۔

"ہیلی کاپٹر نیچے اُتار دو نیچے اتار دو یہیں اسی جگہ۔" ترلوکا نے کرب زدہ لہجے میں اسے حکم دیا اور پائیلٹ نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے ہیلی کاپٹر نیچے اُتارنا شروع کر دیا۔ چند لمحات کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ایسی جگہ رُک گیا جہاں ایک تیز رفتار نالہ نظر آ رہا تھا، نالے کی چوڑائی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اس کے بہنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ اطراف کا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ غالباً یہ شہر سے کافی فاصلے کی جگہ تھی، اس لیے یہاں کوئی موجود نہیں تھا ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر گیا لیکن اس کی مشین اب بھی چل رہی تھی۔ میں نے پائیلٹ کو حکم دیا کہ وہ مشین بند کر دے اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کا رُخ اس کی کھوپڑی کی طرف کر دیا تھا۔ پائیلٹ نے بوکھلا کر مشین بند کر دی۔ ترلوکا کے بدن کے اس حصے سے خون بہہ رہا تھا جہاں میں نے چاقو کی نوک گھسیڑی تھی اور وہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا، پھر اس نے خود ہی دروازہ کھولا اور نیچے اُتر گیا اس کے ساتھ ہی پستول کے اشارے پر پائیلٹ بھی نیچے اُتر گیا تھا، لیکن میں نے پائیلٹ کا خطرہ مول نہیں لیا اور نیچے اُترتے ہی اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پائیلٹ کے بھیجے کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے میری اس حرکت نے ترلوکا کو کسی قدر بدحواس کر دیا تھا اس کی آنکھیں خون اُگل رہی تھیں، لیکن میں نے ان آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نگاہیں جھکائے کھڑا رہا تھا، حالانکہ اس کی ایک ایک جنبش میری نگاہ میں تھی۔ خاص طور سے اس کے ہاتھوں کا عمل پھر جب اس نے اپنا ایک ہاتھ بائیں سمت بڑھانے کی کوشش کی تو میں نے پستول سے ایک اور گولی داغ دی جس سے اس کے پاؤں کا انگوٹھا شدید زخمی ہو گیا۔

"ترلوکا میں اپنے بدن پر ہزار آنکھیں رکھتا ہوں، سمجھا، اس چٹان پر بیٹھ جا، اس کے بعد میرے اور تیرے درمیان گفتگو ہو گی اور سن، اگر ذرا بھی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی، تو ابھی اس پستول میں

کافی گولیاں باقی ہیں۔"

"کون ہے تو، کیا چاہتا ہے، تو شیفو نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں میں شیفو نہیں ہوں، میں تیرا پرانا دوست ہوں ترلوکا جس کے لیے تو نے اپنی ساری قوت صرف کر دی تھی، مجھے پہچان ترلوکا میں نواز ہوں، راجہ نواز اصغر۔"

ترلوکا کے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری پیدا ہوئی تھی اور پھر وہ ساکت ہو گیا تھا، میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اور اس کی بائیں سمت کا جائزہ لینے لگا، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ اس کے اس طرف بھی کوئی ہتھیار وغیرہ موجود نہیں تھا، وہ جس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھا اس میں ہتھیار چھپانے کی کوئی خاص گنجائش نہیں تھی اور اگر کوئی چیز ہوتی تو فوراً ہی سامنے آ جاتی جب میں نے اس کی تلاشی لے لی تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ اب وہ کوئی فوری کارروائی کرنے سے قاصر تھا، ہاں اگر اس کے پاس ہتھیار تھا تو صرف ایک اور وہ تھیں اس کی آنکھیں۔ جن سے میں اب تک بچتا رہا تھا۔

ترلوکا میری ہدایت کے مطابق پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پہچان لیا ہو گا تو نے مجھے ترلوکا۔ اپنے قدیم دشمن راجہ نواز اصغر کو اچھی طرح پہچان لیا ہو گا۔ کیا تجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایک بار تیرے قدم کاٹ چکا ہوں دوسری بار تو نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی۔"؟

"راجہ نواز اصغر اس وقتی کامیابی پر احمق مت بن تو ہر لمحہ میرے رحم و کرم پر تھا، جس وقت بھی چاہتا تیری روح قبض کر لیتا اور تجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ موت کے فرشتے کہاں سے آئے۔ لیکن میں تجھے تیری اوقات کا احساس دلانا چاہتا تھا، ایک احمقانہ کامیابی پر خوش ہو کر تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ترلوکا کو شکست ہو گئی، کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا کے قدم اس زمین کے ایک ایک گوشہ میں جمے ہوئے ہیں، کہاں کہاں سے تو ان قدموں کو اُکھاڑ سکتا تھا۔"

"ترلوکا تو نے دیکھ لیا۔ میں نے تجھے ایک جگہ سے تباہ کیا اور اب تو اپنی اس عظیم الشان پناہ گاہ میں بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکا۔ کتنے لوگوں کو تو نے مجھ پر مامور کیا تھا لیکن کیا وہ تیرا بچاؤ کر سکے۔"

"میں خود اپنا بچاؤ کرنا جانتا ہوں احمق آدمی یہ پستول اپنی جیب میں رکھ لے اور بتا کیا چاہتا ہے۔؟"

"ترلوکا میری بیوی کہاں ہے؟"

"اوہ، وہ تیری بیوی ہونے سے پہلے میری کنیز تھی۔"

"لیکن اب وہ میری بیوی ہے۔"

"نہیں تو اسے مجرمانہ طور پر میرے پاس سے لے گیا تھا میں نے اسے واپس حاصل کر لیا میں نے اسے علم دیا ہے میں نے اسے گیان دیا ہے اور اب وہ ایک جگہ میرے گیان کا پرچار کر رہی ہے وہ کام کی عورت بن چکی ہے۔"

"افسوس تو نے جس گیان کا پرچار کرنے کے لیے اُسے بھیجا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا میں دیکھتا ہوں تیرا گیان تجھے کیسے بچاتا ہے۔"

"بکواس بند کر، چل یہاں سے نکل چل۔ تو نے جو کچھ کیا ہے اس کی بدترین سزا تجھے دی جائے گی لیکن ابھی میں چاہتا ہوں کہ تیری زندگی کے کچھ لمحات باقی ہیں۔"

”مجھے زیبی کے بارے میں تفصیل بتا وہ کہاں مل سکتی ہے“؟

”جہنم میں۔ تو کبھی اُسے نہیں پاسکے گا۔“

”تو ٹھیک ہے اُسے میں بعد میں تلاش کرلوں گا جس جہنم کا تو نے حوالہ دیا ہے اب تو خود اس کی جانب روانہ ہوجا۔“

”حماقت مت کر نواز میری زندگی تیرے لیے کارآمد ہے اگر کبھی میں تجھ سے خوش ہوگیا تو زیبی تیرے حوالے کرسکتا ہوں ورنہ تو کبھی اُسے نہیں پاسکے گا۔“

”فی الحال تو، تو اپنی زندگی کی فکر کر ترلوکا۔“ میں نے کہا۔ لیکن یہ بات میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ ترلوکا اس چٹان سے عقب میں چھلانگ لگادے گا۔ وہ بھاری بدن کا آدمی تھا اس لیے میں اس سے کسی پھرتی کی توقع نہیں رکھتا تھا دوسرے لمحے وہ دوڑنے لگا۔ میں نے برق رفتاری سے چٹان کی دوسری سمت چھلانگ لگادی تھی۔

ترلوکا ابھی مجھ سے تقریباً پچاس گز ہی دور نکلا تھا۔ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ترلوکا۔ رُک جا۔ ورنہ میں گولی چلادوں گا“ مگر وہ نہ رُکا۔ وہ دوڑتا رہا اور میں اس کا پیچھا کرتا رہا چند ہی لمحات کے بعد میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

”میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رُک جا۔ یہ تیری زندگی کے آخری لمحات ہیں بہتر ہے مجھے زیبی کے بارے میں بتادے شاید میں تجھے چھوڑ دوں ہاں ترلوکا میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ میں اس ہیلی کاپٹر کے پاس تجھے چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا یہاں سے لیکن تجھے زیبی کے بارے میں بتانا ہوگا۔“

”پستول پھینک دے۔“ دفعتاً ترلوکا عجیب آواز میں چیخا اور مجھے اپنے ذہن میں کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔

”میں کہتا ہوں پستول پھینک دو۔“ ترلوکا نے پھر کہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے قدم ڈگمگانے لگے ہیں ترلوکا اپنی تنویمی قوتوں کا اثر آواز کے ذریعے اپنی سماعت پر ڈال رہا تھا میں نے کان بند کرلیے۔

”پستول پھینک دے راجہ نواز اصغر۔“ اس نے کہا اور دفعتاً میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چاقو کی نوک اپنے بازو میں اُتارلی درد کی ایک تیز لہر میرے بازو میں دوڑ گئی اس کے ساتھ ہی میرا ذہن ترلوکا کے سحر سے آزاد ہوگیا۔ میں نے اپنے بازو کے اس زخم کو بُری طرح نوچ ڈالا اور شدید تکلیف کے عالم میں ترلوکا کی طرف دیکھنے لگا ترلوکا نے مجھے خونی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

”ہاں ترلوکا۔ اب بتا اب میرے ذہن کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر۔“ میں نے کہا اور ایک بار پھر اپنے زخم پر ناخن سے نشان ڈال دیا۔ شدید تکلیف کی بنا پر میرا ذہن تکلیف کی طرف راغب ہوگیا تھا اور ترلوکا کی تنویمی قوت مجھ پر بے اثر ہوگئی تھی۔

”بول ترلوکا۔ زیبی کہاں ہے۔؟“ ترلوکا کو اس صورت حال سے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی لیکن وہ اپنے لیے خوفناک لمحات کا تعین کرچکا تھا چنانچہ دفعتاً اس نے پھر بھاگنا شروع کردیا لیکن اس بار میں نے اسے نہیں چھوڑا تھا میں نے چاقو اس کی پنڈلی پر پھینک کر مارا اور میرا پھینکا ہوا چاقو اس کی پنڈلی میں اندر تک دھنس گیا ترلوکا کے حلق سے ایک کراہ نکلی لیکن لنگڑاتے ہوئے بھی اس نے بھاگنا شروع کردیا۔

تب مجبوراً میں نے اس پر دو گولیاں چلائیں، دونوں گولیاں اس کی رانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھیں۔ ترلوکا نے ٹھوکر کھائی لیکن اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے غائب ہوگیا ایک لمحے کے لیے میں بھونچکا سا رہ گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں اس طرف دوڑا اور تب مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ کہاں غائب ہوگیا ہے۔

نیچے کافی گہرائی تھی، تقریباً پچیس یا تیس فٹ کی گہری کھائی جو اچانک ہی آگئی تھی اور ترلوکا اس کھائی میں اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا اور نیچے اُترنے کا راستہ تلاش کرنے لگا ایک جگہ سے مجھے نیچے اُترنے کا موقع مل گیا اور میں نیچے اُترنے لگا میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا، ترلوکا کو میں تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا، پتھروں پر کچھ خون پڑا ہوا تھا اور ترلوکا ان کے درمیان اینٹھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں اس کے قریب پہنچا تو ایک عجیب منظر میرے سامنے تھا، ترلوکا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ دم توڑ چکا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان چھوٹے چھوٹے زخموں نے اسے موت کے گھاٹ کیسے اُتار دیا لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ اوپر سے گرتے ہوئے اس کے دماغ میں کوئی ایسی چوٹ لگ گئی ہے جس سے اس کی فوری موت واقع ہوگئی۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولیں، سینے کی دھڑکن محسوس کی اور پھر میرے حلق سے ایک ٹھنڈی سانس خارج ہوگئی، ہاں ترلوکا مرچکا تھا اور زیبی۔

زیبی میری نگاہوں سے اوجھل تھی، زیبی مجھے اب بھی نہیں ملی تھی، ترلوکا عظیم ترلوکا موت کے گھاٹ اُتر گیا تھا۔ وہ اس ویرانے میں دم توڑ چکا تھا۔

ترلوکا مرگیا تھا ایک تاریخ ختم ہوگئی تھی ایک خونخوار عفریت سے دنیا کو نجات مل گئی تھی۔ وہ ایک بدترین مجرم تھا۔ قانون کا سماج کا۔ لاکھوں گھرانوں کو اس نے تباہ کیا تھا۔ آج اس کی لاش لاوارث پڑی تھی۔ کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں تھا۔

لیکن مرنے کے بعد بھی اس نے میرے دل کو ایک اور گھاؤ دیا تھا، زیبی کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی تھیں۔ وہ زیبی کے راز کو اپنے سینے میں لے گیا تھا۔

آہ زیبی۔ انسان کی بدنصیبی کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی۔ ایک آوارہ منش اوباش انسان کو جس نے اپنے دیس کی قدروں کو پامال کردیا تھا جس نے اپنے آپ کو اس قدر پستیوں میں گرا رکھا تھا کہ مثال ملنا مشکل تھی۔ زیبی نے پھر سے انسان بنایا تھا۔ ہاں اسے پھر انسان بنا دیا گیا تھا۔ ایک کمزور انسان۔

راجہ نواز اصغر جب اس حالت میں تھا تو اس کا کوئی ثانی ہی نہیں تھا۔ وہ وحشت و بربریت میں بے مثال تھا۔ اور جب وہ انسان بنا تو عام انسانوں کی مانند کمزور ہوگیا۔

اب کیا کروں۔ کہاں زیبی کو تلاش کروں۔ کاش میں ترلوکا کی لاش سے پوچھ سکتا۔ کاش اس سے کہہ سکتا۔ بدبخت انسان مرنے سے پہلے مجھے میری منزل کا پتہ تو بتادے۔

جو کچھ اس نے کہا تھا اس پر بھی کس طرح یقین کیا جاسکتا تھا ممکن ہے کمبخت نے جھوٹ بولا ہو۔ بہرحال اب میرے پاس اس کے الفاظ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

زیبی اس کی تعلیمات کا پرچار کررہی ہے۔ ناقابلِ یقین بات تھی لیکن ترلوکا جیسے شخص کے لیے یہ مشکل بھی نہیں تھا پراسرار قوتوں کے مالک اس وحشی نے نہ جانے کس طرح زیبی کو یہ شکل دی ہوگی اس



کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اس کی تلاش میں بقیہ زندگی صرف کر دوں، جہاں سے بھی ہو اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔

امریکہ میں رہنا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا سردار سے بالبندلر سے صرف میرے لیے آیا تھا لیکن اب میں کسی کا دلدار نہیں تھا۔ اب میں کوئی دوستی نہیں نبھا سکتا تھا۔ میرے دل کی کائنات تہہ و بالا ہو چکی تھی۔ میں اپنے وجود میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

آہ زیبی تجھے کہاں تلاش کروں۔

بہرحال۔ یہ زندگی اب میرے لیے نہیں ہے۔ دل میں خیال آیا خودکشی کر لوں۔ لیکن اس طرح کیوں جس دنیا نے میرا سکون چھینا ہے اسے بے سکون کر کے کیوں نہ مروں۔ میری موت زیبی کی تلاش میں ہونی چاہیے اس طرح میں اپنے پیار کو خراج پیش کر سکتا تھا۔

یہاں سے میری زندگی کا رُخ بالکل بدل جانا چاہیے۔ تڑپ بے سکونی، بے چینی سینے کے خول میں بند ہو جانی چاہیے۔ اب اس کا اظہار صرف عمل ہی کی صورت میں ہو۔ صرف عمل کی شکل میں۔

ایک پاگل۔ ایک جنونی وہاں سے چل پڑا۔ کوئی منزل نہیں تھی، کوئی رہگذر نہیں تھی۔ بس ایک طوفان تھا جو خاموش تھا ایک آگ کا ذہن تھا جو آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ ہاں ایک آتش فشاں ٹھنڈی آگ سینے میں سجائے آگے بڑھ رہا تھا۔

اب میں ذی ہوش تھا۔ زندگی میں پوری دلچسپی لینے کے لیے تیار تھا لیکن دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ میں زندہ ہوں مجھے ہر ماحول میں ضم ہو جانا چاہئے۔ دوستی کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانیت کوئی چیز نہیں ہے۔ سب کھیل دل کے ہیں جو دل چاہے کرو۔ اور بس۔ کسی کے جال میں نہ پھنسو کسی کے پیار میں نہ اُلجھو۔ دل چاہے تو کسی خارش زدہ کتے کو سر پر بٹھاؤ اور دل چاہے تو کسی کے لیے کچھ نہ کرو۔ ایک آگ تھی جو پورے وجود میں سلگ رہی تھی۔

میں دور نکل آیا۔ سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا۔ اب کسی شے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں ایک نئے انسان کی تخلیق چاہتا تھا۔ ایک بالکل نئے انسان کا جنم چاہتا تھا۔ نئے ساتھی جو اجنبی ہوں اور مجھے نئے روپ میں دیکھیں۔

عالم ہوش تھا یا عالم دیوانگی۔ دن اور رات کے گزرنے کا کوئی احساس نہیں ہو سکا تھا۔ نجانے کون کون راستے میں ٹکرایا نجانے کس کس کے ساتھ وقت گزارا۔ نجانے کس نے مجھے کس انداز میں دیکھا، لیکن وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھی اس کے نقوش دل کے کچھ ایسے گوشوں کو چھوتے تھے جو نجانے کیوں نرم ہو گئے، مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ اس نے کس طرح مجھے پایا ہاں جب حالات کا تھوڑا تھوڑا سا احساس ہونے لگا تو سونیتا کو اپنا سب سے بڑا ہمدرد اور غمگسار پایا۔ میں ایک اسپتال میں تھا بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی۔ جسم تندرست و توانا تھا اور ہاتھ پاؤں پوری طرح مضبوط لیکن بس کچھ لمحات کھو گئے تھے۔

یہ لمحات میں نے کس طرح گزارے اس کے مٹے مٹے سے نقوش میرے ذہن پر واضح تھے اور سونیتا کا چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا شاید اس کا تعلق اسپین سے تھا اس کے تیکھے تیکھے نقوش، کسی قدر سانولاہٹ لیے چہرہ، اور سب سے زیادہ حسین اس کی آنکھیں میرے ذہن پر کندہ تھیں اس کے احسانات بھی مجھے یاد تھے لیکن وہ کون تھی اور مجھ تک کس طرح آئی تھی اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا جب میں نے پہلی بار اُسے اس کے نام سے مخاطب کیا تو اس کے چہرے پر اس قدر مسرت کے آثار اُبھرے کہ بیان سے باہر ہیں۔

"تو تم واپس آ گئے۔؟" اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"میں کہاں چلا گیا تھا۔"

"نجانے کہاں۔ نجانے کہاں۔؟" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے لیے موسمی کا جوس لے آئی تھی جسے اس نے بڑے پیار سے سہارا دے کر مجھے پلایا۔ میں اس پیار اس لمس کا عادی تھا کب اور کس طرح ہو گیا تھا، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا میں راجہ نواز اصغر تھا جو خود کو بھول جانا چاہتا تھا اور میں نے اپنی یہ کیفیت برقرار رکھی جوس پینے کے بعد اس نے مجھے لٹا دیا۔

"اس کا مقصد ہے کہ اب ہم چل سکتے ہیں۔"

"ایں۔" میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

"پلیز۔ اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو گیرائیل میں تمہیں پھر سے نہیں کھونا چاہتی۔"

"گیرائیل۔" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں۔ تمہارا نام گیرائیل ہے۔"

"شاید تمہیں۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"شاید۔ اگر تمہیں یہ نام پسند نہیں ہے تو جس نام سے کہو میں تمہیں مخاطب کروں۔"

"مگر۔ عزیزہ میں گیرائیل نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو گے۔ میرے لیے گیرائیل ہی ہو۔"

"تم کہاں میری مصیبت پال بیٹھیں پریشان ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔"

"میں پریشان ہونا چاہتی ہوں۔"

"مگر میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیوں۔؟" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اس لیے کہ تم۔ تم میرے ذہن میں نجانے کیوں مجھے تمہاری طرف کھنچاوٹ محسوس ہوتی ہے دیکھو سونیتا میرا ماضی بہت بُرا ہے میں تمہیں اس بُرے ماضی میں شامل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔"

"ایک درخواست کر سکتی ہوں گیرائیل۔"

"مجھے گیرائیل نہ کہو۔"

"نہیں۔ تم گیرائیل ہو۔ میں تمہیں گیرائیل ہی کہوں گی مجھے تم مجھ سے میرا حق نہ چھینو۔" سونیتا نے جواب دیا اور میں متعجبانہ انداز میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو نجانے کس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر دفعتاً میرے سینے میں ایک طوفان اُٹھا۔ راجہ نواز اصغر پھر احمق بن رہا ہے تو۔ تو اس دنیا سے صرف انتقام کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کوئی بھی یہاں غرض سے خالی نہیں ہے۔ یہ لڑکی اگر تجھے گیرائیل بنانا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی پس منظر بھی ہو گا کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تو اس کو دیکھ۔ وقت گزارنے کے لیے کوئی اور راستہ تو ہے نہیں۔ اگر یہ ساتھی تجھے اس حیثیت میں رکھنا چاہتا ہے تو تجھے اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ تو مکمل طور پر گیرائیل بن جا۔ حالات کا تجزیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ واقعات کسی بھی شکل میں پیش آئیں اسے اپنالے ہاں اُسے اپنالے اور دفعتاً میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اُسے دیکھ کر اُس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سوری سونیتا سوری۔"

"اوہ۔ تم۔ تم گیرائیل ہو۔"

"ہاں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری ذہنی قوتیں بحال ہوتی جا رہی ہیں۔" میں نے کہا اور سونیتا ایک لمحے کے لیے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن مجھے اس کی حسین آنکھوں میں مسکراہٹ نظر آئی۔

"بس تو تمہیں وہ کرنا ہے جو میں کہوں۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تمہاری طبیعت اب بالکل ٹھیک محسوس ہوتی ہے میں تمہیں آج ہی اسپتال سے گھر لے چلتی ہوں اور اس کے بعد ہم واشنگٹن چلیں گے۔"

"واشنگٹن۔" میں نے زیر لب بڑبڑا کر کہا۔

"ہاں۔ اب تم مجھ سے پوچھو گے کہ واشنگٹن کیا ہے۔؟"

"اور تم مجھے نہیں بتاؤ گی۔"

"ہاں۔ میں نہیں بتاؤں گی کیونکہ تم اب خود کو میری تحویل میں دے چکے ہو۔"

"چلو منظور ہے مجھے۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد سونیتا نہ جانے کیا کیا کارروائی کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ایک خوبصورت کار میں بٹھا کر جس عمارت میں لائی وہ نہایت حسین تھی۔ عمارت تین منزلہ تھی۔ اس کی درمیانی منزل کے ایک خوبصورت فلیٹ میں سونیتا رہتی تھی۔ اس خوبصورت فلیٹ میں میرے لیے ایک آرام دہ کمرہ کا بندوبست کر دیا گیا میرے بدن کی تمام قوتیں بحال تھیں۔ اب میں ذہنی طور پر بھی ٹھیک ٹھاک ہی تھا چنانچہ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ مجھے گیرائیل کہہ رہی ہے تو ٹھیک ہے، اگر وہ واشنگٹن جانا چاہتی ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ سونیتا نے دو دن تک مجھے یہاں رکھا اس دوران اس نے میری اتنی خاطر مدارات کی تھی کہ میں اس کا شکرگزار ہو گیا لیکن اوپری دل سے اندر ہی اندر میں اپنے طور پر سمجھے ہوئے تھا کہ جب میرا دل اس لڑکی سے اُکتائے گا اور جب بھی مجھے یہ معاملات غیر دلچسپ محسوس ہوں گے میں اسے خیرباد کہہ دوں گا۔ زندگی کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے، ہاں اگر کبھی کسی راستے میں زیبی مل گئی تو میں اسے حاصل کر لوں گا۔ اور اس کے بعد ممکن ہے راجہ نواز اصغر اپنی زندگی میں واپس آ جائے اس وقت تو میں گیرائیل تھا سو فیصدی گیرائیل۔ حالات جو کچھ بھی ہوں گے خود بخود میرے علم میں آتے ہی رہیں گے اس کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے چنانچہ ہم نے تیسرے دن اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ سونیتا مجھے واشنگٹن لے جا رہی تھی کیوں اور کس لیے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے مجھے واشنگٹن کے راستے بتائے اور خود میرے ساتھ ایک عجیب سی شکل اختیار کر کے آ بیٹھی۔ اس نے راستے میں مجھے تھوڑی سے تفصیلات بتائی تھیں اور یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے کس طرح معاملات کو آگے بڑھانا ہے۔ ان مختصر تفصیلات میں ایک دلچسپ کہانی چھپی ہوئی تھی لیکن میں نے اس پر بہت زیادہ غور نہیں کیا تھا جب سونیتا سے تعاون کی بات تھی تو پھر ان تمام چیزوں کے بارے میں جاننے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہم ایک سنسان سڑک پر سفر کرتے رہے۔ اور کافی دور پہنچ گئے جب ہم سڑک کے مخصوص حصے سے گزر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ کچھ مسلح اور قوی ہیکل آدمی ہمارا راستہ روکے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کار روکنے کی کوشش نہیں کی اور ان کے قریب ہی جا کر رُکا۔ سونیتا نے بھی اس دوران کچھ نہیں کہا تھا بس وہ خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

وہ لوگ چند قدم آگے بڑھ آئے اور کار کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ شکل و صورت سے اور لباس سے وہ فوجی معلوم ہو رہے تھے

توی ہیکل اور خطرناک شکلوں والے پتہ نہیں ان کا تعلق کون سے ملک سے تھا۔ غالباً اسپین سے کیونکہ ان کے خدوخال اس قسم کا اظہار کرتے تھے۔

"کیا بات ہے جناب سڑک کیوں بند ہے۔؟" میں نے پوچھا۔ لیکن میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ دو آدمی کار کے نزدیک آئے اور جھانک کر اندر دیکھا۔ سونیتا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں رومال تھا۔

"سڑک کیوں بند ہے۔؟" اس نے رومال سے ناک رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں جارہے ہو۔؟" آنے والوں میں سے ایک نے سوال کیا۔

"وارہتھن کیوں کیا کوئی خاص بات ہے" سونیتا گلوگیر لہجے میں بولی۔ اس کے چہرے کی تبدیلیوں پر میں حیران تھا راستے میں وہ خوش و خرم تھی اور ہنستی مسکراتی مجھ سے گفتگو کرتی آئی تھی۔ لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے اس سے زیادہ غمزدہ لڑکی اس روئے زمین پر موجود نہ ہو۔

"وارہتھن کیوں جارہے ہو؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"اپنے بچھڑے ہوؤں سے ملنے" سونیتا کی آواز غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"براہِ کرم صحیح جواب دو۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ ضروری ہے۔" مسلح شخص نے کسی قدر نرم آواز میں کہا۔

"آپ نے ہمیں کیوں روکا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس سڑک کی نگرانی کی جارہی ہے" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں وارہتھن کے قبرستان جارہی ہوں وہاں میرے کچھ عزیز دفن ہیں"

"کون سے علاقے میں۔؟" اس شخص نے سوال کیا۔

"برفانی وادیوں میں یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا وہیں میرے اُن عزیزوں نے موت کو گلے لگایا تھا کیا تم اس زلزلے سے ناواقف ہو جو وارہتھن کے اطراف میں آیا ہے"

"اوہ۔ سوری میڈم سوری۔ بہرطور بات یہ ہے کہ اس موسم میں یہ سڑک خطرناک ہو جاتی ہے۔ آپ نہایت احتیاط سے سفر کریں" وہ راستے سے ہٹ گیا۔

"چلو" سونیتا نے مجھ سے کہا۔ اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ یہ تمام کہانی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی اور میں اس میں گم تھا جب ہم کافی دور نکل آئے تو سونیتا نے اچانک ایک قہقہہ لگایا۔

"تم نے دیکھا کیرائل میں نے کس طرح انھیں بیوقوف بنا دیا"

"اب میں اگر تم سے اس بارے میں کچھ پوچھوں گا تو تم کہہ دو گی کہ میں اپنے ذہن پر زور نہ ڈالوں"

"نہیں نہیں۔ کیوں نہیں۔ دراصل راستے واقعی خطرناک ہیں اور ہم جس سے ملاقات کرنے کے لیے جارہے ہیں وہ عام شخصیت نہیں ہے۔ کیرائل میں تمھیں تمام تفصیل سے آگاہ کر دوں گی اس وقت صرف میرا ساتھ دو"

"میں نے کب منع کیا ہے۔ مگر تم کس سے ملنے جارہی ہو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہیڈ روسے" وہ بولی۔

"ہیڈ رو کون ہے؟"

"ہمارا محب، ہمارا ہمدرد۔ ہمارے لیے راستے کا انتخاب کرنے والا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہمارا راستہ کیوں روکا گیا تھا"

"اوہ۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مسٹر ہیڈ رو انہی علاقوں میں موجود ہیں۔"

"لیکن کیا کچھ لوگ مسٹر ہیڈ روسے پرخاش رکھتے ہیں"

"ہاں۔ چلو تم چلتے رہو" اس نے کہا اور میں خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔

یہ لڑکی کافی پُراسرار محسوس ہوتی تھی لیکن سوال یہ تھا کہ اُس نے اپنے کسی مقصد کے لیے مجھے استعمال کیا ہے۔ میں نے بھی دل میں فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ وہ کہے گی میں اسی پر آمنا و صدقنا کہتا رہوں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے میری زندگی اگر کسی اور حادثے سے دوچار ہونے جا رہی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو ہے ہی حادثے کی آغوش میں۔ چند لمحات کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا ان اطراف میں زلزلہ آیا ہے۔؟"

"ہاں۔ ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے کچھ عرصہ پہلے یہاں زلزلے نے خاصی تباہی پھیلائی ہے۔"

"ہوں۔ تو یقیناً تم نے اس کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل کر لی ہوں گی"

"ہاں کیوں نہیں" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اب کیا پروگرام ہے"

"بس کوئی پروگرام نہیں ہے پہلے ہم اس علاقے میں چلیں گے جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی یادگاریں تعمیر کی گئی ہیں تاکہ اگر کسی

نے ہم پر نگاہ رکھی ہو تو اسے شبہ نہ ہونے پائے اور اس کے بعد ہم مسٹر ہیڈ روسے ملاقات کریں گے۔ میں نے تمھیں جو تھوڑی بہت تفصیلات بتائی ہیں براہِ کرم ان کے تحت ہی ہیڈ رو کے سامنے اپنے آپ کو کیرائل کی حیثیت سے پیش کرنا ورنہ ہمارے لیے مشکلات پیش آئیں گی۔"

"میں اب تم سے یہ نہیں پوچھوں گا سونیتا کہ معاملہ کیا ہے بس تم جو کچھ کہو گی وہی کروں گا۔"

"اور ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو کہ میں جو کچھ کروں گی وہ ہم دونوں کے حق میں بہتر ہو گا" سونیتا نے جواب دیا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔ میرے حق میں کیا بہتر ہو گا اور کیا نہیں، اس کے بارے میں سونیتا کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہرطور میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کر لیا جو مختصر معلومات اس کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ اس کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو بہت سے لوگوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہو سکتا تھا۔ میں اس کے راز میں اس کا شریک تھا اور اس سلسلے میں میرے ذہن کو اذیتیں دے کر معطل کر دیا گیا تھا سونیتا نے مجھے دوبارہ حاصل کیا اور حاصل کرنے کے بعد اس نے میرا علاج کرایا تاکہ میں ٹھیک ہو جاؤں تو وہ اپنے پاس موجود راز کو بیچ کر دولت کما سکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سونیتا کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے یا تو وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے ممکن ہے۔ اس کا ساتھی، کیرائل میرا ہی ہمشکل ہو اور اب اس دنیا میں اس کا وجود نہ ہو اس کے امکانات تھے کیونکہ سونیتا جس طرح مجھ سے مخاطب تھی اور جو تفصیلات اس نے بتائی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میری شکل سے دھوکا کھا گئی ہے۔

بہرطور اگر ایسی کوئی بات تھی تو میں سونیتا کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا تفصیلات مجھے کسی حد تک معلوم ہو گئیں تھیں اور میرے دل میں اچانک ان حالات سے دلچسپی لینے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ نئی زندگی کے لیے جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس سے مجھے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اب میں ان معاملات میں پوری طرح ملوث ہو گیا اس کے سہارے میں نے آہستہ آہستہ ایک پروگرام ترتیب دیا اور اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس راز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہو گی اُسے میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کروں گا اور سونیتا کو بھی اس کا ایک بڑا حصہ دوں گا"

چنانچہ میں پوری طرح اب اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا اور وارہتھن میں مسٹر ہیڈ روسے ملاقات کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر چکا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا "آپ کا کیا خیال ہے مس سونیتا جو راز ہمارے پاس موجود ہے دوسرے لوگ بھی اس سے واقف ہیں کیا۔؟"

"ہاں۔ اس کے لیے دنیا کے کئی ممالک تگ و دو کر رہے ہیں اور کیرائل تم یقین کر لو کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ ہم اس راز کو ایسی قیمت پر فروخت کریں گے کہ اس کے بعد ہمیں اپنی زندگی میں کسی اور چیز کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اور تم اطمینان سے ایک حسین زندگی بسر کریں گے" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

ویسے میں اس سلسلہ کا تانا بانا اپنے ذہن میں مرتب کر رہا تھا اور جاننا چاہتا تھا کہ آگے مجھے کیا کرنا ہو گا۔

"اگر یہ لوگ راستے میں اس طرح کی نگرانی کر رہے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح انھیں ہمارے بارے میں بھنک مل چکی ہے" سونیتا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"ہوں۔ ممکن ہے۔ ویسے کیا انھیں معلوم ہے مس سونیتا کہ ہیڈ رو یہاں موجود ہے"

"ہاں۔ مجھے اس بات سے بھی تشویش ہو گئی ہے اور یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ تمھاری حکومت بھی اس معاملے میں کافی دلچسپی لے رہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے دیکھ لیں گے" میں نے آہستہ سے جواب دیا اور سونیتا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن اُٹھا کر کہا

"ہمیں انتہائی احتیاط کرنا ہو گی"

"مثلاً" میں نے سوال کیا۔

"میں نے ان لوگوں سے جو کچھ کہا ہے وہی کرنا لازمی ہے ہم سب سے پہلے اس قبرستان میں چلیں گے"۔

"ٹھیک ہے مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے" سونیتا مجھے راستہ بتاتی رہی اور میں کار ڈرائیو کرتا رہا پھر جب ہم ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی کے نزدیک سے گزرے اور ایک پرانے اور کائی لگے کلیسا کی دیواروں کے ساتھ مڑ کر ایک اور سڑک پر پہنچ گئے۔

بستی کے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف جمی ہوئی تھی

"کیا تم اس جگہ سے واقف ہو جہاں زلزلے سے مرنے والوں کی قبروں کو تعمیر کیا گیا ہے"

"ہاں مجھے پہلے سے اس کے بارے میں اندازہ ہے"

"تو پھر مجھے اس طرف گائیڈ کرو"

"کیوں نہیں۔ آگے چل کر ایک دوشاخہ سڑک نظر آئے گی ہمیں بائیں سمت مڑنا ہے، زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور کار اس دوسرے راستے پر

ڈال دی۔ یہ سڑک ایک کلیسا پر جا کر ختم ہو گئی تھی لیکن ان راہوں پر بے پناہ برف تھی جس کی وجہ سے کار کی رفتار سست ہو گئی تھی کلیسا کے سامنے جا کر میں نے گاڑی روک دی اور نیچے اتر آیا لیکن تعاقب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ نہ ہی کلیسا کے قرب و جوار میں کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اُن لوگوں نے یہاں تک ہمارا تعاقب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ بہرطور ہم نیچے اتر آئے اور سونیتا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ کلیسا کے دروازے پر برف جمی ہوئی تھی جسے ہٹا کر ہمیں دروازہ کھولنا پڑا تھا۔

لکڑی سے بنا ہوا کلیسا اندر سے بالکل تاریک اور سنسان تھا۔ لکڑی کی کرسیوں اور بنچوں سے ایک ناگوار سی بُو اُٹھ رہی تھی۔ سامنے دیوار پر حضرت عیسیٰ کا مجسمہ نصب تھا اس کے نیچے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کے نام کندہ تھے۔

سونیتا نے میز پر پڑے موم بتیوں کے بنڈل سے ایک موم بتی نکال کر روشنی کی اور چند ساعت عبادت کرتی رہی۔ میں اس دوران بالکل بے تعلق کھڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فارغ ہو گئی اور مسکراتی ہوئی میری جانب دیکھ کر بولی۔

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حالات ہمارے حق میں جا رہے ہیں۔“

”اس کا اندازہ تم خود کرو سونیتا، تم جانتی ہو میرا ذہن پوری طرح حاضر نہیں ہے۔“

”ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ بہرطور ہمیں سخت احتیاط کرنا ہو گی مسٹر ہیڈرو بھی یہی چاہتے ہیں۔“

”احتیاط۔“ میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

”کیوں تمھیں کوئی اعتراض ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا مطلب؟“

”کیا ہم اپنے پیچھے لگے ہوئے لوگوں سے نمٹنے کے لیے کوئی وسیلہ رکھتے ہیں۔“

”مثلاً کیا۔؟“

”ہتھیار ہیں کیا ہمارے پاس۔؟“

”اوہ کیوں نہیں۔ کار کی سیٹوں کے نیچے خفیہ خانوں میں اسٹین گن اور دستی بم موجود ہیں۔“

”ٹھیک ہے آ جاؤ۔“ میں نے کہا۔ اور وہ میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی۔ پھر میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

”اب تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا اُن لوگوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔“

”کن لوگوں کو؟“

”وہی جنھوں نے ہمیں راستے میں روکا تھا۔ اور جن کے بارے میں ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ بلاوجہ وہاں موجود نہیں ہوں گے۔“

”ہاں۔ میرا خیال ہے انھیں ہم پر شبہ نہیں ہو سکا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ لیکن اُن چالاک لوگوں کے لیے اگر ہم تھوڑا وقت مزید برباد کریں تو کیا حرج ہے۔“

”جیسی تمھاری مرضی۔ میں کسی کام پر اعتراض نہیں کروں گا۔“

”میں تمھاری شکرگزار ہوں کبرائیل اور تم پر بے حد اعتماد کرتی ہوں۔ چلو، کار دالپس سڑک پر لے جانے کے بجائے تھوڑی دیر تک ان میدانی حصوں میں چلاؤ۔ سڑک کافی خطرناک ہے اور خاص طور سے اس موسم میں۔ میدان کے دوسرے سرے پر ہم اس سڑک پر دوبارہ پہنچ جائیں گے۔“

”میدان ہموار ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔“ میں نے اس کی خواہش کے مطابق کار کا رُخ میدان کی طرف کر دیا۔ وہ میرے ساتھ ہی آ بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر گئی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن چند لمحات کے بعد اس نے ایک چھوٹی اسٹین گن نکال کر میرے برابر والی سیٹ پر رکھ دی ”ہمیں حالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ میں نے اسی لیے نکال لیا ہے۔“ وہ بولی۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

میدان میں برف جمی ہوئی تھی اور میں احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، چند لمحات کے بعد سونیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

”رفتار اس سے تیز نہیں کی جا سکتی۔؟“

”میرا خیال ہے برف سے ڈھکے میدان کے ایک ایک حصے سے واقفیت مشکل ہے، اور میں تو اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔“

”ٹھیک ہے میں بھی بہت زیادہ نہیں جانتی لیکن میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ دھند نیچے اترتی آ رہی ہے۔“ سونیتا نے کہا۔

”میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ پہاڑوں کی دھند اب نیچے اتر رہی تھی اور ماحول میں تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ پھر ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے یہاں سردی کا احساس مزید بڑھ گیا تھا جبکہ اس سے پہلے بھی خاصی سردی تھی، لیکن بارش کی وجہ سے ماحول میں ٹھٹھرن سی پیدا ہو گئی تھی، میں نے رفتار تھوڑی سی بڑھا دی۔ خوب جھٹکے لگ رہے تھے، لیکن بہرحال کار شاندار تھی۔ سونیتا کئی بار چور نگاہوں سے دیکھ چکی تھی اس کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا، میں نے محسوس کیا شاید وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی

ہو، بہت ہی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ وہ کشمکش کا شکار معلوم ہوتی تھی۔ بالآخر اُس نے کہا۔

”کبرائیل۔“

”ہوں، کہیے۔؟“

”تمہیں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ یاد نہیں آتا۔؟“

”میری پچھلی زندگی کے بارے میں آپ نہیں جانتیں مس سونیتا؟“ میں نے کہا۔

”یہ اچانک تمہاری گفتگو میں تکلف کیوں پیدا ہو گیا ہے۔؟“

”اس کی وجہ بھی آپ کو معلوم ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔؟“

”مطلب یہ کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ ہی جانتی ہیں!“ میں نے کہا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ وہ کس قدر زرد سی نظر آنے لگی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس نے خود کو سنبھالا اور بولی۔

”کبرائیل انسان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں، جب وہ دوسروں سے سہارا لینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گی، اور یہ بات بھی میں تمہیں بتا دوں کہ اس وقت تم میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو۔“

”تم نے میرا انتخاب کس طرح کیا سونیتا۔“ میں نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔

”دل کے تقاضوں کے ہاتھوں۔ کاش میں تمہیں گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں کچھ بتا سکتی۔“

”جب بتانے کی پوزیشن میں ہو تو اس موضوع پر بات کر لینا، فی الحال خاموشی ہی مناسب رہے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ اُس نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

”میرا خیال ہے ہم سڑک پر آ گئے ہیں، لیکن برف میں اس کی تمیز کرنا مشکل ہو گی۔“

”ہاں سڑک برف سے ڈھکی ہوئی ہے، لیکن درختوں کی قطاروں سے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔“ میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

بڑی خطرناک سڑک تھی، ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی چلی گئی تھیں، جن پر برف ہی برف نظر آ رہی تھی۔ دوسری طرف درختوں کی قطاریں تھیں جن کی دوسری سمت گہری ہوتی چلی گئی تھیں۔

ہم برف کی موٹی تہہ پر سست رفتاری سے سفر کرتے رہے اور کافی دُور نکل آئے، لیکن اب آگے کا سفر بہت مشکل ہو گیا تھا، کیونکہ دھند نے تاریکی پھیلا دی تھی۔ اور رفتہ رفتہ ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ اب چند گز دُور کی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

سونیتا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلنے لگے میں نے روشنی جلا دی، لیکن بے حد تیز روشنیاں بھی کوئی خاص اثر نہ کر سکیں۔

”میرا خیال ہے سونیتا سفر جاری نہیں رہ سکتا۔“ میں نے کار روکتے ہوئے کہا۔

”ہاں ان علاقوں میں موسم ہمیشہ خراب ہی رہتا ہے۔“ سونیتا تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

”پھر کیا ارادہ ہے۔؟“

”یہاں تو قیام بھی ممکن نہیں۔“

”لیکن کار کو آگے لے جانا کافی خطرناک ہو سکتا ہے، ممکن ہے سڑک آگے چل کر کسی طرف مڑ جائے اور ہم سیدھے کسی کھائی میں جا گریں۔“ میں نے جواب دیا۔

”پیچھے ہٹنا بھی بے مقصد ہو گا۔ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ رات یہیں گزاری جائے۔“

”لیکن یہ سڑک۔؟“

”مجبوری ہے۔“ میں نے شانے ہلائے اور سونیتا میری طرف دیکھنے لگی، پھر اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر تغیر محسوس کیا، وہ آہستہ سے بولی۔

”ٹھیک ہے تم میرے ساتھ ہو، مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اس خطرناک موسم میں کوئی اور بے وقوف نہیں ہو گا جو ہماری طرح سفر کرے، اس لیے کسی گاڑی کے ٹکرانے کا خوف نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم روشنیاں جلائے رکھیں گے۔“

”کب تک۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”جب تک بیٹری ساتھ دے۔“ وہ ہنس پڑی

”لیکن صبح کو کیا ہو گا محترمہ۔؟“

”صبح کی بات صبح دیکھی جائے گی۔ چھوڑو اب ان پریشان کن خیالات میں وقت مت ضائع کرو اور انجن بند کر دو۔“ اس نے کہا اور میں نے گاڑی کو جس حد تک ممکن ہو سکا سائیڈ میں لگا کر کھڑا کر دیا۔ نیچے اتر کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور اطمینان کر لیا کہ آگے کوئی کھائی نہیں ہے۔ پھر ہم نے گاڑی کے شیشے بند کر لیے، سونیتا ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہٹی اور کار کی ڈکی سے سامان نکالنے لگی، اس نے اس سفر کے لیے مکمل

انتظام کر لیا تھا، اور ابھی تک ہمیں اس سامان میں سے کوئی چیز استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی ۔ اس نے مجھے عمدہ سینڈوچ اور کافی نکال کر دی جو اس وقت اس موسم میں اتنی لذیذ معلوم ہوئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا ۔

دھند نے اب ہر چیز چھپالی تھی، یوں بھی شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے، میں نے کار کی دونوں سیٹیں کھول لیں اور ہم ان پر دراز ہو گئے ۔

"زندگی میں بعض لمحات کتنے عجیب ہوتے ہیں" سونیتا گہری سانس لے کر بولی ۔

"کس طرح ۔؟"

"جیسے اس وقت ۔"

"ہاں سونیتا، اس وقت ان لمحات کو ہم واقعی عجیب کہہ سکتے ہیں، ہم دونوں کتنے قریب ہیں، لیکن لیکن ۔!"

"لیکن کیا ۔؟"

"لیکن آگے کے حالات تم تو جانتی ہو ۔"

"کیا تم ان حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ۔؟"

"ایک شکل میں سونیتا ۔"

"وہ کیا شکل ہوگی ۔؟"

"تم اس کا اعتراف کر لو ۔" میں نے جواب دیا ۔ اور سونیتا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی ۔ پھر بولی ۔

"تمہیں کچھ نہ کچھ تو یاد ہوگا ۔؟ تم ہسپتال کیسے پہنچے تھے ۔؟"

"کاش مجھے یاد ہوتا ۔"

"تو اس کے بعد تم یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ تم کیرائل ہو؟"

"میں نے کب انکار کیا ہے !"

"اقرار بھی نہیں کیا ۔ بس یوں سمجھ رہی ہوں میں کہ جیسے تم نے کسی خاص وجہ سے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہو ۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے سونیتا ! باقی تمہارا دوسرا خیال درست ہے ۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، ہم اجنبی ہی سہی، کیرائل ہم اجنبی ہی سہی، لیکن تمہارا وجود مسلم ہے ۔"

"ایک فلسفیانہ بات ہے جو میری سمجھ میں نہیں آسکی ۔!"

"تم ۔ تم ہو کیرائل، سمجھے، تم تم ہو، یہ دوسری بات ہے کہ تم نہیں ہو ۔"

"یہ دوسرا فلسفہ ہے ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"پلیز ۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ۔"

"تو میں نے کب انکار کیا ہے اس سے مس سونیتا ۔" میں نے جواب دیا ۔

"اگر مجھے تمہارا سہارا مل جائے تو مجھے اور کسی چیز کی تمنا نہیں رہے گی ۔"

"آپ اپنی زندگی میں کسی سے متاثر ہوئی ہیں ۔؟"

"اس سے قبل نہیں ہوئی تھی ۔"

"اس سے قبل، کیا مراد ۔؟"

"آپ اگر یقین کریں مسٹر کیرائل تو میں یہ کہوں کہ میں تم سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور تمہارے قرب نے مجھے ایک عجیب سا احساس دلایا ہے ۔"

"کیسا احساس ۔؟"

"کاش تم وہ ہوتے جو میرے ذہن میں تھے ۔"

"بہر طور بہت سے کام کوشش کرنے سے نہیں ہوتے ۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات نظر آرہے تھے جنہیں سمجھنا میرے لیے مشکل نہیں تھا ۔ سرائے عالمگیر کا راجہ نواز اصغر جس دور اور جس ماحول سے گزر چکا تھا اس میں ان چیزوں کو جانچنے کی اسے چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن کچھ بھی ہو جاتا میں اب اس دور کا انسان نہیں رہا تھا میری زند[گی] وہ نہیں رہی تھی جو اب سے کچھ عرصے قبل تھی ۔ ایک حسین [لڑکی] نے میری زندگی کا رخ بدل دیا تھا اور میں ایک ایسا انسان [بن] گیا تھا جو اس کے سوا کسی کو دیکھنے کا قائل نہیں تھا ۔"

"ہاں زیبی میری زندگی کا سب کچھ تھی اس سے دور [ہو] کر بھی میں اس کے احساس کو اپنے ذہن سے فراموش نہیں کر [سکا] تھا چنانچہ سونیتا کی نگاہوں کے جواب میں میں نے گردن جھکالی سو[نیتا نے] مختلف انداز سے اپنی کیفیات کا اظہار کیا لیکن میری طرف [سے] خاموشی پا کر اس نے جیسے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا ہو ۔ رات آ[ہستہ] آہستہ آگے بڑھ رہی تھی باہر کا ماحول اتنا خوفناک تھا کہ چند گ[ز] چیز نظر نہیں آرہی تھی ۔ ہمیں کافی دیر ہو گئی، میں نے آنکھیں [بند] کر لی تھیں سونیتا بھی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی، لیکن میں [جانتا] تھا کہ وہ نہیں ہے ۔

کافی دیر تک اسی طرح وقت گزرتا رہا پھر سونیتا کی سا[نسیں] گہری ہونے لگیں میرا خیال تھا کہ تھک ہار کر وہ سو گئی ہے کا[فی] دیر اس طرح گزر گئی اور اس کے بعد دفعتاً مجھے ایک سفید[ی] سی تنے نظر آئی ۔ میں چونک پڑا میں نے گردن اٹھا کر دیکھ[ا] عقب میں جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا ۔ غالباً

کسی کار کی روشنیاں تھیں ۔ سونیتا کو اس وقت غافل رکھنا مناسب نہیں تھا ۔ چنانچہ میں نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا وہ پوری طرح سوئی نہیں تھی ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھی ۔

"کیا بات ہے ۔؟" اس نے سوال کیا ۔

"پیچھے دیکھو سونیتا ۔" میں نے کہا اور وہ عقب میں دیکھنے لگی پھر اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا ۔

"غالباً کسی کار کی روشنی ہے ۔"

"ہاں ایسا ہی لگ رہا ہے ۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ۔؟"

"وہ کوئی بھی ہوں سونیتا ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے ۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"ہمارے دشمن بھی ہو سکتے ہیں ۔"

"اوہ ۔ ہاں واقعی ۔" سونیتا نے دو تین بار سر کو جھٹکا اور پھر بولی ۔

"جلدی سے نیچے اتر آؤ ۔ ہم زیادہ دور نہیں جا سکیں گے لیکن کار کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے ۔ اگر وہ لوگ ہمارے مخالف نہ ہوئے تو واپس آکر کار میں بیٹھ جائیں گے ۔ لیکن تھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑے گی ۔"

"کوئی حرج نہیں ہے آؤ ۔" میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے ۔ کار کی گرمی ایک دم ختم ہو گئی تھی ۔ باہر کا ماحول ایک دم سرد تھا ہم نے کار کے شیشے وغیرہ بند کیے ہوئے تھے اور اندر موجود ہیٹر چلا رکھا تھا اس لیے ہمیں زیادہ سردی نہیں لگ رہی تھی لیکن باہر بے پناہ سردی تھی ۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے ۔ دھند میں نظر نہیں آرہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے ۔ بہر طور سڑک سے تھوڑا سا نیچے ۔ اتر کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں پہنچ گئے جہاں سے ہم سڑک پر نگاہ رکھ سکتے تھے سفید روشنیاں انتہائی طاقتور تھیں اس لیے اس دھند میں بھی کامیابی سے اپنا سفر کر رہی تھیں ورنہ اس وقت عام روشنیاں تو نظر بھی نہیں آسکتی تھیں ۔

بالآخر وہ ہمارے قریب پہنچ گئیں لیکن وہ ایک گاڑی نہیں تھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاڑیاں تھیں اور خاص قسم کی تھیں اب ہماری کار ان روشنیوں کی زد میں تھی کار کی روشنیاں بجھائی نہیں گئی تھی ان کے سائے میں ہم نے چند افراد کو نیچے اترتے دیکھا جو خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے وہ ہماری کار کے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے تیز روشنی والی ٹارچوں سے اندر کا ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا ۔ سونیتا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولی ۔

"یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کر رہے ہیں ۔"

"ہاں ۔ ایسا ہی لگتا ہے ۔"

"میں نیند کے عالم میں تھی کیرائل، ورنہ اسٹین گن ضرور اٹھا لاتی ۔"

"لو ۔" میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی ۔

"ارے ... یہ ... یہ ۔"

"ہاں ۔ میں تمہارے فراہم کیے چھوٹے دستی بم بھی اپنی جیب میں ڈال لایا ہوں ۔"

"تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو ۔"

"اسلحے کا استعمال تو کر سکتی ہو نا ۔"

"ہاں کیوں نہیں ۔" اس نے جواب دیا ۔

"لیکن اس وقت سے اسے استعمال نہ کرنا جب تک اس کی ضرورت پیش نہ آئے ۔" میں نے جواب دیا اور سونیتا نے گردن ہلا دی ۔

ہم دونوں خاموشی سے ان کا جائزہ لینے لگے وہ اطراف میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی لمبی زبانیں ہمیں چاروں طرف تلاش کر رہی تھیں اور ان کی تعداد کے بارے میں صرف ٹارچوں سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

چھ ٹارچیں تھیں اور یقینی طور پر وہ چھ ہی افراد تھے پھر ان میں سے دو آدمی ٹرک کے کنارے کی طرف بڑھے جس طرف ہم موجود تھے اگر تھوڑا سا اور آگے بڑھ آتے تو ہمارا ان کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے اگر اس جگہ سے واقفیت ہوتی تو ہم یقیناً ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر کہیں دور نکل جانے کی کوشش کرتے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ صورتِ حال اس وقت ہمارے حق میں نہیں تھی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ خطرہ قریب آتا گیا اور پھر وہ دونوں ٹارچیں روشن کیے ہوئے اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ گئے جہاں ہم موجود تھے لیکن اس سے زیادہ انتظار نہیں کیا جاسکتا جیسے ہی ٹارچ کی روشنی ہم پر پڑی سونیتا نے فائر کھول دیا۔ ویران ماحول میں اسٹین گن کی آواز کئی گنا بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی سارے پہاڑ چیخ پڑے تھے اور اس میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ٹارچیں جلتی ہوئی ہاتھوں سے گر پڑی تھیں وہ دونوں شکار ہو گئے تھے جو ہم تک پہنچے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم کس طرف ہیں چنانچہ وہ چیختے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑنے لگے تھے اور پھر پستولوں سے ہوائی فائر ہوئے اور سناٹے میں شگاف پڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بُری طرح بوکھلا گئے تھے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ منظم ہو جائیں اور اس کے بعد یہ جگہ ان کی نگاہوں سے دور نہیں رہ سکے گی چنانچہ ہم اپنے آپ کو ان کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ چونکہ اگر وہ مختلف حصوں میں پھیل کر ہم پر فائرنگ کریں گے تو اس ٹیلے کے پیچھے بچنا ممکن نہیں ہو گا۔

"کیرائل۔" سونیتا کی آواز ابھری۔

"ہوں۔"

"تم سُن رہے ہو نا ان کی آوازوں کو۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"وہ ہمیں تلاش کر لیں گے وہ ہمیں یقیناً تلاش کر لیں گے۔ یہ جگہ اب ہمارے لیے مناسب نہیں رہی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو پھر اب کیا کریں، کیا انہیں یہیں سے نشانہ بنائیں یا اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کریں۔"

"میرا خیال ہے جگہ تبدیل کر لی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔" وہ بولی۔ اور ہم دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے ان کے کسی اقدام سے قبل ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی ورنہ ہم مارے جاتے۔ میں اوپر کی طرف رینگنے لگا گاڑی ٹرک سے زیادہ دور نہیں تھی پھر میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی پن کھینچ کر ہٹایا اور اسے اپنی گاڑی کی جانب اچھال دیا ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے شمار چیخیں سنائی دیں لیکن وہ نہیں ہوا جو میں چاہتا تھا۔

میں نے دوسرا بم استعمال کیا اور میری کوشش کارآمد رہی اس بار ہونے والا دھماکہ پہلے دھماکے سے زیادہ خوفناک تھا اور پھر پے در پے دھماکے ہونے لگے برف کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا اور یہی میری اسکیم تھی۔

ان دھماکوں نے ان کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ وہ اوّل تو میرے پھینکے ہوئے دستی بموں کا شکار ہو گئے تھے اور جو بچے تھے وہ بُری طرح ایک سیدھ میں دوڑ پڑے تھے میں چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے سونیتا کو پکارا لیکن سونیتا اپنی جگہ موجود نہیں تھی اُسے اس کی جگہ نہ پا کر ایک لمحے کے لیے میں پریشان ہو گیا یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا اب اُسے کھونا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں بے اختیار اِدھر اُدھر اسے تلاش کرنے لگا۔

لیکن برف کی سفید چادر میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا میں حیران و پریشان قدم جما جما کر چل رہا تھا کہ ایک سے برف میرے قدموں کے نیچے سے نکل گئی اور میں لڑھکنے لگا بمشکل تمام میں نے خود کو گرنے سے بچایا تھا پتہ نہیں کتنی گہرائی تھی جہاں میں جا رہا تھا میرے قدم جم گئے میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر اِدھر اُدھر دیکھا اور اس گہرائی میں آنے کے بعد مجھے تھوڑے فاصلے پر کسی متحرک شئے کا احساس ہوا۔ میں اپنے آپ کو سنبھال کر اس طرف چل پڑا تا حدِ نگاہ برف ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف سے ڈھکے ہوئے درخت نظر آ رہے تھے بہرطور میں اس متحرک دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا وہ سونیتا ہی تھی، لیکن شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔ غالباً وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی اور طرف دوڑنے کے سلسلے میں گہرائیوں کا شکار ہو گئی تھی لیکن خوش قسمتی تھی ہم دونوں کی کہ یہ جگہ زیادہ گہری نہیں تھی میں اس کے قریب پہنچ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ حواس بحال کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

سردی سے اس کا بدن یخ ہو گیا تھا اور کافی خراب حالت میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے اُسے سنبھالا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم ٹھیک ہو کیرائل۔" اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ تمہاری کیا کیفیت ہے۔؟"

"ٹھیک ہوں۔ گر پڑی تھی کسی جگہ سے۔"

"میرا خیال ہے اٹھ کر بدن کو جنبش دو کہ کچھ گرمی پیدا ہو۔" میں نے کہا اور وہ اُٹھ گئی۔ غیر معمولی قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی تھوڑی دیر میں اس نے خود کو پوری طرح درست کر لیا اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا صورتِ حال ہے۔؟"

"میرا خیال ہے ہمارے حق میں مناسب۔"

"کیا تم۔ کیا تم سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔؟"

"سب کو نہیں لیکن باقی اس طرف کا رُخ نہیں کریں گے۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ میں نے انہیں بہت دور بھگا دیا ہے۔"

"اس غلط فہمی کا شکار نہ رہو وہ واپس آئیں گے، ہمیں تلاش کرنے کے لیے زیادہ قوتوں کے ساتھ۔"

"تو پھر کیا جائے۔؟"

"اب کار کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"کار کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ ویسے بھی تباہ ہو گئی ہوگی۔"

"اور ان کی گاڑیاں۔؟"

"ان کے سلسلے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اس کے باوجود میں اس طرف نہیں جاؤں گی آؤ اس طرف چلیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بہت سست رفتار سے چل رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے داہنے ٹخنے میں شدید چوٹ آئی ہے چلنے میں سخت دقت محسوس ہو رہی ہے۔"

"لاؤ۔ میں تمہیں سہارا دوں۔" میں نے کہا اور اسے اپنے شانے کا سہارا دے کر آگے بڑھانے لگا۔ اس کی چال کی لڑکھڑاہٹ کو خوب محسوس کر رہا تھا۔

کافی دیر تک ہم برف کی اس چادر پر سفر کرتے رہے ہلکی ہلکی بوندا باندی اب بھی ہو رہی تھی۔ کہر اتنی گہری تھی کہ تھوڑے فاصلے پر دیکھنے کے لیے بھی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ اس وقت شاید آسمان پر چاند سے بادل سرک گئے تھے جب برف کی سفیدی میں مجھے سونیتا کا بدن نظر آیا تھا غالباً یہ قدرت کا ایک اشارہ تھا اور اسے اس کی زندگی مقصود تھی ورنہ اس گاڑھے کہر اور شدید سردی میں آنکھیں تک ٹھٹھری ہوئی تھیں۔

سونیتا حسبِ توفیق میرا ساتھ دیتی رہی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیرائل۔ میرا بدن سرد ہوتا جا رہا ہے ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں کیا تمہاری بھی یہی کیفیت ہے۔؟"

"مجھے اپنی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں سونیتا چلتی رہو اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہو۔"

"میں جتنی کوشش کر رہی ہوں تم اندازہ نہیں لگا سکتے ویسے ایک بات سوچ رہی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"بُری ہوئی ہمارے ساتھ۔ ہم دار تھن آتے ہی مصیبتوں کا شکار ہو گئے مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ یہ کیفیت اور یہ صورتِ حال پیش آئے گی۔"

"حالات جو کچھ پیش آنا ہوتے ہیں سونیتا کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔"

"لیکن لیکن اب کیا ہوگا۔؟"

"ہم چلتے رہیں گے۔"

"ممکن ہے کیرائل۔ میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔"

"نہیں سونیتا اگر تم چلنے میں تکلیف محسوس کر رہی ہو تو میں تمہیں اپنے شانوں پر بھی اٹھا سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور سونیتا گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"یہ سب کچھ تم میرے لیے کیوں کرو گے کیرائل۔؟"

"انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔"

"صرف انسانی ہمدردی۔"

"ہاں یہی سمجھو۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ جب اُس کی خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں تم اور کیا سننا چاہتی تھیں مجھ سے۔؟"

"نہیں کچھ نہیں پلیز۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ زندگی بہت مختصر ہوتی جا رہی ہے میری، میرے بدن میں شدید درد اٹھ رہا ہے کیرائل۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گئی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں مر جاؤں ایسے حالات میں تم اپنے ذہن میں پتہ نہیں کیا کیا تصورات لے کر زندہ رہو گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو تم اتنی باہمت لڑکی ہونے کے باوجود ہمت ہارتی جا رہی ہو۔"

"حالات یہی کہہ رہے ہیں کیرائل۔ میں میں اب تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی کیرائل، درحقیقت صورت حال کچھ عجیب سی ہے۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ تمہارا نام کیرائل نہیں ہے۔ یہ نام میں نے رکھا تھا۔ میں عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ایک ایسی زندگی جو میری اپنی پسندیدہ نہیں تھی پتہ نہیں کیسے حالات کا شکار رہی ہوں جرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے پرورش پائی ہے اور پھر انہی جیسی ہو کر رہ گئی۔ پہلے، میرا تعلق ایک گروہ سے تھا لیکن اس کے بعد میں نے گروہ کو چھوڑ دیا اور ان میں سے دو افراد کو قتل کر کے نکل آئی کیرائل میرا بچپن کا ساتھی تھا ایک شریف النفس آدمی جو زندگی کو شرافت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا وہ مجھے بھی ایک اچھی لڑکی سمجھتا تھا، لیکن جب اس پر یہ ظاہر ہوا کہ میں غلط راستوں پر بھٹک کر اتنی دور پہنچ گئی ہوں کہ اب میری واپسی ممکن نہیں ہے۔ تو وہ کشمکش کا شکار ہو گیا۔ وہ فیصلہ کرنے لگا کہ اسے میرا ساتھ دینا چاہیے یا مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے لیکن میری محبت اسے مجبور کرتی رہی اور بالآخر اس نے ایک دن میرے سامنے گردن جھکا دی۔ تب ہم نے پیڈرو کی نشاندہی پر ایک ایسا راز حاصل کیا جس کی قیمت ہمیں کئی ملکوں سے مل سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ قیمت، ہم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا، لیکن تقدیر کیرائل کا ساتھ نہ دے سکی۔ وہ ایک ہنگامے کے دوران سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ میں اسے کسی طور نہیں بچا سکی تھی۔ راز میرے پاس موجود تھا اور میں کیرائل کی موت کے بعد بھی اپنا مستقبل بنانے کی خواہاں تھی۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ تم مجھے نظر آ گئے اور شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو مسٹر۔ تمہارا نام جو کچھ بھی ہے کہ تم کیرائل سے اس حد تک ملتے ہو کہ تمہیں دیکھ کر کوئی بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ ہاں۔ میں نے تمہیں کیرائل کی جگہ پایا۔ میں نے تمہیں اس جگہ دیکھا تھا جہاں میں پہلی بار تم سے ملی اور مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا کہ تم ایک ذہنی مریض ہو۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں دستیاب تھے اور تمہیں اس اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ تمہارے اسپتال والوں کے پاس بھی کوئی ریکارڈ نہیں تھا چنانچہ نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تمہیں کیرائل دیا۔"

"تم جس قسم کے انسان تھے اس سے میں نے اندازہ لیا کہ تم میرے لیے کارآمد ہو سکتے ہو اور اس کے بعد خود غرضی تمہیں یہاں تک لے آئی ہے۔ تم جو کوئی بھی تم سے تمہارا نام نہیں پوچھوں گی بلکہ اگر خوش قسمتی سے بچ گئی تو آخر تک تمہیں کیرائل ہی کہتی رہوں گی۔ لیکن وہ سب کچھ طلب نہیں کروں گی جو کیرائل سے حاصل کرنا تھی۔ میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں مر جاؤں تو معاف کر دینا۔ اور زندہ رہوں تو تم جو چاہو میرے ساتھ کر لینا"

میں اپنے سینے میں ہلکا سا گداز محسوس کرنے لگا۔ ذہنی گمشدگی کے بعد میری ذہنی کیفیت جو ہو گئی تھی اس نے فیصلہ کیا تھا کہ کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کروں گا لیکن دل کم بخت پھر پگھل جاتا تھا۔ ناممکن۔ ناممکن۔ میں اپنے آپ کو سہارا دینے کی کوشش کی اور پھر جھوٹی تسلی کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ اگر اس لڑکی کے ذریعے مجھے حاصل ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے، اسے زندہ رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اس کے ساتھ ایک شاندار وابستہ ہے۔ وہ دولت حاصل کرنا چاہتی ہے اگر وہ زندہ رہے۔ تو پھر یہ سب کچھ ہونا ہی چاہیئے۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ راز کہاں ہے۔؟"

"دوسرا جملہ میرا ابھی اس سلسلے میں ہوتا۔ میرے لباس میں سینے کے بالکل قریب ایک چھوٹا سا جو کور بندھا ہوا ہے۔ میری موت کے بعد اسے کھول لینا اور سمجھو تو کیرائل کی حیثیت سے پیڈرو سے ملاقات کر"

"اوہ بہر طور میں تمہاری موت نہیں چاہتا سمجھیں اگر نہیں پا رہی ہو تو آؤ میرے شانوں پر آ جاؤ۔"

"کیرائل پلیز —— مجھے زندگی کے خواب نہ دکھا آنکھوں میں تاریکی پھیلتی جا رہی ہے لیکن میں چلوں گی تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔ میں ابھی تمہارے شانوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ ہاں جب گر پڑوں اور جب میرا ساتھ دینا چھوڑ دیں تو پھر تمہیں اختیار ہے جو دل چاہے کرنا۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ راستے میں بے پناہ خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اور میں پریشانی سے اس کے دوسرے سرے کی تلاش میں چل پڑا۔ کافی دور پہنچ کر ہمیں کنارہ مل سکا۔ لیکن اس دوران ہم برف کے میدانوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ برف کا ایک عظیم الشان ویرانہ تھا اور ہم دو تنہا مسافر جن میں سے ایک زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا۔ رات گذر گئی اور سورج کی روشنی نمودار ہو گئی۔

سورج کے ساتھ ساتھ دھند بھی چھٹ گئی تھی۔ دور دور تک کسی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس وقت سردی بھی کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔ سونیتا کی حالت اب پہلے سے کسی حد تک بہتر نظر آ رہی تھی۔ غالباً صاف موسم نے اس پر اثرات ڈالے تھے۔ لیکن دوپہر کے بعد جب ہم کافی سستا کر دوبارہ سفر کا آغاز کرنے ہی والے تھے۔ دفعتاً پھر ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ اور یہ ہوائیں ہماری سانسوں کے لیے آخری ضرب ہو سکتی تھیں۔ میں ان سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگا لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ پیاس کا البتہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دو تین بار میں نے برف ہاتھوں میں لے کر پگھلائی اور اس سے حلق تر کیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ جہاں ہم ہواؤں سے بچ سکیں۔

ایک بار پھر دھند پہاڑوں سے نیچے اترنے لگی۔ اور آن کی آن میں گہرا اندھیرا پھیل گیا۔ ہوائیں خوفناک آوازیں سفر کر رہی تھیں۔ سردی ہڈیوں میں اترتی جا رہی تھی۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ سونیتا کی قوت برداشت میرے لیے حیرت انگیز تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کیرائل کہ تم۔ تم اپنے طور پر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو۔ میری وجہ سے یہ سفر بہت سست رفتاری سے گذر رہا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو سونیتا میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ جب تک میرے سینے میں سانس ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم مایوس کن خیالات ذہن سے نکال دو۔ ہمیں یقیناً ہماری منزل مل جائے گی۔" سونیتا خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ رک گئے۔ یہ بھی برف کا ایک تودہ ہی تھا۔ سونیتا پر غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ یہ نقاہت اور تکلیف کا نتیجہ بھی ہو سکتی تھی۔

ہوائیں اب بھی براہِ راست ہمارے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اور ہمارے بدن برف کی مانند سرد تھے۔ یہ رات جتنی تکلیف دہ تھی۔ اس سے پہلے ایسی کسی خوفناک رات کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آسمان سے ایک بار پھر سفیدی جھلکنے لگی۔ لیکن شریانوں میں خون جما ہوا تھا۔ جسم اس طرح اکڑ گیا تھا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ دھند چھٹ گئی تھی۔ لیکن پوری طرح نہیں ہلکی ہلکی دھند اب بھی فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سونیتا کو دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانسیں بے ترتیب میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن مجھے احساس ہوا کہ اب وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ موت اس کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن دکھ کا شکار ہو گیا۔ سونیتا کا اس طرح مر جانا بہتر نہیں تھا۔ بہر حال میں اسے شانے پر لاد کر چل پڑا اس سے قبل میں نے اس سے اتنی ہمدردی کبھی نہیں محسوس کی تھی۔ برف کے ویرانے کا سفر جاری رہا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں نے کتنا فاصلہ طے کیا بس یہی محسوس ہو رہا ہے کہ میں چل رہا ہوں اور سونیتا کو شانے پر لادنے کی وجہ سے میرے بدن میں گرمی سی دوڑتی جا رہی تھی۔

پھر اس وقت نجانے کیا وقت تھا کون سا پہر تھا جب مجھے اپنے کانوں میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سونیتا اب بھی میرے بدن پر لدی ہوئی تھی۔ لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تمام احساسات دھندلاتے جا رہے

تھے اور اس کے بعد میرے اردگرد تاریکی پھیل گئی گہری تاریکی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش آیا تو صورتحال میرے ذہن میں اجاگر ہو گئی۔ لیکن آنکھیں کچھ اور ہی منظر پیش کر رہی تھیں۔ اب میں برف کے اس ویرانے میں نہیں تھا بلکہ میرے بدن کے نیچے نرم گرم بستر تھا۔ اوپر بھی ہوا یا سردی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ کمرے کا ٹمپریچر غالباً میری وجہ سے بڑھا دیا گیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہیٹر سلگ رہا تھا۔

میں اپنے اطراف کا یہ ماحول دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات میرے ذہن میں ابھرتے آ رہے تھے۔ گاڑی کے انجن کی آواز یقیناً میری سماعت سے ٹکرائی تھی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ لیکن کچھ ہو گیا تھا اس دوران کیا؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

پھر مجھے اپنے عقب سے ایک مترنّم آواز سنائی دی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ سفید لباس میں ملبوس ایک نرس سرہانے کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اب جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔ بڑا خوبصورت چہرہ تھا اس کا اور اس کی آنکھوں میں انسانیت کروٹ بدل رہی تھی۔

"ہیلو"۔ اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو"۔ میں نے بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں سسٹر"۔ نجانے کیوں میرے منہ سے یہ لفظ نکل گیا۔

"میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دوں"۔ اس نے سوال کیا۔

"دے دیں لیکن اب تو میں ٹھیک ہوں"۔ میں نے کہا۔

"صرف چند لمحات ابھی آئی"۔ وہ بولی اور باہر نکل گئی پھر ایک بھاری بھرکم شخص کے ساتھ اندر آئی۔ اس کے گلے میں اسٹیتھسکوپ پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسٹیتھسکوپ میرے سینے پر اور میرے جسم کے مختلف حصوں پر لگا کر میرا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"اب یہ بالکل ٹھیک ہیں"

"ڈاکٹر ان کے لیے کوئی اور بندوبست؟"

"ہاں۔ انہیں سوپ پلاؤ"۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میری طرف رُخ کر کے بولا۔

"نئی زندگی کی مبارکباد قبول کریں مسٹر کیرائل"۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مقصد تھا کہ میں کسی ایسی جگہ پر ہوں جہاں مجھے کیرائل کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ڈاکٹر باہر نکل گیا نرس بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سوپ لے کر اندر آ گئی تھی۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے اٹھایا اور تکیے کے سہارے بٹھا دیا۔

"سوری نرس"۔

"نہیں یہ تو میری ڈیوٹی ہے جناب"۔ نرس نے نرم لہجے میں کہا اور پھر مجھے چمچے سے سوپ پلانے لگی۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے کئی دن سے بھوکا ہوں"۔ میں نے کہا۔

"آپ کئی دن سے بھوکے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"تیسرے دن تو آپ کو ہوش آیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں پورے تین دن تک آپ شدید بے ہوش رہے ہیں۔ ڈاکٹر آپ کے بارے میں شدید تشویش کا شکار تھے"۔

"اوہ"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور اس وقت میرے ذہن میں سونیتا ابھر آئی۔ میں نے چونک کر پوچھا۔

"سسٹر میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی؟"

"آپ مس سونیتا کی بات کر رہے ہیں"۔

"ہاں"۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"سونیتا بالکل ٹھیک ہیں لیکن انہیں بھی آرام کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی زندگی واقعی بڑی حیرت کی ہے۔ آپ پر سردی کا شدید حملہ ہوا تھا"۔

"سونیتا کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے"۔ نرس نے کہا۔ اور اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں سوپ پیتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"سسٹر آپ کی اس مسکراہٹ کی کوئی خاص وجہ؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں"۔ نرس ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"مجھے آپ کی سنجیدگی پسند نہیں آئی سسٹر۔ آپ جس طرح مسکرا رہی تھیں، مسکراتی رہیں۔ میں نے شاید ہی زندگی میں کبھی کسی کو سسٹر کہا ہو لیکن آپ کو دیکھ کر نجانے کیوں میرے منہ سے یہ لفظ نکل گیا ہے۔ شاید اس میں آپ کی صورت کی پاکیزگی کو دخل ہے"۔

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ"۔ وہ آہستہ سے بولی اور میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ تین آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں آگے والا دراز قامت غیر ملکی تھا۔ غالباً اس کا تعلق یا تو آئرلینڈ سے تھا یا پھر کہیں اور کا باشندہ تھا۔ سرخ ناک چوڑا چکلا بدن، ذہین آنکھیں میرے نزدیک آ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا نام پیڈرو ہے"۔

"اوہ مسٹر پیڈرو۔ میں۔ میں"۔

"جی فرمائیے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"مم۔ میرا نام"۔

"ارے۔ آپ کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سونیتا ہمیں آپ کے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہے۔ میں سونیتا کی زندگی کی حفاظت کرنے کے لیے ذاتی طور پر آپ کا شکر گذار ہوں۔ مسٹر کیرائل آپ نے واقعی جس جواں مردی اور ذہانت سے اپنے دشمنوں پر قابو پایا اور سونیتا کی جان بچائی اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے آپ نے۔ خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہم عین اس وقت وہاں پہنچ گئے جب آپ سردی کی وجہ سے موت کی آغوش کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اور ہم اس بات پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے کہ ہم نے آپ کو صحیح وقت پر مدد فراہم کی"۔

"اوہ۔ جی میں نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی تھی۔ بس وہ میرا آخری احساس تھا"۔

"آپ اس وقت تک خود پر قابو رکھے رہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہرطور ہم اس تعاون کے دلی طور پر شکر گذار ہیں۔ آپ نے ہمیں دوسروں پر ترجیح دی۔ میں یہی کوشش کروں گا مسٹر کیرائل کہ میرے اور آپ کے درمیان سارے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔ میں اس تعاون کا دلی طور سے شکر گذار ہوں"۔ میں نے خاموشی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ پتا نہیں وہ کون سے تعاون کا شکریہ کر رہا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میرا ذہن صاف ہوتا گیا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ سونیتا کیرائل کی مدد سے جس راز کا سودا کرنا چاہتی تھی۔ غالباً پیڈرو سے ملاقات اس سبب سے تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پیڈرو نے مجھ سے میری تمام ضروریات کے بارے میں پوچھا اور میں نے اسے یہ کہا کہ یہاں مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تب وہ بولا۔

"مس سونیتا بخیریت ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ان سے شاید ملاقات کی اجازت بھی دے دی جائے۔ فی الحال آپ آرام کریں۔ کیوں سسٹر آپ کا مریض آپ کے خیال میں بہتر ہے"۔ اس بار اس نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور نرس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کی مکمل دیکھ بھال کریں گی اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گی"۔

"آپ مطمئن رہیے جناب عالی۔ یہ میری ڈیوٹی ہے"۔ سسٹر نے جواب دیا۔ پیڈرو چلا گیا تھا۔ نرس کے اخلاق سے کافی متاثر ہوا تھا۔

اس کے بعد میری حالت دم بہ دم درست ہوتی چلی گئی۔ پھر سونیتا دوسری رات مجھ سے ملنے آئی۔ اسے بھی تیز چلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دو نرسیں اس کے ساتھ آئی تھیں۔ میرے نزدیک آ کر وہ میرے بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ باہر جائیں میں کیرائل سے گفتگو کروں گی"۔ نرسیں چلی گئیں۔ سونیتا نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر میرے نزدیک آ بیٹھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کیرائل جس طرح تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ اس طرح کوئی بھی کسی کے لیے نہیں کرتا۔ اصل کیرائل بھی ہوتا تو یقیناً اس سے زیادہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ اپنے سینے میں تمہارے لیے کون سا مقام رکھتی ہوں۔ بس کوئی فیصلہ نہیں کر پاتی میں اس بارے"۔

"چھوڑو سونیتا۔ بہرطور تمہاری زندگی میرے لیے اہم تھی"۔ میں نے جواب دیا۔

"اور تمہاری زندگی میرے لیے اہم ہے"۔ سونیتا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"مقصد یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا سہارا ہیں"۔

"شاید"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے اپنی زندگی کا سہارا یاد آ گیا تھا۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی مایوس کرنا مناسب نہیں تھا۔ نجانے حالات کون کون سے رخ اختیار کریں اور

میں اپنی اس نئی زندگی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس سے میرا دل بہل گیا تھا۔

"پروگرام کیا ہے سونیتا؟"

"مسٹر پیڈرو ہمارے صحتیاب ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم سے کاروباری گفتگو شروع کردی جائے گی۔ اور سنو کیرائل۔ یہ گفتگو وہ تم ہی سے کریں گے۔ صورتحال کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ تم اصلی کیرائل ہو۔ اور دراصل اصلی کیرائل ہی اس معاملے میں سودے بازی کرسکتا تھا۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ اس راز کے سلسلے میں تم ہی ان سے گفتگو کرو۔ یہ معاملہ حکومتوں کا ہے جیسا کہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اس راز میں کئی ملک دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور ہمارے دشمن جنہوں نے ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ انہی میں سے کسی ملک سے تعلق رکھتے ہیں یقینی طور پر یہ فوجی وردی جو انہوں نے استعمال کی تھی۔ یہ دھوکا دہی کے لیے تھی ورنہ اصل معاملہ دوسرا تھا۔"

"ٹھیک ہے سونیتا مجھے بتادو کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"راز کے سلسلے میں تم ہی مسٹر پیڈرو سے سودے بازی کرو گے۔ اور جس طرح بھی صورتحال ہمارے حق میں بہتر ہو، کرلینا۔"

سونیتا مجھے اس بارے میں آہستہ لہجے میں تفصیلات بتاتی رہی اور میں نے وہ تفصیلات ذہن نشین کرلیں۔ کیونکہ اب میں سونیتا کے سلسلے پوری طرح ملوث ہوچکا تھا۔ اسی لیے اس سے روگردانی میرے لیے مناسب نہیں تھی۔

سونیتا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک الگ کمرے میں مقیم ہے اور اب صورتحال ایسی ہے کہ وہ جلد از جلد مجھ سے ملتی رہے گی۔ میں نے گردن ہلادی تھی۔ چند روز اس طرح گذر گئے۔ اب مجھے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی آزادی تھی۔ چہل قدمی کرتا تھا۔ جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اور میری رہائش گاہ بھی اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔ ہر چیز سے نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی شام پیڈرو نے چائے کی میز پر مجھ سے ملاقات کی

اور بولا۔

"ہر انسان تھوڑا سا خود غرض ہوتا ہے مسٹر کیرائل۔ حالانکہ آپ کو ابھی ایک ہفتہ اور آرام کرنا چاہیے۔ اور اصولاً آپ کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو تو بہتر ہے۔"

"نہیں مسٹر پیڈرو۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شاید" پیڈرو نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں۔ اب اس میں تساہل سے کام نہ لیں۔ میں اپنے طور پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔"

"دراصل میرے اوپر بھی دباؤ ہے مسٹر کیرائل۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تو کیا آپ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہوجائے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"میں اس کے لیے انتہائی شکر گذار ہوں جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے آپ اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دراصل بے شمار افراد اس سلسلے میں کوشاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آجائے جس کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنے طور پر جو چاہیں کرسکتے ہیں۔"

"تو پھر ہم آپ کو زحمت دیں گے۔"

"ہر طرح سے تیار ہوں میں۔" میں نے جواب دیا۔

اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے اور صحیح فیصلے کرنے کے لیے چند افراد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں میرا نمبر تیسرا ہے۔ ہمارے دو اعلیٰ افسران آخری گفتگو کرنے کے لیے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے ساتھ رابطہ قائم ہوچکا ہے۔"

"آگئے ہیں وہ لوگ؟"

"ہاں۔ مسٹر کیل اور مسٹر فلورنیس یہ دو بڑے افسر بڑے بڑے اختیارات رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ جب یہ گفتگو کرنا چاہیں میں تیار ہوں۔"

"اگر آج ہی رات ممکن ہوسکے تو۔ تاکہ کل ہی وہ دونوں واپس چلے جائیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ آج رات ہی ہم کسی مناسب مقام پر گفتگو کے لیے نشست رکھیں گے۔ میں احتیاط کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پیڈرو نے مجھ سے شکریہ ادا کیا۔ میں سونیتا سے اس موضوع پر بات کرلینا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس نے مجھے مکمل اختیارات دیے تھے کہ میں

جب بھی چاہوں اور جس طرح چاہوں اس سلسلے میں ان لوگوں سے گفت و شنید کرسکتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں سونیتا سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں سے اس بات کی خواہش کی تو انہوں نے بتایا کہ سونیتا سے اس وقت ملنا ممکن نہیں ہے۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جب میں ان کے فراہم کردہ گرم کپڑوں میں ملبوس تیار ہوگیا تھا۔ پیڈرو میرے پاس آگیا۔

"آپ تیار ہیں مسٹر کیرائل؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر ہمیں یہاں سے کچھ دور چلنا پڑے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے میں سفر کے لیے تیار ہوں۔ سونیتا سے چونکہ ملاقات ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے زیادہ منظر عام پر نہ لاؤں بلکہ فلیش بیک ہی میں رہنے دوں۔ تاکہ وہ اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھے۔"

چنانچہ میں نے اس کے سلسلے میں کسی خاص تردد کا اظہار نہیں کیا۔ ایک بڑی لینڈ روور میں مجھے بٹھا کر لے چلے۔ پیڈرو بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ لینڈ روور کچے راستوں پر اچھلتی چلی جارہی تھی۔ باہر گہری تاریکی پھیلی تھی اور باہر کا منظر بخوبی نظر نہیں آرہا تھا۔ تقریباً ہم ایک گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک عمارت میں داخل ہوگئے۔ یہ عمارت کسی قدر بلندی پر واقع ہوئی تھی۔ چونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ لینڈ روور چڑھائی چڑھ رہی ہے۔ اس کی رفتار کافی سست ہو گئی تھی۔

یہ عمارت بھی خوبصورت تھی باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم اندر داخل ہوکر سکون کی گہری سانسیں لینے لگے اور پیڈرو نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"آپ تو شدید سردی سے گذر چکے ہیں مسٹر کیرائل۔"

"ہاں۔ اس کا احساس کرکے میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔"

"بہرصورت تشریف لائیے۔ آپ کو کیل اور فلورنیس سے مل کر خوشی ہوگی" ہم لوگ ایک ایئر کنڈیشن ہال میں داخل ہو گئے یہ ہال کافی خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا اور وہاں پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

پیڈرو نے انہیں مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر ان لوگوں سے مجھے متعارف کرایا جو کیل اور فلورنیس تھے۔ ایک تیسرا شخص بھی تھوڑی دیر بعد اندر آیا اور اس نے آ کر مسٹر کیل سے کہا۔

"سارے معاملات درست ہیں جناب اور میں باہر دروازے پر تعینات ہوں۔"

"بہتر" کیل نے جواب دیا۔ ہم لوگ اس بڑی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ جس پر کیل اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے شراب کے برتن سجا دیئے گئے۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنے آپ کو شراب پینے کے قابل نہیں پاتا۔"

"بہرطور۔ آپ کے لیے کچھ اور منگوایا جائے" کیل نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر کیل بہت بہت شکریہ۔"

"تو پھر مسٹر کیرائل ہمیں معاملات پر گفتگو کرلینا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہوچکا ہے وہی کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور کیل نے فلورنیس کی طرف دیکھا جو کسی قدر خاموش طبع معلوم ہوتا تھا۔ فلورنیس نے کوٹ کی جیب سے ایک سگار بکس نکال کر سامنے رکھا چند لمحات سوچتا رہا پھر سگار بکس کا ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ہم میں سے کسی نے اس بات پر کوئی خصوصی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا پستول تھا۔ جس کے سامنے کے حصے پر نفیس قسم کا سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ایک ٹھس کی ہلکی سی آواز بلند ہوئی۔ پیڈرو کی پیشانی میں سوراخ ہوگیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ ایک لمحے میں کیا تبدیلی پیدا ہوجائے گی۔

پیڈرو کے دونوں ہاتھ میز پر تھے اور اس کا سر میز سے جا لگا۔ دوسرے لمحے کیل اور فلورنیس اٹھ کھڑے ہوئے۔ فلورنیس نے اس بار پستول کا رخ میری جانب کردیا تھا۔ پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"اگر اپنی جگہ سے کوئی جنبش کی یا حلق سے کوئی آواز نکالنے کی کوشش کی تو تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہوگا" میں ساکت و جامد بیٹھا رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری توقع کے بالکل خلاف تھا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی صورتحال پیش آسکتی ہے۔ چند لمحات کے بعد فلورنیس میری جانب بڑھا اس نے میری طرف بڑھ کر میرے منہ پر ایک رومال رکھ دیا۔

رومال کی تیز بو میرے دماغ تک پہنچی۔ یقیناً وہ کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال تھا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں گم ہو گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

بہرطور ہوش تو آنا ہی تھا اور جس طرح آنا تھا اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یعنی ایک نئی جگہ نئے کمرے البتہ کمرہ بالکل خالی نہیں تھا۔ میری طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی کلوروفارم کی بو سے ذہن پر ایک برا اثر طاری تھا۔ کافی دیر تک میں سوچتا رہا پھر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اتنا غیر متوقع تھا کہ شاید کوئی بھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ اب جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔

لیکن پیڈرو کی موت کا مجھے افسوس تھا۔ چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس شخص سے لیکن اچھا آدمی تھا بہرطور زندگی کے اس دلچسپ مرحلے میں کچھ اور نئے تجربات حاصل ہو رہے تھے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیل اور فلورینس کے سلسلے میں پیڈرو کو کیسے دھوکا ہوا تھا لیکن ایک معمولی سا دھوکا اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے پوچھا۔

”تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟“

”نہیں۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں زیادہ عرصے یہاں رہنا نہیں چاہتا۔“

- ”اس کا فیصلہ کچھ اور لوگ کریں گے۔“

”مثلاً ہم“۔ جواب ملا اور دروازے سے دو آدمی اور اندر داخل ہو گئے۔ یہ کیل اور فلورینس تھے۔

”ہیلو مسٹر کیرائل۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”تم۔ تم لوگ میں تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہوں“۔ میں نے کہا۔

”اوہ سوری فی الحال ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔“

”میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔“

”اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“

”نہیں۔ فائدہ ہونا چاہیے۔“

”وہ کیسے؟“

”پتہ تو چلے کہ تم نے ایک شریف انسان کو دھوکا کس طرح دیا۔“

”دراصل جن معاملات سے ہم گذر رہے ہیں مسٹر کیرائل آپ ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں عمل کرنے والا ذہین کہلاتا ہے دھوکے باز نہیں۔“

”مقصد؟“

”مقصد یہ کہ ہم اپنے ملک کی طرف سے اس راز کو خریدنا چاہتے ہیں جبکہ پیڈرو اپنے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔“

”لیکن اس نے تو یہ کہا تھا کہ تم دونوں کا تعلق اسی کے ملک سے ہے۔“

”ہاں۔ ہم دونوں کا نہیں بلکہ ان دونوں کا جن کے میک اپ میں اس وقت ہم موجود ہیں۔“

”ہوں۔ تو تم لوگ میک اپ میں ہو۔“

”یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا ہے بہرطور آپ اس سلسلے میں فیصلہ کریں۔ ہم اپنے کئی آدمیوں کو اس سلسلے میں قربان کر چکے ہیں۔ اگر آپ اس وقت ہمارے ہاتھ لگ جاتے جب برف پر آپ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں تھے تو شاید صورتحال بدلی ہوئی ہوتی۔ اور شاید پیڈرو کو موت کے گھاٹ بھی نہ اترنا پڑتا۔“

”اوہ۔ تو وہ آپ ہی کے آدمی تھے جنہوں نے ہمیں برف پر گھیرنے کی کوشش کی تھی!“

”اور تم جن کے چنگل سے صاف نکل آئے تھے۔ نہ صرف نکل آئے تھے بلکہ ان میں سے چند کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ ہم یہ نقصان صرف اس شرط پر برداشت کر سکتے ہیں مسٹر کیرائل کہ آپ ہم سے سودا کریں۔“ صورتحال میری سمجھ میں آ چکی تھی اور سونیتا کی غیر موجودگی میں اب مجھے اپنے طور پر ہی سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ ایک لمحے میں میں نے اپنے ذہن میں فیصلے کر لیے اور ایک گہری سانس لے کر بولا۔

”دوستو! جو کچھ ہوا ہے اور جس طرح ہوا ہے۔ اگر میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں تو شاید تم یقین نہیں کرو گے!“

”کوشش کریں گے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”تو پھر سنو۔ درحقیقت میں کیرائل نہیں ہوں۔“

”واہ۔ کیا انکشاف کیا ہے خوشی ہوئی ہے یہ سن کر۔ لیکن تم یہ مذاق کب تک جاری رکھ سکتے ہو؟“

”حقیقتوں کو مذاق کہنے سے حقیقتیں تبدیل نہیں ہو جاتیں بہتر یہ ہے کہ پہلے تم میرے متعلق اپنی تحقیقات مکمل کر لو۔ میں کیرائل نہیں ہوں بلکہ ایک قطعی غیر متعلق شخص ہوں۔ ایک ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ سونیتا نامی لڑکی مجھ تک پہنچی اور میری شکل سے دھوکا کھا گئی۔ اس نے مجھے کیرائل کہہ کر

مخاطب کیا لیکن میں نے اپنی حقیقت اس پر بھی واضح کر دی۔ تب اس نے مجھ سے درخواست کی کہ وہ کچھ ایسے حالات کا شکار ہے جن سے نکلنا اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ میں اگر کچھ دیر کے لیے کیرائل بن جاؤں تو وہ میری احسان مند ہو گی۔“

”دوستو! بس یوں سمجھو کہ میں بھی اپنی زندگی میں کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند تھا۔ میں نے اس صورتحال میں خود کو ضم کر دیا۔ اور کیرائل کی حیثیت سے اس کے ساتھ سفر کیا۔ راستے میں تمہارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی اور اس وقت صرف اس لڑکی کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں نے کچھ کارروائیاں کی تھیں۔ باقی ان معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جس سودے کی بات کر رہے ہو اس کا ذکر مسٹر پیڈرو نے بھی مجھ سے کیا تھا۔ لیکن صرف سونیتا کی وجہ سے میں نے انہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اب چونکہ میری زندگی کو خطرہ درپیش ہے اس لیے میں اپنے آپ کو چھپا بھی نہیں سکتا۔ میں بالکل بے کار آدمی ہوں تمہارے لیے، اگر اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے جب تک چاہو مجھے قید رکھو یا جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہو۔ لیکن تمہیں مجھ سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“

وہ لوگ میرے لہجے کی سنجیدگی اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتے رہے۔ آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کی شکلیں بھی دیکھی تھیں اور میں نے صاف محسوس کیا تھا۔ کہ وہ کسی تردد کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر ان میں سے ایک بھاری بدن والے شخص نے کہا۔

”یہ شخص خود کو بہت زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم اس کی چھان بین کر سکیں۔ البتہ اگر یہ کیرائل نہیں بھی ہے تب بھی سونیتا کا ساتھی ضرور ہے۔ اور اس کے ہاتھوں ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے بند کر دو۔ اور سونیتا کی جستجو کرو۔ پیڈرو کی موت کے بعد سونیتا یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی۔ اسے قابو میں کرنا تمہارا کام ہے۔ اور مسٹر تم۔ تمہارا اصل نام کیا ہے؟“ اس بار اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نام سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ بس صرف یہ معلوم کرو کہ میں کیرائل ہوں یا نہیں؟ میرا خیال ہے اصل کیرائل مارا جا چکا ہے اور سونیتا کو بھی اس کا علم ہے۔ یا اگر پہلے نہیں تھا تو بعد میں ہو گیا ہے۔ یہ تمہاری اپنی کوششیں ہیں کہ تم صحیح بات معلوم کر لو اور اس کے بعد تم اپنے کام کے سلسلے میں آزاد ہو گے۔ انہوں نے مجھے اس کمرے میں بند کر دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ یہ نئی رہائش گاہ اس قابل تھی کہ کچھ وقت یہاں آرام سے گذار لیا جائے۔ میں ایک بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اور گذرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا۔

سونیتا کے جال میں پھنس کر الجھنیں ہی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں جبکہ مجھے ان معاملات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کے ہاتھوں سے کسی طرح رہائی مل جائے تو اس کے بعد زندگی کو کسی اور رخ پر ڈالنے کی کوشش کروں گا لیکن موجودہ صورتحال سے نمٹنا بظاہر میرے لیے ممکن نہیں تھا کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بستر پر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر اس طرح گذری تھی۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ آنے والی ایک سادہ سی شکل و صورت کی مالک لڑکی تھی۔ عمر تقریباً چوبیس یا پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ہاتھوں میں ایک ٹرے لیے ہوئے تھی۔ جس میں چائے کے برتن اور دیگر لوازمات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور خود سامنے کرسی پر جا بیٹھی انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ بولی۔

”پلیز۔ چائے پئیں۔“

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”گرائنا“ اس نے جواب دیا۔

”کیا تم میرا ایک پیغام ان لوگوں تک پہنچا سکتی ہو؟“

”کیوں نہیں فرمائیے؟“ لڑکی نے کہا۔

”ان سے کہو کہ سونیتا سے ایک بار میری ملاقات کرا دیں۔ اس کے بعد مجھے ان کی یہ شرط منظور ہو گی۔“

”سونیتا کون ہے؟“ گرائنا نے پوچھا۔

”تم اسے نہیں جانتیں؟“

”نہیں۔“

”وہ جانتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے میں تمہارا پیغام انہیں دے دوں گی لیکن میں تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔“

”اوہ۔ ضرور کہو۔ کیا بات ہے؟“ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خطرناک لوگوں کے درمیان ہو، جو کچھ یہ تم سے چاہتے ہیں پورا کردو، ورنہ تمہیں نقصانات سے دوچار ہونا پڑیگا۔"

"کیا واقعی؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں بہت دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اور ان کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اتنے خطرناک لوگ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے ہیں۔" وہ بولی۔

"تمہاری زندگی کتنی طویل ہے گرانتا؟" میں نے سوال کیا۔

"مم۔ میں نہیں سمجھی۔" وہ متعجبانہ انداز میں بولی۔ کس قدر بے وقوف سی لڑکی تھی۔ غالباً انہوں نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ مجھے سمجھایا جائے اور وہ جس انداز میں مجھے سمجھا رہی تھی وہ میرے لیے کافی دلچسپی کا باعث تھا۔

"میرا مطلب ہے تمہاری زندگی کل کتنی ہے؟"

"میں ۔ میں اکیس سال کی ہوں۔"

"اور اس اکیس سالہ زندگی میں تم نے اس سے زیادہ خطرناک لوگ کبھی نہیں دیکھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں۔ یقین کرو کبھی نہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ اور کیا کہا انہوں نے؟"

"بس یہی کہ کہ تمہیں سمجھاؤں اور اس بات کے لیے آمادہ کروں کہ تم وہ سب کچھ انہیں دے دو۔ جو یہ چاہتے ہیں۔"

"مثلاً وہ کیا چیز ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی۔" لڑکی پُرخیال انداز میں بولی۔ اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"لو بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں بے بی کچھ نہیں۔ تم جاؤ انہیں میرا پیغام دے دو۔"

"اور تم میری بات نہیں مانو گے کیوں؟" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات مان لینے کو جی تو بہت چاہتا ہے۔ لیکن تم خود ہی بتاؤ کہ جو کام میں نہیں کرسکتا ہوں۔ وہ کیسے کروں؟"

"کیا چاہتے ہیں آخر وہ تم سے؟"

"ان کا خیال ہے کہ میں کیرائل ہوں۔ بات دراصل یہ تھی بے بی کہ میں بیمار پڑا ہوا تھا ایک ہسپتال میں۔ ایک لڑکی جس کا نام سونتیا تھا میرے پاس آئی اور اس نے مجھے کیرائل کے نام سے پکارا۔ اس وقت میں ایسی ذہنی کیفیت میں تھا کہ نہ تو میں یہ بات اس سے منع کرسکا کہ میں کیرائل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اقرار کرسکا۔ بالآخر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑی ہم سفر کے درمیان تھے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ کچھ لوگوں سے ہوا لڑکی کا کہنا تھا کہ یہ اس کے دشمن ہیں۔ اور اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ان سے مقابلے پر آمادہ ہوگیا اور شاید میرے ہاتھوں ان میں سے چند لوگ ہلاک بھی ہوگئے۔"

"یہ انہی کے آدمی تھے۔ آہ کئی آدمی ہلاک ہوگئے ہیں۔" لڑکی نے درد بھرے انداز میں بتایا۔

"مگر وہ میری مجبوری تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اصل صورتحال کیا ہے۔ بس میں تو ایک نیک جذبے کے تحت یہ کام کررہا تھا۔"

"اچھا پھر کیا ہوا؟" لڑکی اپنی کہانی بھول کر میری کہانی میں گم ہوگئی۔

"پھر کسی پیڈرو نامی آدمی نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد وہ آدمی پیڈرو تک پہنچے اور ہم ان کے جال میں پھنس گئے۔ یہ کیپل اور فلو نہیں تھے۔"

"آہ ۔ یہ پیڈرو کے ساتھی تو نہیں ہیں۔"

"نہیں پیڈرو کے ساتھی نہیں ہیں لیکن کیا ان کا نام فلویز ہی ہے۔"

"نہیں۔ وہ ماسٹر دن اور ماسٹر ٹو کہلاتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو پھر تم خود سوچ لو۔ کہ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر وہ لوگ تمہیں یہ بتادیتے ہیں کہ میں ان کے لیے کیا کرسکتا ہوں تو پھر میں ماننے کو تیار ہوں جو کچھ تم کہو گی اس پر آمادہ ہوجاؤں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو۔؟"

"ہاں بالکل۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ان سے بات کروں گی۔" لڑکی نے کہا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ بولی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔ تم آرام کرو۔ اور ہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دینا۔ میں تمہاری سروس پر ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ اچھی گرانتا۔ مجھے تم بہت نیک لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ میں تمہاری عزت کرنے لگا ہوں۔" وہ چند لمحات دروازے میں رُک کر مجھے دیکھتی رہی اور پھر گردن جھکا کر باہر نکل گئی واقعی معصوم لڑکی تھی۔ پتہ نہیں ان کمبختوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی۔

بہرحال یہ دلچسپ صورتِ حال میرے لیے بڑی عجیب تھی ان

تمام واقعات سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ پیڈرو کس طرح دھوکا کھا گیا اور جس وقت وہ ہمیں برف کی سرزمین سے واپس لے کر آیا تھا تو اس وقت وہ راز جس کا تذکرہ سونتیا نے کیا تھا کہاں تھا پیڈرو کو اس کے بارے میں کچھ پتہ چل سکا تھا یا نہیں وہ۔ وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں اگر کامیاب ہوگیا ہوتا تو پھر یقینی طور پر ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا جو اس نے کیا۔ لیکن یہ مسئلہ کیا تھا آخر وہ راز کہاں غائب ہوگیا تھا۔

بہرطور میری زندگی اب میری اپنی نہیں تھی۔ زیبی کے نہ ملنے سے کسی قدر مایوسی ذہن پر طاری ہوگئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب میں کبھی اُسے نہ پاسکوں گا۔ لیکن زندگی کا مفہوم بھی تو کوئی نہیں رہا تھا۔ سردارے کو ایک بار پھر چھوڑ دیا تھا اور اب اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ بیچارہ اچھا خاصا گھریلو آدمی بن گیا تھا میری طرح بدنصیب نہیں تھا کہ ٹھوکریں کھاتا پھرتا پھر میں کیوں اُسے دربدر پھراتا، اپنی دوستی کا یہ صلہ میں کسی سے وصول نہیں کرسکتا تھا۔

چنانچہ میں نے خود ہی اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اور اب ان کے چنگل میں آپھنسا تھا۔ اگر میں چاہتا تو ان کے چنگل سے نکلنے کے لیے بھرپور کوشش کرسکتا تھا، لیکن میرے دل میں اس کی خواہش بھی نہیں تھی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ حالات کونسا رُخ اختیار کرتے ہیں بس یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس وقت میں ایک ڈمی کی حیثیت رکھتا تھا۔ راجہ لوانا صغر تو کہیں جاسویا تھا شاید زیبی کے ساتھ ہی گم ہوگیا تھا کہیں ان خلاؤں میں، جس طرح میں ان لوگوں کے جال میں پھنسا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو سخت بددل ہوگیا ہوتا خاص طور سے اس شکل میں کہ میرے لیے کوئی ایسی بات سامنے نہیں تھی جو میری دلچسپی کا باعث ہوتی۔

بہرطور آرام کرتا رہا اور اس کے بعد نجانے کب نیند آگئی۔

تیسری بار جب آنکھ کھلی تو میری طبیعت میں جھنجھلاہٹ سی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے بستر پر پڑا رہا۔ اور پھر پہلی شکل جو مجھے نظر آئی وہ گرانتا ہی کی تھی۔ وہ چوروں کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ شاید اس نے میری کھلی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ ایک دم اُچھل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرادی۔ اس مسکراہٹ میں بھی ایک خوف کا احساس تھا۔

"تم پھر مجھے سمجھانے آئی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"آپ۔ آپ جاگ رہے ہیں مسٹر کیرائل۔"

"میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ۔ وہ بس میں آپ کو اور کس نام سے پکاروں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اسی نام سے پکارتی رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں سے میرے بارے میں بات کی یا نہیں۔"

"ہاں کی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"پھر کیا جواب دیا انھوں نے۔"

"کچھ نہیں۔ کوئی جواب ہی نہیں دیا۔"

"اور تم میرے پاس چلی آئیں۔"

"وہ تو۔ وہ تو میں تھیں۔"

"لڑکی دیکھو۔ حماقت کی باتیں مت کرو۔ مجھے بھی غصہ آسکتا ہے۔"

"تو تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" اس نے بےبسی سے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

وہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں تم سے اس راز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں اور تم ۔ تم الگ ڈانٹتے ہو" اس نے بسورتے ہوئے کہا اور میرے دل میں نرمی سی پیدا ہوگئی۔

"بے بی ۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ راز کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کیرائل ہی نہیں ہوں اصلی کیرائل کو تلاش کرو صورتِ حال تمھارے سامنے آجائے گی یا پھر سونیتا اس کی نشاندہی کرسکے گی۔"

"جہنم میں گئی سونیتا مجھے نہیں معلوم وہ کہاں مرگئی" لڑکی نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا

"اچھا یہ بتاؤ۔ ہم اس وقت کہاں ہیں۔ ؟"

"یہ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"کیوں ۔ ؟"

"منع جو کردیا ہے انھوں نے۔"

"لیکن اگر میں تمھاری گردن دبا دوں تو۔ کیا تم زبان کھولنے کے بجائے مرنا پسند کروگی۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"کیا مطلب ۔ کیا ایک ہی بات ہے۔"

"نہ بتانے پر تم مار ڈالوگے اور بتانے پر وہ ہلاک کردیں گے تمھیں شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہم اب ان دونوں کی تحویل میں نہیں ہیں۔"

"کن دونوں کی۔" ؟

"وہی جو تم سے نلورہنس اور کیپل کی حیثیت سے ملے تھے۔"

"اوہ تو پھر ہم کس کی تحویل میں ہیں۔ ؟"

"کنگ ٹوبوسو اب ہمارا انچارج ہے۔"

"خوب ۔ اچھے اچھے نام سنا رہی ہو تم مجھے ۔ یہ ٹوبوسو کیا افریقی ہے ۔ ؟"

"ہاں ۔ اسے کالی موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"سبحان اللہ ۔ اب یہ کالی پیلی موت میرے سر پر مسلط ہوگئی۔ لیکن یہ ہوا کیسے ۔ ؟"

"کچھ نہیں ۔ بس کنگ ٹوبوسو ان سب کا انچارج تھا اور تم اسے نہیں جانتے۔ وہ موت کا دوسرا نام ہے۔"

"کالی موت کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم یہی سمجھ لو۔"

"لیکن لڑکی تم مجھے ضرور بتاؤگی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔"

"سنو۔ بتا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ میرا خیال ہے میں ان لوگوں کی ساتھی ہوں لیکن کسی طور تمھیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ تم براہ کرم تم۔ تم کیوں میری زندگی کے دشمن ہوگئے ہو۔ میں اگر تمھیں بتا دوں گی تو ماری جاؤں گی بلاوجہ زندہ رہوں گی تو ممکن ہے تمھارے لیے کچھ راستے ہموار کرسکوں۔"

میں خاموشی سے اُسے دیکھنے لگا۔ لڑکی کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ غلط نہیں ہے سچ بولنا جانتی ہے سچ بولنا ہی پسند کرتی ہے۔ بہرطور اب یہ کنگ ٹوبوسو کا معاملہ گیا تھا جو کالی موت تھا۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں آئی تھیں۔" ؟

"آخری بار تم سے یہ کہنے کہ انھیں اس راز کے بارے میں بتا دو اس کے بعد میرا کام ختم ہوجائے گا۔"

"اور اگر میں تمھیں یہیں ختم کردوں تو۔"

"تو کردو نا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ میں تو ویسے بھی ماری جاؤں گی۔" اس نے اس معصومیت سے کہا کہ مجھے پھر ہنسی آگئی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"جاؤ گڑیا ۔ واپس چلی جاؤ۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ میرا نام کیرائل نہیں ہے میں نواز اصغر ہوں اگر تم چاہو تو یہ نام انھیں بتا دو بتا دو ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ کیرائل کے بارے میں انھیں چاہیے کہ خود ہی پتہ لگائیں میں ان کے لیے بے مقصد وجود ثابت ہوں گا۔ اس کے باوجود وہ اگر مجھے قید رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کیا کرسکتے ہیں۔"

لڑکی چند ساعت کھڑی مجھے گھورتی رہی پھر خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔ میں اب کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا یہاں رُکنا اب مجھے ناپسند تھا چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا میں نے سوچا اور اپنے ذہن میں کوئی ایسا پروگرام ترتیب دینے لگا جس سے یہاں سے گلو خلاصی ہو۔ اگر مجھے علاقے کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں یہ تصور کرسکتا تھا کہ میں کس طرح یہاں سے نکل سکتا ہوں لیکن علاقے کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں تاہم میں نے اب کوئی نہ کوئی ٹھوس قدم اُٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔

کافی دیر کے بعد ایک بار پھر چند افراد میرے کمرے میں آئے اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور میں خاموشی سے اُن کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ دیکھوں تو سہی وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں بہرطور میں اُن کے ساتھ ایک بڑے ہال میں داخل ہوگیا جس کے ایک حصے میں ایک میز پڑی ہوئی تھی اُس کے پیچھے چوڑے شانوں والا ایک شخص چشمہ لگائے بیٹھا تھا اُس کی آنکھیں نظر نہیں آرہی تھیں لیکن اُس کی سُرخ ناک دور ہی سے دیکھی جاسکتی تھی۔ مجھے لانے والے

اس کے سامنے لے گئے اور دونوں سمت ہٹ کر ادب سے کھڑے ہوگئے۔

"میرا نام ٹوبوسو ہے۔"

"کیا ۔ ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ٹوبوسو۔"

"مگر تمھارے چہرے پر جو سفیدی جھلک رہی ہے وہ تمھیں لاکا مافیے ظاہر کرتی ہے۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

"مذاق کرنے کی کوشش کررہے ہو، کوئی بات نہیں ہے میں بُرا نہیں مانتا۔"

"نہیں مسٹر ٹوبوسو۔ میں مذاق نہیں کررہا۔ آپ کا نام سننے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ آپ افریقی نژاد ہوں گے لیکن آپ کا رنگ کافی کھلتا ہوا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ لوگ آپ کو کالی موت کیوں کہتے ہیں۔"

"تم تو میرے بارے میں ہی معلومات کرنے کے لیے بحث کرنے لگے۔" اس شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

"بہرطور مسٹر ٹوبوسو۔ میں آپ کی اس پیاری سی بچی سے کہہ رہا تھا کہ آپ کو بتا دیا جائے میرا نام کیرائل نہیں ہے اور آپ لوگ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔ پوری کہانی بھی میں بارہا سنا چکا ہوں اگر آپ نے نہ سنی ہو تو آپ کو بھی سنا دوں۔"

"گویا تم اب بھی تسلیم نہیں کروگے کہ تم کیرائل ہو۔"

"اگر انسان اپنے بچپن اور اس کے بعد کے گزرے ہوئے دور کو بھلا سکتا ہے تو پھر آپ جو چاہیں میرا نام تجویز کردیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں اگر کیرائل ہوتا تو تسلیم کرلیتا لیکن میں تمام صورتِ حال بتا چکا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ دوسرے لوگوں کی مانند حماقت کا ثبوت نہ دیں بلکہ میرا مشورہ ہے کہ آپ اصل کیرائل کو تلاش کریں مجھے یہ سب کچھ معلوم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں محسوس ہوتا آپ کیرائل کو تلاش کرلیں ۔ اس دوران میں رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو آپ کی قید میں رکھنے کے لیے تیار ہوں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ خواہ مخواہ میرا دماغ خراب نہ کیا جائے ہاں اگر کیرائل نہ ملے تو پھر آپ میرے سلسلے میں جو چاہیں کرسکتے ہیں۔" میرے لہجے پر شاید ٹوبوسو کو حیرت ہوئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنی بہادری سے اس کے سامنے بول سکتا ہوں ۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو ہم کیرائل کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے لیکن تمھیں ایک آخری بات بتا دی جاتی ہے کہ اگر کیرائل ہمیں نہ مل سکا یا اس بات کی تصدیق نہ ہوسکی کہ تم اصل کیرائل نہیں ہو تو ہم تمھیں قتل کردیں گے ۔ اگر یہ راز ہمیں نہ معلوم ہوسکا تو ہم یہ بھی نہیں پسند کریں گے کہ وہ کسی اور کو معلوم ہوجائے اس کے بعد جو صورتِ حال ہوگی وہ سامنے آہی جائے گی چنانچہ تم اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔"

"مجھے منظور ہے ٹوبوسو ۔ لیکن براہِ کرم اب مجھے کیرائل نہ کہا جائے۔"

"ٹھیک ہے ۔ لیکن تمھیں اپنے بارے میں بھی تفصیل بتانا ہوگی۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ ؟"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ تمھارا تعلق کون سے ملک سے ہے۔"

"پاکستان سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"اوہ ۔ ایشیائی ہو۔ میرا اندازہ تمھارے بارے میں غلط تھا ۔ میں تمھیں اسپنش سمجھتا تھا۔"

"نہیں، ایشیا کا باشندہ ہوں نام راجہ نواز اصغر ہے پاکستان کے ایک پُرشر علاقے سرائے عالم گیر کا رہنے والا ہوں، نیویارک میں ایک خوبصورت شوروم کھولا ہوا تھا جس کا نام زیبی کار ہیٹس تھا چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسے چھوڑ چکا ہوں اور اب یوں بھٹکتا ہوا پھر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ۔ یہ تمام تفصیلات نوٹ کرلی جائیں اور مسٹر کیرائل یا آپ نے اپنا جو نام بتایا ۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے ۔ ؟"

"نواز اصغر۔"

"سوری ۔ مجھ سے نہیں بنتا ۔ بہرطور مسٹر آسکر آپ کو اس دوران ہمارا مہمان بن کر رہنا ہوگا کوشش یہ کریں گے کہ آپ کو کوئی خاص تکلیف نہ ہونے پائے ۔ لیکن میری شرائط آپ کے سامنے ہیں۔ اگر اصلی کیرائل مل گیا تو آپ کو باعزت یہاں سے روانہ کردیا جائے گا اور اگر نہیں ملا تو میں آپ سے دوسری بار گفتگو نہیں کروں گا۔ جاؤ انھیں لے جاؤ۔ اور کسی پُرفضا مقام پر بند کردو۔ جہاں انھیں خصوصی تکلیفوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ گردن جھکا کر میرے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے شانے پر ہاتھ دھر کر آگے چلنے کا اشارہ کیا اور ہم باہر آگئے۔

اس مرتبہ مجھے اس عمارت میں نہیں رکھا گیا ۔ البتہ عمارت سے نکلنے سے قبل میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی تھی جس سے مجھے بالکل نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر شاید کسی گاڑی میں مجھے سفر کرنا پڑا اور کافی دیر تک یہ گاڑی ناہموار راستوں پر دوڑتی رہی اس کے بعد وہ کسی جگہ رُک گئی۔ مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اُتارا اور میری آنکھوں کی پٹی اُتار دی گئی۔

میں نے اپنے اطراف میں دیکھا عجیب ویران سا علاقہ تھا سامنے ہی چٹانوں میں تراشی ہوئی بوسیدہ سیڑھیاں تھیں جن کے کنارے ٹوٹے ہوئے تھے۔

"اِدھر چلو۔" کسی نے مجھ سے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ وہ تمام

لوگ جو میرے ساتھ آئے تھے میری پشت پر موجود تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور میرے لیے کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں کسی طرح ان سے نمٹ سکوں۔ چنانچہ میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ پھر ایک بلند چٹان پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ریلنگ لگی ہوئی تھی اس کے تین اطراف سمندر کا نظارہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ یہ کوئی سمندری علاقہ ہے شاید پرانے زمانے کا کوئی ایسا علاقہ جو کسی وجہ سے ناقابلِ استعمال ہو گیا ہو۔

چٹان پر جو عمارت نظر آ رہی تھی وہ بھی عجیب و غریب تھی۔ ایک سمادھی کی سی شکل تھی جو سرخ پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ ایک دروازہ بھی نظر آ رہا تھا وہ لوگ مجھے لیے ہوئے اُس دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایک بار پھر مجھے سیڑھیاں طے کرنی پڑیں اور میں سمادھی کے اُوپری حصے میں پہنچ گیا۔

"ہم۔ ایک وسیع اور گول کمرے میں داخل ہوئے جس میں ایک بوسیدہ سی چارپائی پڑی ہوئی تھی ایک گول میز بھی تھی جو سمندر کی نمکین ہواؤں سے اپنا رنگ و روپ کھو چکی تھی اور ساتھ ہی اٹیچ باتھ روم بھی تھا جس کا دروازہ نہیں تھا۔

یہ میری نئی رہائش گاہ تھی مجھے لانے والوں نے مجھے یہاں پر چھوڑ دیا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو۔ یہاں تمھیں کھانے پینے کی تمام چیزیں باآسانی مل جائیں گی لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی اُس وقت تک جب تک مسٹر ٹوبوسو تمھارے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ باہر چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا اُن کے جانے کے چند منٹ تک میں اُسی جگہ کھڑا رہا۔ کمرہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ قید خانہ بہت ہی انوکھا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں میری زندگی کس طرح گزر سکے گی اور میں کتنے دن اس سلسلے میں زندہ رہوں گا لیکن اس سلسلے میں سوال کس سے کرتا۔ میں نے اس کمرہ کا جائزہ لیا کمرہ میں تین کھڑکیاں بھی تھیں لیکن انسانی قد سے بلند، میز پر چڑھ کر ہی اُن سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے یہی کوشش کی میز سرکا کر ایک کھڑکی کے نیچے رکھی۔ میز سال خوردہ ضرور معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود مضبوط تھی۔

کھڑکی سے سمندر کے نظارے صاف نظر آتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سفید پرندے فضاؤں میں پرواز کر رہے تھے۔ ماحول میں گھٹن کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر میز سے اتر آیا اور پھر پلنگ پر لیٹ گیا قید خانے میں، میں نے پہلا دن اسی طرح سے گزارا۔

اس دن مجھے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا گیا تھا۔ رات کو بھی بے سکون رہا۔ اور شدید غصے سے کھولتا رہا۔ یہ تو حماقت ہو گئی تھی۔ اُن لوگوں نے اگر یہاں مجھے اسی طرح بھوکا پیاسا مار دیا کیا ہوگا۔ حالانکہ ٹوبوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھے گا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن یہ پہلا دن ہی بھوک پیاس میں گزر گیا تھا۔ یہاں کوئی ہے بھی یا نہیں۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مضبوط دروازے کو آزمایا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ دروازہ صرف لکڑی کا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے باہر پتھریلی چٹانوں کا بھی کوئی سلسلہ موجود ہے۔

رات بھی گزر گئی اور اب واقعی نقاہت محسوس ہو رہی تھی دوسرے دن دوپہر کو نیچے کی منزل میں کچھ آوازیں پیدا ہوئیں اور میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی نظر آئے جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے اور پوری طرح چوکس تھے اُن کے پیچھے دو آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں کچھ برتن تھے۔

"یہ تمھاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن تک تمھیں یہ خوراک چلانی ہوگی۔ یہاں ہم تمھیں روزانہ تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ پانی ہے اسے تم پینے کے لیے استعمال کرو گے اور یہ کاغذ اور قلم ہے اگر تمھارے ذہن میں آ جائے کہ تم غلط راستے پر ہو تو اس پر لکھ کر کھڑکی سے نیچے پھینک دینا ہمیں مل جائے گا۔" اس نے کہا۔

"اٹیچ باتھ روم میں پانی کا کیا انتظام ہے؟" میں نے غرّاتے لہجے میں پوچھا۔

"وہاں پائپ لائن موجود ہے تم اُس سے سمندر کا نمکین پانی حاصل کر سکتے ہو۔"

"ٹوبوسو نے کہا تھا کہ وہ مجھے معزز مہمان کی حیثیت سے احترام دے گا۔ کیا معزز مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔"

"اس سے بہتر سلوک اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ میرے دوست آرام کرو۔"

"لیکن یہ سب کچھ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔"

"اس کا فیصلہ مسٹر ٹوبوسو ہی کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر مجھے اُن سے ایک بار پھر ملاؤ۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن میں یہاں وقت نہیں گزار سکتا۔"

"تو پھر دیواریں موجود ہیں۔ ان سے ٹکرا کر سر پھوڑ لو۔" اُن میں سے ایک نے کہا اور میں تلملا کر رہ گیا۔ کیا کر سکتا تھا خاموشی کے سوا۔ وہ لوگ واپس چل پڑے۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ میں سخت بھوکا تھا اس لیے دوسری باتیں بھول کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھانا نہایت گھٹیا تھا لیکن بھوک میں سب چلتا ہے پانی پینے

کے بعد ہاتھ پاؤں میں سرسراہٹ ہونے لگی اور میں لیٹ گیا پھر نیند آ گئی۔ نجانے میں کب تک سوتا رہا۔ اس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آنکھ کھلی چاند آسمان کی بلندیوں میں تھا کیونکہ ایک کھڑکی سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ میں نے ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر میز پر بیٹھا، سمندر کی آواز سنائی دے رہی تھی اور چاند بادلوں کی اوٹ میں سفر کر رہا تھا۔

ماحول کی خاموشی پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی اور میرے اندر اکتاہٹ کا سمندر موجزن تھا۔ نجانے کتنا وقت یہاں گزرے کس طرح۔ یہ وقت گزاروں گا کیا کروں گا۔

لیکن آہستہ آہستہ یہ وقت گزرتا ہی رہا میں بُری طرح اکتا رہا تھا۔ زندگی دوبھر معلوم ہو رہی تھی اس قید خانے میں میرا دل پھڑپھڑا رہا تھا لیکن یہاں جب بھی سکون سے بیٹھ کر سوچتا تو بہت سی باتیں ذہن میں آنے لگتیں۔ یہ تقدیر کا کون سا رخ تھا۔ مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی تھی، میں نے درحقیقت برائیاں کی تھیں اور اگر زندگی ہی میں برائیوں کی سزا ملتی ہے تو میں ان برائیوں کی سزا ہی کہہ سکتا تھا۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ ماحول اور کیا ہو سکتا ہے۔ زینی بچھڑ گئی تھی۔ اپنی خوبصورت زندگی کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ دربدر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ دربدر ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا کیا کروں، کیا کرنا چاہیے۔ کس طرح میں اُن لوگوں سے اپنی گلوخلاصی کراؤں۔ یہ تفریح تو نہ رہی تھی۔ لیکن۔ لیکن کیا یہ سب کچھ مناسب ہے۔ کیا مجھے اس طرح ان لوگوں کا غلام بن کر رہنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا اب۔ اب تو کچھ کرنا ہی ہوگا۔

میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کاغذ پر میں نے ایک تحریر لکھی اور اسے کھڑکی سے نیچے گرا دیا۔

میں نے اس میں لکھا تھا کہ میں مسٹر ٹوبوسو کو کچھ ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہوئی تو کچھ آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں انسانی ہی تھیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس دروازے ہی کی جانب آ رہا تھا۔

پھر دروازہ کھلا اور چند مسلح افراد میرے کمرے میں گھس آئے۔ "آؤ۔" ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔ اور میں سکون کی سانس لے کر باہر نکل آیا۔ اس منحوس قید خانے میں واپس آنے سے بہتر ہے کہ زندگی کی بازی لگا دی جائے یہی سوچ کر میں باہر نکلا تھا لیکن یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا میں نے۔ کہ پہلے اپنے طور پر کوئی مناسب کارروائی کرنے کی کوشش کروں گا اگر ان لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔

وہ لوگ باہر نکل آئے اور مجھے لے کر ایک ہال میں پہنچ گئے عمارت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے اُسے ایک چھوٹی سی عمارت سمجھا تھا لیکن وہ مختلف حصوں میں بنی ہوئی تھی، جس ہال میں وہ لوگ مجھے لے کر گئے تھے وہاں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں ایک لیمپ روشن تھا اور ایک کرسی پر مسٹر ٹوبوسو بیٹھے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ میں اُن کے سامنے جا کھڑا ہوا اس نے پہلی بار چشمہ اُتار کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھیں بلاشبہ بے حد خوفناک تھیں۔

"ہیلو مسٹر کیرائیل۔" ٹوبوسو نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہیلو مسٹر ٹوبوسو۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے خاص طور سے اس لیے کہ آپ وہ ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔"

"مثلاً۔"

"مجھے واقعی آپ نے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا تھا۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"ہاں۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے مسٹر ٹوبوسو کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ میں معاملات طے کر لینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔" ٹوبوسو نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ "میں آپ کو اس فیصلے پر مبارک باد دیتا ہوں لیکن اس کے لیے آپ کی کیا شرائط ہوں گی۔"

"آزادی۔ صرف آزادی۔"

"یہ کوئی ایسی شرط نہیں ہے جسے ماننے میں کوئی عار ہو لیکن ایک بدقسمتی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی مسٹر نواز اسکر۔" ٹوبوسو نے کہا اور میں متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"سمجھایا جا سکتا ہے آپ کو۔" ٹوبوسو نے کہا اور ایک طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا دیا۔ چند افراد اندر داخل ہو گئے اور اُن کے ساتھ ایک آدمی موجود تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اُسے روشنی میں لایا گیا اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ۔ وہ میرا ہمشکل تھا۔ ہاں تقریباً میری ہی جیسی شکل کا مالک۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اُس کی رنگت میں ذرا سی تبدیلی تھی اور وہ یورپین خدوخال رکھتا تھا تب ٹوبوسو نے کہا۔

"ان سے ملو۔ یہ مسٹر کبرائیل ہیں۔" میں خاموشی سے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا تھا میرا ہمشکل مسمی سی شکل بنائے

کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی میں جس طرح اُسے دیکھ کر چونکا تھا وہ مجھے دیکھ کر اس طرح نہیں چونکا تھا۔

"ہاں۔ تو مسٹر نواز اسکر۔ اچانک آپ کو یہ شبہ کیسے ہو گیا کہ آپ مسٹر کیرائل ہیں؟"

"شبہ۔ شبہ نہیں یہ حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کمال ہے جب ہم حقیقت آپ کی زبانی کہلوانا چاہتے تھے تو آپ اتنی بحث کر رہے تھے اور آج جب ہمیں اصل آدمی مل گیا ہے تو آپ ہمیں حقیقت بتانے پر مصر ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی بے حد خوفناک تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔

"سنو۔ کیا تم کیرائل ہو؟"

"نہیں جناب میرا نام پیٹر وڈ ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو پھر یہ بات تم مسٹر ٹوبوسو کو بتاؤ۔"

"تم لوگ کیا سمجھتے ہو مجھے۔ دونوں کو گردنیں دبا کر یہیں اسی جگہ پھینک دوں گا اور لاشیں یہاں سڑتی رہیں گی۔ اسے تم جواب دو۔ تم میں سے اصلی کیرائل کون ہے۔؟"

"میں ہوں۔ جب میں آپ سے اعتراف کر رہا ہوں مسٹر ٹوبوسو کہ میں اصلی کیرائل ہوں اور جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں وہ وہ راز آپ کے حوالے کر دوں گا تو پھر آپ اس شریف آدمی کو کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" ٹوبوسو کی آنکھوں میں حیرت نظر آنے لگی تھی غالباً وہ اس بات پر شدید حیران تھا کہ اچانک میری کایا پلٹ کیسے ہو گئی ہے۔

"تو پھر وہ راز کہاں ہے۔؟"

"وہ میرے پاس ہے وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ اب تک تم نے اس کے بارے میں مجھ سے بات چیت کیوں نہیں کی۔"

"میں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری موت ہی آئی ہے۔ اے تم بتاؤ کیا تم کیرائل نہیں ہو؟" ٹوبوسو نے اس شخص سے پوچھا۔

"نہیں جناب میں پیٹر وڈ ہوں ایک غریب آدمی۔ آپ لوگوں نے بلاوجہ مجھے پکڑ لیا ہے آپ یقین کریں میں سو فیصدی پیٹر وڈ ہوں۔ آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ بس ایک غریب آدمی ہوں جناب اور بڑی مشکل سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ آپ مجھے پکڑ لائے۔" اس کے اس جواب پر ٹوبوسو کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا اور وہ خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا پھر وہ خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور بولا۔

"سنو! تمہیں مر جانا چاہیئے۔ تم دونوں کو مر جانا چاہیئے مجھے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں مجھے احمق سمجھتے ہو۔ میں، میں تمہیں صرف بیس گھنٹے دیتا ہوں ان بیس گھنٹوں کے اندر تم فیصلہ کر لو کہ تم میں سے اصل کیرائل کون ہے اور کون مجھے وہ راز دے رہا ہے اگر تم یہ فیصلہ نہ کر سکے تو تم دونوں کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دوں گا اور اس کے بعد اصل کیرائل کو تلاش کروں گا۔" ٹوبوسو کی آواز برف کی مانند سرد تھی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"ان کی زندگی صرف بیس گھنٹے کی ہے اس کے بعد اگر یہ لوگ آپس میں فیصلہ نہ کر سکیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا سمجھے، انہیں گولی مار دینا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر مسٹر ٹوبوسو۔ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ وہ راز میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تو پھر آپ اس سلسلے میں تعرض کیوں کر رہے ہیں۔؟"

"کوئی تعرض نہیں کر رہا وہ راز تم مجھے کب کہاں دے سکتے ہو۔؟"

"میں تمہیں ہی دوسرے سفر پر روانہ کیے دیتا ہوں۔ مجھے اس ہنگامے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" ٹوبوسو شاید بُری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ جھنجھلاتے ہوئے انداز میں وہاں سے باہر نکل گیا۔

ہمارے محافظوں نے ایک بار پھر ہمیں پکڑ کر ایک ہی جگہ اسی کمرے میں بند کر دیا تھا جہاں ہم پہلے سے قید تھے۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ہمشکل کو دیکھا اور بولا

"کیوں بھائی پیٹر وڈ۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"مسٹر نواز اصغر یہی نام لے رہے تھے وہ لوگ، آپ کا"

"ہاں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میرا نام پیٹر وڈ ہے۔"

"اوہ۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ چالاک نکلے مسٹر کیرائل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیرائل نہیں۔ میں کیرائل نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تھوڑے دن پہلے میں بھی یہی کہتا تھا۔" میں نے جواب دیا اور وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھی بات ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

"تم ان لوگوں کے چنگل میں کس طرح پھنس گئے۔"

"بس یار۔ بدقسمتی ہی کہی جا سکتی ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا اور دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

"پلنگ پر آرام کرو۔ میں تو یہاں رہتے رہتے اکتا چکا ہوں۔"

"فکر نہ کرو بہت جلد ہمیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کس طرح۔"

"یعنی گولی مار دیں گے وہ لوگ ہمیں۔ اور اس طرح ہماری روحیں آزاد ہو جائیں گی۔ کیا وہ ہماری روحوں کو یہاں رکھ سکتے ہیں۔؟"

"خوب۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو موت کے شکنجے میں پھنس جانے کے بعد بھی مسکرانے والے، مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔"

"اور مجھے بھی آپ جیسے لوگ پسند ہیں مسٹر نواز اصغر۔" اس نے کہا۔

"تمہارا نام کیرائل ہی ہے نا۔؟"

"نہیں، یہ بات میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں کہ میں کیرائل نہیں ہوں۔"

"کیا۔ لیکن۔ لیکن پھر تم میرے ہمشکل کیوں ہو۔"

"کہاں ہوں بھائی۔ ہوں نہیں بنا دیا گیا ہوں۔" اس نے کہا اور میں متحیرانہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔"

"ہائے کیا سمجھاؤں تمہیں، بس یہی سمجھ لو یہاں تمہارے لیے بھیجا گیا ہوں۔ صرف تمہارے لیے۔"

"ایک بار پھر میں وہی سوال کروں گا۔؟"

"میں جانتا تھا۔ جواب بھی تیار ہے۔ میڈم سونیتا نے مجھے تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے۔"

"اوہ۔ وہ خیریت سے ہے۔"

"نہ ہوتیں تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔"

"کہاں ہے وہ۔؟"

"جہاں بھی ہیں انہیں یہ امید نہیں ہو گی کہ تم اتنی دور سے آ گئے ہو۔ خدا کی پناہ میرا سفر نہ جانے کتنا طویل تھا۔"

"سونیتا سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"

"کم از کم وہ نہیں ہے جس کے اظہار پر تم مجھے ان لوگوں سے پہلے قتل کرنے کی کوشش کرو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"سونیتا سے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہو۔"

"لڑ رہے ہو۔ کہہ دو گے تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ہمیں اور پھر میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں۔"

"کیا اندازہ لگا چکے ہو۔؟"

"مسٹر اصغر! سونیتا کو میں طویل عرصے سے جانتا ہوں اتنا بے چین گو میڈم کبھی کسی کے لیے نہیں ہوئی جتنی تمہارے لیے بے چین تھیں۔ طویل عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا تھے۔ انہوں نے خصوصاً مجھے طلب کیا اور اس کے بعد یہ ذمہ داری میرے سپرد کی۔ میرے چہرے پر کیرائل کا میک اپ کیا گیا ان کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے تمہیں کیرائل کی حیثیت سے اغوا کیا ہے انہیں یہ پتہ چل گیا ہو گا کہ تم اصلی کیرائل نہیں ہو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اصلی کیرائل بنا کر ان کی بھینٹ چڑھا دیا اور اب میری زندگی بھی صرف بیس گھنٹے کی رہ گئی ہے۔"

میں دنگ رہ گیا تھا سونیتا نے میرے لیے اتنا بڑا کام کیا

تھا میں نے اس کی شخصیت میں ایک انوکھی بات محسوس کی تھی لیکن میں جن راستوں کا راہی نہیں تھا ان کے سلسلے میں کسی کو بھی کوئی مدد نہیں دے سکتا تھا۔ میں تو خود ایک لٹا ہوا انسان تھا. چنانچہ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پیئر وڈ میری شکل دیکھ رہا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"اب بھی اعتراف نہیں کرو گے مسٹر اصغر۔"

"سوری پیئر وڈ سونیتا کے ذہن میں اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے کہ اسے مایوسی ہو گی۔"

"یار تم تو سنجیدہ معلوم ہوتے ہو" پیئر وڈ نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں پیئر وڈ۔"

"مگر کیا سونیتا کو اس بات کا احساس نہیں کہ تم اس کی جانب متوجہ نہیں ہو۔"

"میں نہیں جانتا۔ ہمارے درمیان کبھی اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور پھر ہماری ملاقات تو بہت مختصر سی ہے۔"

"اصولاً۔ ایسا ہونا تو نہیں چاہیئے لیکن زندگی کے ان بیس گھنٹوں میں سے اگر ہم کچھ دیر آپس کی گفتگو کریں تو کوئی حرج ہے۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے سے ذہنی قربت بھی حاصل کر لیں گے۔"

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال اُبھرا۔ یہ شخص جو پیئر وڈ کی حیثیت سے لایا گیا ہے درحقیقت کہیں ٹوبوسو کا آدمی تو نہیں ہے اس طرح ممکن ہے ٹوبوسو نے میری کھوج لینے کے لیے اسے مقرر کیا ہو۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پیئر وڈ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اس کے باوجود اگر کوئی ایسا ہی مسئلہ ہے جسے تم نہ بتانا چاہو تو میں تمہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہ کروں گا۔"

"نہیں پیئر وڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"بتاؤ گے کیا۔؟"

"یہ کہ کہیں تم ٹوبوسو کے آدمی تو نہیں ہو اور مجھ سے میرا راز لینے تو نہیں آئے۔" پیئر وڈ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے۔

"خدا کی قسم باتی چاہے کچھ بھی ہو. میں تم سے اب ایک لفظ نہیں پوچھوں گا تمہارے بارے میں، لیکن ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ذہین آدمی ہو بہت اچھے انداز میں سوچتے ہو۔ نہ بتاؤ اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا انسان کے اپنے اپنے معاملات ہوتے ہیں لیکن دوست ہمیں ان بیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے یہاں سے نکلنے کا بندوبست کرنا ہے۔" پیئر وڈ کے لہجے میں ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سی آ گئی تھی۔ میں بغور اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"پیئر وڈ کم از کم تم میری صاف گوئی کا احساس ضرور کرو گے اور اس سے ناراض نہیں ہو گے۔"

"نہیں، نہیں بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تم چاہتے تو اپنے دل کی یہ بات مجھ سے چھپا سکتے تھے لیکن بات کھری ہے اور اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں ہے ہر انسان کو اپنے اپنے طور پر اپنا دفاع کرنے کا حق پہنچتا ہے۔"

"تم ناراض ہو گئے۔"

"نہیں بھائی نہیں ہوا۔ مجھ سے چاہو تو میری کہانی سن سکتے ہو۔ انٹرنیشنل آدمی ہوں ہندوستان میں پیدا ہوا وہیں پلا بڑھا۔ اس کے بعد ایسٹ افریقہ چلا گیا پھر وہاں سے ہنگری پہنچا۔ ہنگری میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں سے چپقلش ہو گئی تین آدمی قتل ہو گئے میرے ہاتھوں، وہاں سے بھاگا اور اس کے بعد کافی عرصے سے مس سونیتا کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔ جیسا میں تمہیں بتا چکا ہوں میرا نام نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں ابتداء ایک عجیب سے انداز میں ہوئی تھی یوں سمجھ لو کہ زمانے کا ستایا ہوا خودکشی کرنا چاہتا تھا کہ کچھ لوگوں کے ہاتھوں لگ گیا ایک دوسرے کردار کی حیثیت سے انہوں نے مجھے اسمگلنگ کے لیے استعمال کیا۔ وہاں سے نکلنے کا موقعہ مل رہا تھا باہر کی دنیا میری نگاہوں کے سامنے تھی چنانچہ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور اس کے بعد شاہراہ حشیش پر سفر کرتا ہوا بالآخر امریکہ پہنچ گیا اس دوران زندگی ایک ایسے انسان کی حیثیت سے گزاری جس کا کوئی کردار شخصیت نہیں ہوتی اپنے آپ کو کھو چکا تھا کہ واپس اپنی پیاری سرزمین پر جاؤں۔ لیکن ایک ایسا موقعہ آ گیا کہ مجھے اپنی کھوئی ہوئی شخصیت یاد آ گئی۔ ترلوکا نامی ایک شخص جو ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی تھا میرے دین کا مذاق اڑا رہا تھا مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں اس کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں ایک لڑکی نے میرا ساتھ دیا اور میں نے ترلوکا کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔ کیس لاس کی پہاڑیوں میں ترلوکا کا

سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر تھا. جو میری وجہ سے تباہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ لڑکی میری زندگی کی سب سے بڑی ساتھی بن گئی۔ میں نے اس کا نام زیب النساء رکھا اور نیویارک کے ایک فیشن ایبل علاقے میں زیبی کارپٹس کے نام سے ایک شوروم کھول لیا لیکن ترلوکا بچ کر بھاگ گیا تھا اس نے زیبی کو اغوا کیا اور اس کے بعد میری زندگی پھر بری راہ پر آ لگی اور اس کے بعد سے میں اپنی کھوئی ہوئی جنت کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ترلوکا میرے ہاتھوں سے جا چکا ہے اور سلور" میں نے پیئر وڈ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر شدید سنسنی پھیلی ہوئی تھی اس کا منہ متحیرانہ انداز میں کھلا ہوا تھا۔

"تو تم کیا۔ پچھلے دنوں۔ پچھلے دنوں۔"

"ہاں میں ترلوکا سے بھڑا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ خدا کی پناہ، تو وہ نواز اصغر ہو۔ کیا سونیتا کو یہ بات معلوم ہے۔؟"

"نہیں۔ کبھی کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔"

"مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں تمہیں میکلینو مسٹر میکلینو کے بارے میں جانتے ہو۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا میکلینو سے میری زندگی کا ایک طویل عرصہ وابستہ رہا تھا میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور بولا۔

"تم میکلینو کو جانتے ہو۔؟"

"کیوں نہیں۔ میں میکلینو کے گروہ میں کام کرتا رہا ہوں. بہت عرصے کی بات ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ ایک زمانے میں مس سونیتا بھی میکلینو کی ساتھی تھیں لیکن اس کے بعد میکلینو کا انتقال ہو گیا اور ہم نے اپنی الگ آرگنائزیشن بنا لی۔"

"اوہ۔ میرے خدا تو یہ مسئلہ ہے اس کا مقصد ہے کہ تم تو مجھے جانتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن کیسی دلچسپ بات ہے مذاق ہی مذاق میں تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتا گئے۔"

"نہیں پیئر وڈ مذاق مذاق میں نہیں بس تم پر اعتماد کرنے کو جی چاہا تمہیں کچھ سنجیدہ سنجیدہ سا دیکھا اور یہ محسوس کیا جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے تم پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے میں نے تمہیں اپنے بارے میں بتا دیا ہے۔"

"نہیں میرے دوست میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے میرا نام پیئر وڈ ہی ہے چہرے پر کیرا ئل کا میک اپ ہے اور سونیتا ہی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ بہرطور اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اور کیا کرنا چاہیئے راجہ نواز اصغر۔"

"یہ فیصلہ تو تم ہی کرو تو بہتر ہو گا۔"

"واقعی ہمیں خاصے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے کیا ہم باآسانی ان لوگوں کے چنگل سے نکل سکتے ہیں۔"

"کوشش کیے بغیر تو ہم باز نہیں رہ سکیں گے۔ بے وقوف لوگوں نے ہمیں بیس گھنٹے دیئے ہیں چنانچہ ان سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مسٹر ہیڈ رو کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔؟ مس سونیتا نے یہ بات مجھے بتائی تھی۔"

"ٹھیک بہرطور اب صورتِ حال یہ ہے کہ ہم دوست ہیں اور ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔"

"تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے۔ فرار کے کوئی راستہ تمہارے ذہن میں ہے۔"

"جن راستوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ان میں فرار کی گنجائش کہاں ہے۔"

"گنجائش کی بات نہیں راستے پہلے سے تیار نہیں ہوتے بنائے جاتے ہیں۔"

"افسوس یہاں بنانے کے لیے بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"یہ سوراخ۔ میرا مطلب ہے یہ کھڑکیاں جو کھلی ہوئی ہیں اور جن کے تعطل کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا" میں نے کہا۔

"مگر ان کے نیچے سینکڑوں فٹ گہرے کھڈ ہیں کہ اگر اوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو ہمارے ہاتھ پاؤں ٹوٹ سکتے ہیں۔"

"ہوں" میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"دوست۔ ایک طریقۂ کار اختیار کیا جا سکتا ہے کیا ہم ان لوگوں سے نمٹنے کی کوشش نہ کریں جو ہمیں خوراک پہنچاتے ہیں بیس گھنٹے میں آخر ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت تو ہو گی۔"

"یہ لوگ اخلاقیات کی ان باتوں سے نابلد ہیں اور اگر انہیں یاد نہ رہے تو کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں کرتے۔"

"تو پھر اس دروازے پر ہی قسمت آزمائی کی جائے۔"

اس نے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ہاں اگر دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جائے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں۔"

"تو پھر آؤ شروع کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور ہم نے اس سلسلے میں چاروں طرف کا جائزہ لیا میز کے علاوہ یہاں اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کارآمد بنایا جاسکے یا پھر یہ چارپائی تھی جس کے پائے نکال کر دروازے پر کوشش کی جاسکے۔

چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ چارپائی کو کھول لیا اس کے تمام انجر پنجر الگ کر دیئے اور اس کے بعد دروازے پر مصروف ہوگئے۔ دروازے پر ہماری ضربیں صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھوڑی ہی دیر بعد باہر سے غرّاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اگر تم لوگ دروازے کے پاس سے نہ ہٹے تو ہم لوگ اسٹین گن کے فائر کھول دیں گے۔"

"دروازہ کھولو! ہم میں سے ایک آدمی حادثے کا شکار ہوگیا ہے۔" پیرووڈ نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دونوں محافظ اسٹین گن لیے ہوئے اندر آئے تھے۔ میں فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا۔ پیرووڈ کی یہ چال مجھے بہت پسند آئی تھی۔

"کیا ہوا۔؟ کیا ہوگیا اُسے۔؟"

"پتہ نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ہی ٹھیک ٹھاک تھا اچانک ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر بے ہوش ہوگیا۔" ان میں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دوسرے نے اسٹین گن سنبھالی اور پیچھے جاکر دروازے سے ٹک کر کھڑا ہوگیا۔ اور پہلا آدمی اپنی اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھما کر میری طرف آیا اس نے مجھے سیدھا کیا لیکن اس دوران مجھے کام کرنا تھا۔

جونہی میرا بدن سیدھا ہوا میں نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے اس پر ماریں۔ نشانہ اس طرح رکھا تھا کہ وہ پوری قوت سے اپنے ساتھی پر جاکر گرے اسٹین گن کی آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کا جس کو میں نے اچھال کر دوسرے کی طرف پھینکا تھا بدن گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ میں نے اسے موقعہ نہیں دیا تھا پیرووڈ نے اپنی جگہ چھوڑی اور میں نے عقب سے اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ضربیں لگائیں وہ ایک لمحے کے لیے جھول سا گیا تھا اور اسی لمحے

پیرووڈ نے وہ فالتو اسٹین گن اس کے ہاتھ سے لے لی جسے آدمی نے اس کے ہاتھوں میں تھمایا تھا دوسرے لمحے پیرووڈ اسٹین گن سے گولیاں نکلیں اور یہ پہلا شخص بھی ڈھیر ہوا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ تجربہ نہایت کامیاب رہا۔ اب باہر طرف چلتے ہیں۔" پیرووڈ بولا اور ہم دونوں برق رفتاری سے نکل آئے پیرووڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔

"تم ذہین بھی ہو اور پھرتیلے بھی۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا بہت شاندار رہے گا۔"

"چلو۔ چلو۔ ہم ایک دوسرے کی تعریف و توصیف بعد میں کریں گے۔" میں نے کہا ہم عمارت سے باہر آگئے تعجب کی بات تھی کہ یہاں اس عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی ہوگی اس کی۔ پورا چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آرہے تھے۔ اس سماں نما عمارت کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں تھی اور اس کے پاس نشانات پائے جاتے تھے۔

بڑا پُرہول منظر تھا ہمارے اطراف میں۔ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

"کاش ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست ہوتا۔" میں نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال تھا۔"

"بہرطور زندگی تو جدوجہد ہی کا نام ہے۔ ہم ضرور یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم مایوس تو نہ ہو۔"

"مایوس نہیں ہوں میرے دوست کاش میں تمہارے لیے اس سے زیادہ آسانیاں فراہم کر سکتا۔"

"خیر۔ خیر بے کار باتیں مت کرو۔ آؤ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے ویسے کیا تم نے راستے کا کوئی تعین کیا ہے پیرووڈ۔"

"نہیں۔ کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"افسوس نہیں۔ مجھے بھی یہاں بند گاڑی میں لایا گیا تھا کچھ ایسی ہی کیفیت میری تھی۔"

"پھر تم اس طرف کیوں چل رہے ہو۔"

"صرف۔ احتیاط۔ دوسرا راستہ ان کی گزرگاہ ہے یقیناً وہ یہاں موجود ہوں گے۔ ہمیں دیکھنا نہیں چاہیئے۔"

"ہاں۔ یہ تو درست ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟"

"یہ بلندیاں دشوار گزار ہوں گی اور یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ ان کے دوسری طرف کیا ہے۔"

"پرواہ مت کرو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ جب اس خوفناک جگہ سے باہر نکل آئے ہیں تو آئندہ بھی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اب تک ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے تھے اور درحقیقت بات یہ ہے پیرووڈ، کہ تنہا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک سے دو ہو جائیں تو نہے کتنے بن جاتے ہیں۔"

"گیارہ۔" پیرووڈ نے مزاحیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک سے دو آدمی زیادہ باہمت ہو جاتے ہیں۔ بہرطور پیرووڈ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقعہ مل گیا ہے تو ہم اسے گنوا نہیں سکتے اور خوش قسمتی سے ہمارے پاس اسٹین گن بھی موجود ہیں۔"

"بے شک۔ لیکن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ نہیں ہے۔" پیرووڈ نے کہا۔

"مثلاً۔"

"مثلاً اس برف پر سفر کرنے کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہے بہرطور آؤ چلتے ہیں ہم لوگ بلندیوں کی طرف سفر کرتے رہے، کافی دور تک ہم اس طرح چلتے رہے اور اس کے بعد پیرووڈ نے کہا۔

"کافی دیر ہو گئی ہمیں چلتے ہوئے میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کر لینا چاہیئے۔"

"ابھی نہیں پیرووڈ! ہم بلندیوں کے اس طرف ہیں۔ اس عمارت پر سے ہمیں دیکھا جاسکتا ہے۔ میں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ کر ہی دم لوں گا تاکہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے میں مدد ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن چوٹی ابھی کافی دور ہے۔"

"بہرطور۔ اس کے باوجود ہمیں وہاں پہنچنا ہوگا۔" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی پیرووڈ میرا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

پیرووڈ اگر ذرا بھی تھکن محسوس کرو تو مجھے بتا دینا۔"

"ارے نہیں میں بھی بڑا سخت جان آدمی ہوں۔" پیرووڈ نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔

سردی بے پناہ تھی اور ہمارے بدن کپکپاہٹ محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر اپنی تھکن یا سردی کا احساس ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔"

برف کی بلندیاں طے ہوتی رہیں اور پھر دفعتاً پیرووڈ کے منہ سے غراہٹ سی نکلی۔

"کیا تم بادلوں کے اس غول کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اندر سیاہی سمیٹے اوپر چڑھ رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے مڑ کر کہا۔ اور اس کے اشارے کی طرف دیکھا سیاہ بادلوں کے دل کے دل جمع ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے پہاڑ بن رہے ہوں۔ اس خوفناک منظر نے دل ہلا دیا تھا بعد کا ہولناک سمندر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اس سفر کے تنہا مسافر۔ آنے والے لمحات کیا ہوں گے۔

"آسمان کے رنگ بدلے ہوئے تھے" پیٹر تشویش انداز میں بولا۔

"یہ بادل خطرناک بھی ہوسکتے ہیں۔"

"ہاں اگر بارش ہوگئی تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔" میں نے کسی قدر پریشان سے انداز میں کہا۔ بہرطور ہم دونوں رکے نہیں تھے اور ہم نے رفتار مزید تیز کردی تھی۔ بلندیاں دشوار گزار تو نہیں تھیں لیکن بہرحال چوٹیاں کافی بلند تھیں اور ہم اُن کی جانب سفر کرتے ہوئے بُری طرح تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔

یکساں رفتار سے ان بلندیوں پر چڑھتے رہنا معمولی بات نہیں تھی، بادلوں کی سیاہ فوج نے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا شروع کردیا اور خطرہ سر پر آتا گیا پھر اچانک بجلی چمکنے لگی۔ کڑک ایسی خوفناک تھی کہ برفانی ٹیلے بھی جگہ چھوڑنے لگے تھے اور سرد ہوائیں طوفان کی شکل اختیار کرچکی تھیں اور اُن کے تھپیڑے ہمارے جسموں پر کوڑوں کی طرح برس رہے تھے پھر بارش شروع ہوگئی ایسی طوفانی بارش تھی کہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا ابتدائی چھینٹوں ہی میں ہمارے کپڑے بھیگ گئے اور سرد ہوائیں ہمارے بدن کے آرپار ہونے لگیں۔ ہمارے بدن اب نمایاں طور پر کانپ رہے تھے۔ پیٹر وڈ کے ہونٹوں پر نیلاہٹ دوڑتی جارہی تھی، لیکن اس نے ابھی تک کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بارش کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پیٹر نے چیخ کر کہا۔

"کیا خیال ہے مسٹر اصغر۔ کیا ہمیں رُکنا نہیں چاہیے تاریکی پھیلتی جارہی ہے اور برف پر پھسلن ہورہی ہے کاش ہمارے پاس کوہ پیمائی کے جوتے ہوتے۔"

"یہاں کھلے علاقے میں بیٹھنا بھی تو خطرناک ہے جس جگہ ہم رکیں گے ممکن ہے برف وہاں سے کھسک جائے اور پھر اس بارش سے کس طرح فرار حاصل کیا جاسکتا ہے آگے بڑھیں ممکن ہے ہمیں کوئی پناہ مل جائے۔" میں نے کہا۔

چنانچہ پیٹر میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا جوں جوں بارش کی شدت اور بڑھ گئی تھی بادل گرجتے تو پہاڑیاں ہل جاتیں اور قدم جمانے مشکل ہوجاتے آوازیں اس قدر بھیانک ہوگئی تھیں کہ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ ہر لمحہ پہلے لمحے سے زیادہ خطرناک ہوتا جارہا تھا۔ پیٹر نے کہا۔

"رُک جانا مناسب ہے مسٹر اصغر۔ ورنہ ہم کسی حادثے کا شکار ہوجائیں گے۔"

"ہم اب ڈھلانوں پر ہیں پیٹر۔ ممکن ہے ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے۔" اچانک میں خاموش ہوگیا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے آگے کچھ ہو۔ بارش کی تیزی اوّل تو آنکھیں ہی کھولنے نہیں دے رہی تھی پھر آنکھیں کھلی بھی تو کچھ نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہورہا تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے یہ کوئی برفانی ٹیلا تھا۔ میں نے چیخ کر پیٹر سے کہا۔

"کچھ دیکھ رہے ہو پیٹر۔"

"کیا۔ کچھ بھی تو نظر نہیں آرہا۔"

"آگے آؤ۔" میں نے کہا اور اسے برفانی ٹیلے کا احساس دلایا۔ پیٹر کا بدن بُری طرح سرد ہوگیا تھا اور اس کی آواز میں بھی کافی لرزش ہے لیکن بہرطور ہمیں اس مشقت کا پھل مل گیا یہ ایک ایسی محفوظ جگہ تھی جو تین طرف سے ڈھکی ہوئی اور سامنے سے کھلی تھی اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ ہمارے لیے کوئی نہیں ہوسکتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ چٹان اسی وقت کے لیے بنائی گئی ہو۔ ہم اس کے درمیان گھس گئے۔ اندر آکر میں نے اطمینان کی سانسیں لیں اور پیٹر کو بھی کھینچ لیا۔

"کمال کی بات ہے۔ اس وقت اس جگہ کا مل جانا بھی ایک معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔"

"بہرطور یہ ہماری مدد کرسکتی ہے۔"

"خدا کی پناہ بارش ہے کہ قیامت اور پھر ہواؤں کے یہ جھکڑ۔ آہ میرے دوست تمھاری کیا حالت ہے۔ بلاشبہ تم مضبوط ترین آدمی ہو معمولی بات نہیں ہے۔"

"اور تم۔؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھو میں تمھارا ڈپلی کیٹ ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پیٹر کی گفتگو میں زندگی پائی جاتی تھی اور مجھے اس کا ساتھ بے حد دلچسپ محسوس ہورہا تھا اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ یخ بستہ طوفانی ہوائیں بارش کے بعد بھی جاری رہیں گی، ہمارا یہ ٹھکانہ کیا دیرپا ثابت ہوسکتا ہے۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور مضبوط چٹان کو ٹٹولنے لگا۔ نہ جانے کتنی برف یہاں دفن تھی بہرطور میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ پیٹر ہم اسے اپنا دیر تک کے لیے ٹھکانہ بنائے

رہیں کل دن کی روشنی میں ہم یہاں سے باہر نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرا خیال ہے یہ سرد جگہ ہمارے لیے کافی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر ہم رات بھر اسی ویرانے میں رُکے رہے تو کل صبح ہماری لاشیں نظر آئیں گی؛ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری لاشوں کا یہاں کوئی پتہ ہی نہ چل سکے۔"

"تو پھر؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"بس میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کیوں نہ ہم یہ سفر جاری رکھیں۔"

"ناممکن پیٹر ناممکن۔ آخر تم نے یہ اچانک فیصلہ کیسے کیا؟"

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ہمیں تلاش کرنے نکلیں تو ممکن ہے یہاں تک پہنچ جائیں۔"

"دیکھا جائے گا۔ ہمیں مستقبل کے اندیشوں سے آزاد رہنا چاہیے۔ ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز جاری رہی۔ یہ شور اس قدر شدید تھا اور چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹکرا رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اس یخ بستہ اور طوفانی ہواؤں میں خاموشی بھی عجیب سی محسوس ہورہی تھی اور ہم دونوں ہی اسے بُری طرح محسوس کررہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیٹر نے کہا۔

"تمھاری یہ خاموشی یقیناً کسی سوچ کی حامل ہوگی۔"

"ہاں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ انہیں کتنی دیر میں ہمارے بارے میں اطلاع ہوجائے گی۔"

"تم مجھ سے پہلے سے یہاں موجود ہو مسٹر اصغر، تمھارا کیا خیال ہے وہ لوگ کتنے کتنے عرصے کے بعد یہاں آتے ہیں۔"

"مسئلہ ان بیس گھنٹوں کا تھا بیس گھنٹے ختم ہونے کے بعد یقیناً کوئی کارروائی عمل میں آئے گی اور وہ یہاں کا جائزہ لیں گے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ بیس گھنٹے تک ہم محفوظ ہیں۔"

"کیا کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور ذریعہ ہو جس سے وہ ہمارے فرار کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں ویسے میں جانتا ہوں کہ ہماری گمشدگی ان کے لیے سخت تشویش کا باعث ہوگی اور وہ ہمیں پوری قوت سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔" پیٹر سر ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی تھی یوں بھی دن باقی نہیں رہ گیا تھا اس لیے ہمیں رات گہری ہونے سے قبل زیادہ سے زیادہ سفر کا موقعہ مل جاتا؛ بہتر تھا پہاڑ کی چوٹی پر اس جگہ قیام کرنے کے بعد یہ سوچا تھا کہ یہ ہمارے لیے ایک بہتر پناہ گاہ ہے لیکن اب حالات کا تجزیہ کرکے اس کا احساس ہوا کہ یہاں سے نکل جانا بہت ضروری ہے ممکن ہے ڈھلانوں پر ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جس کو ہم بہتر طور پر استعمال کرسکیں۔ بارش کچھ اور کم ہوگئی اور پھر آہستہ آہستہ بند ہوگئی۔

لیکن ہوائیں اب بھی سرسراتی ہوئی گزر رہی تھیں ہمارے لباس بھیگے ہوئے تھے اگر ہم غیر معمولی قوتِ برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے تو سردی میں یقیناً کسی خطرناک حادثے کا شکار ہوچکے تھے۔ بہرطور ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے مطلع اب صاف ہوگیا تھا اور آسمان سے چاند جھانکنے لگا تھا۔ ہم اپنے سفر کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کرتے رہے اور اس کے بعد دفعتاً پیٹر وڈ ایک لمحہ کے لیے رُک گیا۔

"مسٹر نواز اس طرف دیکھ رہے ہو؟"

"کہاں؟"

"وہ اس طرف، ایک سیاہی سی نظر آتی ہے۔ ڈھلانوں کے آخری سرے پر بائیں جانب۔" اس نے کہا اور میں اس کے اشارے کی جانب دیکھنے لگا۔

"شاید جنگل ہے۔" میں نے تھوڑی دیر تک اس طرف دیکھنے کے بعد کہا۔

"اگر ہم کسی طرح اُس جنگل میں داخل ہوجائیں تو کم از کم سردی کی شدت سے بچ سکتے ہیں۔" وہ بولا۔

"بیشک ہمیں اس طرف بڑھنا چاہیے۔" میں نے چونکہ اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا تھا اس لیے ہم دونوں برق رفتاری سے اُسی سمت چل پڑے۔

لیکن ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً فضا میں ایک آواز اُبھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"یہ آواز۔ یہ آواز۔" پیٹر وڈ نے کہا۔

"ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے ہماری تلاش شروع ہوگئی۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور انھیں اس سمت کا شبہ بھی ہوگیا ہے۔"

"اس کے امکانات ہیں لیکن اب کیا کیا جائے ہم برف کی اس سفید چادر پر بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔" میں نے کسی قدر سراسیمہ انداز میں کہا۔ اور اسی وقت ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں روشنی ہوگئی گو ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا لیکن ایک تیز روشنی فضا میں پھیل گئی تھی۔ پیٹر وڈ نے آہستہ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں تلاش کیا جارہا ہے۔"

"کیا ہیلی کاپٹر اسٹین گن کی رینج میں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بلندی ہے۔" پیٹر نے کچھ مایوسی سے کہا۔

"اچھا یہیں رکو۔ میں کچھ اوپر چلا جاتا ہوں۔" میں نے جلدی سے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا اور اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ پیٹر وڈ سفید برف پر چت لیٹ گیا تھا۔ گو اس کا بدن اوپر سے ایک دھبے کی مانند صاف دیکھا جا سکتا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ البتہ میں ایک اونچی جگہ پہنچ گیا تھا یقیناً یہ ایک برفانی ٹیلا تھا میں نے اسٹین گن ہاتھ میں سنبھالی۔ اور ہیلی کاپٹر کی روشنی پر نگاہیں جما دیں ہیلی کاپٹر چند لمحات کے بعد ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر تھوڑی دور جا کر دوبارہ روشنی کی گئی۔ میں نے گہری سانس لی تھی اتنی دور سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو ہم روشنی کی زد میں تھے لیکن ابھی خطرہ دور نہیں ہوا تھا کاپٹر ایک چکر لگا کر ضرور واپس آئے گا، میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور ایک اور محفوظ جگہ پہنچ گیا بڑی ہوشیاری سے کام کرنا تھا ہمارا اندازہ درست تھا۔ ڈھلانوں کے اختتام پر جنگل تھا تو پھر ہیلی کاپٹر فوراً ہی واپس آئے گا کیونکہ جنگل میں کسی کا دیکھ لیا جانا ممکن نہیں ہے اور اس کی تصدیق تھوڑی ہی دیر بعد ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی دوبارہ نظر آئی اور اس کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا اور اس سے بار بار روشنی خارج ہو رہی تھی۔

پھر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس نے ہم سے چند گز آگے جا کر دوبارہ روشنی پھینکی تھی ایک لمحے کے لیے تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید اب میں دیکھ لیا جاؤں گا لیکن ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں آگے بڑھ گیا۔ میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا مگر انھوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا تو پھر یہ تقدیر کی خوبی ہی ہو سکتی تھی۔

لیکن میرا خیال غلط نکلا اس میں تقدیر کی کوئی خوبی نہیں تھی کیونکہ چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر دوبارہ پلٹا اس بار وہ کافی نیچے جھک کر آیا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا میری انگلیاں اسٹین گن کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں ہیلی کاپٹر والے شاید ابھی تک الجھن میں تھے اور اس بات کی تصدیق نہیں کر سکے تھے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا انھیں کوئی شبہ ہوا ہے ورنہ وہ اس طرح دھوکا نہ کھاتے وہ صرف جائزہ لے رہے تھے کہ کیا ان کا اندازہ درست ہے لیکن اس جائزے میں وہ مار کھا گئے۔ انھیں ہیلی کاپٹر نیچے نہیں لانا چاہیے تھا جونہی ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا میں نے اسٹین گن سے فائرنگ کر دی اور بے تحاشا گولیاں برسانے لگا۔

ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا تھا اور اس کے انجن کی آواز بے ترتیب سی ہو گئی تھی البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا اور چند ہی گز دور جانے کے بعد اس پر سے فائرنگ شروع ہو گئی لیکن وہ لوگ اپنا توازن نہ سنبھال سکے تھے شاید کوئی گولی انجن میں لگی تھی کیونکہ ہیلی کاپٹر سے بھورا دھواں سا اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر وہ زمین کی طرف آنے لگا۔ میں نے اپنے کان بند کر لیے تھے پتہ نہیں پیٹر کی کیا کیفیت تھی وہ یقینی طور پر اس صورت حال سے واقف ہو گا۔ ہیلی کاپٹر برف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ برف پر نارنجی شعلے پھیل گئے۔ میں نے مسرت کی آواز حلق سے نکالی تھی دوسری طرف سے پیٹر کی آواز سنائی دی۔

"زندہ باد مسٹر نواز اصغر زندہ باد!" ہیلی کاپٹر کافی دور گرا تھا لیکن میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا کہیں کسی کے زندہ بچنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔ بہر طور میں اپنی جگہ سے ہٹ کر پیٹر کے پاس پہنچ گیا۔ پیٹر نے پرجوش انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"تم۔ تم راجہ نواز اصغر تم بلاشبہ معمولی آدمی نہیں ہو یقیناً تم صورت حال پر پوری طرح قابو پا سکتے ہو۔"

"شکریہ پیٹر۔ یوں سمجھ لو کہ ہم بال بال بچے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"کیا ان میں سے کوئی زندہ بچ سکا ہو گا۔؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔" پیٹر نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"گویا اب صبح تک کے لیے خطرہ ٹل گیا ہے دوسرا ہیلی کاپٹر ابھی تو نہیں آ سکے گا۔"

"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"کیوں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ممکن ہے اطراف میں کچھ اور انتظامات بھی کیے ہوں ان لوگوں نے بہرحال ہمیں اپنے دشمنوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔"

"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور پیٹر بولا۔

"نواز میں نے ایک کام کیا ہے؟"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہیلی کاپٹر سے جو روشنی پھینکی جا رہی تھی اس سے میں نے قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں اور اس انداز کے معلوم ہوتے ہیں جیسے برف پر پھسلنے والے

…نقین کے لیے بنائے جاتے ہیں اس طرح اگر ہم برف کے اس پھسلنے سے نکل کر جنگل میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم سے متفق ہوں۔"

"تو پھر میرا خیال ہے مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم برف کے ان ڈھلانوں سے نیچے اترنے لگے جنگل اتنا قریب نہیں تھا جتنا ہم سمجھ رہے تھے۔ چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر بھی جاری رہا۔ اور پھر جب چاند آدھی منزل طے کر چکا تب ہم جنگل میں پہنچے۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے پہنچ کر ہم نے گہری گہری سانسیں لیں۔

"اُف بڑی بری طرح تھک گیا ہوں۔"

"تھکن کیا چیز ہوتی ہے پیٹر۔ بدن کتنا ہی تھک جائے جب تک ذہن اس تھکن کو قبول نہ کرے تو انسان کا کچھ نہیں بگڑتا۔" پیٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہرحال برف کے اس ویرانے سے درخت کی چھاؤں بے حد پرسکون تھی۔ بقیہ رات ہم نے اس درخت کے نیچے گزار دی۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لیکن موسم کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔ بادلوں کے ٹکڑے بھرے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔ پیٹر کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہو گئے ویسے سردی سے اس کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اور چہرہ بھی اترا ہوا تھا میں جانتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے ہر طور ہمارے پاس خوراک کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا بھوک سے آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں لیکن سب کچھ بیکار تھا کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس جنگل میں ہمیں کھانے پینے کی کوئی چیز مل سکے گی یا نہیں۔

کافی دیر تک ہم لوگ یہاں رہے وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد پیٹر نے کہا۔

"ہم جنگل کے ابتدائی سرے میں ہیں مسٹر نواز اگر انھوں نے ہماری تلاش کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا تو یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

"آئیڈیا بالکل درست ہے پھر کیا خیال ہے۔؟"

"کیوں نہ ہم کسی اندرونی علاقے میں کوئی بہتر پناہ گاہ تلاش کریں۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا تھا۔ اور ایک بار پھر ہم نے سفر شروع کر دیا ہم سفر کرتے رہے۔ گھنے جنگلوں میں سفر کرنا بھی خاصا مشکل کام ہوتا ہے جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ راستہ روک رہے تھے لیکن ہمارے عزم کے سامنے بے بس ہو جاتے تھے۔ بہرحال یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی تھی اگر بارش شروع ہو جاتی تو بے شک جنگل گھنے تھے لیکن اس کے باوجود یہ سفر مشکل ہو جاتا۔

کافی طویل و عریض جنگل تھا اور اسے عبور کرنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگے تھے لیکن ایک دلچسپ صورت حال اس وقت پیش آئی جب جنگل کے ایک خاص حصے میں ہمیں پیلے رنگ کے کچھ پھلوں کے درخت نظر آئے جن کے بارے میں ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سے پھل تھے۔

بہر طور احتیاطاً انھیں چکھ کر دیکھا گیا اور چند لمحات انتظار کیا گیا اور جب پھیکے اور بدمزہ پھلوں نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ تو ہم نے انھیں کافی مقدار میں توڑ لیا اور ان سے اپنے پیٹ کی آگ بجھائی۔

پھلوں کے بارے میں تھوڑی ہی دیر کے بعد ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ نقصان دہ نہیں بلکہ اس کی نسبت بہت بہتر ہیں کیونکہ ان سے پانی کی نمی بھی مل جاتی تھی۔ ان پھلوں نے ہمارے جسموں میں نئی زندگی پیدا کر دی اور اس کے بعد کا سفر ہمارے لیے زیادہ آرام دہ اور پرسکون رہا۔

راستوں کا کوئی تعین نہیں تھا بس ایک نامعلوم منزل کی جانب سفر جاری تھا جنگل میں داخل ہونے کے بعد یہ احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ ہمیں تلاش کرنے والے اب بھی ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔ غالباً ہیلی کاپٹر کے حادثے کے بعد ان لوگوں کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ ہمیں تلاش کریں، جنگلوں کا سلسلہ نجانے کتنا طویل و عریض تھا اس کے بعد ان کا اختتام ایک چوڑی ندی پر ہوا۔ ندی کی رفتار کافی تیز تھی اس کے دوسری ہی طرف گھنی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان گھنی جھاڑیوں میں ہمیں ندی کے اس کنارے ہی سے حشرات الارض دوڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے سروں پر خوفناک گھڑیالوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے کئی ایسے ہولناک مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے آئے جنھوں نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ ان گھڑیالوں کے انبوہ عظیم میں کبھی کوئی جانور پہنچ جاتا تو آن کی آن میں ان کا نوالہ بن جاتا۔ پیٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"اس کا مقصد ہے کہ آگے راستہ ختم ہے۔"

"ہاں پیٹر وڈ۔ ہم اس راستے سے کہیں نہیں جا سکتے۔"

"تو پھر یہاں سے واپس جانا بھی تو ممکن نہیں ہے۔"

"ایک بات بتاؤ پیٹر وڈ تم سے میرے سلسلے میں کیا کہا گیا تھا۔"

"اوہ۔ دراصل سونیتا کو خود اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ

صورت حال آگے چل کر کیا ہو جائے گی اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر میں کیرائل کی حیثیت سے اُن لوگوں کے سامنے آیا تو وہ لوگ مجھے کہاں لے جائیں گے یقینی طور پر سوینتا بھی ان تمام چیزوں سے ناواقف تھی ورنہ وہ اس طرح مجھے جہنم میں نہ جھونکتی۔ ہیرو ڈ کے لہجے میں ایک ہلکے سے خوف کا احساس نظر آتا تھا۔"

"تو پھر اب کیا کرو گے ہیرو ڈ۔"

"ہمارے پاس اسٹین گنیں ہیں اور ان میں گولیاں موجود ہیں جب تک زندہ رہ سکے زندہ رہیں گے اور اس کے بعد جب یہ محسوس کیا کہ اب زندگی ممکن نہیں ہے تو پھر موت کو گلے لگا لیں گے۔"

میں نے چونک کر ہیرو ڈ کی طرف دیکھا۔ آہنی آدمی کی آنکھوں میں شکست خوردگی کے آثار نظر آ رہے تھے تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیرو ڈ! میں نے اپنی زندگی سے شکست نہیں مانی ہے۔"

"ہاں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری نسبت تم سخت جان اور باہمت آدمی ہو۔" ہیرو ڈ نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمھیں بھی اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم زندگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی کوشش کرو۔"

"میرے دوست اب کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ میں اب تک تم سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ پایا۔ دراصل سردی نے میرے اعضا کو مفلوج کر دیا ہے اور میرے بدن کے کئی حصے سُن ہو رہے ہیں۔"

"اس کے باوجود ہم یہاں سے زندگی کی تلاش میں سفر کریں گے۔"

"مگر کس طرح۔؟"

"کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور ہیرو عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ صورتِ حال واقعی بے حد پریشان کُن تھی۔ اس دریا کے دوسرے کنارے پر جانا موت کو دعوت دینا تھی اور اگر پیچھے ہٹتے تو بھی خوفناک موت ہماری منتظر تھی۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جسے اپنا کر اس مصیبت سے نجات حاصل کی جا سکے۔

ہیٹر اب تک جس ہمت سے میرا ساتھ دیتا رہا تھا اب وہ مفقود ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے کی مردنی صاف کی جا سکتی تھی۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ ہیٹر پر غنودگی طاری ہو گئی تھی لیکن وہ سو نہیں رہا تھا۔ اس وقت میری نگاہیں بھٹکتی رہی تھیں۔ اس ناگہانی کے لیے میں کسی طور تیار نہیں تھا لیکن سچی بات یہ تھی کہ مجھ پر مردنی طاری نہیں ہوئی تھی اور یہ ممکن بھی نہیں تھا میرے سامنے زندگی اور موت کوئی مسئلہ نہیں تھی۔ نہ ہی کے بغیر زندگی موت سے ابتر تھی کبھی بھی مر جانا کیا فرق پڑتا تھا۔ ہاں ہیٹر وڈ کی زندگی میں نہ جانے کون کون تھا۔

کافی دیر کے بعد ہیٹر کے بدن میں جنبش سی ہوئی اور وہ مجھے دیکھنے لگا۔ میں مسکرا رہا تھا لیکن اس کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"مجھے تم پر تعجب ہے ہیٹر۔"

"کیا۔؟"

"تم اچانک ہمت ہار گئے ہو۔"

"ہاں!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں۔؟"

"بس۔ یوں سمجھ لو کہ آہ۔ کہ مجھے اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی ہے۔"

"ہم زندہ رہیں گے ہیٹر بھروسہ رکھو ہم زندہ رہیں گے۔ میں اپنی جان دے کر بھی تمھیں زندہ رکھوں گا۔"

"مسٹر نواز۔ میرے سینے میں سخت درد ہے۔ شاید میں سردی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اوہ۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"تمھاری اُلجھنوں میں اضافہ کرنے سے کیا فائدہ۔" اس نے کہا۔ اور میں تشویش زدہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔ جو کچھ مجھے کرنا تھا اس کے لیے ہیٹر کی صحت اور بھی ضروری تھی اگر وہ دل ہار بیٹھا تو پھر۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ لباس میرے پاس بھی مختصر تھا اس طرح میں ہیٹر کی مدد نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر گھنے درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی جڑوں میں خشک گھاس نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھاس سمیٹی اور کافی تعداد میں اسے لے کر ہیٹر کے پاس آ گیا۔ پھر میں نے یہ گھاس اس کے لباس کے نیچے اچھی طرح لپیٹ دی اور پھر اسے لباس سے کس دیا۔ ہیٹر نے کچھ آرام محسوس کیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

رات ہو گئی۔ میری نظریں تیزی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ پھر ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ ہیٹر نیم بیہوشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ خود کسمپرسی کی حالت میں تھا۔ لکھا تھا کیا کرنے اور کیا ہو گیا تھا حالات پر جب کوئی بس نہ رہے تو خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ممکن ہے میری موت کے لیے یہ جگہ متعین کی گئی ہو۔

بہرحال دوسری صبح سے میں نے کام شروع کر دیا۔ زمانۂ قدیم کے انسانوں کی طرح میں نے خشک لکڑیاں جمع کیں انھیں ہیٹر کے گرد چُنا اور چقماق کی مدد سے آگ روشن کر دی۔ اس کے بعد حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

بے سرو سامانی کے عالم میں تھا جو کچھ کرتا تھا اپنے ذرائع سے کرتا تھا۔ چنانچہ بڑی بڑی درخت کی شاخیں میں نے صرف اپنی جسمانی قوت کے بل پر توڑی تھیں۔ پھر لوک وار لکڑیوں سے درخت کی چھال کاٹی اور اس کی رسیاں بٹنے لگا۔ اسٹین گنیں ابھی محفوظ تھیں اور میں نے انھیں گھاس میں چھپا دیا تھا تاکہ خراب نہ ہوں۔ بُرے وقت کے ساتھی وہ پھل تھے جنھیں میں نہایت احتیاط سے خرچ کر رہا تھا۔ بمشکل تمام چند پھل ہیٹر کو کھلائے اور چند خود کھائے اور دن رات کام میں مشغول رہا۔ لکڑیوں اور چھال کی مدد سے میں نے دو مضبوط لکڑیوں کے جال بنائے اور تین دن کی مسلسل محنت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ہیٹر کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ دو دن سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

بہرحال تیسرے دن میں نے پہلا جال پانی میں اُتار دیا ہیٹر کو میں نے چھال کی رسیوں کی مدد سے جال میں باندھ دیا تھا۔ پھر دوسرا جال میں نے اس پر رکھا اور خود بھی درمیان میں آ گیا۔ ایک لمبی اور نوک دار لکڑی کی مدد سے میں نے جال کی رسی کھولی اور تیز رفتار پانی نے ہماری اس عجیب کشتی کو آن کی آن میں کنارے سے دور کر دیا۔

بہاؤ کافی تیز تھا۔ اور میں آنکھیں تک نہ کھول پا رہا تھا۔ دماغ سنسناہٹ کا شکار تھا۔ دیر تک میں اس کیفیت کا مقابلہ کرتا رہا اور پھر میرا ذہن تاریکیوں میں کھو گیا۔ اسے نیند کی نہیں کہا جا سکتا تھا صرف بیہوشی تھی جو کافی طویل رہی۔ ہوش آیا تو آسمان تاریک تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ٹٹول کر ہیٹر کو دیکھا تو وہ بول پڑا "مسٹر نواز۔"

"اوہ۔ ہیٹر۔ کیسی طبیعت ہے۔"

"کافی بہتر ہے۔ آپ کا کیا حال ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک ہیں آپ۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"ہاں بالکل ٹھیک۔"

"اسی لیے کل دن بھر بیہوش رہے ہیں۔"

"کیا۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

"بے ہوش۔"

"کیا کہہ رہے ہو ہیٹر۔؟"

"اچھا بتا سکتے ہیں ہم کہاں ہیں۔؟"

"ہم کشتی میں ہیں میری بنائی ہوئی کشتی میں۔"

"اور یہ کشتی کہاں ہے۔؟"

"دریا میں۔"

"جی نہیں۔ یہ سمندر میں ہے۔"

"کیا۔؟" ایک بار میں پھر اُچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ دریا سمندر میں اُتر گیا تھا۔ ہم نہ جانے کس طرح بچ گئے کوئی بات عقل میں نہیں آتی۔"

"اور ایک دن گزر چکا ہے۔"

"ہاں کل سمندر میں تیز دھوپ میں رہے ہیں اسی وجہ سے میری حالت بہتر ہو گئی ہے۔"

"میں سخت حیران ہوں ہیٹر۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمھاری حالت بہتر دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں کل کی دھوپ نے بڑا کام کیا ہے۔ آپ کی طبیعت واقعی بہتر ہے یا اپنی بے پناہ ہمت سے کام لے رہے ہیں۔"

"کل کی بے ہوشی خود میرے لیے ناقابلِ یقین ہے یا پھر ممکن ہے یہ طویل نیند ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ہیٹر کی اس کیفیت نے میرا دل خوش کر دیا تھا۔ وہ موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔ اس طرح بچانے والے ہاتھ پر میرا یقین پختہ ہو گیا تھا۔ خدا کی وحدت اور اس کی برتری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ آسمان پر مہیب بادل جمع ہو رہے تھے۔ دور تک سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آ رہی تھیں۔

"یہ کشتی حیرت انگیز ہے۔" ہیٹر بولا۔

"ہاں۔ یہ ہمارے عزم کی   ہے۔"

"اتنی تیزی سے گرنے کے باوجود یہ نہیں ٹوٹی۔"

"خدا کی قدرت ہے ہیٹر۔ وہ ہماری زندگیاں بچانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"لیکن اب کیا ہوگا؟"

"فکر کیوں کرتے ہو ہیٹر۔ مستقبل بھی اس کے پاس محفوظ ہوگا جس نے ہمیں اتنے مصائب سے گزار کر یہاں تک پہنچایا ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

صبح کی پہلی کرن بہت سے امیدیں ساتھ لائی تھی لیکن روشنی پوری طرح جاگی تو ہم نے ایک ہولناک منظر دیکھا اس منظر کو دیکھ کر ہماری آنکھیں خوف سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہمارے اطراف میں سینکڑوں شارک مچھلیاں سفر کر رہی تھیں ان کے خوفناک جبڑے کھلے ہوئے تھے۔

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں ہر لمحہ یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ سٹین گنوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ بھلا کہاں ساتھ رہ سکتی تھیں بہر حال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ سفر نہ جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی، بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں۔ پیٹر ہوش میں ہی تھا۔

”کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔؟“ اس نے کہا

”کیا مطلب؟“

”زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔“

”ہاں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر پرہول ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح پھر آنکھ کھلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پیٹر کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین لیے۔ پیٹر میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور اڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا پیٹر کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا دھڑ کشتی سے بندھا ہوا تھا۔

”پیٹر۔“ میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن۔ رات دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چمڑا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے جمع ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جائیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن تپتا رہتا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اس بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے۔ لیکن ناقابل یقین سے۔ ہاں یہ تو ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے بستر بھی تھا اور ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور۔ شاید گلوکوز چڑھایا جا رہا تھا جسمانی کیفیت بھی بری نہیں تھی۔

”یہ سب کیا ہے؟“ میں نے سوچا۔ غور کرنے سوچنے کی صلاحیتیں جاگ رہی تھیں۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ رکا۔

”جنبش نہ کرو۔“ ایک آواز ابھری۔ میں نے گہری سانس لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے کپڑے اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پہنچ گیا ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا تجزیہ کروں گا تقدیر کے اس نئے رخ کو دیکھوں گا۔

نرس نے تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”اب کیسی طبیعت ہے؟“ اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ”بولو۔ جواب دو۔“ وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آ گیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

”ہیلو نرس۔؟“

”ہیلو کیپٹن۔“

”آکسیجن ہٹا دی۔“؟

”ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔“

”اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔“

”جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔“

”میرا خیال تھا بچ گیا۔“

”جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر فوسٹر نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔“ نرس نے جواب دیا۔

”کوئی بات کی اس نے۔؟“

”جواب نہیں دیتا۔“

”ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ فوسٹر سے مشورہ کر لو۔ نہ جانے کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا۔“

”یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔“

”او کے۔ میں چلتا ہوں۔“ اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی میں کسی جہاز پر تھا یقیناً مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا لیکن بے چارہ پیٹر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور پیٹر کی زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے بہہ پڑے اپنے اس دوست کو اس وقت میں یہی خراج پیش کر سکتا تھا اب میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہو گی۔ کونسی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سائے تلے محدود ہے غم اور فکر نامی کسی شے کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن حقائق آہستہ آہستہ سامنے آتے گئے اور چند تبدیل ہوتے گئے زمانے کے بدلے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آتے گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے بچانے کہاں سے کہاں لے گئے، اور کیا تھا کیا بن گیا، اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور ہی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ آدمی کا اس پاک زمین سے کیا تعلق، بس یہی سوچا تھا اور پھر نئی ہی زندگی میں آ گئی، زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر ان لوگوں نے مجھے اس جہاز پر گھسیٹ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام وہیں ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں، پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے بعد کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

”کیا ذہن پر کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟“

”نہیں نرس شکریہ، میں ٹھیک ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔“

”نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔“

”کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں۔“

”پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”جانے دو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔“

”سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔!“

”شاید آسمان سے۔“

”کیا مطلب۔؟“

”ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔“

”اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔“

”کہاں کی ہے نرس، کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔“

”زندگی ایک مختصر سی چیز ہے اسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔“ نرس نے جواب دیا۔

”اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔“

”کچھ نہیں، لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔ نرس بولی۔

”ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے، وہی جانتے ہیں۔“

”میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔“!

”دل چاہے تو کر دو۔“

”ہاں ہاں بولو ضرور۔“

”بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔“

”اوہ تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو، زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”نرس مجھے کس طرح بچایا گیا۔“

”سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں، ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔“

”یہ جہاز۔“

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں ہر لمحہ یہی خیال تھا کہ اب مچھلیاں ہمیں اپنے جبڑوں میں دبوچ لیں گی اور ہمارا اختتام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ سیٹن گنوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ اس طوفانی سفر میں وہ بھلا کہاں ساتھ رہ سکتی تھیں بہرحال آنکھیں بند کرنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ خوف کا یہ سفر نہ جانے کب تک جاری رہا۔ دھوپ خوب پڑ رہی تھی، بدن جھلس رہا تھا۔ پھر جب دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تو ہم نے آنکھیں کھول لیں پیٹر ہوش میں ہی تھا۔

"کیا اس سفر کو کسی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔؟" اس نے کہا۔

"کیا مطلب ؟"

"زندہ بچ گئے اور کسی سے اس کا تذکرہ کیا تو یقین نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بھوک سے بدن نڈھال ہو رہا تھا اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ رات ہو گئی اور تاریک سمندر ہولناک ہو گیا اور نہ جانے کب غشی طاری ہو گئی۔ گردش آسمان جاری تھی۔ دوسری صبح پھر آنکھ کھلی۔ اب بینائی بھی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ جانے کس طرح پیٹر کو آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دوبارہ اور پھر تیسری بار بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی لیکن جو منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس کے حواس چھین لیے۔ پیٹر میرے پاس ہی موجود تھا لیکن اس کی گردن کہاں تھی۔ سر کہاں تھا۔ اور دونوں پاؤں کہاں تھے۔

خون کے چھینٹے ضرور اڑے ہوں گے لیکن پانی نے انہیں دھو دیا تھا پیٹر کی گردن اور سر اس کے شانوں پر موجود نہیں تھا کسی شارک مچھلی نے اس کی گردن کاٹ لی تھی دونوں پاؤں رانوں کے پاس سے کاٹ کر لے گئی تھی اور اب اس کے دو ہاتھ اور بے سر کا دھڑ کشتی سے بندھا ہوا تھا۔

"پیٹر!" میرے حلق سے ایک دلخراش آواز نکلی اور پھر ہوش گم ہو گئے۔ دن۔ رات دن رات۔ ساری زندگی سمندر ہی میں گزر گئی تھی۔ زبان سوکھ کر چمڑا ہو گئی تھی۔ نہ جانے زندگی اور کیا دکھانا چاہتی تھی۔ کیوں زندہ تھا۔ آسمان بے رحم تھا۔ بادلوں کے آوارہ ٹکڑے جمع ہوتے۔ اور میری حسرت بھری نظریں ان پر جم جائیں۔ کاش بارش ہو جائے۔ دھوپ میں جھلسا بدن تپتا رہتا لیکن کوئی احساس نہیں تھا۔

اور پھر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی لیکن کوئی وقت یکساں نہیں رہتا۔ سانسوں کی گنتی جب تک پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا کہانیاں اس بار جب ہوش آیا تو مناظر بدلے ہوئے تھے لیکن ناقابل یقین سے۔ ہاں یہ تو ایک عمدہ سا کمرہ تھا اور میرے بدن کے نیچے بستر بھی تھا اور ناک میں آکسیجن کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں اور۔ شاید گلوکوز چڑھایا جا رہا تھا جسمانی کیفیت بھی بری نہیں تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" میں نے سوچا۔ غور کرنے سوچنے کی صلاحیتیں جاگ رہی تھیں۔ سب کچھ سوچ سکتا تھا۔ گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک نرم و نازک ہاتھ سینے پر آ رکا۔

"جنبش نہ کرو۔" ایک آواز ابھری۔ میں نے گہری سانس لے کر دیکھا۔ نرس تھی سفید مخصوص انداز کے کپڑے اس کے بارے میں اظہار کر رہے تھے۔

میں ساکت ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہسپتال کیسے پہنچا کیا ہوا میرے ساتھ۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ زبان بند رکھوں گا۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ صرف حالات کا تجزیہ کروں گا تقدیر کے اس نئے رخ کو دیکھوں گا۔

نرس نے تھوڑی دیر کے بعد میرے چہرے سے آکسیجن ماسک ہٹا دی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولو۔ جواب دو۔" وہ پھر بولی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

اس وقت کوئی اندر آ گیا۔ نرس نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو نرس۔؟"

"ہیلو کیپٹن۔"

"آکسیجن ہٹا دی۔"؟

"ہاں اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔"

"اوہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔"

"جی۔ بس ابھی ہوش آیا ہے۔"

"میرا خیال تھا بچ گیا۔"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈوسٹر نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔" نرس نے جواب دیا۔

"کوئی بات کی اس نے۔؟"

"جواب نہیں دیتا۔"

"ابھی اس کے ذہن کو نہ چھیڑو۔ فوسٹر سے مشورہ کر لو۔

جانے کون ہے بے چارہ۔ گلوکوز کب تک لگے گا۔"

"یہ بوتل خالی ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں رہے گی۔"

"او کے۔ میں چلتا ہوں۔" اس شخص نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی میں کسی جہاز پر تھا یقیناً مجھے سمندر میں سے نکال لیا گیا تھا لیکن بے چارہ پیٹر۔ اس کی ہولناک موت میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا میری زندگی کی نئی کہانی شروع ہو گئی تھی اور پیٹر کی زندگی اتنی ہی تھی اسے اسی طرح مرنا تھا۔

آنکھوں کی کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے پھسل پڑے اپنے اس دوست کو اس وقت میں یہی خراج پیش کر سکتا تھا اب میری زندگی میں کوئی کہانی شروع ہو گی۔ کونسی کہانی؟

حیات کی تمام کہانیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ پیدا ہوئے پرورش پائی۔ بچپن میں سوچا کہ زندگی ماں باپ کے سائے تلے محدود ہے غم اور فکر نامی کسی شے کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں لیکن چند حقائق آہستہ آہستہ سامنے آتے گئے اور تبدیل ہوتے گئے زمانے کے بدلے ہوئے اصولوں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن خودکشی کرنے نکلا تھا کہ زندگی کے نئے راستے سامنے آتے گئے۔ حالات بھٹکاتے ہوئے نجانے کہاں سے کہاں لے گئے، اور کیا تھا کیا بن گیا، اپنی سرزمین سے شرمندہ تھا اس لیے وہاں کا تصور ہی ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ مجھ جیسے غلیظ آدمی کا اس پاک زمین سے کیا تعلق، بس یہی سوچا تھا اور پھر نئی ہی زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آ گئی۔ زندگی میں آنے والے کس طرح خواب بن جاتے ہیں، یہ کہانی کوئی مجھ سے پوچھتا۔

سرد و گرم دن اور رات بدلے ہوئے موسم مجھے کہاں سے کہاں لے آئے تھے، سمندر کی لہروں سے نکال کر ان لوگوں نے مجھے اس جہاز پر گھسیٹ لیا تھا۔ کاش وہ زندگی کی شام واپس ہو جانے دیتے۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا میں، پھر یوں محسوس ہوا جیسے یہاں جو کوئی بھی ہے کم از کم انسانی ہمدردی ضرور رکھتا ہے۔ ورنہ ایک بے یار و مددگار شخص کے لیے زندگی کی تلاش اور اس کے بعد کے لوازمات کی کیا ضرورت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد نرس نے پھر میرے نزدیک آ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ذہن پر کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں نرس شکریہ، میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

"کچھ پوچھ سکتی ہوں تمہارے بارے میں۔"

"پوچھو نرس یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے تجسس اگر انسان کے وجود میں نہ ہو تو پھر وہ اپنے آپ کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"جانے دو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کتنا پڑھا ہوں کتنا لکھا ہوں بس کچھ یاد نہیں۔"

"سمندر میں کہاں سے آ گرے تھے۔!"

"شاید آسمان سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں آسمان سے گرا تھا اور اس کے بعد پریشانیوں کا سمندر ہی سمندر تھا میرے سامنے۔"

"اوہ تو تم نے خودکشی کی ہے۔"

"کہاں کی ہے نرس، کرنا چاہتا تھا لیکن تم لوگوں نے وہ بھی نہ کرنے دی۔"

"زندگی ایک مختصر سی چیز ہے، جسے ضائع کر دینا اچھی بات تو نہیں۔" نرس نے جواب دیا۔

"اتنی چھوٹی سی عمر میں تم نے زندگی کے بارے میں کیا جان لیا نرس۔"

"کچھ نہیں، لیکن جاننے والوں کی باتیں تو سنی ہیں۔" نرس بولی۔

"ہاں باتیں صرف باتوں کی حد تک ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہے، وہی جانتے ہیں۔"

"میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔!"

"دل چاہے تو کر دو۔"

"ہاں ہاں بولو ضرور۔"

"بس مجھ سے دلجوئی کی باتیں کرو۔"

"اوہ تم خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو، زندگی کھونا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

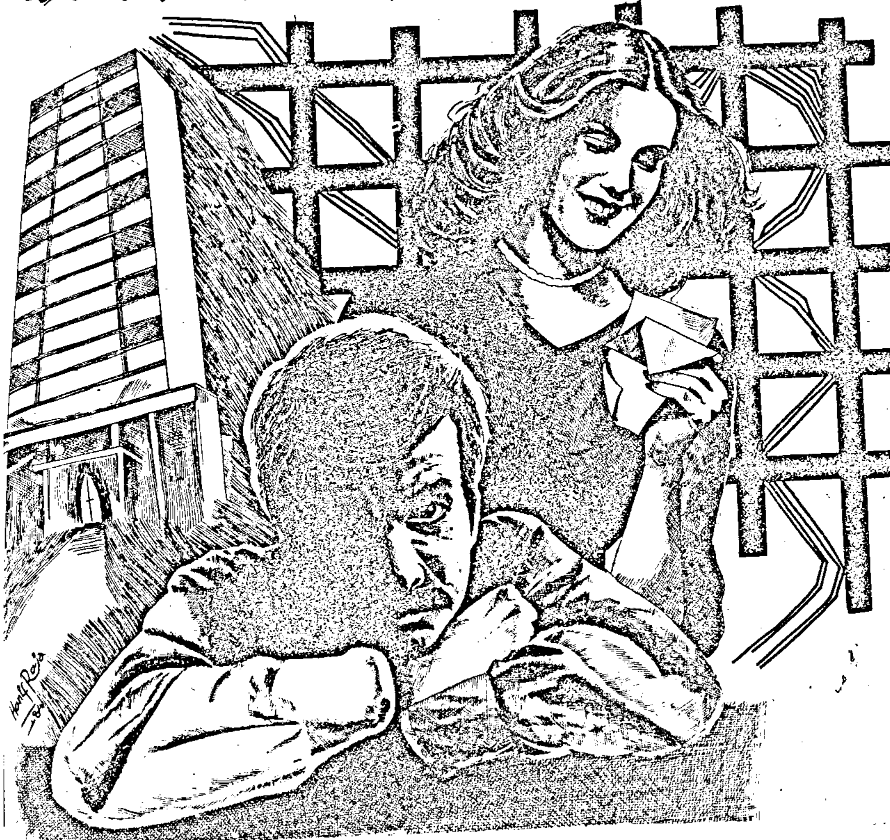
"نرس مجھے کس طرح بچایا گیا۔"

"سمندر سے نکالا گیا تھا تمہیں، ہمارے کپتان نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"یہ جہاز۔"

"ہاں اس کا نام وُڈوسل ہے۔"
"کہاں سے تعلق رکھتا ہے۔"؟
"ہانگ کانگ کی ایک کمپنی سے اس کا تعلق ہے۔"
"مسافر بردار ہے۔"
"ہاں۔"!
"کتنے مسافر ہیں اس پر۔؟" میں نے پوچھا۔
"اس وقت اس پر زیادہ مسافر نہیں ہیں کیونکہ ایک مخصوص سلسلے میں جا رہا ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"کسی بڑے آدمی نے اسے کسی مقصد کے لیے حاصل کیا ہے، میرا مطلب ہے کرائے پر اور بس اسی کی تکمیل کے لیے یہ سفر ہو رہا ہے۔"
"کہاں جا رہا ہے یہ جہاز۔؟"
"یقین کرو۔ مجھے خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" نرس نے جواب دیا۔ اور میں چونک پڑا۔ کچھ پراسراری سی بات تھی،

میں نے چند لمحات خاموش رہ کر پھر نرس سے سوال کیا۔
"اور اس کے مسافر کہاں جا رہے ہیں۔؟"
"کسی نامعلوم منزل کی جانب کسی کو شاید اس کا پتہ نہیں ہے۔"
"عجیب بات نہیں ہے نرس۔ تمہارے یہ الفاظ تو مجھے حیرت کا شکار کر رہے ہیں۔"
"نہیں حیرت کی بات نہیں ہے۔ اکثر بہت بڑے بڑے لوگ پورے پورے جہاز کو کرائے پر حاصل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، شاید ایسا ہی کوئی مشن اس بار ہمیں بھی درپیش ہے۔"
میں خاموش ہو گیا اس سلسلے میں زیادہ تجسس بے کار تھا۔ نرس کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد کسی کام سے باہر چلی گئی۔
میں ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ پتہ نہیں کہاں میری نئی منزل ہے، لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اب اس نئی منزل کے



بے مجھے کوئی تردد نہیں تھا، اگر زیبی کا نشان میرے سامنے ہوتا تو میں شاید ابھی زندگی میں کوئی جدوجہد پاتا لیکن وہ جو خلاؤں میں گم ہو گئی تھی، وہ جو نجانے کہاں تھی اسے تلاش کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ دنیا اتنی وسیع ہے اور اس وسیع دنیا کے کسی بھی گوشے میں نکل جاؤ، ظاہر ہے زندگی کے سانس پورے کرنے ہیں۔ اگر کوئی منزل سامنے ہو تو انسان اس کی جانب بڑھتا ہے۔ میرے سامنے تو کہیں کوئی منزل ہی نہیں تھی، نا ہی اس کا نشان باقی تھا چنانچہ خود کو حالات کے دھارے پر بلکہ سمندر کے دھارے پر چھوڑ دیا۔
آہستہ آہستہ صورتحال ٹھیک ہو گئی۔ پیٹر کی یاد اب دل سے نکال پھینکی تھی۔ نجانے کون کون بچھڑ گیا تھا ایک پیٹر کا ہی بچھڑ جانا تو کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ جب میری حالت بالکل بہتر ہو گئی تو پہلی بار میں نے باہر قدم رکھا۔
جہاز پر خلاصی کام کر رہے تھے، مسافروں کی تعداد واقعی بہت کم معلوم ہوتی تھی اور بظاہر عرشے وغیرہ پر کوئی نہیں تھا میں ٹہلتا ہوا عرشے پر نکل آیا اور ایک ریلنگ پر جھک کر سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا، کسی نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے کچھ فاصلے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور آنے والے کو دیکھ کر کسی قدر محتاط سا ہو گیا تھا۔
درمیانے قد کا ایک شخص تھا، لفری پیس سوٹ پہنے ہوئے دانتوں میں سگار دبائے، گنجا سر، سیاہ چہرہ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ رہا تھا، اور اس کی بڑی بڑی اُبھری ہوئی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا یہ شخص۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ کر رُک گیا اور پھر اس نے اپنی پُراسرار آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"راجہ لوانا اصغر۔"!
یہ ایک بم تھا جو میرے کانوں کے پاس پھٹا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی مجھے میرے نام سے مخاطب کرے گا۔ آنے والے کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ تب اس نے سگار کے دو تین گہرے گہرے کش لیے اور پھر پُراطمینان انداز میں بولا۔
"اپنا نام میرے منہ سے سن کر تمہیں یقیناً حیرت ہوئی ہوگی، لیکن یہ دنیا حیرتوں کا سمندر ہے، کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔"
میں خاموشی سے اُسے گھورتا رہا۔ تب وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"لیکن تم مجھے کیسے جانتے ہو۔؟"
"دورانِ گفتگو یہ بات تمہیں معلوم ہو جائے گی۔" اس نے کہا میں ہمہ تن دلچسپی بن گیا تھا، بڑے تعجب کی بات تھی آخر اس شخص کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا تھا، تب میں نے آہستہ سے کہا۔
"تم دیر لگا کر میرا تجسس بھڑکا رہے ہو۔؟"
"اگر تم میرا تعارف چاہتے ہو تو پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں مجھے پروفیسر ٹارگو کہتے ہیں۔"
"ٹارگو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں ٹارگو۔"
"عجیب نام ہے، کون سے ملک سے تمہارا تعلق ہے۔" میں نے اس سے پوچھا۔
"میرا تعلق اسی زمین سے ہے اور بس اس سے کچھ زیادہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے۔"
"لیکن مسٹر ٹارگو اب پھر میں وہی سوال کروں گا کہ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔؟"
"جانتے نہیں ہیں ڈیئر بلکہ یوں کہو ایک جنگ چل رہی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔ اس وقت سے جب سے تم اس عظیم ہستی کے پیچھے لگے تھے جو تمہاری دسترس سے بہت باہر کی چیز ہے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"نام لوں گا تو تم شاید مجھے سمندر میں اُٹھا کر پھینکنے کی کوشش کرو گے۔ تاہم اپنے آپ کو اپنے ماضی میں لے جاؤ، جب راجہ لوانا اصغر کا نام لیا جا سکتا ہے تو پھر عظیم ترلوکا نام نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے۔"
میرے ہوش و حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ یہ بدبخت نام ایک بار پھر میرے سامنے آ گیا تھا۔ میں خاموشی سے پستہ قامت شخص کو گھورتا رہا اور اس کی اُبلتی ہوئی آنکھیں میرے بدن کا طواف کرتی رہیں۔ تب میں نے کہا۔
"ترلوکا مر چکا ہے۔" جواب میں وہ شخص استہزائیہ انداز میں ہنسا اور اس نے کہا۔
"ایک عظیم مشن کبھی مر سکتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ جو کائنات کو نئی نئی کہانیاں سناتے ہیں اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتے ہیں، انسانی ہاتھوں سے فنا ہو سکتے ہیں۔ نہیں میرے ننھے منے سے دوست تم صرف منشیات کے اسمگلروں کے آلۂ کار بنے رہے ہو۔ ایک احمقانہ سی جدوجہد کرتے رہے ہو تم آج تک کیا تھیں

اس کا اندازہ نہیں کہ جس سے تم ٹکرائے تھے وہ لاتعداد روحانی قوتوں کا مالک بھی ہے اور وہ جو روحانی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ کسی تحریک کے بانی ہوتے ہیں کسی انسان کے ہاتھوں فنا نہیں ہوتے وقت انھیں نہیں مار سکتا وہ لافانی ہوتے ہیں' اور ان لافانیوں کا نام روئے زمین پر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم میں تمھاری کوئی بات نہیں سمجھا۔"

"راجہ نواز اصغر زندگی کے کون کون سے موڑ پر شکست کھاؤ گے تم اپنی دانست میں ترلوکا کو مار چکے ہو' بے شک ایک چالاک آدمی کی حیثیت سے تم نے اس پر کئی وار کیے' اور تمھاری آخری کوشش کیلی لاس میں اسے قتل کرنے کی تھی۔ لیکن کیا تم بھول گئے تھے کہ وہ حبس دم کا ماہر ہے' وہ ایک منٹ' ایک گھنٹہ' ایک دن ایک ہفتہ' ایک مہینے تک اپنا سانس بند کیے مردہ حالت میں رہ سکتا ہے' اس وقت بھی وہ اتفاقیہ طور پر تم سے دھوکا کھا گیا تھا' لیکن تمھیں احمق بنانے کے لیے اس نے اپنا سانس بند کر لیا اور تم اسے مردہ سمجھ کر چلے آئے۔ اے بے وقوف شخص کیا تمھارے خیال میں ایک اتنی بڑی ہستی تمھارے منحنی اور ناپاک ہاتھوں سے مر سکتی ہے۔"

"بس۔ میں واقعی تمھیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔"

"نہیں میرے بچے' یہ سب کچھ تمھارے لیے ممکن نہیں ہے تم غور کرو اس کے بعد تم کہاں کہاں بھٹکتے رہے کیسے کیسے معاملات میں ملوث رہے' لیکن ہماری نگاہیں تم پر مرکوز رہیں۔ یہ انسانی قوت نہیں بلکہ روحانی قوت کا کرشمہ ہے۔ تم کسی انسان سے نہیں بلکہ لاتعداد قوتوں کے مالک ترلوکا سے بھڑے ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ تمھارے بس کی چیز نہیں۔"

"تو وہ زندہ ہے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی زندگی تو ابدی ہے' ترلوکا ایک انسان نہیں ایک مشن ہے ایک تحریک ہے' ایک عزم ہے' ایک وعدہ ہے جو اس دنیا سے کیا گیا ہے' لیکن اس کی موت کیا معنی رکھتی ہے۔"

"لیکن تمھاری موت کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تو چلو پہلے یوں کرو کہ مجھے ہلاک کر دو۔" اس نے کہا اور مجھ پر جنون سوار ہو گیا' میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور میں نے کسی بھینسے کی طرح اس شخص کو ٹکر ماری لیکن مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ میرا سر کسی نرم موم میں دھنس گیا ہو۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔ "یوں کرو مجھے اٹھا کر پانی میں پھینک دو۔" اور واقعی اس بار میں نے یہ کوشش بھی کر ڈالی لیکن اپنی حماقت پر مجھے بعد میں خود ہی شرمندگی ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں زمین میں پیوست کسی ستون سے لپٹ گیا ہوں۔

"کوشش کر کے تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔" اس نے سگار کا گہرا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا اور میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ سانس تیز ہو رہا تھا۔ یہ ہیجان خیز کیفیت میرے لیے جان لیوا تھی لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو پرسکون کر لیا۔

عجیب الخلقت شخص اس پر اطمینان میں کھڑا مجھے گھور رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے خود کو پرسکون کر لیا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"کیا یہ بات قابلِ حیرت نہیں کہ تم اس جہاز پر موجود ہو جس پر سے مجھے اچانک بچا لیا گیا ہے۔"

"تمھاری نگاہ میں یہ قابلِ حیرت ہو گی میری میں نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ تمھیں یہاں تک لایا گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ جو کچھ تم پر بیتی تمھارا جو ساتھی تمھارے ساتھ موت کا شکار ہو گیا جن معاملات میں تم پڑے ان میں سے کوئی ہماری نگاہ سے اوجھل نہیں تھی۔ ایک ایک لمحہ ہم تم پر نگاہ رکھ رہے تھے۔"

"اوہ۔ بات ناقابلِ یقین ہے لیکن اب تو تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔"

"نہیں دوست تمھیں آئندہ اس کا تجربہ ہو جائے گا۔ میں تمھیں ایک دلچسپ بات بتاؤں تمھیں لطف آئے گا۔"

"کیا۔؟"

"یہ جہاز ایک نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے اس پر سفر کرنے والے نہیں جانتے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان کے راستے مختلف ہیں سمتیں مختلف ہیں اور وہ مختلف انداز میں اس جہاز پر سوار ہوئے ہیں' لیکن سب کی منزل ایک ہے سمجھے سب کی منزل ایک ہے۔"

"میں نہیں سمجھا پلیز۔ میں نہیں سمجھا۔"

"یہ سب وہ ہیں جو کسی نہ کسی طرح ترلوکا کو درکار ہیں۔ وہ ان کے ساتھ اپنا کھیل کھیلنا چاہتا ہے چنانچہ انھیں مختلف راستوں سے یکجا کیا گیا ہے اس جہاز پر اپنی مرضی ہی سے پہنچے ہیں اپنے اپنے معاملات کی تکمیل کے لیے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان سب کو ایک جگہ جانا ہے اور اس جگہ ان سب کو لایا گیا ہے۔" میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا موٹے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر تمھیں کچھ عرصے کے بعد اس کا یقین بھی آ جائے گا۔"

"اور ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ تمھاری بات اور ہے تمھیں یہ سب کچھ بتا دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے کیا میں تمھارے ساتھ تعاون کروں گا۔" میں نے سوال کیا۔

"مطلب۔؟" موٹے آدمی نے سگار منہ سے نکال کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں ان سب کو وقت سے پہلے آگاہ کر دوں گا اور اس کے بعد یہ سب جہاز کے کپتان کو قبضے میں لے لیں گے تم مجھ پر قابو پا سکتے ہو ان سب پر نہیں۔" موٹا آدمی ایک بار پھر ہنس پڑا اس نے کہا۔

"یہ تمھاری خام خیالی ہے لوگ جان چکے ہیں کہ تم سمندری سفر میں پاگل ہو چکے ہو لہٰذا ایک پاگل جو کچھ بھی کہے گا اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی ویسے کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دلچسپ بات ہے کوشش کر دیکھو۔ اس نے اتنا اعتماد سے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"بہر طور تم سے ملاقات کرنا ضروری تھی اور تم واحد شخص ہو جسے اب حالات کا علم ہے کوشش کرو کہ حالات کو اپنے حق میں کر سکو ترلوکا ایسے کھیل دلچسپی سے دیکھتا ہے اور اس طرح کے کھیل کھیلتا رہتا ہے۔"

"سنو مسٹر ٹارگو۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو اب تک ہم مذاق کرتے رہے ہیں۔ ٹارگو نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اور پھر ہنس پڑا اس کی ہنسی مجھے زہر محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔ براہ کرم سنجیدگی سے۔"

"ٹھیک ہے کہو۔ اگر سنجیدگی سے کوئی بات کہہ رہے ہو تو میں ضرور سنوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو۔ ترلوکا سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے کیلی لاس کی پہاڑیوں میں جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے ایک ردعمل تھا اور انسان اس کے لیے مجبور ہوتا ہے ترلوکا سے کہو کہ میری زیبی مجھے واپس کر دے میں اپنی دنیا میں پرسکون ہو جاؤں گا اور میرے اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔"

"لیکن وہ جھگڑے پالنے کا عادی ہے یہ اس کا دلچسپ مشغلہ ہے تم ایک ہی طرح سے اس کے قابو میں آئے ہو یعنی زیبی کے لیے تم اس کی تلاش میں سرگرداں رہو گے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ تمھیں قید بھی نہیں کر رہا گرفتار بھی نہیں کر رہا' آزادی دے رکھی ہے اس نے تمھیں تاکہ تم اس کے لیے جو کچھ کرنا چاہو کرتے رہو۔ بہت سے نقصانات کیے ہیں تم نے اس کے لیکن وہ ان نقصانات کا عادی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں ان دلچسپ کھیلوں کو جاری رکھنا چاہتا ہے چونکہ اس کے خیال میں یہی کھیل زندگی کا باعث ہوتے ہیں۔" پروفیسر ٹارگو نے جواب دیا۔ چند لمحات مجھے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اسی طرح مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا' انداز میں ایک عجیب شانِ بے اعتنائی تھی' درحقیقت یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتا ہو لیکن میرے لیے وہ سوچ کا ایک پہاڑ چھوڑ گیا تھا یہ سب کچھ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی ترلوکا زندہ تھا۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہا تھا اور میری خوش فہمی حد سے آگے بڑھ گئی تھی اس کے بعد وہ اس حد تک مجھ سے واقف تھا کہ سمندر کے خوفناک سفر کے باوجود اس نے مجھے حاصل کر لیا۔ کیا وہ انسان تھا یقیناً اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ کہ کچھ پراسرار قوتیں اس کے ہمرکاب تھیں۔ یقیناً میرا واسطہ کسی ایسی ہستی سے نہیں تھا جو صرف دنیاوی حیثیت رکھتی تھی بلکہ ترلوکا جیسا شخص یقیناً کالے جادو کا ماہر ہی ہو گا اور یہ جادوئی قوتیں ہی تھیں جو اب تک مجھے نچا رہی تھیں۔ کیا ان جادوئی قوتوں سے نمٹنا آسان کام ہو گا کیا اس کے لیے مجھے آسانی سے کوئی راستہ مل سکے گا اب تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی میری اپنی نہ رہ گئی ہو اور وہ صرف ترلوکا کے رحم و کرم پر آگے بڑھ رہی ہو۔

کیا کرنا چاہیے اگر جہاز کے مسافروں کو آنے والے اس خطرے سے آگاہ کر دوں جو انھیں درپیش ہے تو کیا وہ واقعی اس پر یقین کر لیں گے ویسے یہ بات ناممکن نظر آتی تھی جیسا کہ میرے تارگھر نے کہا تھا کہ مجھے پاگل قرار دے دیا جائے گا اور ایک پاگل کی بات وہ کیسے مانیں گے تا وقتیکہ انھیں اس بات کا بھرپور تجربہ نہ ہو۔

غرض میں پلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے میں نے ایک فیصلہ کیا کہ مجھے جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ انتظار کرنا چاہیے کہ کیا ظہور میں آتا ہے اور اس کے بعد کام کے لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ بہرطور اگر ترلوکا نے مجھے اپنے راستے پر چیلنج کیا ہے تو میں بھی موت سے ہار ماننے والا نہیں تھا اور اس کے خوف سے اپنے آپ کو ترلوکا کی سرکوبی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اگر اس کوشش سے جان چلی جائے تو کوئی بات نہیں ہے چنانچہ ان خیالات نے مجھے مطمئن کر دیا اور میں خاموشی سے پیش آنے والے حالات کا انتظار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ رات کو میری ملاقات جہاز کے مسافروں سے ہوئی شام ہوتے ہی وہ باہر نکل آئے تھے اور اپنی اپنی تفریحات میں مشغول ہو گئے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ تھے مختلف ملکوں اور مختلف رنگوں اور نسلوں سے تعلق رکھتے تھے کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں ان کے درمیان گردش کرتا رہا۔

سفر جاری رہا دو دن اور دو رات گزر گئے کھانے کے لیے اچھی خوراک ملتی تھی۔ جہاز کا کپتان ہم لوگوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور کوئی خاص تکلیف نہیں دی گئی تھی ہمیں یہاں پر اور پھر ایک رات جب ہم سوئے تو بہت دیر سے جاگے اتنی دیر سے اور اتنی اجنبی دنیا میں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے جب ہوش میں آ کر اپنے چاروں اطراف دیکھا تو میرے چاروں طرف سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان بڑی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں ننگی اور بھوکی چٹانیں جنھیں دیکھ کر آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا۔

میں نے آنکھیں ملیں اور اپنے بدن میں چٹکیاں کاٹ کر یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ عالم ہوش میں ہوں یا دیوانگی طاری ہے یا پھر میں کسی اور دنیا میں نکل آیا ہوں سوچتا رہا دیکھتا رہا اٹھ کر بیٹھا اور پھر حقیقت کا یقین کر لینا پڑا۔

"ہاں نہ اب جہاز تھا نہ اس کے مسافر بس میں تنہا اس ویرانے میں ان چٹانوں کے نزدیک سبزہ زار پر پڑا ہوا تھا اطراف میں درخت جھول رہے تھے جن پر پرندے چہچہا رہے تھے منظر بے حد خوش گوار تھا آسمانوں پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ خداوند عالم یہ کون سی جگہ ہے جہاز سے یہاں تک کا سفر کس طرح طے ہوا میں کس طرح یہاں آ گیا۔

اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔ اور دفعتاً ہی مجھے اپنے بدن کے لباس کا احساس ہوا۔ یہ لباس۔ یہ لباس۔ میں نے چونک کر اپنے لباس کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں شدید حیرت سے پھیل گئیں۔

میرے بدن پر سفید رنگ کا عجیب سا لباس تھا بالکل اس قسم کا جیسے ہندو جوگی پہنے ہوتے ہیں۔ سر پر ٹھنڈ محسوس ہوئی تو سر پہ ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ پورا سر گھٹا ہوا تھا اور یہ دیکھ کر میں شدت حیرت سے پاگل ہو گیا۔ میرا حلیہ ہی تبدیل کر دیا گیا تھا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا اور پھر ایک جوہڑ کے کنارے پہنچ گیا۔ جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہی چمک رہا تھا شفاف پانی میں اپنی شکل دیکھی اور میری آنکھیں بند ہوتے ہوتے بچیں شکل ہی تبدیل ہو گئی تھی پیشانی پر چندن اور تلک ہوا تھا سر گھٹا ہوا تھا بالکل ہندو جوگیوں کی سی شکل بنا دی گئی تھی میری۔ اور یہ سب کچھ آسانی سے نہیں ہوا تھا۔

شدتِ حیرت سے میں دیوانہ ہوا جا رہا تھا میرے حلیے میں یہ تبدیلی کر کے مجھے کہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ آہ میری زندگی کے ساتھ ایک اور مذاق کیا گیا تھا اور یہ مذاق کرنے والے میرے بدترین دشمن تھے۔

میں پریشانی کے عالم میں آگے بڑھتا رہا۔ اب یہاں رکنا بھی بے مقصد تھا دیکھوں تو سہی کیسی جگہ ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک عمارت نظر آئی جو ایک مندر کی قسم کی بنی ہوئی تھی۔ میرے قدم اس کی جانب بڑھ گئے۔ مندر کے صحن میں میرے ہی جیسے بہت سے پنڈت پجاری بیٹھے پوجا کر رہے تھے دل تو چاہا کہ ایک بڑا سا پتھر لے کر ان سب کے سر کچلتا ہوا چلوں اور یہاں قتلِ عام کر دوں لیکن خود کو سنبھالا اس ذہنی بحران کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا مجھے اس طلسم کدے میں اپنی جگہ تلاش کرنی تھی۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ اس سے ان لوگوں کا مقصد کیا ہے جو مجھے یہاں تک لائے ہیں۔

ان ساری چیزوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر مندر کے پاس سے بھی دور نکل آیا ایسے مندر یہاں دور دور تک بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوری سے ان کی چوٹیاں نظر آ جاتی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے یہاں مندروں کی کوئی بستی ہے پوجا پاٹ کرنے والوں پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن زیادہ دور نہیں چلا تھا کہ ایک لڑکی مجھے نظر آئی دیوداسیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی لیکن چہرہ ہی سے غیر ملکی نظر آتی تھی اس کے چہرے پر جو خوف و دہشت

منجمد تھے اسے دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ میں اس کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی اور پھر اس نے اپنا منہ چھپا لیا وہ دہشت زدہ سی نظر آ رہی تھی دفعتاً وہ چیخ کر بولی۔

"چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں کہتی ہوں کہ مجھے تنہا چھوڑ دو۔" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ البتہ میں نے اس کے پاس سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح منہ چھپائے روتی رہی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"میرا تماشا دیکھنا چاہتے ہو۔ تماشا دیکھنا چاہتے ہو میرا۔" اس نے چیخ کر کہا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھارا شکار۔ تمھارا شکار ذلیل آدمی۔ تمھاری شکار ہوں۔"

"نہیں بے بی۔ تم میری شکار نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی طرح حالات کا شکار ہو تو ہم دونوں ایک ہی راستے کے ہم سفر ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"کیا مطلب؟"

"میں تمھیں تمھاری کہانی سناؤں۔" میں نے سوال کیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔

"تم کہیں سے لائی گئی ہو غالباً تمھیں یہاں چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد جب تم جاگی ہو گی تو تمھارے جسم پہ یہی لباس ہو گا اور تمھارے اطراف میں یہ عجیب و غریب سبزہ زار پھیلے ہوں گے۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر نفرت بھرے لہجے میں بولی۔

"اور یہ تم اجنبی بات بتا رہے ہو مجھے۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو مجھے یہاں لائے تھے۔"

"نہیں بے بی مجھے شاید یہ جان کر حیرت ہو گی یا شاید یقین نہ آئے کہ میں بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہوا ہوں ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا اور جب آنکھ کھلی تو یہاں موجود تھا۔"

"جہاز۔" وہ چونک پڑی۔

"ہاں۔"

"کیا ڈوسل نامی جہاز پر۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"میں بھی تو اسی پر تھی۔ میں۔ میں۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی اور پھر بولی۔

"لیکن میں تم پر یقین کس طرح کروں۔؟"

"تمھاری مرضی ہے یہاں میری بھی وہی کیفیت ہے جو اس وقت تمھاری نظر آ رہی ہے لیکن کیا بتاؤں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تم سے یقین کرو یا نہ کرو۔" میں واپس پلٹا تو وہ دفعتاً چیخی۔

"آہ سنو۔ سنو تو سہی کسی ایسے بے سہارا شخص کو۔ کسی ایسی بے سہارا ہستی کو جیسے دنیا میں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تم اس طرح چھوڑ کر جانا پسند کرو گے یہی مردانگی کہلاتی ہے۔"

"میں نے تم سے باتیں کرنا چاہی تھیں لیکن تم اس پر یقین نہیں کر پا رہیں۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"خدا کے لیے میری مدد کرو۔ خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

"کیا نام ہے تمھارا بے بی۔؟"

"جولی۔ جولی پیٹرس۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام نواز ہے اب تو اتنا ہی مختصر ہو کر رہ گیا ہوں میں۔"

"مگر تم۔ تم۔"

"ہاں جولی میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں بھی ڈوسل ہی پر سفر کر رہا تھا تم چاہو تو مجھ سے اس کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔ اور اب آنکھ کھلی تو ایک چٹان کی آڑ میں پڑا ہوا تھا۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے۔؟"

"ہاں اس بارے میں، میں تمھیں کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"بتاؤ۔ خدا کے لیے بتاؤ۔"

"یہ بتاؤ ترلوکا نامی کسی ہندو جوگی سے جو ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی ہے تمھارا کوئی جھگڑا رہا ہے۔"

"ترلوکا۔" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔ ترلوکا۔"

"مگر۔ مگر۔ اس کا اس جگہ سے کیا تعلق ہے۔؟"

"ہم سب اس کا شکار ہیں جولی۔" اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے خوف کی پرچھائیاں مٹ گئیں اور پھر وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

"سمجھ گئی بالکل سمجھ گئی۔ تمھارا کہنا درست ہے واقعی تمھارا کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔ میں ترلوکا ہی کی شکار ہوں۔ اس کے گروہ میں کام کرتی تھی منشیات کی اسمگلنگ کرتی تھی میں اس کے لیے، لیکن پھر مجھ پر اچھی زندگی گزارنے کا خبط سوار ہوا میں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مجھے دھمکیاں دی گئیں کہ ترلوکا سے علیحدگی کا سبب موت ہے لیکن میں نے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور انھیں دھوکا دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یقیناً یہ ترلوکا ہی کی کوشش ہو سکتی ہے پھر مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہاں اس

جزیرے میں پھینک کر مجھے سزا دی گئی ہے۔"

"بے بی جس جہاز پر ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس پر ایسے ہی لوگ شامل تھے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں مجھے وہاں پیڈرو بھی ملا تھا وہ بھی کہتا تھا کہ ترلوکا ان لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔"

"پیڈرو کون تھا؟"

"اسمگلروں کے گروہ کا ایک کارکن وہ بہت خطرناک آدمی تھا لیکن ترلوکا کے ہاتھوں بے بس ہو کر چوہے کی طرح بلوں میں چھپتا پھر رہا تھا اس وقت بھی وہ اپنے مستقبل سے پریشان تھا۔" جولی نے بتایا۔

"آؤ بیٹھو جولی ہم بیٹھ کر بات کریں گے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔

"تم مجھے ترلوکا کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔؟"

"وہ کیا ہے؟"

"روئے زمین پر شیطانی قوتوں کا سب سے بڑا مظہر۔ وہ اس دور کا شیطان ہے۔"

"آہ اس کی موت نہیں ہے۔؟"

"ہاں شاید وہ آب حیات پی گیا ہے۔"

"نہیں جولی۔ ہر شیطان بالآخر فنا ہو جاتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے۔"

"شاید۔ لیکن وہ وقت ہماری زندگی میں نہیں آئے گا۔ وہ روحانی قوتیں بھی رکھتا ہے۔؟"

"ہاں کمبخت جدید بھی ہے اور قدیم بھی اس کے گروہ کی تعداد ناقابلِ یقین ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے آدمی کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ بلاشبہ میں اس کے سامنے احساسِ کمتری کا شکار تھا میری اوقات ہی کیا تھی اس شیطان کے سامنے بارہا اس کا تجربہ کر چکا تھا۔ کیا کبھی زندگی میں اس کی قوت کا مقابلہ کر سکوں گا۔ بظاہر ناممکن ہی نظر آتا تھا۔ لیکن امید پر دنیا قائم ہے۔ میں بھی جب تک زندہ ہوں اس کے خلاف کام کرتا رہوں گا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کے بارے میں تمھیں کچھ معلوم ہے۔؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے ابھی تھوڑی دیر قبل ہوش آیا ہے۔"

"ہوں۔ یہاں لا کر وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"خدا جانے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر بولی۔

"تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا؟"

"نواز۔"

"ان حالات میں نواز تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا۔؟"

"کچھ سوچنے کی گنجائش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا زندگی اب ہمارے تابع ہے۔ کیا ہم اس کے جال میں نہیں آ پھنسے اور کیا یہاں سے نکلنا آسان ہو گا۔"

"ہمیں بلاوجہ ہی تو یہاں قید نہ کیا گیا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل تم نے ایسے کھلے قید خانے دیکھے ہیں۔ یہاں آس پاس کوئی نہیں ہے بظاہر یوں لگتا ہے جیسے کوئی ہماری نگرانی بھی نہیں کر رہا۔" جولی نے کہا۔

"ہاں جولی۔ لیکن ترلوکا شیطان کا دوسرا روپ ہے اس کا ہر کام ایسا ہی ہوتا ہے اور اس کی گہرائی نہ جانے کیا ہوتی ہے۔"

"تمھیں اس کا کافی تجربہ معلوم ہوتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ جولی۔"

"جی۔"

"کیا تم پروفیسر ٹارگو نامی کسی آدمی کو جانتی ہو۔؟"

"ٹارگو۔"؟

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تعلق ہے۔؟"

"سو فیصدی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتی۔ یوں بھی کون اس کے سارے آدمیوں کو جانتا ہے۔" جولی نے جواب دیا۔

"بہرحال اس قید خانے سے فرار کا تصور تو حماقت ہے لیکن اگر تم چاہو تو یہاں تنہائی کے بجائے میرا ساتھ قبول کر و۔" میں نے پیشکش کی اور جولی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور گہری سانس لے کر بولی۔

"مجھ سے دغا تو نہیں کرو گے۔؟"

"جس کے ساتھ زمانے نے دغا کی ہو جولی وہ کسی سے کیا دغا کرے گا۔" میں نے ٹوٹے ہوئے دل سے کہا۔ اور جولی خاموش ہو گئی دفعتاً دور سے کہیں گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور ہم چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ لیکن ہم نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تب دو سائے ہماری طرف آتے نظر آئے۔ چہروں سے وہ پجاری محسوس ہو رہے تھے۔ دونوں نے ہمارے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑ دیئے۔

"بھوجن نہ کرو گے مہاراج۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ دونوں شکل سے ایشیائی نظر آ رہے تھے اور انھوں نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"بھوجن کا گھنٹہ بجا ہے۔ جب بھی گھنٹہ بجے آپ جہاں بھی ہوں کسی بھی بھوجن شالہ پہنچ جایا کریں۔ ہاں بھوجن کو من نہ کرے تو یہاں درختوں پر پھل پات بہت ہیں۔"

"کہاں ہے بھوجن شالہ۔؟"

"بہت سے ہیں۔ وہ سامنے ہی ہے اس نے ایک مندر نما عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا۔ جولی حیرت سے ہمیں دیکھ رہی تھی جب وہ چلے گئے تو اس نے کہا۔

"کیا بک رہے تھے یہ۔؟" میں نے ان کی بات دوہرائی تو وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "تم جاؤ۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"آؤ جولی۔ ہمیں زندہ رہنا ہے۔" میرے اصرار پر وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ اور ہم مندر کے اس صحن میں پہنچ گئے جہاں ہم جیسے بے شمار لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بہت بڑے بڑے پتر رکھے ہوئے تھے اور ان پر کھانا رکھا جا رہا تھا۔ ان میں غیر ملکی بھی تھے اور ملکی بھی۔ سب بے چارے پیٹ کا شکار تھے۔

ہم بھی ان کے درمیان تھے۔ کھانا مختلف قسم کا تھا اور خوب پیٹ بھر کر دیا گیا تھا ہم خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور دفعتاً لاؤڈ اسپیکر پر ایک آواز ابھری۔

"سجنو۔ جہان ترلوکا کی اس یاترہ میں نئے آنے والوں کا ہم سواگت کرتے ہیں۔ انھیں کچھ بتانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یدی وہ ہر جگہ گھوم پھر سکتے ہیں یہاں کی ہر چیز ان کی ہے مگر اُتری کالی پہاڑی کی طرف جانا ان کے لیے خطرناک ہو گا۔ وہاں وحشی رہتے ہیں اور وہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا تمھارا فرض ہے۔"

"کیا کہہ رہا ہے یہ۔؟" جولی نے پھر پوچھا۔ لیکن مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پیش آئی کیونکہ اس بار انگریزی میں یہی الفاظ کہے گئے تھے۔ جولی نے گہری سانس لی تھی۔

یہاں کے دن رات عجیب تھے۔ کہیں بھی سو جاؤ کہیں بھی پڑے رہو کوئی پابندی نہیں تھی یہاں رہنے کا بظاہر کوئی تصور نہیں تھا۔ جولی میرے نزدیک ہی لیٹ کر سو گئی تھی۔

دوسری صبح ہم نے ویسی ہی ایک بھوجن شالہ سے ناشتہ کیا اور پھر آوارہ گردی کے لیے چل پڑے جب ہم ایک جگہ سے گھومے تو ہمیں سامنے ہی کالی پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آیا۔ غالباً یہ سنگِ موسیٰ کے پہاڑ تھے۔ جولی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"یہی شاید کالی پہاڑیاں ہیں؟"

"ہاں یہی لگتی ہیں۔"

"چلیں اس طرف۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی نہیں ہے۔ آؤ دیکھیں تو سہی۔ اور ہم اس جانب چل پڑے۔ جولی بھی مست مولا معلوم ہوتی تھی۔ ہم پہاڑیاں عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ لیکن ابھی ہم نے دوسری طرف قدم ہی رکھا تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے انسانی غراہٹیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ وہ سب انتہائی قدآور اور خوفناک تھے۔ لباس نام کی کوئی چیز ان کے بدن پر نہیں تھی۔ سب زمین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے دوڑ میں حصہ لینے والے اسٹارٹ لینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ہوشیار ہوتے انھوں نے دوڑ لگا دی۔

وہ طوفان کی طرح ہم پر آ پڑے۔ لیکن ان میں سے کسی نے میری طرف رُخ نہیں کیا تھا۔ ان سب کی توجہ کا مرکز جولی تھی اور وہ آن کی آن میں اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

"بچاؤ۔" جولیا کی دلدوز چیخ ابھری اور میں سنبھل گیا۔ میں نے لپک کر ایک وحشی پر حملہ کر دیا اور اسے اُٹھا کر دوسرے پر دے مارا۔ تیسرے وحشی کی گردن پکڑ کر میں نے ایک چٹان سے اس کا سر ٹکرا دیا اور اس کا سر پھوٹ کی طرح کھل گیا۔ چوتھا وحشی جولیا کو کتوں کی طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ تین وحشیوں سے نمٹ کر میں نے اس کی طرف توجہ دی اور جولی کو بمشکل اس کے چنگل سے چھڑایا۔ اس نے پلٹ کر میرے شانے میں منہ مارا اور میں نے اس کے وار سے بچتے ہوئے اس کا سر بھی چٹان سے ٹکرا دیا۔ گرتے ہوئے اس کے حلق سے ایک عجیب آواز نکلی۔ اور اس کے جواب میں چٹانوں کی دوسری طرف سے ایک خوفناک شور بلند ہو گیا۔ بہت سے وحشی ہمیں اپنی طرف دوڑتے نظر آئے۔ میں نے جولی کا ہاتھ پکڑا لیکن اسی وقت ہمارے عقب سے کچھ آوازیں سنائی دیں اور چند لوگ ہاتھوں میں عجیب ساخت کی رائفلیں لیے یہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے رائفلوں کا رخ وحشیوں کی طرف کر کے فائر کیے۔ رائفلوں سے آگ کے شعلے نکلے اور دوڑتے ہوئے آدم خور وحشی رک گئے۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ اور پھر پلٹ کر بھاگ نکلے۔

"چلو یہاں سے۔" ہمارے مددگاروں میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور ہم واپس چل پڑے۔ "تم یہاں کیوں آئے تھے، کیا تم نے وارننگ نہیں سنی تھی۔" دوسرے نے کہا۔ ہم خاموش رہے تھے۔ کالی پہاڑیوں سے کافی دور لا کر انھوں نے ہمیں چھوڑا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ جولی اپنے خوابیدہ لباس کو دیکھ کر شرما رہی تھی۔

"لباس کا میں کروں نواز۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہاں کسی سے رابطہ بھی تو قائم نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"آہ سب کی نگاہیں مجھ پر پڑیں گی۔" جولی بولی "میرے ذہن میں بھی کوئی حل نہیں۔" میں نے اوپری لباس کی ایک چادر اسے دے کر کہا۔

"اس میں تم مضحکہ خیز ضرور نظر آؤ گی جولی لیکن اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"لاؤ یہ عارضی طور پر مجھے دے دو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔" جولی نے کہا۔ اور میں نے چادر اسے دے دی۔ اس سے جولی کا بدن کسی حد تک ڈھک گیا تھا۔ رات کو جب ہم بھوجن شالہ پہنچے تو ایک سادھو ہمارے پاس آ گیا۔

"اس لڑکی کو لباس چاہیے؟"

"ہاں۔ اس کا لباس پھٹ گیا ہے۔"

"آؤ۔ میں اسے لباس دوں۔ آجا لڑکی۔" وہ بولا لیکن جولی مجھے دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ سادھو کے ساتھ اکیلے جانے کے لیے تیار نہ تھی "تم بھی آ جاؤ۔ کوئی بات نہیں ہے۔" سادھو نے کہا۔

سادھو کے انداز میں نرمی اور محبت تھی چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔ رُخ مندر کے اندرونی علاقے کی جانب تھا، مندر کے صحن سے گزر کر ہم لوگ اندر پہنچے اور سادھو ہمیں ایک کمرے میں لے گیا، اس کمرے میں ایک دروازہ اور بھی تھا۔ سادھو نے آہستہ سے کہا۔

"وہ دیوکنیاؤں کا کمرہ ہے، تم وہاں جا کر اپنے لیے کوئی بھی لباس نکال لو بالکی اور بالک تم یہیں رکو، جب وہ واپس آ جائے تو تم دونوں چلے آنا۔ یہ دھرم کی جگہ ہے۔ یہاں کسی کے ساتھ کوئی اپنائے نہیں ہوتا۔"

وہ واپس چلا گیا اور جولی مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا، دوسری طرف سے سادھو یہ دروازہ بھی اندر سے بند کر گیا تھا جس سے گزر کر مجھے اندر لایا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں اس سلسلے کی کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جانتا تھا کہ میں ترلوکا کے جال میں ہوں اور یہ پُراسرار طلسم کدہ ترلوکا کا ہی تخلیق کردہ ہے۔

یہاں امن کے پجاری نظر آ رہے تھے، یوں لگ رہا تھا جیسے ترلوکا درحقیقت اب اپنی مملکت میں ہو، یہ کون سی جگہ تھی، کیا تھی، اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن یہاں جس انداز میں مندر بنے ہوئے تھے اور جس طرح ایشیائی باشندے آتے جاتے نظر آ رہے تھے اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایشیائی ملک ہو، لیکن کون سا؟ اس کے بارے میں معلوم کرنا ابھی میرے بس کی بات نہیں تھی اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہاں پر موجود کوئی بھی فرد اس کے بارے میں کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں ہے، چنانچہ اپنی اس کوشش کو میں نے کچھ دن کے لیے ملتوی کر دیا تھا، ذرا یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لے لوں اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے آئندہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔

لیکن دفعتاً ہی مجھے محسوس ہوا کہ یہاں میرے قیام کی مدت طویل ہو گئی ہے، جولی ابھی تک اپنا لباس تبدیل کر کے واپس نہیں آئی تھی، یوں تو عورتوں کو لباس کے معاملے میں بڑی الجھنیں درپیش ہوتی ہیں، خواہ کیسی ہی حالت میں ہوں، کہیں بھی ہوں اگر بہت سے خوبصورت لباس ان کے سامنے آ جائیں تو پھر ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے کون سے لباس کا انتخاب کریں۔ لیکن ایسے حالات میں جولی کو لباس کے انتخاب پر توجہ نہیں دینی چاہیے تھی بلکہ سب سے پہلے اُسے نکل کر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا، اُسے دیر ہو گئی تو میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے دروازے پر دستک دی تو مجھے احساس ہوا کہ دروازہ جو اوپر سے لکڑی کا نظر آ رہا ہے، دراصل لکڑی کا نہیں ہے بلکہ جست کا یا کسی ایسی ٹھوس دھات کا بنا ہوا ہے جس پر انگلی مارنے سے انگلی کو تکلیف پہنچتی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔

جولی نے یہ دروازہ خود ہی بند کیا تھا، لیکن مندر کے اس حصے میں جست کے دروازے کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی تھی، میں نے اسے کھٹکھٹا کر دیکھا، لیکن دروازہ تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار ہی کا ایک حصہ ہو، وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ تب میں نے اسے زور زور سے تھپتھپاتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"جولی جلدی آؤ دیر نہ کرو۔" نہ جانے کس خیال کے تحت میں اس دروازے کی طرف بڑھا جس سے گزر کر خود اندر آیا تھا اور جسے جوگی جاتے ہوئے بند کر گیا تھا۔ اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دروازہ بھی لکڑی کا نہیں بنا ہوا تھا بلکہ ویسا ہی تھا جیسا میرے اور جولی کے درمیانی دروازے میں تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ہزاروں وسوسے دوڑ گئے

کیا کھیل شروع ہو گیا، کوئی چوٹ ہو گئی۔ میں نے سوچا اور پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، دفعتاً میں نے اپنے سامنے کی دیوار اپنی جگہ سے سرکتی ہوئی دیکھی، دروازہ اسی طرح بند تھا، کمرہ مختصر تھا، لیکن دیوار کے ہٹ جانے سے اب مجھے یہ کمرہ کافی لمبا اور دُور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا، بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک راہداری ہو اور یہ راہداری دور تک جا کر بائیں سمت گھوم گئی تھی۔ میں متحیرانہ انداز میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا رہا۔ میری سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح مجھے یہاں اچانک لانے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ لوگ چاہتے تو کسی بھی جگہ مجھ پر قابو پا کر مجھے اپنی تحویل میں لے سکتے تھے، لیکن اس طرح، بہر طور میں نے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ جولی اس کمرے میں قید ہو گئی تھی، پتہ نہیں اس بے چاری پر کیا بیتا پڑی۔ لباس تبدیل کرنے کے لیے گئی تھی، لیکن یہاں صورتِ حال بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی، تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا اور پھر اس راہداری کی جانب چل پڑا کیونکہ باہر نکلنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اور یہاں پڑے پڑے زندگی کو زنگ لگانا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں اس طویل راہداری میں آگے تک بڑھتا رہا۔ اور پھر دوسری طرف گھوم گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ راستہ کس سمت جاتا ہے؟ یا اس کی ساخت کس نوعیت کی ہے؟ بظاہر تو مندر اتنا وسیع معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن چند لمحات کے بعد میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ راہداری گہرائیوں کی سمت جا رہی ہے میرے پاؤں خود بخود زمین پر تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اس کا مقصد ہے کہ راستہ آگے جا کر زیرِ زمین ہو جاتا ہے۔

اس تحیر کن ماحول میں، میں آگے بڑھتا رہا ترلوکا کم بخت نے جو یہ جال پھیلائے ہوئے تھے ان کے بارے میں سوچتا تو یوں محسوس ہوتا کہ خواہ مخواہ حماقت ہی کی تھی۔ پتہ نہیں کس طرح امریکہ میں وہ میرے جال میں پھنس گیا تھا، لیکن اس کم بخت کا جال تو بے پناہ وسیع ہے اور نجانے کیا کیا ہنگامے کیے ہوئے ہیں اس نے، کیا میں ان ہنگاموں سے کبھی نمٹ سکوں گا۔

میں آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔

یہ ہال شفاف تھا اور اس کی دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ہلکی سی سیٹی کی آواز فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ سیٹی کی یہ آواز تو بہت دیر سے آ رہی ہے اور میرے کان اس کے عادی ہو گئے ہیں لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد جب میں ہال میں پہنچا تو اچانک سیٹی کی آواز پُرسکون ہو گئی ہے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کائنات کی گردش رُک

بڑی دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا، اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر زمین پر بیٹھ گیا، اعصاب میں اس قدر تناؤ تھا کہ کسی بھی لمحے یہ تنے ہوئے اعصابی تار ٹوٹ جانے کو تھے۔ میں نے اس نئے قید خانے کو کئی بار متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا تھا اور اب مجھے کسی نئی افتاد کا انتظار تھا۔

بیٹھے بیٹھے میں زمین پر لیٹ گیا، اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد نتائج ہولناک بھی ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے ترلوکا براہ راست مجھ تک پہنچے، میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے لیکن ابھی تک کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔ یہاں خاص گرمی تھی، میں پسینے میں شرابور ہو رہا تھا، بہر طور میں لیٹا رہا اور وقت گزرتا رہا۔

آنکھیں بند کیے لیٹے رہنے سے ذہن پر گردی چھا گئی، اور پھر غیر محسوس انداز میں آنکھیں بند ہو گئیں، غالباً مجھے نیند نے آ لیا تھا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا، گرمی اور حبس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، میں نے گھبرا کر اپنے اس قید خانے کو چاروں طرف سے دیکھا۔ آہ یہاں قید کر کے وہ لوگ مجھے بھول گئے تھے، لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ پتھروں کے کسی دروازے کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پھر کئی آدمیوں کے قدموں کی چاپ، آنکھیں بند کیے ہونے کی وجہ سے میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اندر آنے والے کون لوگ تھے اور کیا چاہتے تھے۔ وہ میرے نزدیک آ کر خاموش کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی ہیں، لیکن میں بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ ایک بار جی میں یہ بھی آیا کہ ان سے لپٹ پڑوں، جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا فائدہ تھا، ابھی مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ قدموں کی آہٹ کچھ دیر بعد واپس جاتی ہوئی سنائی دی اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

وہ کیوں آئے تھے اور کیوں واپس چلے گئے اس بارے میں، میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہر طور میں چھت کو گھورتا رہا، ذہن کو تھکن کے عالم میں خالی رکھنے کا مطلب نیند کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر میری پلکیں جڑ گئیں۔ جب میں جاگا تو واقعی میری حالت ایسی تھی جیسے میں ایک طویل مدت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوں۔ اس قید خانے میں ایک طرح سے مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا تھا لیکن اگر اس قید کا مقصد میرے علم میں آ جاتا تو شاید مجھ پر اتنی بُری کیفیت طاری نہ ہوتی بہر طور میں خاموشی سے اپنی جگہ پڑا رہا۔

ایک بار پھر کسی وقت دروازہ کھلا اور قید خانے کی دھندلی روشنی میں کچھ تیزی ہو گئی ـــ اندر آنے والی کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ جولی ہی تھی، انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس، اس انداز میں اندر آئی تھی جیسے چھپ کر آئی ہو اور اس نے اس طرح مجھے اشارے کیے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ عقبی راہداری میں کوئی موجود ہے۔

دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا اور وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

"اوہ جولی تمہارے لیے کتنا پریشان تھا میں تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"کیوں۔ ؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"یہ سوال کر رہی ہو مجھ سے۔ ؟"

"ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے اس سوال میں !"

"جس طرح تم وہاں بند ہو گئی تھیں اور جس طرح مجھے دوسری جانب قید کر دیا گیا تھا کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہے ؟"

"ہے۔"

"اور اس پر بھی تم پریشان نہیں ہو۔"

"نہیں اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ہم لوگ جس طرح طلسم کدے میں پھنس گئے ہیں اس میں اگر ہم نے اپنے ذہن میں پریشانیوں کو جنم دیا تو ہم کچھ نہیں کر سکیں گے، میں تو پُرسکون ہوں۔"

"کیا مطلب۔ ؟"

"اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا، اور پھر جب دوسرے دروازے کو آزمایا تو پتہ چلا کہ وہ تو دروازہ ہی نہیں ہے بلکہ دیوار کا ایک حصّہ تھا جو اپنی جگہ سے سرک گیا تھا اور مجھے اپنی اس قید سے بے پناہ خوف محسوس ہوا، لیکن اس کے بعد ـــــ میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آنے والی صورت حال کا انتظار کرنے لگی۔"

"پھر مجھ سے کچھ لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور بہت ہی پُرخلوص انداز میں پیش آئے ـــ ترلوکا کے آدمی تھے وہ کیا تم مسٹر جوزف کو جانتے ہو۔ ؟"

"جوزف۔" میں نے سوال کیا ؟

"ہاں پروفیسر جوزف ٹارگو۔"

"اوہ میں اُسے صرف پروفیسر ٹارگو کے نام سے جانتا ہوں۔ موٹی سی جسامت کا عجیب و غریب انسان۔" میں نے کہا۔

"ہاں اسی کی بات کر رہی تھی میں۔"

"تو پھر۔ ؟"

"بس پروفیسر ٹارگو نے مجھے بڑی نرم روی سے اپنے پاس بلایا، مجھ سے کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد تمہارے پاس بھیج دیا۔"

"ہوں، کوئی منصوبہ لے کر۔ ؟"

"ہاں ایک منصوبہ ہے پروفیسر ٹارگو کے ذہن میں، اور یقینی طور پر وہ منصوبہ ان کا نہیں ہے بلکہ ترلوکا کی طرف سے انہیں اس کے بارے میں کچھ ہدایات ملی ہیں۔"

"منصوبہ کیا ہے۔ ؟"

"عجیب و غریب باتیں ہیں نواز شاید تم ان باتوں پر یقین نہ کرو۔"

"بتاؤ مجھے پلیز بتاؤ، میں سب کچھ معلوم کر لینا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے راجہ نواز اصغر۔ ؟" جولی نے پوچھا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"یہ تم مجھ سے سوال کر رہی ہو یا مجھ پر طنز کر رہی ہو، یا ترلوکا کا مذاق اڑا رہی ہو۔ ؟"

"میں تم سے صرف یہ بات معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا تم ترلوکا کے عقیدت مندوں میں آنا پسند کرو گے۔ ؟"

"عقیدت مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ؟"

"تمہارا سر گھٹا ہوا ہے۔ تمہارا جسم بھی ہندو سادھوؤں کی مانند ہے اگر تمہارا دل بھی اسی طرح کا ہو جائے تو کیا ہرج ہے، ترلوکا کی قوتوں کو تم دیکھ چکے ہو، اور ترلوکا کی بڑائی کو تم نے دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ تو پھر اب اس کے مسلک کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے۔ تم اس کے خاص آدمیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہیں بہت بڑا درجہ دے گا، بہت بڑی مراعات دے گا تمہیں۔" جولی کہہ رہی تھی اور میں متعجبانہ انداز میں شکل دیکھ رہا تھا۔

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا، نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ جولی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ اس سے قبل اُس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا اس میں سچائی تھی۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی اندر کوئی اور قوت بول رہی ہو۔ اور ترلوکا کی روحانی قوتوں کے بارے میں مجھے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں، اور اس قوت کو کسی بھی طرح جولی کے ذہن میں اتارا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جولی اس وقت اپنے آپے میں نہ ہو، بظاہر اس کا چہرہ پُرسکون تھا۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

"جولی کیا تمہیں فوراً یہاں سے واپس جانا ہے۔ ؟"

"نہیں میں تمہارے پاس اسی مقصد کے تحت آئی ہوں تاکہ ہم لوگ مل کر کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں۔!"

"تو بیٹھو کیا یہ قید خانہ ہے ہمارے لیے۔ ؟"

"اگر ترلوکا کی عقیدت اپنے سینے میں اتار لو تو پھر یہی قید خانہ تمہارے لیے نہ جانے کیا بن سکتا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکو گے تو پھر یہ قید خانہ تمہارے لیے جہنم کا در بن جائے گا۔" جولی نے کہا۔

"ہم کچھ دیر تو یہاں رک سکتے ہیں۔ ؟"

"ہاں کیوں نہیں !" وہ بولی اور میں ایک طرف بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ جولی نے دفعتاً چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جو ہال کے بغلی سمت میں تھا اور پھر آہستہ سے بولی ـــ

"یہاں کچھ نہیں لیکن اگر تم آرام کر کے کچھ سوچنا چاہو تو اسی دروازے کے دوسری جانب خوبصورت آرام گاہ موجود ہے۔"

"مجھے سہارا دو جولی دو پتہ نہیں کیوں میں اپنے آپ میں ایک عجیب سی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور جولی ہمدردی سے اُٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی اس نے سہارا دے کر مجھے اُٹھایا اور پھر اُسی ملحقہ دروازے میں داخل ہو گئی درحقیقت اس طرف ایک خوب صورت خواب گاہ بنی ہوئی تھی۔ ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی وہاں موجود تھیں اندر داخل ہونے کے بعد جولی نے دروازہ بند کر لیا اور مسہری پر میرے پائنتی آ بیٹھی۔

"میں تمہارے لیے ہر سہولت فراہم کرنے کو تیار ہوں راجہ نواز اصغر بولو کیا چاہتے ہو ؟"

"جولی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں پوچھو۔ ؟"

"تھوڑی دیر قبل جب تم میرے ساتھ تھیں اور ہم پہاڑوں میں بھٹک رہے تھے اور میں نے تمہیں وحشیوں سے بچایا تھا تو تمہارے سینے میں ترلوکا کے لیے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، اور اب اس خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر ہندوستانی مندروں کی دیوداسی کی شکل میں آ کر تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کیا تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو۔" جولی آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگی پھر بولی۔

"انسان کو جس وقت بھی عقل آ جائے۔"

"کیا مطلب۔ ؟"

"بس یوں سمجھو کہ مجھے عقل آ گئی ہے۔"

"خوب۔ بھلا وہ کس طرح۔ ؟"

"اول تو ترلوکا سے انحراف ناممکن ہے۔ میں اس کے گروہ کے لیے کام کر رہی تھی مجھے کرتے رہنا چاہیئے تھا۔ خواہ مخواہ ایک اچھی اچھی زندگی کو چھوڑ کر برائیوں کی طرف دوڑی بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے، کہ تلاشِ معاش میں آوارہ گردی کرتے پھرو، لوگوں کی ڈانٹیں پھٹکاریں کھاؤ اور اپنے آپ کو اعلیٰ ظرف کا نام دے دو۔ اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے۔ ظرف کیا ہوتا ہے، دل کیا ہوتا ہے، ذہن کیا ہوتا ہے تم خود سوچو انسان کے جسم کی ضروریات سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد روتا ہے اُسے دودھ درکار ہوتا ہے اُسے ماں کی آغوش چاہیئے ہوتی ہے۔ گویا انسان روزِ اول ہی سے طلب گار ہے۔ اور طلب اس کی زندگی کا خاصہ ہے، اس کے بعد وہ آگے بڑھتا ہے اس کے سینے میں، اس کے ذہن میں اقدار ٹھونسے جاتے ہیں۔ اسے تہذیب سکھائی جاتی ہے اُسے پتہ نہیں کیا کیا سکھایا جاتا ہے اور وہ چوں چوں کا مربّہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ فطری طور پر وہ ایک برہنہ انسان تھا۔ لباس نام کی چیز اس کے بدن پر صرف اسی لیے ڈالی گئی کہ یہ تہذیب اور اقدار کے علم برداروں کی پسند کی چیز ہے، اگر تم سلسلہ نمود کی ماہیت پر غور کرتے ہو تو کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہیں لباس میں ملبوس کر کے بھی پیدا کیا جا سکتا تھا اس کا مقصد ہے کہ زندگی کی ضرورتوں میں لباس شامل نہیں ہے۔ لیکن اقدار، اور سماج اور معاشرہ جو راستے تمہارے لیے متعین کر دیتا ہے۔ اگر تم انہیں اپنا کر بھی آگے بڑھو تو پھر بھلا ان چیزوں کے حصول کے لیے تمہیں اخلاقیات کا تعین کیوں کرنا پڑتا ہے جو تمہاری ضرورتیں ہیں دیکھو ترلوکا کی تعلیمات یہی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انسان معصوم ہے نہ اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے نہ اپنی مرضی سے مرتا ہے تو پھر اس کے اوپر یہ بوجھ کیوں لاد دیئے جاتے ہیں وہ کیوں اقدار اور اخلاقیات کو اپنائے اتنی کمزور بے بس چیز پر یہ اتنے سارے وزن تو ظلم کے مترادف ہیں۔ سماج اور معاشرے کے بنائے ہوئے اصول تو بالکل بے کار ہیں۔ اور انہیں جاری نہیں رہنا چاہیئے، بہرطور اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا یہ بھی کہتا ہے کہ ہم اُن حدود کو پار نہیں کر سکتے

ہیں جو ہماری فطری خواہش ہوتی ہے۔"

"تمہاری اُلجھی ہوئی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آہستہ آہستہ سمجھ میں آجائیں گی، اس کے لیے اتنی جلدی ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک میری تبدیلی کا معاملہ ہے بس یوں سمجھ لو کہ مجھے روشنی مل گئی ہے۔"

"یہ روشنی تمہیں کہاں سے ملی ہے جولی، میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔؟"

"اوہ کن فضول باتوں میں پڑ گئے یہ بتاؤ کیا کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"ہاں بھوکا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں لاتی ہوں کھانا تمہارے لیے۔" وہ بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، جولی کی اس کیفیت میں میں ایک بات محسوس کر رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا انداز کچھ مشینی سا ہو، اور میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ اس وقت اس کی ذہنی حالت کسی اور کے کنٹرول میں تھی، بہرطور وہ میرے لیے عمدہ قسم کا کھانا لے کر واپس آگئی۔ میں نے کھانا کھایا۔ سب کچھ کھانے پینے کے بعد، میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات اُمنڈنے لگے، میں اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا وہ میرے راستے کا تعین نہیں تھا، جلتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیئے، کوئی ایسی چیز کوئی ایسی ترکیب جس سے کم از کم میری ذہنی رو ہی بٹ جائے جس طلسم کدے میں آ پھنسا تھا اس میں پھنسنے کے بعد زندگی کو کچھ اور راستے درکار تھے جولیا میرے پاس موجود تھی اور مدبھری آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جولی میرا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے مجھے تمہارا سہارا چاہیئے۔"

"میں سر سے پاؤں تک تمہارے لیے سہارا ہوں۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ اور میری آنکھیں جھک گئیں۔ میں جولی کا سہارا قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر چکا تھا۔

ذہن و دل کی گہرائیوں میں زیبی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں، لیکن میں نے دل و دماغ کے دروازے بند کر لیے تھے، وہ خود بھی تو مجھ سے اتنی دور چلی گئی تھی اسے بھی تو چاہیئے تھا کہ میرا سہارا بنتی، نجانے کس جال میں پھنس گئی ہے، زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے، اب میں اپنے آپ کو زندگی کی ان اذیتوں سے کب تک دو چار رکھوں، کچھ نہ کچھ تو اپنے جینے کا سہارا کرنا ہوگا اور اس کے لیے ایک بار پھر مجھے اس پرانے نواز اصغر کو آواز دینا پڑے گا جو تقدیریں بدل دینے کا ماہر تھا، جو حالات کو قابو میں کرنے کے لیے اپنے آپ کو مستعد رکھتا تھا، اور میں زیبی سے شرمندہ تھا، برائیاں جب مجھے ان راستوں پر ان حدود تک لا چکی تھیں تو پھر اجتناب کیسے کروں، میرا قصور نہیں تھا۔ ہاں میرا قصور نہیں تھا۔

جولی کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طور ہپناٹائز کر دی گئی ہے، بہرحال وقت گزرتا رہا اور اس کے بعد جولی نے مجھ سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔

"ٹھیک ہے جولی تم میرے لیے کچھ وقت طلب کر لو، ممکن ہے میں فیصلہ ترلوکا ہی کے حق میں دوں۔" اس نے جواب میں سر ہلایا اور جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں کوئی ایسا اقدام کرنا چاہتا تھا جس سے مجھے کوئی فائدہ ہو۔ لیکن اس کے لیے اچھی طرح سوچنا سمجھنا ضروری تھا۔

جولی کو ہپناٹائز کر دیا گیا تھا، یہ کوشش مجھ پر بھی آزمائی جا سکتی تھی اور مجھے اس سے محفوظ رہنے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔

خلافِ توقع وہ جلد ہی واپس آگئی اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ آنکھوں میں تفکرات کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ بے تابی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ چند لمحوں تک وہ مُنہ کھولے مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"اوہ تمہارے لیے ایک بُری خبر ہے راجہ نواز اصغر۔"

"ترلوکا نے تم پر خصوصی نگاہ رکھنے کے لیے کہا ہے اور اس کے لیے جے راج مہاراج کو بلایا ہے۔"

"یہ... یہ راج کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی ـــ لیکن بس مجھے یوں ہی محسوس ہوا ہے۔ جیسے وہ کوئی بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔" جولی نے کہا۔

"اور تم اپنے احساس کے سہارے مجھ تک چلی آئی ہو۔"

"ایں۔" وہ چونک پڑی۔ چند لمحات پریشانی کے عالم میں میری شکل دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"میں... میں کچھ نہیں جانتی، بس ـــ شاید میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

میں نے جولی کی آنکھوں میں دیکھا اور اس نے گردن جھکا

لی ـــ وہ بُری طرح اُلجھی ہوئی نظر آ رہی تھی تب میں نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا، مجھے یوں ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس وقت وہ ہپناٹزم کے ٹرانس میں نہیں ہے، تب میں نے اس کا رُخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"جولی تم جانتی ہو کہ ماضی میں تم کیا کر چکی ہو۔؟"

"کیوں کیا ہوا۔؟ کیا کوئی خاص بات ہو گئی۔؟" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بتاؤ تھوڑی دیر پہلے اس وقت جب تم یہاں سے گئی تھیں تو تمہاری اپنی کیا کیفیت تھی۔؟"

"یہاں سے گئی تھی۔؟" جولی نے سوال کیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ تم کافی وقت میرے ساتھ گزار چکی ہو۔؟"

"کافی وقت۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی اور مجھے افسوس ہونے لگا۔

جولی کے ساتھ جو ہوا تھا وہ زیادتی تھی بہرطور اب اس کا کوئی ازالہ نہیں تھا، چنانچہ میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جولی مجھے اس وقت کے بعد کے واقعات بتاؤ جب تمہیں لباس تبدیل کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم، مجھے کچھ نہیں معلوم، میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ جے راج آگیا ہے جے راج آگیا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔؟"

"کچھ ہو گا۔ وہ لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں ترلوکا نے تمہارے لیے کچھ خصوصی ہدایات دے کر تمہارے لیے بھیجا ہے۔"

"تو بس ٹھیک ہے جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر میں ـ میں، نجانے کیوں میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔"

"تمہارا شکریہ جولی۔ جو کچھ تم چاہتی ہو اس کے لیے میں تمہارا احسان مند ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک مشورہ دے سکتا ہوں، اگر تم قبول کرو۔"

"کیا۔؟"

"میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جولی، ذرا غور سے سنو، وہ لوگ تمہیں ہپناٹائز کر رہے ہیں۔ اور ہپناٹزم کے زیر اثر تم جو لمحات میرے ساتھ گزار چکی ہو، وہ تمہارے ذہن میں محفوظ نہیں رہے، اگر تم اپنے آپ کو ہپناٹزم سے بچانا چاہتی ہو اور اپنے طور پر ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہو گا۔"

"کیا۔؟"

"اپنے جسم کے کسی حصّے پر کوئی زخم لگا لو، ایک ایسا زخم جو تازہ رہے اور اس کے لیے تم کوئی ایسی چیز مخصوص کر لو، جو ان کے سامنے پہنچنے پر تمہیں درد سے تڑپاتی رہے، اس طرح تمہارا ذہن تقسیم ہو جائے گا، لیکن جو کچھ وہ ہپناٹائز کرنے کے بعد تمہیں کہیں گے، تم اسے ضرور سنو گی اور انہی کے انداز میں وصول بھی کرتی رہو گی، مقصد یہ ہے کہ وہ یہی سمجھیں کہ تم ان کے زیر اثر ہو، لیکن تمہارا اپنا ذہن بھی حاضر رہنا چاہیئے، بولو کیا یہ کام کر سکتی ہو۔؟"

"کیوں نہیں ـ میں احمق نہیں ہوں ہاں میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرے ساتھ کچھ بیتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا کچھ وقت کھو گیا ہو، آہ تو یہ ان کم بختوں کا شیطانی عمل تھا۔" جولی اب پوری طرح ہوش میں آگئی تھی۔

"جولی تمہیں ٹرانس میں لانے والے یقینی طور کچھ خطرناک لوگ ہوں گے، ان سے ہوشیار رہنے کے لیے تمہیں بہت کچھ کرنا ہے، لیکن سوچ لو، اپنی زندگی خطرے میں مت ڈالو، میرے لیے کچھ مت سوچو، میرا تو جو کچھ ہو گا وہ میں نمٹ ہی لوں گا، لیکن تمہیں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

جولی ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اپنے آپ کو مردہ تصور کرتی ہوں۔ نقصان کہاں تک پہنچے گا مجھے، لیکن تم نے جو ترکیب بتائی ہے مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ کوئی ایسی چیز جو میرے زخم کو تکلیف دے، حاصل کرنا ہو گی، ہم اپنی خوراک میں سے کچھ ایسی مرچیں حاصل کریں گے لیکن زخم میں کہاں لگاؤں جو انہیں نظر بھی نہ آئے۔"

"میرا خیال ہے ران کے پاس ٹھیک ہو گا، لباس کے اوپری حصّے کی سمت اور وہاں سے لباس تھوڑا سا کھلا ہوا ہو گا۔ تم چالاکی سے اپنے زخم پر وہ تکلیف دہ چیز لگا لیا کرو گی اس طرح کم از کم ان کے ٹرانس میں آنے سے بچ جاؤ گی۔"

"اور اگر ان کے سامنے میرے چہرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تو۔؟"

"اس کے لیے تمہیں اعصابی ہمت سے کام لینا ہو گا ورنہ ہمارا کھیل ادھورا رہ جائے گا۔ ہمیں ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اور پھر جولی شاید تم نہیں جانتیں، تم نہیں جانتیں کہ ہم کچھ لغزشوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ جولی میں کبھی تفصیل سے

تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا، بس یوں سمجھ لو کہ میری زندگی کا صرف یہی ایک مشن ہے لیکن ابھی اس کے لیے وقت نہیں ہے!"

"شاید کوئی آ رہا ہے۔" جولی نے کہا، لیکن کوئی نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جولی وہاں سے چلی گئی وہ میری ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے گئی تھی۔

"جولی کے جانے کے بعد کافی دیر تک ان حالات کے بارے سوچتا رہا میری صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ ذہن ہر لمحہ نئے نئے فیصلے کرنے لگتا۔

کبھی دل چاہتا کہ واقعی سب کچھ چھوڑ کر ترلوکا کی تعلیمات ہی اپنا لوں کیا رکھا ہے اس زندگی میں، کم از کم اس طرح ذہنی کی تلاش کے لیے راستے تو کھل جائیں گے لیکن دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی۔ کیا ایک عورت کے لیے اپنے دین اپنے مذہب کو چھوڑا جا سکتا ہے اس سے پہلے ہی میں کون سی کم برائیاں کر چکا ہوں۔ کہ کچھ نئی برائیوں کو بھی اپنا لوں، ذہن و دل میں جنگ جاری رہی۔ اور بالآخر فیصلہ۔ ہو گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ مر جاؤں گا لیکن برائیوں کے راستے پر اتنی دور نہیں نکلوں گا کہ خود اپنی صورت ہی مسخ ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ اب ترلوکا کو دھوکے ہی سے مارا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی انتظام نہیں کیا جا سکتا تھا ممکن ہے جولی اس سلسلے میں میری بہترین معاون ثابت ہو جائے۔

جولی کے تصور کے ساتھ ایک عجیب سا احساس ذہن میں ابھرنے لگتا تھا میں نے سوچا تھا کہ کم از کم اس لڑکی کے ساتھ اتنا تو ضرور کیا جائے کہ اسے کربناک زندگی سے نجات دلا دی جائے اس کی پوری طرح مدد کی جائے۔

وقت اسی طرح آگے بڑھتا رہا جولی میرے پاس بہت دیر سے نہیں آئی تھی لیکن جب وہ رات کو میرے پاس پہنچی تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمہارا بتایا ہوا منصوبہ کارآمد رہا راجہ نواز اصغر۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تمہارا خیال درست تھا وہ لوگ مجھے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کر رہے تھے میں ان کے ٹرانس میں آ بھی گئی اور انہوں نے مجھے صرف اتنا کہا کہ راجہ نواز اصغر کے دل کی گہرائیوں میں جھانکوں اس کے ساتھ رہ کر اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر سکوں۔

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔

ویسے نواز یہ ایک مندر ہے جس کی گہرائیوں میں تہہ خانے پھیلے ہوئے ہیں اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کیا ہے لیکن ان لوگوں نے جو نظام یہاں قائم کیا ہے وہ جدید ترین ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہندو دھرم کی آڑ میں یہاں اتنا زبردست کام ہو رہا ہے منشیات کی سپلائی کا سلسلہ یہاں بھی جاری ہے بلکہ یہاں سے لوگوں کو منشیات کے بڑے بڑے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ جگہ ان ذخیروں کی ترسیل کا گڑھ ہے یہاں لوگوں کو ان ذخیروں کا عادی بھی بنایا جاتا ہے۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہے میں بہت کچھ معلوم کر سکی ہوں ان کے بارے میں، اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔؟"

"ابھی تو ہم کسی پوزیشن میں نہیں ہیں اگر یہ لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ بہت کچھ کام بن جائے گا۔"

"لیکن اس کے لیے وہ تمہیں ٹرانس میں لانے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں۔"

"البتہ ایک بات میں تمہیں بتا دوں وہ شخص جو جے راج کے نام سے یہاں پہنچا ہے ترلوکا کا دوسرا روپ بھی ہو سکتا ہے عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے بس اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ البتہ مسٹر جوزف ٹارگو اس کے معاون ہیں اور وہ مسلسل اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اس شخص نے میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شخص آسانی سے قابو میں آ جائے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ جھوٹا ہے اور فریب کر رہا ہے اس کے لیے پہلے امتحانات کے مراحل رکھے جائیں۔ اگر وہ ان تمام امتحانات میں پورا اترتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر آسانی سے وہ اس کام کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس کے ذہن میں کسی منصوبے نے جنم لیا ہے۔"

"اوہ۔ یہ تفصیل بتا کر تم نے مجھ پہ احسان کیا ہے جولی۔"

"لیکن کیا تم واقعی اتنے خطرناک ہو راجہ نواز اصغر میں نے ان کے لہجے میں تشویش کی جھلک پائی ہے۔" جولی نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں جولی۔ اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا فی الحال تو یوں سمجھو کہ میں اپنی زندگی کا ناکام ترین دور گزار رہا ہوں۔" اور جولی خاموش ہو گئی پھر مسکرا کر بولی۔

"لیکن میرے وجود کی حد تک تو تم ناکام نہیں ہو۔"

"نہیں جولی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"مگر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے گردن خم کر لی۔ پھر جولی بولی۔

"میں اب ان کا اعتماد حاصل کر چکی ہوں اور مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے مجھ پر کوئی نگرانی نہیں رکھی جاتی گویا مجھے ٹرانس میں لانے کے بعد وہ میری طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مجھے مکمل اعتماد میں رکھیں میں آنے جانے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔"

"جولی۔ مجھے کچھ اسلحہ مل سکتا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"اسلحہ۔ میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"اس کے لیے تم شدید کوشش کرو۔"

"مگر کیوں۔؟"

"میں ان لوگوں کی توقع پر پورا اترنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولی کچھ نہ سمجھ لینے والے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہیں کچھ اسلحہ فراہم کر سکوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جولی کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔"

نجانے کتنا وقت مجھے یہاں اس قید خانے میں گزر چکا تھا جولی سے میری چار ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے میری ذہنی جلن دکھن کو کم کر دیا تھا اس کی دلجوئی کی باتیں میرے لیے زندگی کی پیغام بر ہوتی تھیں۔ پھر اس نے مجھے ایک پستول اور کافی فالتو راؤنڈز بھی لا کر دیئے اس نے بتایا کہ یہ اس نے اس عمارت ہی سے حاصل کیے ہیں اور بہر طور میرے لیے بڑے کام کی چیز تھی میں نے پستول اپنے لباس میں چھپا لیا اور پھر ایک رات جب جولی واپس گئی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ دروازہ باہر سے کھلا چھوڑ دے کیونکہ اسے ہدایت تھی کہ میرے کمرے سے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا کرے۔

جب وہ چلی گئی تو میں خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا میں بہت کچھ بھول گیا تھا شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے چونکہ میں اس اجنبی جگہ سے فرار کی کوشش کرنے کے لیے باہر نکل آیا تھا۔

بہر طور جب میں ایک بڑے ہال میں پہنچا تو میرے سامنے چند ہی قدم کے فاصلے پر دروازے میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال میرے سینے کو گھور رہی تھی اس کی آنکھوں اور چہرے پر سختی کے تاثرات تھے۔ ریوالور پر اس کا ہاتھ جما ہوا تھا اور ٹریگر پر انگلی بہت سخت تھی۔ وہ کسی بھی لمحے ٹریگر دبانے والا ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ دفعتاً میری آنکھیں، دروازے میں کھڑے شخص کی آنکھوں سے ٹکرائیں اور میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ میں نے اس قسم کا اظہار کیا جیسے ریوالور دیکھ کر میں ڈر گیا ہوں۔ میں نے جائزہ لیا کہ وہ شخص میرے جال میں آ گیا اس کے ہونٹوں سے خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگی تھی۔ بہر حال میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے آ لگا تھا اور اسی وقت میں نے اپنے نزدیک پروفیسر مسٹر ٹارگو کو دیکھا جو عقب سے میرے نزدیک آ گئے تھے اور اب ان کا بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ بظاہر اس قسم کا انداز تھا جیسے مجھے ان کی موجودگی کا پتہ نہیں ہو۔ مسٹر ٹارگو بھی یہی سمجھ رہے تھے چنانچہ میں ذرا سا پیچھے ہٹا تو میرا لڑکھڑا جانا ضروری تھا اور میرے ذہن میں ترکیب بھی یہی تھی۔ میں لڑکھڑایا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ کمرہ فائر کی آواز سے گونج اٹھے گا۔

گولی میرے اوپر سے گزر گئی میں لڑکھڑا کر ٹارگو پر گر گیا گرتے گرتے میرا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ میں نے ریوالور نکالنے میں ذرا بھی سستی نہیں کی ریوالور نکالتے ہی میں نے مسٹر ٹارگو کی گردن کو پکڑا اور ریوالور کی نال ان کی کھوپڑی پر رکھ کر کہا۔

"ہاں۔ دوسرا فائر بھی ضرور کرو میرے اوپر، لیکن مسٹر ٹارگو کے جسم کے پیچھے میری کوئی حیثیت نہیں ہے یقیناً یہ گولی ان کے بدن میں سوراخ کر دے گی۔" ٹارگو بری طرح بدحواس ہو گیا تھا اسے امید نہیں تھی کہ میں اس طرح اسے اپنی ڈھال بنا لوں گا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ گردن پر گرفت اتنی سخت ہے کہ اس بار وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا اور پھر پستول کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا معنی رکھتا تھا جبکہ اس سے پہلے جہاز کے عرشے پر وہ مجھے چیلنج کر چکا تھا اور میں نے خود بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ کسی گینڈے سے بھی مضبوط ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے اندر پھرتی نہ ہو، میری اس کوشش کا ردِعمل سامنے والے پر خاطر خواہ ہوا اور اس کا پستول والا ہاتھ لٹک گیا۔ میں یہی چاہتا تھا اس نے تو میرے ساتھ رعایت کی تھی لیکن میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے پستول کی نال سے ایک شعلہ نکلا اور اس کی پیشانی کے چیتھڑے اڑ گئے۔

وہ بے جان ہو کر منہ کے بل گر گیا تھا اور ریوالور اس کے

ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ میں نے پھرتی سے مسٹر ٹارگو کو دھکا دیا اور اچھل کر ریوالور اپنے قبضے میں کر لیا اب میرے انداز میں دیوانگی پیدا ہو گئی تھی۔ میں جو کچھ کر چکا تھا اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ٹارگو کو اس صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہوگا لیکن میں وقتی طور پر حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ٹارگو کو پھرتی سے دھکا دیا اور چونکہ اچانک دھکا دیا تھا اس لیے وہ اپنا توازن نہ قائم رکھ سکا اور اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ میں نے پستول کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی تھی اور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو اس وقت تمہاری طاقت کام نہ آسکے گی۔" وہ خوف زدہ انداز میں اس طرح لیٹا رہا، اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہر طور اب مجھے آگے راستوں کی تلاش کرنا تھی۔ جولی کے بارے میں، میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ لیکن میرے دل میں آرزو تھی کہ اسے بھی کسی نہ کسی طرح سے نکال لوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں سے نکل کر میں کہاں تک پہنچ سکتا ہوں لیکن اپنی جیسی کوشش تو کرنی ہی تھی اور پھر ترلوکا نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد بھی نہیں کر سکتا تھا اگر میں اس کے ہاتھ لگ بھی گیا تو بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے میں اپنی سی تمام کوششیں کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ سوچ کر میں ایک بار مسٹر ٹارگو کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا اور پھر ایک ٹھوکر مار کر اُسے سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ تکلیف دہ انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سنو مسٹر ٹارگو صورتِ حال اتفاقیہ طور پر تمہارے خلاف ہو گئی ہے میں اگر چاہوں تو اسی وقت اس پستول کی تمام گولیاں تمہارے بدن میں خالی کر دوں۔"

"نہیں نہیں ... مم ... میں ... میں ..." مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ نہیں چاہتے تو میں تم سے جو معلومات حاصل کروں اس کا صحیح صحیح جواب دو۔"

"کک۔ کیا معلومات۔؟"

"کون ہو تم۔؟"

"میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔ میرا نام پروفیسر جوزف ٹارگو ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے جہاں اس وقت ہم لوگ موجود ہیں۔"

"یہ۔" مسٹر ٹارگو نے خوف زدہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولے۔

"یہ ایک جزیرہ۔ جزیرہ کیا تم اسے ایک یاترا کہہ سکتے ہو، یہاں ہندو یاتری، یاترا کے لیے آتے ہیں۔ ان کا علاقہ بالکل الگ بنا ہوا ہے۔ کافی وسیع جزیرہ ہے یہاں ہم لوگوں نے ایک جال پھیلا رکھا ہے۔"

"ہوں۔ یہ ہوئی نہ بات۔ کیسا جال۔؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نواز۔ تم اس بارے میں سب کچھ جانتے ہو۔ پھر کیوں مجھ سے معلوم کر رہے ہو۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں کتنی دیر میں کتنے آدمی پہنچ جائیں گے اور میں ان سے نمٹ سکوں یا نہ نمٹ سکوں لیکن کم از کم اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہیں ایک لمحے میں فنا کر دوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر وقت میں مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا دو۔"

"بتا تو رہا ہوں۔ یہ ایک جزیرہ ہے اور یہاں آنے والے یاتریوں کو منشیات کا عادی بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ ہمارے غلام بن کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں اور ہماری منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔"

"ہندوستان۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا اور ٹارگو اس طرح مجھے دیکھنے لگا جیسے اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ میں نے شدید حیرانی کے عالم میں پوچھا۔

"تو یہ ہندوستان ہے۔"

"ہاں تم کیا سمجھتے ہو۔ تم اس وقت ہندوستان میں ہو۔"

"اوہ۔ میرے خدا۔" میں نے ایک لمحے کے لیے ذہنی طور پر معطل ہو کر کہا۔ "اتنا طویل سفر طے کر کے میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ بات ناقابلِ یقین سی تھی۔ کیا کہا جا سکتا تھا۔ میں نے سمندر میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور اس کے بعد نجانے کیا کچھ ہوا تھا مجھ سے تو میری زندگی کے بے شمار دن گم ہو چکے تھے مگر یہ باور کر کے میں ایشیا میں ہوں۔ ہندوستان میں ہوں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی تھی حالانکہ مندر اور سادھوؤں کو دیکھ کر بار بار میرے ذہن میں یہ گمان گزرا تھا کہ ممکن ہے میں ایشیا کے کسی خطے میں ہوں لیکن پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ ہندو یاتری تو کہیں بھی آ سکتے ہیں۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کا بانی ترلوکا دنیا کے مختلف حصوں میں اپنا جال پھیلائے ہوئے ہے وہ کسی بھی جگہ

کسی بھی علاقے کو ہندوستان جیسا بنا سکتا ہے لیکن میں درحقیقت یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ یہ میرے لیے تعجب خیز بات تھی۔ یہیں تھوڑے ہی فاصلے پر بہت مختصر فاصلے پر میرا پاکستان تھا اور وہاں سے میری لاتعداد یادیں وابستہ تھیں۔ فضاؤں میں، میں اپنے جہلم کی خوشبو سونگھ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل کشمکش کا شکار ہو گیا۔ اور اُسی لمحہ کو مسٹر ٹارگو نے اپنی بقا کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہی لیکن میں سنبھل گیا۔ میں نے پوری قوت سے پستول کا دستہ ان کے سر کی پشت پر دے مارا، اور وہ کسی بھینسے کی طرح دھاڑتے ہوئے زمین پر جا پڑے۔ ان کا سر کھل گیا تھا اور اب وہ بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے نتیجے میں دوسری طرف سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ میں نے پھرتی سے دونوں ریوالور سنبھالے اور جونہی یہ آوازیں میرے سامنے پہنچیں میں نے فائرنگ شروع کر دی۔ سامنے سے آنے والے تین آدمی تھے جو انتہائی تیزی سے پلٹے اور ان میں سے ایک میری گولی کا شکار ہو گیا دوسرا بھی شدید زخمی ہو لیا وہ ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ تیسرے نے اپنا ریوالور استعمال کیا لیکن گھبراہٹ میں چلائی ہوئی گولی میری طرف آنے کے بجائے ایک دیوار پر لگی۔ میں نے بیک وقت پھر فائر کیے اور وہ فضا میں لہراتا ہوا زمین پر گر گیا۔

دوسرے لمحے میں نے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ اور اس کے بعد میں دوڑتا چلا گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ راستے میرے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ اور ایک لمبی سرنگ سے نکلنے کے بعد میں جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اب پہاڑی چٹانیں میری دسترس سے زیادہ دور نہیں تھیں میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عقب سے گولیوں کی آوازیں باقاعدہ آنے لگیں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ گولیاں چلاتے ہوئے اسی سمت آ رہے ہیں چنانچہ میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔

کچھ لوگ میری تلاش میں آ رہے تھے۔ میں نے غور سے ان دوڑتے ہوئے آدمیوں کو دیکھا اور پھر دفعتاً ایک دھماکہ، اور ان میں سے دو بُری طرح اچھل کر نیچے گرے۔ یہ دھماکہ میں نے نہیں کیا تھا۔ میں حیران تھا اب میدانی حصے میں صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کا نشانہ لینے میں مجھے ابھی وقت تھی۔ وہ چٹانوں کی آڑ لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دبے قدموں اپنی جگہ چھوڑ دی ممکن ہے کچھ اور لوگ بھی میری سمت کا اندازہ کر کے مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں دفعتاً

دائیں طرف کی جھاڑیوں میں ایک ہلچل سی محسوس ہوئی اور میں نے کسی کو ان جھاڑیوں میں گھستے ہوئے دیکھا میں آہستہ آہستہ خود بھی انہی جھاڑیوں کی طرف چل پڑا تھا۔ جھاڑیوں کی باڑھ کے سائے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میں اس کے قریب پہنچ گیا اور جھاڑیوں کی سرسراہٹ یکایک ختم ہو گئی میں رُک گیا تھا۔

مجھے وہ شخص نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ایک بار پھر سرسراہٹ سنائی دی اور اس کے بعد ہی فوراً فائر ہوا انسانی چیخ کی آواز میرے بالکل قریب سے آئی تھی۔ اور میں نے ایک شخص کو اچھل کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ یقیناً یہ فائر بھی جھاڑیوں میں سے کیا گیا تھا اور گولی غالباً اس شخص نے چلائی تھی جو تھوڑی دیر پہلے میرا معاون بنا تھا۔

بہر طور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میرا وہ معاون کون ہے، جو اس وقت میری مدد کر رہا ہے۔ ذہن جولی کی طرف ہی جا رہا تھا ممکن ہے جولی بھی اس صورتِ حال کا اندازہ لگا کر باہر نکل آئی ہو۔ بہر طور میں آہستہ آہستہ اپنی پوزیشن تبدیل کرتا رہا تاکہ کسی ایک جگہ مجھے گھیر کر نا مارا جا سکے۔

ساتھ ساتھ ہی میں اپنے اس نادیدہ ہمدرد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بے چارا میری وجہ سے مصیبتوں کا شکار تھا اگر وہ جولی ہی تھی تو اس وقت اسے میری مدد کی سخت ضرورت تھی۔

میں جھاڑیوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا، اندازہ لگا رہا تھا کہ اب میرے دشمن مجھے کس طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ایک بار دل ہی دل میں، میں مسکرایا بھی تھا۔ اسی خیال کے تحت کہ ترلوکا یا وہ شخص جو جے راج کے نام سے یہاں آیا تھا میرا جائزہ لینا چاہتا تھا یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ دھوکا کر رہا ہوں یا پھر میں ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ یہ تجربہ انہیں خاصا مہنگا پڑا تھا اور اس کے نتیجے میں نجانے اب تک کتنے آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ اور اب وہ میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صورتِ حال ایسی نہیں ہے کہ میں کسی جگہ رُکوں بلکہ شاید ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ میں یہاں سے نکل سکتا ہوں اور اس وجہ سے وہ لوگ میری تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔

میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہا اطراف میں اپنے آس پاس

آدمیوں کو دوڑتے ہوئے محسوس کر رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ سب میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کتنے آدمی جنگلوں میں دوڑ رہے ہیں۔

بہرطور ایک جگہ رُک کر میں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور خیال کیا کہ اب کچھ اور روگوں کو کم ہو جانا چاہیے، کم از کم کچھ نہ کچھ کرنے کے بعد ہی ان کے ہاتھوں لگنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں وہیں رُک کر انتظار کرتا رہا۔ اور پھر دو سائے میرے سامنے سے گزرے تو میں نے ان دونوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا ایک بار پھر بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں کہاں ہیں۔ ہاں اب گولیاں چلنے لگی تھیں۔ دفعتاً میں نے اپنے قریب ہی ایک چیخ سنی اور میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔ یہ چیخ جولی کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی میں اس طرف دوڑا اور چند لمحات کے بعد اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مجھے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔

ریت کے ایک ٹیلے کے قریب ہی جولی گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سینے میں سوراخ ہو گیا تھا اور خون نکل نکل کر زمین پر جمع ہو رہا تھا۔ میں نے جولی کے شانے پہ ہاتھ رکھا اور درد بھرے لہجے میں بولا۔

"آہ جولی۔ تم... تم۔"

"میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا نواز اصغر۔ کچھ نہ کچھ مقصد تو نکلنا ہی چاہیئے تھا، اس زندگی کا۔" اس نے کہا۔

"اوہ جولی۔ جولی تم جلدی کر گئیں۔ جلدی کر گئیں تم۔ تمہیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیئے تھی" میں نے کہا۔ اور اس وقت کچھ اور گولیاں سنسناتی ہوئی میری طرف آئیں اور میرے کان کے قریب سے گزر گئیں تھیں، لیکن جولی ان کا شکار ہو گئی وہ لہرا کر نیچے گری اور پھر خاموش ہو گئی۔

اب فائرنگ بھی بند ہو گئی تھی البتہ دوڑتے قدموں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ جولی دم توڑ چکی تھی۔ میں نے اس کا حشر دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ گزرے ہوئے چند واقعات میری نگاہوں میں گردش کرنے لگے اور پھر میں دانت کچکپاتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ میں نے ٹیلے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا ایک شخص تیزی سے اس طرف دوڑتا ہوا ہوا آ رہا تھا چند قدم آنے کے بعد وہ بُری طرح حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ فاصلے اور تیز ہواؤں کی وجہ سے میں اس کی آواز تو سُن رہا تھا لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا وہ اور آگے نکل آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ چیخ کیوں رہا ہے۔ لیکن دفعتاً اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کے الفاظ کو میں سمجھ نہ سکا تھا لیکن اتنا اندازہ میں نے لگا لیا کہ وہ ہر قیمت پر مجھے ختم کر دینا چاہتا ہے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں ٹریگر دبا دوں۔ میں نے اسے زد میں لے کر ٹریگر دبایا اور دھماکے کے بعد ایک دل دوز چیخ سنائی دی اور وہ اچھل کر نیچے گر گیا اس کا جسم چند لمحوں تک تڑپتا رہا اور پھر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

میں اب ان لوگوں کو چھوڑ کر وہاں سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ جہاں ان کی رسائی مجھ تک نہ ہو سکے اور دفعتاً میرے ذہن میں ان وحشیوں کے علاقے کا خیال آیا جو ایک بار جولی کی وساطت سے دیکھ چکا تھا اگر میں اس طرف نکل جاؤں اور وحشیوں سے محفوظ رہوں تو شاید ترلوکا یا اس کا دستِ راست بُدھ راج میری گرد بھی نہیں پا سکے گا میں تھوڑی دیر تک یہ سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ جگہ چھوڑ دی۔ کافی دیر تک میں آگے بڑھتا رہا۔ اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کون سا رُخ اختیار کروں۔

لیکن پھر میرے کانوں میں سمندر کی لہروں کی آواز اُبھری لہریں شور مچا رہی تھیں اور اس آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ساحل قریب ہے۔ کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی اگر میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں تو ترلوکا کے مُنہ پر ایک شدید تھپڑ پڑے گا۔ اتنا بڑا تھپڑ کہ وہ اس کی آواز عرصے تک اپنے ذہن میں محفوظ کرتا رہے گا۔

کافی دیر تک میں یہی سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے اپنا رُخ تبدیل کر دیا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ میں آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ جب میں سمندر کے بالکل نزدیک پہنچا تو دفعتاً میں نے دہاں کسی سائے کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اُچھل پڑا تھا۔ میں نے پستول کا رُخ اس کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے گولی اس کے جسم سے پار ہو کر دوسری طرف نکل گئی ہو۔ دوسرا اور تیسرا فائر کرنے کے بعد میرا پستول خالی ہو گیا۔ اور اب میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے اس شخص کے چہرے پر غور کیا۔ وہ ہندو جوگی ہی نظر آتا تھا۔ اوپری جسم ننگ دھڑنگ، گلے

...ں جنیو پڑا ہوا، لمبے لمبے بال جٹاؤں کی صورت بکھرے ہوئے، ...لے بدن پر دھوتی، وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں بزدل نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اپنی موت کا خوف ...وس ہوا لیکن اس شخص کو دیکھ کر نجانے کیوں میرے ذہن ...ں سرسراہٹ سی ہو رہی تھیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ...رہے تھے تب اس کی آواز اُبھری۔

"نواز اصغر۔ میں تمہاری ہمت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ ...تا۔" میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کے ...رے سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگانے لگا۔

"تم نے مجھے ایسا دھوکا دیا ہے کہ شاید کسی اور نے نہ دیا ہو" ...کی آنکھوں سے نفرت جھانک رہی تھی۔ پھر وہ بولا۔

"لیکن شاید تم بھول گئے کہ ترلوکا تمہارے بس کی چیز نہیں ...تم نے کتنی بار اسے آزمایا ہے۔ کتنی بار اُسے آزماؤ گے نواز اصغر ...ت ترلوکا کے قدموں ہی میں ہے۔ اس کے بغیر تمہارے لیے ...ں نجات نہیں۔"

"تم ترلوکا ہو۔؟" میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ آہستہ ...ہنس پڑا، ایک حقارت آمیز ہنسی۔

"میں ترلوکا کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ میں بُدھ ...ج ہوں۔"

"اگر تم اس کے قدموں کی خاک نہیں ہو تو پھر ہو کیا۔؟"

"بس اس کا ایک غلام ایک خادم جس کے سپرد فی الحال ...انے جو ذمہ داری کی ہے وہ تمہاری نگرانی ہے۔"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو گے ترلوکا کے خادم۔ ترلوکا کے غلام ...ایک بار میری زد میں آکر موت کے مُنہ میں آتے آتے بچا ہے۔"

"ہاں۔ بعض اوقات کوئی چھوٹا سا دشمن بھی بہت بڑا کام ...جاتا ہے ترلوکا نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن تم نے دیکھا کہ ...تنی آسانی سے تمہارے ہاتھوں سے بچ گیا تھا اور تم اتنے احمق تھے ...ہی اس فتح کو فتح میں تبدیل نہ کر سکے بلکہ بعد میں وہی تمہاری ...ست بن گئی۔"

"خیر اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"واپس چلو۔ ترلوکا اپنے بدترین دشمنوں کو زندہ رکھنا ...تا ہے کیونکہ یہیں سے اس کی شناخت ہوتی ہے اگر تم مر گئے ...ترلوکا کو دُکھ ہو گا کیونکہ خطرناک دشمن کم ہی ہوتے ہیں اور بہرطور ...ہیں خطرناک دشمن تسلیم کر لیا گیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تمہاری بات نہیں مانتا۔"

"نہیں نواز اصغر اس کے بعد تمہارے لیے صرف موت رہ جاتی ہے اور موت تم سے زیادہ دُور نہیں ہے۔"

"کچھ بھی ہو میں ترلوکا کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"میری آنکھوں میں دیکھو۔ اُسے ماننا پڑے گا تم اُسے مان لوگے۔" میں نے بدھ راج کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک تیز چمک اس کی آنکھوں سے نکل کر میرے ذہن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں نے صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا اور دوسرے لمحے میرا ہاتھ نیچے جھکا اور میں نے اپنی ران میں اتنی زور کی چٹکی لی کہ میرے حلق سے چیخ کی آواز نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرا ذہن اس کے اثر سے آزاد ہو گیا ہو، لیکن میں اس تکلیف کو برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ایک بار پھر اپنے جسم کو نوچا اور میری حالت غیر ہونے لگی وہ میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ تب اس نے کہا۔

"ترلوکا کی خدمت میں ہی نجات ہے وہ اس سنسار کا نجات دہندہ ہے یم۔ تم اس کی رہبری قبول کر لو۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں انداز ایسا تھا جیسے اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں لیکن میں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ وہ اس وقت جس چٹان پر کھڑا ہوا ہے وہ سمندر سے خاصی بلند ہے اور اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے بدھ راج کو اگر دھکا دے دیا جائے تو اسے اپنا بدن سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مہاراج، بدھ مہاراج۔ میں آپ کے چرنوں کی دھول ہوں۔ میں ترلوکا کے چرنوں کی دھول ہوں۔ مجھے آشیرباد دیجیئے۔" میں جھکا اور دوسرے لمحے میری ٹکر پوری قوت سے بدھ راج کے پیٹ پر پڑی۔

میرا اندازہ درست تھا۔ بدھ راج اپنا توازن نہ سنبھال سکے، لیکن ٹکر مارنے کے بعد خود میرے لیے سنبھلنا بھی مشکل تھا چنانچہ ہم دونوں ہی اس بلند و بالا چٹان سے نیچے گرنے لگے۔ جہاں خوفناک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

بدھ راج کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا میرا سر ایک نوکیلی چٹان

سے نکسایا اور دوسرے لمحے میری آنکھوں کے گرد تاریکی چھا گئی۔

سمندر کی لہریں میرے بدن سے کھیلتی ہوئی نجانے کہاں سے کہاں لے آئیں نجانے کتنا وقت گزرا۔ ہوش آیا تو اپنے گرد بے شمار آوازیں پھیلی ہوئی سنائی دی تھیں میرے، سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور میں کسی نرم چیز پر لیٹا ہوا تھا۔

احساس ہوا ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے بلکہ آزاد تھے بے یقینی کے انداز میں میں ادھر اُدھر گردن گھمانے لگا تب میری نگاہ ایک دراز قامت عورت پر پڑی۔

خالص مشرقی انداز کی عورت تھی سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس، مانگ میں سیندور بھرا ہوا چہرہ نہایت سادہ اور پاکیزہ عمر تقریباً پینتالیس پچاس سال کے درمیان ہوگی۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک آگئی۔

”کاشی۔ میرے کاشی۔ ہوش میں آگیا۔ ارے سنتے ہو لالہ جی۔ میرا کاشی ہوش میں آگیا لالہ جی۔ ارے کہاں مر گئے تم سب جلدی آؤ جلدی آؤ۔ کاشی کو ہوش آگیا“ وہ چیخنے لگی اور اس نے میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

ممتا کا ایک ہی روپ ہوتا ہے صرف ایک ہی روپ اور ممتا بھرے سینے کا لمس ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ یہ لمس شاید کبھی بچپن میں ملا ہو، لیکن اس کے بعد کبھی اس کا اندازہ نہیں رہا تھا۔ اس لمس نے میرے دل میں ان گنت بے چینیاں جگا دیں۔ میرے رخساروں پر اس معمر عورت کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اور اس کی سسکیاں مجھے بے چین کر رہی تھیں۔ نجانے کیوں میری جلتی ہوئی آنکھوں کی کوریں بھی بھیگ گئیں اور طویل عرصے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری جلن اور تپش میری آنکھوں کے راستے باہر نکل رہی ہے۔

میرے دل کی گہرائیوں میں ایک نمی سی اُبھری۔ ایک عجیب سی کیفیت میرے سینے میں پیدا ہوگئی۔ معمر عورت کی آنکھوں کا سیل رواں میری آنکھوں کو بھگو رہا تھا اور میرے دل میں میٹھی میٹھی کسک سی ہو رہی تھی ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سرائے عالمگیر کے کھیتوں سے خوشبوئیں اٹھ رہی ہوں اور میری چھوٹی سی ننھی سی جھونپڑی میں میری ماں میرا سر اپنی آغوش میں لیے بیٹھی ہو۔ دریا کے سوندھے سوندھے پانی کی ہلکی ہلکی بُو ان آنسوؤں میں رچی ہوئی ہو اور مجھے سکون بخش رہی ہو۔

ممتا بھری آغوش میں مجھے جو سکون محسوس ہوا میرا جی چاہا کہ اس کے بعد کی بقیہ زندگی اس پُرسکون آغوش میں گزر جائے اس نے مجھے کاشی کہہ کر پکارا تھا اس سے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہے اور اپنا کاشی سمجھ بیٹھی ہے پتہ نہیں کیوں اسے یہ احساس ہوا، سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن قسمت کی ستم ظریفی پر حیران ضرور زندگی کس قدر دھوکے باز ہوتی ہے۔ انسان کو کیسے کیسے فریب دیتی ہے اور انسان کتنی معصومیت اور بے بسی سے یہ فریب کھاتا رہتا ہے۔ میری زندگی میں بے شمار موڑ آئے تھے۔ نجانے کیا کچھ ملا تھا مجھے، اتنا کچھ تھا کہ اب تو ان کرداروں کے نام بھی رہے تھے۔ جو مجھ میں آکر ضم ہوگئے تھے لیکن ایسا کردار ایسا میری زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا۔ میرا ذہن فیصلے کر رہا تھا میں، میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں اس آغوش سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا یہ میری ایک ایسی تڑپ بن گئی جسے میں فریب اور دھوکے سے بھی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس آغوش کو چھوڑ ہاں تقدیر اگر کچھ نئی راہیں دکھائے تو دوسری بات ہے۔

کچھ لوگ — دوڑتے ہوئے اندر آگئے میری نگاہیں جائزہ نہیں لے پا رہی تھیں کیونکہ معمر عورت نے اپنا سر میرے میں چھپایا ہوا تھا۔ زخمی دل پرانے زخموں سے تڑپ رہا سہارا ملا اور وہ بھی ماں کے روپ میں۔ تو مجھے یہ احساس ہو بھی اسی زمین کا انسان ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب مجھے اپنا سے جدا کریں گے زندگی کی یہ تڑپ ہمیشہ ہی دل میں باقی رہے گی۔ میں نے آہستہ سے اس معمر عورت کے بدن سے اپنے آپ کو کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سمندر نظر آ رہے تھے رخساروں پر موتیوں کی قطاریں بہہ رہی تھیں۔

”کاشی۔ میرے کاشی۔“ بھرائی ہوئی آواز میرے اتر گئی اور میں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

”ماں۔“ میں نے بے قابو ہوتے ہوئے کہا اور ایک اس نے میری گردن میں اپنی باہیں ڈال دیں۔ آنے والوں میں سے ایک معمر شخص تھا جو خاصا پُررعب نظر آ رہا تھا۔ ہی معلوم ہوتا تھا۔

کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں دو نوجوان اور دو لڑکیاں تھیں کل چھ افراد تھے۔ جنہیں میں نے ایک ایک کر کے بغور معمر عورت نے میری طرف دیکھ کر ادھیڑ عمر شخص کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”اپنے بابا رام سہائے کے سینے سے نہیں لگو گے کاشی۔ یہ بابا ہیں۔ کہاں گم ہو گئے تھے تم۔ کیا ہو گیا تھا کچھ تو بتاؤ تو ہمیں پتہ چلے۔“

میں خاموشی سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ بوڑھے کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ سب ہی کی کیفیتیں عجیب سی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے کہا۔

”ہے بھگوان۔ ہے بھگوان تیری لیلا نیاری ہے۔“ اس کے بعد نے بھی مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ پھر معمر عورت بولی۔

”لالہ جی۔ اب اسے آرام کرنے دو۔ سر کا زخم بڑا گہرا ہے آرام دو۔ اور سُن۔ تو سُن۔ پدما او پدما۔ جا جلدی سے گرم لے آ۔ میرا بیٹا دودھ پیئے گا۔“ ایک جوان لڑکی باہر نکل گئی تھوڑی دیر بعد ایک بڑا گلاس لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ گلاس میرے ہونٹوں سے لگا دیا گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس وقت اس غذا کو غنیمت جانا اور گلاس پینے کے اپنی جگہ لیٹ گیا۔

بوڑھی عورت اپنی ساڑھی کے پلو سے میری پیشانی پر ہلکا مساج کرنے لگی، اور نجانے کیا لمس تھا اس مساج میں کہ پلکیں خود بخود ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ شاید میں گہری سو گیا تھا۔

پتہ نہیں یہ نیند تھی یا گہری بے ہوشی، کیونکہ ان حالات میں ذہن کے لیے کوئی سکون نہ ہو، نیند کا تصور بڑا عجیب ہے، لیکن میں تھوڑی ہی دیر کے بعد گہری نیند سو گیا تھا، بے خبری کا یہ عرصہ نجانے کتنا طویل رہا، اس کے بعد مجھے ہوش لیکن ہوش میں آنے کے بعد بھی ذہن میں ایک عجیب سی آہٹ رہی تھی، میں نے آنکھوں میں تھوڑی سی درز پیدا اطراف کے ماحول کو دیکھا اور مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ ان لوگوں نے مجھے کاشی کے نام سے پکارا تھا۔ میں زخمی ہونے کے سمندر میں نجانے کتنا طویل سفر طے کر کے نجانے کہاں پہنچا ویسے قرائن سے یہ جگہ کوئی تیرتھ یا تراہی معلوم ہوتی تھی، ان لوگوں کے الفاظ، ان کا انداز مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا، یہ محسوس ہوتا تھا۔ جیسے یہ خاندان اپنے کسی کھوئے ہوئے کی تلاش میں سرگرداں ہو اور میری شکل میں بچھڑا ہوا بیٹا مل ہو، ان کے نام بھی میرے ذہن میں آہستہ آ رہے تھے۔ میں آنکھیں بند کیے ان کے بارے سوچتا رہا ایسا

کیا کروں، مجھے کیا کرنا چاہیئے، یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ خاندان کون ہے اور اس کے مسائل کیا ہیں اگر خود کو اس خاندان میں ضم کرنے کی کوشش کروں تو ممکن ہے۔ وقتی طور پر کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں اور میں اپنے لیے کوئی بہتر راہ سوچ سکوں۔ ترلوکا سے پیچھا چھوٹنے کا تصور بڑا عجیب سا لگتا تھا، اس سے تو یوں محسوس ہوتا جیسے میرے گرد انسانوں کے ہجوم لگا رکھے ہوں، جہاں کہیں جاتا، جس جگہ ہوتا، وہ کسی نہ کسی طرح مجھ تک پہنچ جاتا، ایسا لگتا تھا، جیسے اس کی روحانی آنکھیں مسلسل میرا جائزہ لیتی رہی ہوں اور ان آنکھوں سے چھٹکارہ پانا بے حد مشکل تھا۔

مجھے اپنے اطراف میں چاروں طرف آنکھیں ہی آنکھیں محسوس ہوتی تھیں اور اب میں ان آنکھوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ زیبی کا تصور تو اب میرے دل میں ایک کسک بن کر رہ گیا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی میں وہ مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ ہاں اگر یہ یقین ہو جاتا کہ وہ مر چکی ہے تو بڑی خوشی سے موت کو گلے لگا لیتا تاکہ دوسری دنیا میں اس سے ملاقات کر سکوں۔

لیکن دل کے گوشوں میں یہ احساس بھی جاگزیں تھا کہ وہ زندہ ہے اور پھر ترلوکا نے مرتے ہوئے یہ اشارہ بھی دیا تھا، لیکن اس کم بخت کا کیا بھروسہ، پتہ نہیں اس نے کون سی بات سچ کہی تھی اور کون سی جھوٹ، بہر طور یہ تمام باتیں سوچنے کے لیے تھیں اور ان کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

موجودہ صورت حال تو دوسری تھی۔ اس خاندان کو مطمئن کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیئے، کیا میں اس بات کا اعتراف کروں کہ میرا ہی نام کاشی ہے اور اگر یہ اعتراف کروں تو مجھے اس سے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، تھوڑی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی سوچا کہ ان کی بات مان لینی چاہیئے، لیکن اپنے آپ کو ان حالات میں ضم کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ صورت حال کا صحیح طور سے اندازہ نہ ہو جائے اور اس بات کا پتہ نہ چل جائے کہ قصہ کیا ہے۔

بہر طور ان باتوں پر غور کر لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے ہوش میں آجانا چاہیئے۔ چاروں طرف جھٹپٹا سا پھیل چکا تھا، دور کہیں سے مندروں کی گھنٹیاں بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور پھر ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔!

وہ سب میرے ارد گرد جمع تھے، تھوڑی دیر تک میں

خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر معمر عورت میرے پاس آگئی۔
"اٹھو بیٹا کاشی کچھ کھا پی لو، پتہ نہیں کب سے بھوکے ہو سر کی چوٹ کیسی ہے۔؟"

"ٹھیک ہے ماں!" میں نے جواب دیا۔

"بیٹھو بیٹھو، اری پدما، او پھول وتی کچھ لے کر تو آ بھیّا کے لیے، دیکھتی نہیں کہ کمزور ہو رہا ہے" تھوڑی دیر کے بعد تھالی میں میرے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، نہایت عمدہ اور لذیذ کھانا تھا۔ میں نے کھانا کھایا، معمر عورت خود ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا رہی تھی۔

کھانا کھاتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں ان بے چاروں کا اور میرا ساتھ کب تک ہے، بہرطور ان کی کہانی جاننے کی خواہش میرے دل میں بھی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا، کھانا ختم ہو چکا تھا۔

"بتائے گا نہیں بیٹا، کہاں چلا گیا تھا تو ہمیں چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔؟"

"ماں مجھے کچھ یاد نہیں، مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ غور کرتا ہوں تو میرے سر میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔" میں نے کرب زدہ انداز میں کہا۔ اور معمر عورت کے قریب ہی بیٹھا ہوا شخص تڑپ اٹھا، شاید وہ اس عورت کا شوہر تھا اور کاشی کا باپ۔ اس نے کہا۔

"ارے رہنے دو نا لیلاوتی، کیوں خواہ مخواہ کی باتیں کرتی ہو، ابھی اتنی جلدی کیا ہے تم دیکھو نا تم یاترا کو آئی تھیں تم نے منت مانی تھی، اب پوجا پاٹ کرو تمہارا بیٹا تمہیں مل گیا ہے۔"

"ہاں بھگوان تیری کرپا ہے، مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے۔"

"مگر ماں میں گم کہاں ہو گیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم کیا جانیں بیٹا، بس تو ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا تھا اس کے بعد سے تیرا پتہ ہی نہ مل سکا کہاں کہاں نہ تلاش کیا ہم نے تجھے، بڑی بڑی منتیں مانیں یہاں بھی یاترا کو آئے تھے۔ اور بھگوان نے ہماری سن لی۔" معمر عورت نے کہا اور میں حیرت اور افسوس سے سوچنے لگا کہ کیا بھگوان نے واقعی اس کی سن لی ہے کہاں سنی ہے بھگوان نے اس کی، بھلا میری زندگی کا کیا ٹھکانہ ہے کب تک ان کے ساتھ ہوں اور کب یہاں سے کہیں چلا جاؤں گا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

بہرطور رات ہو گئی اور ان لوگوں نے یونہی مجھے محبتوں کی آغوش میں سلا دیا، چونکہ کافی نیند بھر کے سو چکا تھا اس لیے اس وقت کوئی خاص نیند نہیں آ رہی تھی۔

میں بہت دیر تک جاگتا رہا اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا، میں نے سونے کی بہت کوشش کی اور ایک ہلکی سی غنودگی مجھ پر طاری ہو گئی۔ نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ دفعتاً یہ کانوں سے ایک دلدوز چیخ ٹکرائی۔

اس نسوانی چیخ نے میرے بدن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

پہلے تو صورتِ حال میری سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ آنکھیں کسی قدر خمار آلود ہو گئی تھیں اطراف میں تیز چاند پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا اور میری نگاہ ایک شخص پر جم گئی۔

یہ سادھو ہی کے لباس میں تھا لیکن اس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا اور ریوالور کی نال لالہ رام سہائے کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ یہ منظر میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھا۔ لالہ رام سہائے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی لگا کہ اس سادھو کے کچھ اور ساتھی تو ادھر ادھر چھپے ہوئے نہیں ہیں میں نے دیکھا کہ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کم و بیش پانچ چھ آدمی تھے، سارے کے سارے سادھوؤں کے لباس میں اور مختلف سمتوں میں کھڑے ہوئے تھے۔

ان کے آس پاس کچھ چٹائیں بھی تھیں اور ان میں سے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا تھا بہرطور وہ شخص جو لالہ رام پر پستول تانے کھڑا ہوا تھا کافی خطرناک صورت کا مالک تھا، گھٹا ہوا سر، بڑی بڑی مونچھیں اور کڑی آنکھیں میری میں یہ صورتِ حال نہیں آئی۔ میں لالہ رام سہائے کے خاندان کچھ سمجھا تھا یہاں تو اس کا کچھ مختلف معاملہ نظر آتا تھا۔ بہرطور غیر محسوس انداز میں آگے بڑھنے لگا اور پستول والا سادھو کر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"اے تو اپنی جگہ کھڑا رہ، ورنہ زندگی سے ہاتھ دھونے سادھو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن جونہی میں نے ایک آگے بڑھایا اس نے فائر جھونک دیا۔

گولی کی آواز دور تک گونج اٹھی تھی اور مجھے اپنے پیر سے تھوڑے فاصلے پر مٹی اڑتی نظر آئی میں وہیں رک گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میری مزید کوئی کوشش میری کا سبب بھی بن سکتی تھی۔ دل کی دھڑکنیں کچھ بے ترتیب

تھیں، لالہ رام سہائے کے خاندان والے اس فائر کی آواز سے جاگ اٹھے تھے اور خوفزدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے ان کے چہروں پر بھیانک خوف پھیلا ہوا تھا۔ تب ریوالور والے نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رام سہائے جی، کب تک چھپتے رہو گے ہم سے بولو کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔"

"تت تم۔ تم کون ہو۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔" رام سہائے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"جاننا ضروری ہے لالہ جی۔ ہاں یا نہیں میں جواب دو۔"

"میں نے۔ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، آخر تم ہو کون؟" رام سہائے جی آہستہ آہستہ اپنے خوف پر قابو پاتے جا رہے تھے۔

"دیکھو لالہ جی زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اگر ادھر ادھر کی باتیں کیں تو پھر میرے لیے تمہیں مار دینا مشکل نہیں ہو گا۔ اس نے پستول والا ہاتھ سیدھا کر لیا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔" معمر عورت نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ آئی۔

"کیا تم ڈاکو ہو، لوٹنا چاہتے ہو ہمیں، ہائے رام رام، رام، سادھو کے بھیس میں ڈاکو۔ بھگوان کے لیے اپنا یہ چولہ تو اتار دو اس چولے کی آڑ میں تم دھرم کو بدنام کر رہے ہو۔" پستول والے سادھو نے بھیانک قہقہہ لگایا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور لیلاوتی کے سامنے کھڑا ہوا اس کے انداز میں بے حد شیطنیت تھی اور یہ عورت جس نے چند لمحات کے لیے مجھے ماں کا سکون دیا تھا میرے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی تھی اور میں اس کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا، دل کے گوشوں میں چھپی ہوئی کچھ آرزوئیں زندہ ہو گئی تھیں اور ماں کے روپ میں اس عورت کا احترام میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا۔

میں نے ایک لمحے میں اس ریوالور والے شخص کو سبق دینے کا فیصلہ کیا، لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگ دوسرے ہی لمحے مجھے زخمی کر دیں گے۔ اگر میں اس وقت کوئی جذباتی اقدام کر لیتا تو اس کے نتیجے میں فوری موت میرا مقدر بن جاتی، لیکن وہ بدبخت سادھو آگے بڑھا اور لیلاوتی کے پاس پہنچ گیا، جو میری ماں کی حیثیت رکھتی تھی۔

"بڑھیا فضول باتوں سے گریز کر۔ ورنہ۔"

"ورنہ کیا پاپیو۔ کم از کم اس پتلے لباس کو تو بدنام نہ کرو۔ ڈاکو لٹیرو۔" بڑھیا بوڑھی غرائی اور اسی وقت ریوالور والے کا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا وہ ایک تیز چیخ کے ساتھ الٹ کر گر گئی۔

میرا خون کھول اُٹھا تھا لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کوئی فوری قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ ابھی تک تو میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ ممکن ہے یہ ریوالور والا اور اس کے ساتھی میرے لیے یہاں پہنچے ہوں لیکن اب قرائن سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ بوڑھا رام سہائے خود کسی مصیبت کا شکار تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں! لیلاوتی تھپڑ کھانے کے بعد پستول والے کی جانب بڑھی، انداز سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پستول کی پروا کیے بغیر اس پر حملہ کر دے گی، لیکن اس شخص نے چند قدم پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے اپنا پاؤں لیلاوتی کے پیٹ پر مارا۔ اور وہ ہائے رام کہہ کر نیچے گر پڑی۔ وہ تکلیف سے تڑپ رہی تھی لیکن کم بخت پستول بردار نے آگے بڑھ کر اپنا پاؤں پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر رکھ دیا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دم گھٹنے لگا تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، زندگی کی بازی لگا کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑوں یا مصلحت سے کام لوں لیکن سینے میں چھپے ہوئے جذبوں نے سکون نہ لینے دیا اور میں نے چھلانگ لگا دی۔ جب میں ریت پر گرا تو کئی گولیاں میرے آس پاس تکرائیں اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ چیخیں بھی سنائی دی تھیں، یہ چیخیں ان لڑکیوں اور ان کے ساتھ موجود نوجوانوں کی تھیں۔ میں ریوالور والے کے نزدیک پہنچ گیا تھا، لیکن مجھے اُٹھنے کی مہلت نہیں ملی کیونکہ وہ شخص میرے اندازے سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا تھا، اس کا پاؤں میرے پیٹ پر جم گیا اور اس قوت سے اس نے اپنے جوتے کی ایڑی میرے پیٹ پر گھمائی کہ میں بل کھا کر رہ گیا۔ بے پناہ طاقت ور آدمی تھا اور اس کے پاؤں کا زخم ناقابلِ برداشت تھا لیکن اس دوران میں سمجھ چکا تھا کہ صورتِ حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے، یقینی طور پر چلی ہوئی گولیوں نے ان لوگوں کو زخمی یا ہلاک کر دیا ہے، مجھ سے کچھ فاصلے پر ہی لیلاوتی خون میں لت پت تڑپ رہی تھی اس کے بدن میں کئی گولیاں پیوست ہو گئی تھیں اور اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔

میں نے اس کے پاؤں کو پکڑ کر اپنے پیٹ پر سے ہٹانے کی کوشش کی، اور پھر اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے گھمایا اور وہ شخص گھوم گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر مجھ پر گولیاں برسائی گئی تھیں، اب مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی، اور میں بھول گیا تھا کہ میرے اطراف میں کیا کچھ ہے، میں نے اُٹھنے کی دیوانہ وار کوشش کی، لیکن دوسرے لمحے مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، کسی نے رائفل کا بٹ میرے سر پر دے مارا تھا۔ میں نے فضا میں ہاتھ پاؤں مار کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن نہ سنبھال سکا۔ تاریکی میرے اطراف میں پھیلتی گئی، کیونکہ سر پر پہلے ہی زخم تھا اور اسی زخم پر دوبارہ ضرب پڑی تھی اس لیے فوراً ہی مجھے بے ہوش ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

بہرطور نجانے کب تک بیہوش رہا۔ اس کے بعد پھر ہوش آ گیا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میرا ذہن میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ نجانے کب تک میں اسی طرح لیٹا رہا اور اس کے بعد میری ذہنی قوتیں آہستہ آہستہ بیدار ہونے لگیں۔

آسمان کی وسعتوں میں پرندے پرواز کر رہے تھے، ہر فکر، ہر غم سے بے نیاز تھے، جن کی اُڑان میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔ یہ معصوم پرندے جو بظاہر چند لمحات کی زندگی گزارتے ہیں اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جا سوتے ہیں کس قدر آزاد اور بے فکر ہیں، انسان اس زمین پر سب سے مضبوط مخلوق ہے، لیکن اس کی ذات کے لیے کتنی اُلجھنیں کتنی مصیبتیں منتخب کر دی گئی ہیں، کاش میں ایک چھوٹا سا ننھا سا پرندہ ہوتا۔

"ذہن انہی سوچوں میں گم رہا اور تھوڑی دیر بعد مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے جنھیں یاد کر کے میں چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ سر میں بڑی زور کا چکر آیا تھا لیکن حالات ایسے ہی تھے کہ مجھے اُٹھنا تھا، میں نے اُٹھ کر اطراف کے ماحول کو دیکھا اور میری آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں میرے اردگرد لاشیں بکھری ہوئی تھیں لیلاوتی کی لاش، رام سہائے کی لاش، اور ان دو نوجوانوں کی لاشیں، قریب ہی ان میں سے ایک لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ جو اس خاندان کی دو لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ اطراف میں نگاہیں گھما کر میں نے دوسری لڑکی کو تلاش کیا۔ شاید وہ جس کا نام پدما لے کر پکارا گیا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ یہ مظلوم خاندان یہ بدنصیب خاندان ابھی چند لمحات قبل ہی تو مجھ سے روشناس ہوا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو ان سے چھپاؤں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود ہی میری نگاہوں سے روپوش ہو گئے تھے۔

دوسری لڑکی کی لاش، میں نے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں اور میرے ذہن میں معاً یہ خیال اُبھرا کہ کہیں وہ کم بخت بدمعاش اُسے اُٹھا کر نہ لے گئے ہوں، اپنی حالت خود ہی خراب تھی اس وقت جذبۂ انتقام یا جذبۂ جوش کام نہیں دے سکتا تھا چنانچہ میں نے ہوش و حواس کو سنبھال کر اس کی تلاش شروع کر دی اور دفعتاً مجھے زمین پر کوئی چیز نظر آئی۔

یہ ایک لمبی سی لکیر تھی جو مٹی میں کسی کے گھسٹنے کی وجہ سے بن گئی تھی اور یہ لکیر درختوں کے جھنڈ میں جا کر غائب ہو جاتی تھی، میں نے اس لکیر پر خون کے دھبے بھی پڑے ہوئے دیکھے، اور معاً میرے ذہن میں خیال اُبھرا کہ ممکن ہے پدما یہاں سے گھسٹتی ہوئی درختوں کے اس جھنڈ کی جانب گئی ہو اپنی جان بچانے کے لیے، چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس لکیر کے سہارے جھنڈ کی جانب بڑھنے لگا۔

جب میں جھنڈ میں پہنچا، تو مجھے درختوں اور گھاس کے درمیان ایک پاؤں باہر نکلا ہوا نظر آیا، گورا سا خوبصورت پاؤں یقیناً یہ پدما ہی تھی۔

میں بے اختیار اندر گھس گیا اور پھر میں نے اس کے بدن کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ وہ بے ہوش تھی۔ گولی اس کی پنڈلی میں لگی تھی اور خون کی دھار اسی سے بہی تھی، باقی جسم صحیح سلامت تھا گویا یہ اس بدنصیب خاندان کی واحد لڑکی تھی جو دنیا کے غم اُٹھانے کے لیے زندہ بچ گئی تھی۔

اس کا جوان بدن اپنی آغوش میں لیتے ہوئے میرے سینے میں کوئی سفلی جذبہ نہیں اُبھرا تھا، حالانکہ وہ بے حد حسین تھی اور اس سے قبل بھی میں نے اس کی طرف دیکھ کر یہی سوچا تھا کہ یہ لڑکی بلاشبہ ہزاروں میں ایک ہے۔ لیکن اس وقت میرے دل میں اس لڑکی کے لیے صرف محبت اور مخلصانہ جذبے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

میں نے اس کے بال صاف کیے، پیشانی سے مٹی جھاڑی اور اس کے پاؤں کے زخم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے اسے درختوں کے جھنڈ سے باہر نکال لیا تھا، گولی پنڈلی کا گوشت پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ زخم سے خون کافی بہہ چکا تھا، صرف کمزوری تھی، ورنہ اور کوئی بات نہیں تھی۔

اس کی سانس مناسب چل رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اس کے لباس سے ایک پٹی پھاڑ کر اس کی پنڈلی کے زخم پر باندھ دی، خون بہنا تو ویسے ہی بند ہو گیا تھا، کیونکہ خون خود زخم پر جم چکا تھا اور اس نے سخت ہو کر اندر سے نکلنے والے خون کو روک دیا تھا۔

میں نے اطراف میں دیکھا۔ سمندر دور تھا اور یہ جگہ سنسان تھی اور چونکہ ساحل کے قریب تھی اس لیے اس طرف لہروں کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی کیا کروں اس لڑکی کے لیے کیا بندوبست کروں، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خاندان پر کیا مصیبت نازل ہوئی بہرطور اس بات کا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی وجہ میں نہیں ہوں۔

کھانے پینے کی اشیاء ان لوگوں کے پاس موجود تھیں جنھیں یونہی چھوڑ دیا گیا تھا، پتہ نہیں یہ کم بخت سادھو لالہ رام سہائے سے کیا چاہتے تھے اور انھوں نے بھرے پُرے خاندان کو کیوں اس طرح تباہ و برباد کر دیا تھا، بہرحال کھانے پینے کی چیزوں میں سے پانی تلاش کیا اور پانی ایک پیتل کی گڑوی میں لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے پدما کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیے اور آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آ گئی۔ میں نے اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا تھا۔ پدما نے اپنی بڑی بڑی حسین آنکھیں میری آغوش میں کھولیں۔ اور اندھوں کی طرح میرے چہرے کو گھورتی رہی۔ غالباً اس کا ذہن اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی ذہنی قوتیں واپس آئیں تو اس کے چہرے پر عجیب سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

وہ ایک دم ہڑبڑا اُٹھی اس نے میرے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کے دانت بھنچ گئے۔

"پدما۔ پدما۔ تم۔ میں۔ میں کاشی ہوں۔ ہوش میں آؤ پدما ہوش میں آؤ میں کاشی ہوں۔ وہ بُری طرح اپنی مٹھی میں میرے گریبان کو بھینچے رہی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آ گئی۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ وہ سسک سسک کر رونے لگی۔ اس نے اپنا چہرہ میرے سینے میں چھپا لیا۔ لمبے لمبے سیاہ بال میرے بدن پر بکھر گئے تھے، میں نے اسے سینے میں بھینچ لیا۔

"صبر کرو پدما صبر کرو، جو کچھ ہوا ہم اسے ٹال نہیں سکتے تھے، صبر کرو پدما صبر کرو۔"

"ہے رام سب مر گئے، سب مر گئے، ہے رام ہے رام۔"

"ہاں پدما ان بدمعاش سادھوؤں نے ہمارے پورے پریوار کو ختم کر دیا۔ مگر پدما تمھیں ہمت سے کام لینا چاہیے تمھیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔"

"ہے رام۔ ہے رام۔" وہ روتی رہی اور دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ روتے روتے ایک دم خاموش ہو گئی ہے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں، لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دیوانگی نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے آنسو خشک کیے اور آہستہ سے اُٹھ بیٹھی۔ پاؤں کی پنڈلی جتنی زخمی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کھڑی بھی نہ ہو سکے گی لیکن دوسرے لمحے میں نے اُسے تن کر کھڑے ہوتے دیکھا۔

"کاشی سب مر گئے نا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا، اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا پھر اس نے نگاہیں گھما کر دور پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ گئی۔

اُس نے اُن تمام لاشوں کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔

"ہم انھیں بچا نہ سکے کاشی، ہم انھیں بچا نہ سکے۔"

"ہاں پدما میرا وجود ہی منحوس ہے، جو تم لوگوں کے درمیان پہنچتے ہی تمھیں اس حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔"

"نہیں کاشی ایسی باتیں مت کرو، تم نہیں جانتے، تم نہیں جانتے۔"

"کیا نہیں جانتا۔"

"بس خاموش ہو جاؤ کاشی ہمیں ان کا کریا کرم کرنا ہے۔"

"مم مگر پدما۔"

"نہیں کوئی بات نہیں، تم چلے جاؤ مندر جا کر پجاری کو بتاؤ کہ ہم پر یہ بپتا پڑی ہے، میں یہاں موجود ہوں۔ تم یہی کہنا کہ ہمیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے پدما سے کہا اور اس کے کہنے کے مطابق وہی کچھ کیا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد ان لاشوں کے گرد ایک بڑا مجمع جمع ہو گیا۔

پولیس نے ان لاشوں کو تحویل میں لینے کے بعد تمام کارروائیاں کیں، ہندو دھرم کے مطابق ان لاشوں کا کریا کرم کیا گیا اور پتہ نہیں کیا کیا ہنگامے ہوئے۔ لیکن میں ان ہنگاموں سے متاثر نہیں تھا۔ میں نے خود کو وقت کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا، یہ مظلوم خاندان میری آنکھوں کے سامنے فنا ہو گیا تھا، ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پدما سے میرا کیا رشتہ ہے یعنی یہ کہ وہ کاشی کی سگی بہن تھی یا کوئی رشتے کی بہن، تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پدما میرے ساتھ ساتھ واپس آ گئی، ہم اپنی اسی خیمہ گاہ میں پہنچ گئے، جو یاتریوں کے لیے لگائی گئی تھی۔ پدما خاموش اور ویران بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے سوتے خشک تھے۔ اور اب اس کی آنکھوں میں ایک آگ سی جلتی محسوس کر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔

"کاشی کیا ہم اب بھی خاموش رہیں گے۔؟"

"میں نہیں سمجھا پدما۔"

"چاچا جی میرے سرپرست بھی تھے اور میرے باپ بھی، میرے ماتا پتا کے دیہانت کے بعد چاچا جی نے مجھے جس طرح پرورش کیا میں اُسے کبھی نہیں بھول سکتی، شاید صورتِ حال تمھارے ذہن سے بالکل ہی نکل چکی ہے کاشی۔"

"ہاں پدما میں بہت کچھ بھول چکا ہوں، بس تم لوگوں کے چہرے مجھے یاد تھے، اس کے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بڑی بپتا پڑی ہے، تم یہ کہتے ہو کہ تمھیں اپنے گزرے ہوئے واقعات یاد نہیں ہیں لیکن کاشی میں تمھیں بتا سکتی ہوں کہ تمھارے ساتھ کیا کیا ہوا ہے۔؟" پدما نے کہا۔

"پدما مجھے میری شخصیت سے روشناس کرا دو میں اپنے آپ کو بھول چکا ہوں، میں خود کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن یاد نہیں کر پاتا۔" میں نے کہا اور پدما خاموشی سے گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، میں اس کے چہرے پر پھیلتے ہوئے مدوجزر کو بخوبی محسوس کر رہا تھا لیکن میں نے اسے بیچ میں ٹوکنا پسند نہ کیا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خود ہی بولے پھر اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

"اتنا تو تمھیں یاد ہو گا کاشی رام کہ ہم لوگ دہلی میں رہتے تھے۔"

"ہاں۔ مجھے کچھ کچھ یاد ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم انہی پاپیوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ خود چاچا جی کا بھی یہی خیال تھا کہ تمھیں انہی نے اغوا کیا تھا اور انہی نے چاچا جی کے سینے میں چھرا گھونپا ہے۔"

"کون ہیں وہ۔؟"

"بھگوان جانے کون ہیں وہ پاپی بہت بڑا گروہ ہے ان کا۔ بھگوان جانے انھوں نے کہاں کہاں چکر چلا رکھا ہے۔ چاچا جی

کے پیچھے وہ بہت عرصے سے پڑے ہوئے تھے میں نہیں جانتی کہ وہ کیا چاہتے تھے یہ بھی تمھیں یاد ہو گا کاشی کہ میرے ماتا پتا مرنے سے پہلے بہت بڑی دولت چھوڑ گئے تھے ہمارے لالہ جی لالہ رام سہائے بھی معمولی انسان نہیں تھے دولت کا ایک بڑا حصہ انھیں بھی ملا تھا مگر میری وجہ سے باقی دولت بھی لالہ جی کو ہی مل گئی تھی۔ پر انھوں نے میری اپنی دولت میرے لیے سنبھال کر رکھ دی تھی اور مجھے اپنی پرتیما ہی کی طرح پروان چڑھایا تھا تمھارے دونوں بھائی کاشی رام مجھے بہن ہی کی طرح چاہتے تھے کبھی انھوں نے مجھے یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ میں کوئی دوسری شخصیت ہوں۔ پھر تمھیں اغوا کر لیا گیا تم اچانک ہی غائب ہو گئے اس کے بعد تم پر پتہ نہیں کیا بیتی، میں جانتی ہوں کہ انھوں نے تمھیں شدید ذہنی اذیتیں دی ہوں گی۔ تمھارے سر کا زخم بھی یہی بتاتا ہے۔ ہم لوگ تمھاری تلاش میں نجانے کہاں کہاں پھرے، بڑی بڑی تیرتھ یاترائیں کیں منتیں مانیں پر تمھارا کہیں پتہ نہیں چلا تب ہم یہاں پہنچے اور تمھارے بارے میں یہاں منتیں مانیں اور تم اچانک مل گئے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تمھارے سامنے ہے۔ مگر کاشی تمھارا کیا خیال ہے کیا ہمارے پریوار کو ختم کرنے کے بعد ہمارے دشمن ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"میں نہیں جانتا پدما کہ وہ لوگ کیا کریں گے۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ہیں کون۔؟"

"کچھ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ تم نے کسی کو دیکھا ہو تم پر کیا بیتی کچھ تو یاد کرو۔ اگر تمھیں یاد آ جائے کاشی تو پھر ہم اپنے دشمنوں سے اپنا بدلہ لے سکتے ہیں۔"

"ابھی مجھے کچھ یاد نہیں پدما لیکن میں جانتا ہوں کہ مجھے سب کچھ یاد آ جائے گا بھگوان نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہمارے ماتا پتا چھین لیے سب چھین لیا ہم سے۔ لیکن پدما۔"

"ہاں کاشی یہی میں بھی تم سے کہنا چاہتی تھی۔"

"کیا پدما۔؟"

"یہی کہ ہم جیتے ضرور ہیں مگر مر چکے ہیں ہمارے من میں اب صرف بدلہ ہے دشمنوں سے بدلہ۔"

"میں تمھارا ساتھ دوں گا پدما۔ ماتا جی نے مجھے سینے سے لگایا تھا تو اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے سارا سنسار ہی مجھے مل چکا ہو لیکن میرا سنسار مجھ سے ایک بار پھر چھین لیا گیا ہے اور میں اب اس چھنے ہوئے سنسار کو دوبارہ نہیں پا سکوں گا لیکن میں اب ان لوگوں کو بھی جیتا نہیں رہنے دوں گا جنھوں نے مجھے میرے سنسار سے دور کر دیا ہے۔" میں نے کہا اور پدما کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کاشی ہم دونوں بس انتقام ہیں صرف انتقام۔"

"ہاں پدما۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد ہم مستقبل کا پروگرام بناتے رہے پدما نے مجھے پیشکش کی کہ میں اب دہلی چلوں اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے اپنے اطراف میں بکھرے ہوئے ماحول کا پوری طرح سے اندازہ تھا ورنہ اب تک میں صرف بھٹکتا ہی رہا ہوں اب یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ میں ہندوستان آ چکا ہوں۔

کس طرح میں یہاں تک آیا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، بس تقدیر تھی جس نے مجھے گھیر گھار کر ان علاقوں میں لا پھینکا تھا غور کرتا تو بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار ہو جاتا تھا۔

بہرطور اس تیرتھ یاترا سے ہم دہلی کی جانب چل پڑے۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں پدما میرے ساتھ تھی یہ حسین لڑکی اب پہلے سے کہیں زیادہ شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ ہر چند کہ اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں رقصاں نظر آتی تھیں لیکن جب اس احساس سے نکلتی تو کافی شگفتہ مزاج ہوتی تھی۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے علم تھا کہ وہ میرے تایا کی بیٹی ہے یعنی میری وہ حیثیت جو کاشی رام کی تھی اس کے رشتے سے وہ میرے تایا کی بیٹی لگتی ہے۔ بہرطور اس کے دل میں میرے لیے کیا تھا اس کا مجھے ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا تھا راستے میں ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔

"کیا تم اس بات کو نظر انداز کر دو گے کاشی کہ اس خطرناک گروہ کے لوگ اس کے بعد ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں۔ میرا خیال ہے جس مقصد کے لیے انھوں نے یہ سب کچھ کیا ہے اسے پورا کیے بغیر وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔؟"

"میرا خیال ہے پدما ہم اپنے طور پر ان کے خلاف ایک محاذ بناتے ہیں تم دہلی چلنے کے بعد مجھے اس کے سلسلے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤ گی۔"

"مجھے جتنا معلوم تھا میں نے تمھیں بتا دیا۔ ظاہر ہے چاچا جی کے معاملات میں، میں بہت زیادہ دخل نہیں رکھتی تھی ہماری جائیداد لاکھوں روپے کی ہے۔ بہت سے لوگوں سے ہماری نسل جلتی ہے مگر ہم کیا کر سکتے ہیں یہ بتاؤ۔"

"پدما میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"ہمیں اصل حیثیت سے دہلی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دشمنوں کو ہم تک پہنچنے میں آسانی ہوگی لیکن ہمیں کچھ ایسی کارروائی کرنا چاہیے کہ ہماری شکلیں تبدیل ہو جائیں۔"

"اگر تم ایسا سمجھتے ہو کاشی تو ضرور ایسا کرو۔"

"دہلی پہنچ کر ہم اپنی کوٹھی میں نہیں جائیں گے بلکہ کسی ہوٹل میں قیام کریں گے اور وہاں آرام سے رہ کر ماحول کا جائزہ لیں گے۔ میں اس تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو ہمارے سداما پتا کی موت کا سبب بنی ہے۔"

"ٹھیک ہے اب میں تمھارے ساتھ ہوں جس طرح من چاہے کرو۔" پدما نے جواب دیا۔

ٹرین دہلی کے شاندار اسٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم لوگ نیچے اُتر آئے ہم نے عام مسافروں کی طرح ہوٹل کا رُخ کیا اور ایک شاندار ہوٹل میں ہم نے ایک کمرہ حاصل کر لیا۔

بڑا سا کمرہ تھا جس میں ہم دونوں پہنچ گئے۔ پدما نے اور میں نے یہاں اپنے نام غلط لکھوائے تھے۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم سکون سے بیٹھے اور مستقبل کے پروگراموں پر غور کرنے لگے۔ پدما نے کہا کہ ہم دوہری شخصیت گزاریں گے ہم ایسے سمے کوٹھی جائیں گے جب ہمیں اندازہ ہو کہ ہمارے دشمن ہم سے ناواقف ہوں گے میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

چنانچہ اس رات ہم تقریباً گیارہ بجے اپنی کوٹھی میں داخل ہوئے بہت عالیشان کوٹھی تھی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اندر کی بتیاں بند تھیں باہر البتہ روشنی تھی اور نوکر اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ ایک موٹے لیتہ قامت آدمی نے ہمیں دیکھا اور دوڑتا ہوا وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"ہے رام بٹیا۔ ہے رام کاشی جی۔ کیا ہو گیا۔ کیا ہو گیا آپ مل گئے۔ ہم نے سنا تھا مگر ہم نے یہ بھی سنا کہ لالہ جی اور لالائن۔" وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا تمام نوکروں نے رونا پیٹنا مچا دیا تھا۔ پدما نے انھیں ڈانٹا۔

"بس جتنا تمھارا کام ہے اتنا ہی کرو جو کچھ ہوا ہے تمھارے کانوں تک پہنچ گیا اب اس میں کچھ کیا نہیں جا سکتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔" ہم اندر پہنچ گئے۔

اندر پہنچنے کے بعد پدما نے مجھے کوٹھی دکھائی تمام صورتحال سے آگاہ کیا کچھا ہم دستاویزات اور کاغذات اپنے قبضے میں کیے وہ آہستہ سے بولی۔

"اب ہمیں خاموشی سے یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

"نوکروں کو کچھ نہیں بتاؤ گی پدما۔"

"بتانا مناسب نہیں ہے یہ سارے کاغذات دولت اور جائیداد کے ہیں جو میرے علم میں تھے بھگوان کا شکر ہے کہ یہ ابھی ہمارے دشمنوں کے ہاتھ نہیں لگے۔"

"مگر پدما۔ ان کی حفاظت کیسے کرو گی۔"

"انھیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے اور آہستہ آہستہ اپنا کام کریں گے۔ ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پدما نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون اٹھا لیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ہیلو۔"

"کون بول رہا ہے۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں نے بھی پدما کے کان سے کان ملا دیا۔

"پدما بول رہی ہے۔"

"اوہ۔ بٹیا تم ہو۔ تم اپنے پتا کے دوست ساجن داس کو تو جانتی ہو گی۔"

"ساجن داس۔"

"ہاں بٹیا بڑا لمبا چکر چل رہا تھا میرے اور تمھارے پتا جی کے درمیان اور دیکھ لو اس چکر میں تمھارے پتا جی مارے گئے۔"

"تو تم۔ تو تم ساجن داس، تم۔ تم نے میرے پتا کو مارا ہے۔"

"نہ بٹیا نہ ہم کہاں مار سکتے ہیں۔ اصل میں تمھارے پتا بڑے غلط لوگوں کے جال میں پھنس گئے تھے تم کا معلوم نہیں بٹیا کہ ساجن داس کیا چیز ہے ہم سورج گرہن تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں سورج گرہن کے بارے میں اگر تم چاہو تو تمھیں تمھارے پتا کے کاغذات میں معلوم ہو جائے گا۔ بڑا لمبا ادھار سو ہار ہے اپنا اور اس کے نتیجے میں تمھارے پتا کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے مگر ہم ایک بات تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا۔؟" پدما نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کیا ہم نے جو سنا وہ سچ ہے۔"

"کیا سنا ہے تم نے۔؟"

"رام سہائے کا بیٹا کاشی رام تمھارے پاس جیتا جاگتا پہنچ گیا ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو۔؟"

"نہ ہی بٹیا نہ ہی تمھیں دھوکا ہو رہا ہے کاشی رام تو ہمارے ہاتھوں مارا جا چکا ہے ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ٹکڑے کیے ہیں پھر وہ بھلا تمھارے پاس کیسے پہنچ گیا۔"

"اس کی روح ہمارے پاس آگئی ہے اور وہی روح اب تمھیں موت کے گھاٹ اتارے گی ساجن داس۔"

"ارے رام رام۔ ساجن داس تو بڑا ہی برہم چاری آدمی ہے اسے مارنا اتنا آسان کام نہیں ہوگا لیکن تم سن لو اگر وہ جیتا جاگتا تمھارے پاس پہنچ گیا ہے تو پھر وہ، وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو وہ کوئی اور ہی ہوگا۔"

"ہوگا تمھیں کیا۔؟"

"بس بٹیا ہم تم سے ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔ زندگی بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے اور اگر تم اسے بچانا چاہتی ہو تو غور کر لینا میں تمھیں پھر فون کروں گا۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا اور پدما کی آنکھوں سے خوف جھلکنے لگا۔

"آؤ کاشی ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" وہ بولی، میں چونکہ اس کے کان سے کان لگائے ساری گفتگو سن رہا تھا اس لیے ساری آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھڑکا تھا کہیں پدما میری طرف سے بدگمان نہ ہو جائے لیکن یوں لگتا تھا جیسے پدما کو ان تمام باتوں کا یقین نہ آیا ہو۔ بہرطور اس کے بعد ہم خاموشی سے وہاں سے نکل آئے اور پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر پدما نے وہ سارے کاغذات کھول کر سامنے رکھ لیے جو وہ اپنے چاچا جی کے سیف سے لائی تھی۔ ان کاغذات میں ہم ساجن داس کے بارے میں کوئی تفصیل تلاش کرنے لگے۔

کاغذات میں ہمیں ساجن داس اور سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہو گئیں یہ تنظیم بہت وسیع پیمانے پر سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی اور اس کے کارندے بڑے بڑے سیٹھوں کو بلیک میل کر کے ان سے دولت سمیٹا کرتے تھے۔ ساجن داس کا اور پدما کے باپ کنہیا لال کا کوئی لمبا جھگڑا چل رہا تھا اور ساجن داس اس تنظیم کا نمائندہ تھا۔

چنانچہ اب یہ بات طے ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کے قتل میں اسی تنظیم کا ہاتھ ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے خوشی کا احساس ہوا تھا کہ کم از کم میں اس وقت ترلوکا کی نظروں سے بالکل ہی محفوظ ہو گیا ہوں اور ایک بالکل نئے جھگڑے میں پڑ کر ایک نئی حیثیت اختیار کر چکا ہوں اگر اس کا موقع مل جائے تو پھر شاید میں اپنے آپ کو سنبھال کر ترلوکا کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکوں لیکن اب فی الحال تو اسی تنظیم سورج گرہن کے بارے میں دیکھنا تھا اس عورت کا لمس میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا اور اس لمس کا خراج مجھے ادا کرنا ہی تھا۔ پدما نے تمام کاغذات سمیٹے اور پھر بولی۔

"ان کاغذات کو اگر ہم چاہیں تو پولیس کے حوالے کر سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی تم جانتے ہو کاشی رام، کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی ہے تنظیم کے بارے میں جو معلومات اس تھوڑی سی مدت میں ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ہی خطرناک لوگ ہیں۔ اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہ ہوگا چنانچہ کیوں نہ ہم آرام آرام سے کام کریں۔ ہم لوگ اپنا حلیہ تبدیل کیے لیتے ہیں بھگوان کا شکر ہے کہ دولت کی ہمارے پاس کوئی کمی نہیں ہے جہاں بھی ضرورت ہوگی ہم اپنے اپنے طور پر کام کریں گے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ ہم لوگوں کو ہوٹل بھی بدل دینا چاہیے تاکہ ہمیں ساتھ نہ دیکھا جا سکے ہم لوگ اپنے اپنے طور پر کام کرتے ہیں جو کچھ میں چاہوں گی میں کروں گی تم چاہو تم کرنا۔ جب بھی ہمیں ایک ساتھ رہنے کی ضرورت ہو ہم لوگ ساتھ رہ جائیں گے ویسے میرا خیال ہے کہ میری یہ بات قابلِ غور ہے۔"

"نہیں پدما۔ بات تو قابلِ غور ہے لیکن ہمارا دور دور رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"انتقام کے لیے صرف انتقام کے لیے ورنہ ہم لوگ دور کہاں ہیں؟" اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے شرم کی سُرخی لہرا گئی۔

"ٹھیک ہے پدما وقتی طور پر میں یہ دوری قبول کیے لیتا ہوں لیکن زیادہ عرصے کے لیے نہیں۔ ہاں جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں مجھے اطلاع ضرور دے دینا۔"

"اور جو کچھ تم کرو اس کے بارے میں بھی مجھے اطلاع دینا۔" پدما نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں تمھیں ہر بات سے آگاہ رکھوں گا۔"

دوسرے دن سب سے پہلا کام ہم نے یہ کیا کہ وہ تمام کاغذات ایک بینک کے لاکر میں رکھوا دیے اور اس کے بعد ہم نے اپنا حلیہ تھوڑا تھوڑا تبدیل کر لیا۔ پدما اسی ہوٹل کی نچلی منزل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گئی۔ یہ وقتی بات تھی اس نے کہا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ رابطہ نہ رکھیں تاکہ ہم پر کسی کو شبہ نہ ہو ساجن داس یقیناً ہماری تلاش میں ہوگا۔" پدما نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ساجن داس نے مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی۔ تو میں نے اُسے جواب دیا کہ ممکن ہے اس میں اُس کا کوئی مفاد وابستہ ہو۔"

زندگی ان ہی حالات سے عبارت ہو گئی تھی تو پھر اس پر جمود

طاری رکھنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا اور اس میں اب تساہل برتنا میرے بس میں نہیں تھا۔ سورج گرہن تنظیم کو منظر عام پر لانا آسان کام نہیں ہوتا لیکن میرے ذہین دماغ نے اس کا ایک حل سوچ ہی لیا اور میں نے اس پر عمل کرنے کے لیے کارروائیاں شروع کر دیں۔ پدما سے دور رہنے کے لیے ہم دونوں نے کوششیں کی تھیں لیکن ہمیں چند ہی روز کے اندر یہ احساس ہو گیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے دور نہیں رہ سکتے۔ پہلے یہ طے کیا گیا تھا کہ ہم الگ الگ ہوٹلوں میں رہیں گے اس کے بعد صرف دوسری منزل تبدیل کر لی گئی لیکن دو ہی دن گزرے تھے کہ ہماری حالت درست ہو گئی۔ پدما خود ہی میرے پاس آ گئی اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا کاشی! میں تم سے دور رہ کر ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے اب سنسار میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"میں تمھارا ہوں پدما فکرمند کیوں ہوتی ہو۔ آرام سے رہو کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتاؤ بلکہ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ تمھارا ان حالات میں پڑنا ٹھیک نہیں ہے تم لڑکی ہو ارمانوں بھری۔ جب تمھارے سلسلے میں، میں کام کرنے کو تیار ہوں تو پھر تم کیوں پریشانی اٹھاؤ۔"

"نہیں۔ میں ہر جگہ تمھارا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔"

"پدما میری خواہش ہے کہ تم کوئی شاندار مکان لے کر اس میں کسی نئی حیثیت سے رہنے لگو مجھے جب بھی تمھاری ضرورت ہو گی میں تمھیں ضرور تکلیف دوں گا۔"

"نہیں کاشی۔ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔ پلیز مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو۔" پدما نے کہا اور میں خاموش ہو گیا لیکن دل ہی دل میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پدما کو ان معاملات سے جس حد تک ہو سکا دور ہی رکھوں گا۔ وہ میرے اتنے قریب آ گئی تھی کہ اب مجھے اُسے دھوکا دیتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی لیکن کر بھی کیا سکتا تھا۔ پھر ایک دن میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا میں نے اس کی تفصیل پدما کے سامنے رکھ دی تھی۔

"دیکھو پدما۔ سورج گرہن تنظیم کو سامنے لانا آسان کام نہیں ہو گا۔ میں اس کے لیے ایک پروگرام بنا چکا ہوں اور آج سے اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"پروگرام کیا ہو گا؟"

"تمھیں۔ اس سلسلے میں میری سکریٹری کی حیثیت سے کام کرنا ہو گا۔"

"میں بخوشی تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے ایسے چند لوگوں کے نام اور پتے دو جو یہاں کے دولت مند لوگ ہوں اور میں اُن سے اپنے کام کا آغاز کر سکوں۔"

"اُن سے کیسے آغاز کرو گے۔؟"

"بس تم دیکھتی جاؤ مجھے پہلے کوئی ایسا نام بتاؤ جو بہت دولت مند ہو۔"

"بہت سے لوگ ہیں سیٹھ کالی چرن، سیٹھ دھونی داس، سیٹھ حاجی اللہ بخش۔ مادھو لال اور ایسے بہت سے نام ہیں میرے ذہن میں۔"

"کالی چرن کے بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔"

"یہاں کی کپڑا ملوں کا مالک ہے۔ کروڑ پتی آدمی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے اُس کا فون نمبر۔"

"میں تمھیں ڈائریکٹری میں تلاش کر کے دے دیتی ہوں۔" پدما نے کہا۔ اور اس نے پھر ڈائریکٹری میں سے دیکھ کر مجھے کالی چرن کا فون نمبر بتایا۔

ہم نے ہوٹل سے باہر نکل کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں ٹیلیفون موجود تھا یہاں سے یہ پتہ نہیں لگایا جا سکتا تھا ٹیلی فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔ میں نے ٹیلی فون پر کالی چرن کے نمبر معلوم کیے پہلے نمبر پر وہ نہیں ملا۔ وہیں سے مجھے دوسرا نمبر ملا اور دوسرے کے بعد تیسرا نمبر جس پر کالی چرن موجود تھا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ کالی چرن ایک میٹنگ میں مصروف ہے لیکن میں اپنے کام کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا چند لمحات کے بعد مجھے دوسری طرف سے ایک پھٹی پھٹی سی آواز سنائی دی۔

"ارے کون ہے رے۔ بہوا کا بات ہے ہمار سکریٹری نے تم کو بولا نہیں کہ ہم میٹنگ میں ہے۔ اس کے بعد بھی تم ہمیں پھون پر پھون کیے جا رہے ہو؟"

"کالی چرن سورج گرہن کے لیے کوئی ایک جگہ مخصوص نہیں ہوتی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"کا بکت ہو بھائی۔ کون سورج گرہن ہم کا تو سورج گرہن کو نہیں جانت ہیں۔" کالی چرن نے کہا اور میں سمجھ گیا یہ میرے کام کا آدمی نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے فون بند کر دیا اور پدما سے دوسرا نمبر مانگا۔ دوسرا نمبر مادھو لال کا تھا سیٹھ مادھو لال سے پہلی ہی کوشش میں ملاقات ہو گئی اور میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کون سیٹھ مادھو لال جی بول رہے ہیں۔"

"ہاں تم کون ہو؟"

"سورج گرہن"۔ میں نے کہا اور دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"کیا مطلب؟ ابھی چند روز قبل ہی تو تم نے مجھ سے ایک لاکھ روپیہ وصول کیا ہے۔"

"چند روز بہت وسیع ہوتے ہیں سیٹھ مادھو لال جی۔" میں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر تم نے کہا تھا کہ اب مجھ سے رقم آئندہ ماہ کی دو تاریخ کو وصول کی جائے گی۔"

"اگلے ماہ کی دو تاریخ بہت دور ہے سیٹھ جی۔ مجھے دو لاکھ روپے فوری چاہئیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اب تمھیں ایک پیسہ بھی نہیں دونگا۔"

"آپ سوچ لیں سیٹھ جی۔"

"میں نے سوچ لیا۔ میں رگھو لال سے ملوں گا۔ اُس سے بات کر کے کوئی جواب دوں گا۔ رگھو لال تمھارا ایجنٹ ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے بعد دو تاریخ ہی کو پیسے مانگے جائیں گے۔"

"مل لو سیٹھ جی مگر تمھیں نقصان ہو گا۔"

"جو کچھ بھی ہو میں رگھو لال سے ملے بغیر کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ہوں۔"

"کب مل رہے ہو رگھو لال سے؟"

"آج ہی شام کو میں آٹھ بجے کلیا مائی پہنچ جاؤں گا مجھے پتہ ہے کہ رگھو لال سے کلیا مائی ہی میں ملاقات کی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ جی۔ مل لیں رگھو لال سے لیکن سوچ لیں کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ ہو جائے۔"

"ارے اب میں کسی نقصان سے نہیں ڈرتا تم نے مجھے کنگال کر دیا ہے تمھیں کیا معلوم کہ میری اپنی کاروباری حالت کیا ہے میں خود پریشان ہوں۔"

"آپ کی مرضی سیٹھ جی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے پدما کی طرف دیکھ کر آہستہ سے گردن ہلائی۔ پدما میری چالاکی پر عش عش کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ اب تم کیا کرو گے۔"

"مثلاً۔"

"تم یقیناً اب مادھو لال کا پیچھا کرو گے۔ اور پھر اُس کے ذریعے سورج گرہن تنظیم تک پہنچو گے۔ کیوں یہی بات ہے نا۔"

"اس کا مطلب ہے پدما کہ تم تو واقعی شاندار ساتھی ثابت ہو سکتی ہو۔"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ دیکھنا میں کیا کر کے دکھاتی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ رات کو ہماری کار تم ہی ڈرائیو کرو گی۔" میں نے کہا اور پدما مسکرا دی۔

مادھو لال کے بارے میں ہم نے دن میں کافی معلومات حاصل کر لیں اور پھر ٹھیک پانچ بجے ہم نے اُسے اس کے آفس سے باہر نکلتے دیکھا۔ پدما نے بتایا کہ یہی مادھو لال ہے۔" پدما نے ایک خوبصورت کار حاصل کر لی تھی اور یہی کار ہمارے استعمال میں آ رہی تھی۔

چنانچہ اس وقت جب مادھو لال کی کار وہاں سے آگے بڑھی تو ہم اس کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد مادھو لال کی کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔

"یہ مادھو لال کی کوٹھی ہے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ ہمیں اب اس کوٹھی کی چوکیداری کرنا ہو گی۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ وہ رات کو آٹھ بجے ہی رگھو لال سے ملے گا۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے ہم دونوں بات چیت کرتے رہیں گے۔" میں نے کہا اور کار ایک ایسی جگہ کھڑی کرا دی جہاں سے یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ وہ کوئی تعاقب کرنے والی کار ہے۔ پتہ نہیں ہمارے فون کرنے کے بعد مادھو لال کی کیا حالت ہے اور پھر مادھو لال نے کسی اور سے رابطہ قائم کیا یا نہیں۔

بہر طور تقریباً ساڑھے سات بجے مادھو لال اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اور پدما نے کار آگے بڑھا دی۔ ہم لوگوں نے اس دوران تمام معاملات کی تیاری کر لی تھی اور ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے یہ انتظامات ہمارے لیے کافی سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔

کار دوڑتی رہی کلیا مائی کے بارے میں پدما بھی جانتی تھی مجھے اس کے بارے میں تفصیل نہیں معلوم تھی۔ جمنا کنارے ایک چھوٹی سی بستی تھی جسے کلیا مائی کہا تھا۔ چنانچہ کلیا مائی پہنچ کر مادھو لال نے اپنی کار ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے روک دی۔ میں نے پدما کی طرف دیکھا اور پدما نے میری طرف پھر میں نے پدما سے کہا۔

"پدما میں اندر جاؤں گا۔"

"ہوشیاری سے کاشی کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے درمیان پھنس جاؤ۔ ظاہر ہے خطرناک لوگ ہیں۔"

"تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس ہتھیار موجود تھے پستول جو چھ گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس چھوٹے سے مکان کا احاطہ عبور کیا۔ مادھو لال اس

دوران مکان میں داخل ہو چکا تھا اور پھر میں خاموشی سے رینگتا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ ڈرائنگ روم ہو سکتا ہے۔ یہیں پر مادھولال اور رگھولال موجود تھے۔ رگھولال کسی قدر پستہ قامت زیادہ سے زیادہ پانچ یا سوا پانچ فٹ کا آدمی ہوگا لیکن اس کا بدن پھیلا ہوا تھا۔ چہرہ خاصا کالا تھا اور نقوش تیکھے تھے۔ مادھو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کھڑکی سے کان لگا دیئے۔ جہاں سے اندر کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں مادھولال جی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہوا ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"اگر ایسا ہے تو میرا خیال ہے کسی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ٹھہریئے میں ساجن داس سے بات کرتا ہوں۔" رگھولال نے کہا۔

میری انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح ساجن داس کا فون نمبر مجھے معلوم ہو جائے لیکن ظاہر ہے اتنی دور سے فون نمبر دیکھنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ بہر طور اس پر صبر کیا۔ چند لمحات کے بعد رگھولال نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ساجن لال جی ہیں۔"

"نہیں ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟"

"اچھا کب تک واپسی ہو جائے گی۔" وہ باتیں کرتا رہا اور پھر فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مادھولال سے کہا۔

"سیٹھ جی آپ اطمینان رکھیں جب تک میں ساجن داس جی سے اس بارے میں معلومات حاصل نہ کرلوں آپ کسی کو ایک پیسہ بھی نہ دیں چاہے آپ کو کتنی ہی دھمکیاں دی جائیں بلکہ اگر ایسا ہو تو آپ اُن سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں رگھولال جی سے بات کر چکا ہوں اور رگھولال کا جواب ملے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔"

"مگر کہیں وہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں رگھولال۔"

"سیٹھ جی۔ میرے ہوتے آپ کو کس بات کی چنتا ہے آپ بالکل چنتا نہ کریں جب تک میں آپ سے نہ کہوں۔ آپ انھیں ایک پیسہ بھی نہ دیں بس اس بات کا خیال رکھیں۔"

"تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے مگر یقین کرو رگھولال میں آج کل ویسے ہی بڑا پریشان ہوں۔ میں کہاں سے انھیں دو لاکھ روپے دوں گا۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بعد وہ کب مجھ سے دوبارہ پیسے مانگنے لگیں۔"

"آپ کسی کو ایک پیسہ نہ دیجئے سیٹھ جی بس اس کا سارا انتظام میں کرلوں گا۔"

"تو پھر میں جاؤں۔"

"جی۔ آپ آرام سے جایئے اور چین کی نیند سویئے۔ رگھولال آپ کا دوست ہے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیگا۔" مادھولال نے عجیب سی نگاہوں سے رگھو کو دیکھا۔ اور پھر باہر نکل گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں پر اطمینان نظروں سے مادھولال کو باہر جاتے دیکھتا رہا اور پھر جب وہ دور نکل گیا تو میں ایک فیصلہ کرکے اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔

رگھولال مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"کون ہو تم؟ بغیر اجازت اندر کیوں گھس آئے۔؟"

"تم سے کچھ کام ہے رگھولال۔" میں نے جواب دیا۔ اور رگھو لال کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا لیکن میں نے فوراً اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

"نہیں رگھولال جی۔ تمھاری بدقسمتی سے میرے پاس بھی اس کا انتظام ہے۔ ہاتھ اوپر رکھو ورنہ۔"

رگھولال کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ اُسے اپنی جیب میں ڈال کر میں نے اس کے باقی لباس کی تلاشی بھی لے ڈالی لیکن اس پستول کے علاوہ اُس کے پاس کچھ اور ہتھیار نہیں تھا جسے وہ میرے خلاف استعمال کر سکتا۔ اس کے بعد میں نے اُسے دھکا دے کر ایک کرسی پر بٹھا دیا رگھولال خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو رگھولال جی پہلے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں آپ سے امید ہے آپ صحیح صحیح جواب دیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"دعوتیں دیتے رہنا چاہئیں رگھولال جی اس طرح سے محبتیں بڑھتی ہیں مجھے اپنی موت سے بہت محبت ہے۔ ہاں اگر آپ کو اپنی زندگی سے محبت ہے تو پھر سچ بولیے صرف سچ۔ رگھولال بدتمیزی سی انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"پہلا سوال یہ ہے مہاراج کہ آپ کے علاوہ اس عمارت میں اور کون کون ہے۔؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"اور اگر کوئی ہوا تو؟"

"میں نے تم سے کہا نا اور کوئی نہیں ہے۔"

"چلو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے رگھولال جی کہ یہاں آپ سے باتیں کرنے کا ایک بہترین موقع مجھے نصیب ہو گیا تو صورت حال یہ ہے رگھولال جی کہ سورج گرہن میں آپ کتنے عرصے سے شامل ہیں اور کیا

کیا کام آپ نے انجام دیئے ہیں۔" میں نے سوال کیا اور رگھولال بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہوا لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"چوری چوری کرو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہ فضول باتیں کیوں کر رہے ہو۔"

"کیوں رگھولال جی ان فضول باتوں سے خوف محسوس کر رہے ہو۔"

"میں ڈروں گا تم جیسے چوہے سے جو پستول کے زور پر مجھ سے بکواس کر رہا ہے۔"

"ارے ارے رگھولال جی آپ کا خیال ہوگا کہ اب مجھے فلمی قسم کا جوش آ جائے گا۔ اور میں پستول جیب میں رکھ کر کہوں گا۔ آؤ رگھولال میں تجھے نہتے ہاتھوں مارنا چاہتا ہوں آ میرے مقابلے پر آ۔ نہیں رگھولال جی میں دراصل کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں اور نہ ہی آپ ولن چنانچہ سیدھے سیدھے میری باتوں کا جواب دیجئے ورنہ آپ کو ختم کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔"

رگھولال نے بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بے بسی سے بولا۔

"مگر تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"سورج گرہن کو سب جانتے ہیں۔"

"کیا سورج گرہن۔ پہلے کافی دنوں سے تو کوئی بھی سورج گرہن نہیں پڑا۔"

"اب پڑ جائے گا رگھولال جی لیکن اس کا شکار آپ ہوں گے۔ میں صرف تین تک گھنٹی گنتا ہوں اس کے بعد مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔"

"ایک۔" میں نے کہا اور رگھولال خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"دو۔" میں پھر بولا۔

"ارے۔ ارے تمھارا دماغ خراب ہوا ہے آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"سورج گرہن کے بارے میں معلومات۔"

"کیوں۔؟" رگھولال نے پوچھا۔

"یہ سوال کرنے کا حق آپ کو نہیں ہے رگھولال جی۔"

"سورج گرہن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ پہلے اس بات کا جواب دو۔"

"اچھا۔ اچھا چلیے یونہی سہی وہ ایک خطرناک تنظیم ہے۔"

"اور تم کون ہو۔؟"

"پھر بکواس پر اتر آئے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس کی پنڈلی پر ایک زوردار لات رسید کی رگھو لال کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ وہ جھکا لیکن میرے گھونسے نے اُسے پھر سیدھا کر دیا اور وہ کرسی کی پشت سے جا ٹکا۔ اس گھونسے ہی سے اُسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ صورت حال اس کے حق میں کتنی خوفناک ہے۔ چنانچہ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں شروع ہو جاؤ۔ وہ تنظیم ہے اور کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بارے میں۔"

"تمھارا اس سے کیا تعلق ہے۔"

"میں اس کا ایک رکن ہوں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"کیا کام۔؟"

"لوگوں سے بلیک میلنگ کی رقم وصول کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ رگھولال جی خوشی ہوئی آپ کی یہ بات سن کر بہتر یہ ہے کہ جب انسان بے بس ہو جائے تو وہ سچ سچ اُگل دے۔ ہاں تو رگھولال جی اس تنظیم کے افراد کے بارے میں تفصیلات۔"

"اگر تم تنظیم کے بارے میں تھوڑا بہت بھی جانتے ہو تو تمھیں اس بات کا علم ہوگا کہ سورج گرہن کے ارکان کے بارے میں تفصیلات کسی کو نہیں معلوم ہوتیں۔ وہ انتہائی پوشیدہ تنظیم ہے اور اپنے آپ کو انتہائی محفوظ رکھتی ہے۔"

"واہ رگھولال جی واہ۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ اس تنظیم کے اور کسی آدمی کو نہیں جانتے۔"

"نہیں۔ بس ٹیلی فون وغیرہ پر ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔" رگھولال نے کہا۔

"نہیں مانتا بالکل نہیں مانتا صحیح صحیح صورت حال بتا دو ورنہ جان سے جاؤ گے کیوں بلاوجہ ایڑیاں رگڑ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ میرے انداز گفتگو نے اب رگھولال کو بالکل نروس کر دیا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"تم یقین کرو ہم لوگ بس ایک دوسرے سے ضرورت پڑنے پر ہی رابطہ قائم کر سکتے ہیں ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہوتیں۔"

"جو کچھ تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہی بتا دیجئے رگھولال جی۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"مثلاً۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔"

"مثلاً یہ کہ آپ وصول شدہ رقومات کسی نہ کسی کو تو دیتے ہوں گے۔"

"ہاں۔"

"کسے دیتے ہیں۔"

"چینگ ہاؤس کے کاؤنٹر مین کو۔"

"چینگ ہاؤس۔"

"ہاں۔ چینگ ہاؤس۔" رگھولال نے جواب دیا۔ "گرین روڈ پر ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔"

"کچھ نہیں۔ مجھے تنخواہ ملتی ہے باقاعدہ میرا تعلق چینگ بار ہی سے ہے۔ چینگ بار کا کاؤنٹر مین بھی ان لوگوں کا ایجنٹ ہے میری طرح اور اسی طرح ہم لوگ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی رگھولال۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں تم یقین کرو اس کے علاوہ میری اور کسی سے واقفیت نہیں ہے۔ اگر کبھی کوئی کام ہوتا ہے تو کچھ اجنبی چہرے میرے سامنے آجاتے ہیں اور اس کے بعد دوسری بار ان سے ملاقات نہیں ہوتی۔"

"سورج گرہن کا سربراہ کون ہے۔؟"

"یہ ایک مزاحیہ سوال ہے۔" رگھولال نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سورج گرہن کے سربراہ کے بارے میں بھلا کون جان سکتا ہے۔ اور پھر کوئی ایک سربراہ ہو اس کا ہر شخص پتہ نہیں کیا کیا نظر آتا ہے۔" اس نے کہا اور میں گہری سانس لے کر اُسے گھورنے لگا۔ پھر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساجن داس کون ہے۔؟" میرے اس سوال پر رگھولال میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"شہر کا ایک بڑا آدمی۔"

"سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے۔؟"

"وہ بھی سورج گرہن کا ایجنٹ ہے۔"

"تم تو کہتے تھے کہ تم کسی کو نہیں جانتے۔"

"ایسے کچھ اور نام بھی میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن اس کی حیثیت بھی بس میری ہی طرح ہے۔ بہت بڑی حیثیت کے مالک نہیں ہیں وہ۔" رگھولال نے کہا۔

"چلو وہ نام ہی بتا دو۔" اور رگھولال نے میرے سامنے کئی نام دوہرائے جنہیں میں نے اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا چینگ ہاؤس کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں اس کے علاوہ رگھولال سے کچھ اور معلومات حاصل کرنا میرے لیے ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ سورج گرہن نامی تنظیم کے بارے میں تفصیلات مجھے بھی نہیں معلوم تھیں چنانچہ اب یہاں پر میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ اور اگر میرا کام ختم ہوا تھا تو پھر رگھولال کا کام بھی ختم ہو جانا چاہیئے تھا چنانچہ میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا ٹریگر دبا دیا اس کی کھوپڑی تڑخی۔ گولی اندر گھس گئی اور رگھولال دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اسی طرح اوندھے منہ فرش پر آ رہا۔ ایک ہی گولی نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ میں اطمینان سے پستول جیب میں رکھ کر باہر نکل آیا۔

پدما میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں امید و بیم کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ جب میں کار میں بیٹھا تو اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا رہا۔؟" اُس نے سوال کیا۔

"کام ہو گیا پدما۔" میں نے جواب دیا۔

"اندر کون تھا؟"

"رگھولال۔ تم نے مادھولال کو واپس جاتے دیکھا ہوگا۔"

"ہاں دیکھا تھا۔ مگر گھولال سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اس سلسلے میں۔"

"ہاں پدما۔ ایک عمارت کا پتہ لگا ہے جس کا نام چینگ ہاؤس ہے۔"

"چینگ ہاؤس۔ شاید یہ تو کوئی ریستوران ہے۔" وہ بولی۔

"تم نے دیکھا ہے۔"؟

"ہاں۔ گرین روڈ پر موجود ہے۔"

"مادھولال کا تعلق چینگ ہاؤس سے ہے چینگ ہاؤس کو وہ بلیک میلنگ کی رقم ادا کرتا ہے وہاں کا کاؤنٹر مین ہمارے کام کی چیز ہے۔" میں نے کہا اور پدما عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"ہوٹل واپس چلو پدما۔ ہم کچھ نئے فیصلے کریں گے۔"

"چینگ ہاؤس نہیں چلو گے۔؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی انتظار کرنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور پدما خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے میں نے نئے پروگرام کے تحت کچھ نئے فیصلے کیے تھے۔ چنانچہ میں نے پدما کے ساتھ چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لیے اب یہ ہوٹل بالکل موزوں نہیں ہے کیا ہم ابھی کسی عمارت کا انتظام نہیں کر سکیں جہاں رہ کر ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں۔"

"دہلی میں بے شمار عمارتیں ہماری اپنی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی میں جانا ٹھیک تو نہیں ہوگا کیونکہ لوگ ہمیں جانتے ہیں۔"

"ہاں پدما۔ ایسی کسی عمارت میں ہم نہیں جائیں گے۔"

"تو پھر کوئی عمارت خرید لیتے ہیں۔"

"خریدنے کی ضرورت نہیں کرائے پر بھی تو مکانات مل جاتے ہوں گے۔"

"ارے ہاں کیوں نہیں۔" پدما نے جواب دیا۔

"تو پھر کسی مناسب سی جگہ پر کوئی مکان کرائے پر حاصل کر لو یہ ہے پدما کہ اب تو سورج گرہن کے خلاف ہمارے مشن کا آغاز ہو ہی گیا ہے اس کے بعد تو بڑے ہنگامے ہوں گے۔"

"یہ کام ہم آج ہی کیے لیتے ہیں۔"

"ہاں۔ ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔" میں نے کہا اور خاموش ہو گئی پھر دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔

"تم نے نہیں بتایا کہ رگھولال کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟"

"وہی جو کرنا چاہیئے تھا۔" میں نے جواب دیا اور پدما ... کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے بتاؤ تو سہی کاشی۔ آخر کیا کیا تم نے۔"

"اسے آسمانوں کی طرف روانہ کر دیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ختم کر دیا۔"

"ہاں پدما۔ کیا تمہیں اس بات سے افسوس ہوا۔

"افسوس اور مجھے ان لوگوں کی موت پر جو میرے پورے خاندان کے قاتل ہیں تم کیسی باتیں کرتے ہو کاشی ہم۔ ہم ان کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہیں ہمیں بھلا ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔"

"پدما۔ میں سورج گرہن تنظیم کے دل میں ایسی دہشت بٹھاؤں گا کہ تم بھی یاد کرو گی۔ سورج گرہن کے لوگ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں نا۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ ناقابل تسخیر کون ہے۔"

"کاشی ایک سوال کروں تم سے۔؟" پدما نے کہا۔

"ہاں ضرور۔"

"تم پہلے تو ایسے نہ تھے۔"

"پہلے یہ سب کچھ ہوا بھی تو نہیں تھا پدما ان لوگوں نے مجھے ایک بار پھر ویران کر دیا ہے محبت کرنے والی ماں جس کی آغوش کے ایک لمس کے لیے میں ساری زندگی تڑپا ہوں وہ ماں صرف ایک لمس مجھے دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی وہ

خود نہیں گئی اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔ میں اس ماں کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ پدما جس نے مجھے میری پیاسی زندگی میں پہلی بار سکون کے کچھ لمحات دیئے تھے میں تو اپنی ساری زندگی اس کی آغوش میں بسر کر دینا چاہتا تھا مگر وہ آغوش مجھے کتنی دیر کے لیے ملی کیا اس کے بعد وہ لوگ قابلِ رحم ہیں۔ نہیں پدما نہیں۔ انھیں زندہ درگور کرنا اب میرا کام ہے۔ تم دیکھتی رہو میں ان کے لیے کیا کرتا ہوں۔" پدما خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"چلو۔ اب ہمیں اپنا باقی کام کر لینا چاہیئے۔ اور ہم دونوں ایک بار پھر کار میں بیٹھ کر نکل آئے۔

میں نے اپنے بارے میں غلط نہیں کہا تھا میری زندگی اب ایک کٹی پتنگ کی مانند تھی جو کبھی اس طرف گرتی تھی اور کبھی اس طرف ایک بے سہارا زندگی جس کی ڈور کسی سے نہیں بندھی تھی راستے میں ہمسفر آجاتے تھے ان کے ساتھ کچھ لمحات گزر جاتے اور اس کے بعد میں آگے بڑھ جاتا۔ میں نے اپنے آپ کو ہوا کے دوش پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ ہوا مجھے بہا کر جدھر بھی لے جائے میری اپنی کوئی منزل نہیں تھی کوئی راستہ نہیں تھا اس دنیا میں بے کار کسی گوشے میں کہیں تنہا بیٹھ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی تھی۔

چنانچہ اپنے آپ کو باعمل رکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت تک جب تک دشمن کی گولی میرے سینے میں سوراخ نہ کر دے۔ ہاں میں نے اپنے سینے کو کشادہ چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں کے لیے جس کا دل چاہے مشقِ ستم کرے ایک بے مصرف آدمی کے لیے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔"

اب یہ سب راستے میں آگئے تھے البتہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ معمر عورت نے جو محبت مجھے دی تھی وہ کسی کے طفیل ہی سہی لیکن اس لمس کو میں اپنی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ کہہ سکتا تھا جب مجھے ایک ماں کا پیار ملا تھا آہ۔ میں کتنا ترسا ہوا تھا ان ساری چیزوں کو پدما کے ساتھ میں نے کوشش کر کے ایک عمدہ سا مکان حاصل کر لیا تھا۔

یہ مکان ہماری توقع کے عین مطابق تھا اور یہاں رہ کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کر سکتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم نے مختلف ذرائع سے کچھ اور خریداریاں بھی کی تھیں پدما بھی میری طرح انتقام کی بھٹی میں سُلگ رہی تھی اور اس کے سینے میں سورج گرہن کے ایک ایک فرد کا خاتمہ ہو جائے ابھی تک ہمیں ساجن داس کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکی تھیں لیکن اس سے پہلے چنگ ہاؤس میرے لیے قابلِ توجہ تھا۔

رگھو لال نے مرتے ہوئے بتایا تھا کہ ساجن داس اس شہر کا بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں بھی ہم نے معلومات حاصل کی تھیں لیکن کسی ایسے ساجن داس کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا جو کسی بڑی شخصیت کا مالک ہو اور کاروباری حیثیت رکھتا ہو۔ بہرطور اس کے بعد چنگ ہاؤس ہماری نگاہوں کا مرکز تھا۔ میں نے خاصا سوچ سمجھ کر چند فیصلے کیے اور پھر ایک دن ہم دونوں تیار ہو کر چنگ ہاؤس کی جانب چل پڑے۔ ایک خطرناک مہم کا آغاز ہو گیا تھا اور زندگی کے اس انوکھے موڑ پر خود کو آزمانا چاہتا تھا۔

پدما خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی اور کار گرین روڈ کی جانب دوڑ رہی تھی۔ تب میں نے پدما سے کہا۔

"ایک بات میرے ذہن میں بار بار آ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"تمھارا ہر لمحہ میرے ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں۔ بے شک ہم دونوں مل کر کام کر رہے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم ہر جگہ ایک ساتھ دیکھے جائیں۔" پدما کسی سوچ میں پڑ گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"بات کسی حد تک ٹھیک ہے۔"

"تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ ظاہر ہے ہمیں کسی سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہو سکتا۔"

"میرا خیال ہے پدما تم مجھے چنگ ہاؤس کے قریب چھوڑ کر کہیں اور نکل جاؤ۔"

"کہیں اور کیوں میں باہر تمھارا انتظار کیوں نہ کروں؟"

"نہیں میرا انتظار کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"اگر تم اسے بہتر سمجھتے ہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن اچانک تم نے اپنے فیصلے میں یہ تبدیلی کیوں کی؟"

"اس لیے کہ اگر ہم میں سے ایک پھنس جائے تو دوسرا اس کی مدد کر سکے۔ اگر دونوں ہی ایک ساتھ پھنس گئے تو بڑی مصیبت بن جائے گی اس کے علاوہ ایک اور بات بھی میرے ذہن میں ہے۔ وہ یہ کہ اگر اُن لوگوں کو ہماری تلاش ہوئی تو ہم دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ لیا جائے گا ہونا یہ چاہیئے کہ ہم الگ الگ رہیں۔"

"یہ تم نے پہلے بھی کہا تھا لیکن اس کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا تھا۔"

"اُس وقت کی بات اور تھی پدما اب صورت حال مختلف ہے۔"

"تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تمھیں تنہا چھوڑ دیتی ہوں لیکن حالات سے مجھے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں تمام صورت حال سے تمھیں باخبر رکھوں گا۔" پدما نے گرین روڈ پر پہنچ کر چنگ ہاؤس سے تھوڑے فاصلے پر کار روک دی اور کہنے لگی۔

"کار کی یہ چابی تم رکھ لو میں ٹیکسی سے جاؤں گی اور بے فکر رہو دوسری کار کا انتظام باآسانی ہو جائے گا۔"

"گڈ۔ ہو سکتا ہے مجھے اس کی ضرورت پیش آجائے۔" میں نے کہا۔ اور پدما مجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ میں کار کو چنگ ہاؤس کے سامنے والے پارکنگ لاٹ پر لے آیا یہاں میں نے ایسی جگہ کار پارک کی جہاں اُسے نکالنے میں دشواری نہ ہو اور اس کے بعد چابی ہلاتا ہوا چنگ ہاؤس کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

خاصی عمدہ جگہ تھی بڑا خوبصورت سا ریسٹوران تھا میں وہاں پہنچ گیا۔ ریسٹوران میں زیادہ رش نہیں تھا اندر داخل ہو کر میں نے اندر کا جائزہ لیا۔ ایک ایک چہرے کو گہری نگاہوں سے دیکھا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں میں خود بھی تو کسی کی نگاہوں کا مرکز تو نہیں ہوں لیکن ایسا کوئی اندازہ مجھے نہیں ہو سکا اور میں ایک میز پر جا بیٹھا۔

رگھو لال کی موت کے اثرات کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بہرطور میز پر بیٹھ کر میں نے کاؤنٹر مین کی جانب دیکھا چہرے مہرے سے خاصا خطرناک آدمی نظر آتا تھا گھنی مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں ٹھوڑی پر زخم کا ایک نشان تھا وہ انتہائی شریف نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کافی خطرناک آدمی محسوس ہوتا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً میری نگاہیں ایک چہرے کی جانب اٹھ گئیں۔ بڑی اچھی شکل کی عورت تھی اور میری ہی جانب دیکھ رہی تھی میری نگاہیں اس سے چار ہوئیں تو اُس نے منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

مقامی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن انتہائی پُرکشش سادہ سے لباس میں ملبوس تھی۔ چند لمحات میں اُسے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ایکسکیوز می۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر یہاں"

"تشریف رکھیئے میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" میں نے اجنبی انداز میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کہ دو نئے ملنے والے پہلے سے آپس میں شناسا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اوہ یقیناً آپ نے صحیح کہا شناسائی کے لیے تو قدم آگے بڑھانا ہی پڑتا ہے۔"

"بیشک۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش تھی۔

"آپ کے لیے کیا منگواؤں۔؟"

"جو دل چاہے منگوا لیجئے۔ اب تو آپ کی مہمان ہوں۔" اُس نے کہا اور میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بارے میں گہرے انداز میں سوچ رہا تھا عمر ستائیس اٹھائیس کے درمیان ہوگی چنانچہ اُسے لڑکی نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن چہرہ انتہائی پُرکشش اور جسم متناسب اور بھرا بھرا تھا، لباس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی جو کوئی خاص اشارہ کرتی ہو اس کی آمد کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی نہ جانے کیوں وہ مجھ سے شناسائی حاصل کرنا چاہتی تھی مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے اُس نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"میں خود ہی اپنا تعارف کراؤں یا آپ مجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے۔"

"اوہ سوری۔ بس آپ کی شخصیت میں گم ہو کر میں یہ بات بھول گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام کوشل ہے۔"

"اور مجھے کاشی کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"کیوں؟"

"ہمارے نام کے کچھ لفظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ اب میرے ذہن میں یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی کاروباری عورت ہو۔ اور اس طرح اپنے لیے شکار تلاش کرتی ہو۔ بہرحال میں اس کا شکار کسی قیمت پر نہیں بن سکتا تھا۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"مسٹر کاشی آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"بس آوارہ گرد ہوں۔ کوئی خاص مشغلہ نہیں ہے۔"

"براہِ کرم ہاتھ آگے بڑھائیے۔" اُس نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پلیز۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں نے اپنا ہاتھ اُس کے

سامنے پھیلا دیا۔ چند لمحات وہ میرے ہاتھ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"اوہ۔ گویا میرا خیال درست ہی تھا آپ کے بارے میں۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر کاشی حالانکہ کسی سے کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہیے۔ میں اپنے فن کو بار بار آزماتی ہوں۔ اپنے آپ کو آزماتے رہنا چاہتی ہوں۔ اور بعض اوقات مجھے اس سلسلے میں نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ میں آپ کا چہرہ دیکھ ہی اس طرف آئی تھی اور آپ کے چہرے پر میری نگاہ کسی خاص وجہ سے نہیں اٹھی تھی۔ بلکہ بس اتفاق محض اتفاق۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں مس کوشل۔"

"مجھے مس نہ کہیں۔ بیوہ ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ بہت افسوس ہوا یہ سن کر لیکن میں پھر اپنا سوال دہراتا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ قاتل ہیں، مسٹر کاشی آپ قاتل ہیں۔ آپ کے چہرے کی لکیریں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نے اپنی اس زندگی میں لاتعداد نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بڑے بڑے خطرناک لمحات سے گزرے ہیں آپ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے ہاتھ کی بناوٹ بتاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں بے شمار قتل ہوئے ہیں اور شاید حال ہی میں آپ نے کسی کو پھر قتل کیا ہے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک بات ہے مسٹر کاشی، کیونکہ میرا یہ کہنا میرے لیے بھی موت کا سبب بن سکتا ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں میں اپنے فن سے انصاف برتنا چاہتی ہوں کہ آپ نے حال ہی میں ایک اور قتل کیا ہے۔" میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ میں اس جادوگر عورت کی جادوگری کو تو خیر تسلیم نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بات میں نے اپنے طور پر ضرور سوچی۔ یقیناً اس کا تعلق سورج گرہن سے ہے۔

میں نے گہری نگاہوں سے اس خوبصورت عورت کو دیکھا اور سوچا، بیوقوف لڑکی تیری یہ غیب دانی ہی تیری موت بن جائے گی غلط آدمی سے ٹکرا گئی ہے لیکن اب میرا کیا قصور ہے۔ جو کچھ تیرے مقدر میں ہے۔"

وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے مسٹر کاشی۔"

"تمھارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"یہی کہ کتنی بے وقوف عورت ہے کسی قاتل کو یہ بتا کر وہ قاتل ہے اپنی جان مصیبت میں پھنسا بیٹھی ہے۔" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"نہیں کچھ اور۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"بتانا پسند کرو گے؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم نے کتنی آسانی سے ایک شریف آدمی کو قاتل بنا دیا۔"

"میں نے نہیں مسٹر کاشی حالات نے۔"

"کیا ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اچھی چیز ہوتی ہے" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔"

"میرے خیال میں اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بعض اوقات نفع نقصان نظر انداز کرنا پڑتا ہے مگر" اس نے کہا میری نگاہیں گہرائی سے کوشل کا جائزہ لے رہی تھیں یہ عورت مجھ سے کیا چاہتی ہے۔" پھر میں نے کہا۔

"بہر حال اگر آپ بہت ذہین ہیں تو میں اس سے متاثر ہو سکتا۔"

"مگر میں تمھیں متاثر کرنا چاہتی ہوں۔" اس بار وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"بہت خوب۔ اس سے آپ کیا حاصل کریں گی۔؟"

"ساری باتیں ایک ساتھ پوچھ لو گے۔؟" وہ انداز سے بولی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا میں نے سوچا کہ آپ بہت بڑی مزاج شناس ہیں چہروں کو دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگا لیتی ہیں کہ کس شخص نے کیا کیا ہے۔ دل ہی دل میں اس بات کو میں نے ضرور سراہا تھا کہ اس نے مجھے قاتل سمجھ لیا اور یہ تک کہہ دیا تھا کہ میں نے حال ہی میں کوئی قتل کیا ہے شناسی کے عجوبات کا میں قائل تھا، ساری زندگی ہی تجربات میں گزری تھی، بھانت بھانت کے لوگ اپنی صلاحیتوں کے میرے سامنے آئے تھے، چنانچہ میں اس فن کو مانتا تھا اور میں کوشل کی اس قیافہ شناسی کو تسلیم کر لیا تھا، لیکن میرے سلسلے میں وہ مار کھا گئی تھی، یہ انداز مجبوبیت میرے سینے میں اب کوئی جگہ نہیں رکھتا تھا میں نے تو اتنا کچھ دیکھا تھا کہ اب دیکھنے کی ہوس بھی ختم ہو رہی تھی۔

وہ چند لمحات پُر خیال انداز میں میز کی سطح کھٹکھٹاتی رہی پھر اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی پھر گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔

"تم لمحہ لمحہ میرے مزاج پر حاوی ہوتے جا رہے ہو۔"

"کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کوشل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں کچھ لوگوں کو کسی پر قابو پا لینے میں کمال حاصل ہوتا ہے اور تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"میں نے کس پر قابو پا لیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھ پر۔"

"اوہو۔ اتنے مختصر وقت میں۔؟"

"قابو پانے کے لیے ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"میرے لیے یہ انکشاف ہے کوشل۔"

"مذاق اڑاتے جاؤ گے میرا۔ کیا سمجھتے ہو مجھے یہ بتاؤ۔"

"اوہ۔ میں آپ کو ایک قابلِ احترام خاتون سمجھتا ہوں اور بس۔"

"ظاہر ہے ابتدائی ملاقات میں کسی کے بارے میں صرف اتنا ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"دیکھو کاشی۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ یہاں چنگ ہاؤس میں ہماری ملاقات ہو گئی مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قدم ہی وجہ سے مجھے چنگ ہاؤس لائے تھے کہ تم سے ملاقات ہو جائے۔"

"مگر محترمہ اس مختصر ملاقات میں مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔"

"بہت کچھ۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

"تو ذرا فرما دیجئے۔"

"میری صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو یا اپنے شبہے کی تصدیق کر لینے کے خواہش مند ہو۔"

"شبہہ۔"

"ہاں شبہہ۔"

"کیسا شبہہ۔؟"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن مجھے یوں اندازہ ہوتا ہے جیسے تم میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔ ذرا ایک بار پھر اپنے ذہن میں وہ باتیں لاؤ جو تم ابھی میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔" اس نے کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ میرے ذہن میں وہی خیالات اٹھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت سورج گرہن سے متعلق ہے اور پھر جب وہ بولی تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"دیکھو میں جادوگر نہیں ہوں، مگر میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ دنیا کے مختلف علوم سیکھنے میں گزارا ہے میں جانتی ہوں کہ ایک کمزور عورت ہونے کی وجہ سے میں ان علوم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکی اور اپنے طور پر ہی انھیں استعمال کرتی رہی ہوں۔ لیکن شاید تمھیں یہ سن کر تعجب ہو کہ ان علوم کے حصول کی وجہ سے ہی مجھے اپنے تمام قیمتی سرمائے کھو دینا پڑے۔"

"دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے۔ ایک کے بعد ایک نیا انکشاف کر رہی ہیں آپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں کاشی ہاں۔ تم پر یہ تمام انکشافات نئے ہیں میرے دل سے پوچھو ان کی حقیقت۔"

"کوشل۔ آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔؟" اس بار میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کاشی مجھے تمھارے وجود میں ایک بھٹکا ہوا انسان نظر آتا ہے میں تمھارے تجربے کی زندگی کو چیلنج نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں تمھاری آنکھوں کا انداز تمھارے چہرے کی ایک ایک شکن بتاتی ہے کہ اس میں تجربات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں لیکن نجانے کیوں تم میری طرف سے لاپرواہی برت رہے ہو تو میں کہہ رہی تھی کہ میں تمھیں ایک بھٹکا ہوا انسان سمجھتی ہوں۔ وہ جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کاشی، انسان اس دنیا میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا لیکن سب ایک دوسرے کی مدد کے سہارے زندہ رہتے ہیں انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو یہ جذبہ یہ احساس تمھیں ہر جگہ ملے گا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اتفاق سے یہ ملاقات کے لمحات میرے لیے ایک مقصد کا باعث بن گئے ہیں تو کیا تم اسے فریب کہو گے۔ مجھے بتاؤ کہ تم میرے بارے میں اپنے ذہن میں کیا شبہ رکھتے ہو اگر تم اس بات کا جواب دے دو گے تو میں اس کے بعد آگے کی بات کروں گی۔"

"تم نے ابھی مجھے قاتل کہا۔"

"ہاں کہا اور اس سے کبھی بھی انحراف نہیں کروں گی۔"

"جبکہ میں قاتل نہیں ہوں۔"

"اگر تم قاتل نہیں ہو تو میں اپنے اس فن پر لعنت بھیجتی ہوں جس نے مجھے غلط راستوں پر بھٹکایا اور اگر ہو تو مجھ سے آگے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں اپنے ذہن میں وہ باتیں دہراؤں جو میں نے تمھارے بارے میں سوچی تھیں یا جو کچھ میرے ذہن میں ہے کیا اندازہ لگایا اس احساس سے تم نے، کیا تم ٹیلی پیتھی کی ماہر ہو۔"

"نہیں قطعی نہیں، ٹیلی پیتھی ایک الگ فن ہے اور میرا فن اس سے مختلف ہے۔"

"مطلب؟"

"ذہن میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں چہرے کے عضلات ان کا اثر قبول کرتے ہیں۔ وہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے چہرے کو سپاٹ رکھنے پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ذہن سوچ کا عکس چہروں کی لکیروں پر پڑتا ہے اور میں انہی لکیروں کو پڑھنے کی

ماہر ہوں۔"

"کیا یہ ایک نیا اور اجنبی فن نہیں ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں ہے۔ ابھی دنیا اس سے قطعی روشناس نہیں ہوئی لیکن اس کی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں۔ بات واقعی درست ہے چہرے کے تاثرات دماغی سوچ سے متعلق ہوتے ہیں۔ میرے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے تم نے؟"

"سنوگے تو بھڑک اُٹھوگے۔ میں تمھیں بھڑکانا نہیں چاہتی۔"

"چلو وعدہ کوشل نہیں بھڑکوں گا اب کہو۔"

"تم میرے بارے میں شک وشبہات رکھتے ہو۔ یہاں چنگ ہاؤس میں تم کسی خاص مقصد سے آئے ہو۔ تم اپنی زندگی کے کسی ایسے مشن میں مصروف ہو جس میں تمھیں مکمل ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔" اُس نے کہا اور اب میرے لیے چونکنے کی باری تھی۔

"کون ہے یہ عورت کون ہے۔ کتنا جانتی ہے میرے بارے میں کیا اس کا فن اسے سب کچھ بتا رہا ہے۔ یا یہ صرف مجھے بیوقوف بنا رہی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس بے وقوف بنانے والی عورت سے اچھی طرح نمٹنا ضروری ہوگا۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمھیں بے وقوف نہیں بنا رہی ہوں تم سے فراڈ نہیں کر رہی جس طرح چاہو مجھے آزمالو۔ انتقامی کارروائی یا کوئی غلط ذہنی جذبہ رکھ کر میرے بارے میں بُرے انداز میں سوچنا مناسب نہیں ہوگا۔" وہ بولی اور میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔ گویا اب میرا چہرہ اس کے سامنے کھلی کتاب کی مانند تھا اور وہ اسے پڑھ کر اس کے سامنے تفصیل دوہرا رہی تھی۔

"آنکھیں بند کرنے سے کچھ نہیں ہوتا چہرے کی لکیریں جوں کی توں رہتی ہیں۔" وہ بولی اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم واقعی خطرناک عورت ہو۔"

"نہیں ہرگز نہیں مجھے آزما کر تو دیکھو۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

"اتفاق سے مجھے اپنی پسند کا ایک شخص مل گیا ہے۔ میں تم سے امداد کی خواہاں ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"اُن لوگوں سے انتقام لینے کے سلسلے میں جنھوں نے میری زندگی برباد کرکے رکھ دی ہے۔"

"تمھاری زندگی کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔؟"

"ایک لمحہ میں اتنی تفصیل معلوم کرلینا مناسب نہیں ہوگا مجھے تمھارے جیسے کسی شخص کے تحفظ کی ضرورت ہے۔"

"تمھیں یہ کیسے یقین ہوگیا کہ میں اتنا ہی فارغ آدمی ہوں۔"

"پھر وہی سوال کر رہے ہو جس کا جواب ابھی ابھی دے چکی ہوں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ کیا تم یہ بھی بتا سکتی ہو کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔"

"نہیں۔ میں نے کہا نا لفظ بہ لفظ تو سب کچھ نہیں بتا سکتی البتہ کوئی ایسا جذبہ کوئی ایسا احساس تمھیں یہاں لایا ہے جو انتقامی کیفیت رکھتا ہے اور جس میں تم ایک الگ انداز میں کچھ کرنا چاہتے ہو۔ اب میں نے دل میں اس عورت کو تسلیم کرلیا تھا پھر میں نے کہا۔

"میرے دل میں تمھارے بارے میں ایک خیال آیا تھا۔"

"ہاں۔ وہ یہ کہ شاید میرا تعلق بھی تمھارے ان دشمنوں سے ہے جن سے تم نبرد آزما ہو۔"

"بالکل ٹھیک یہی سوچا تھا۔"

"میں ان میں سے نہیں ہوں بس یوں سمجھ لو کہ چنگ ہاؤس اکثر آتی رہتی ہوں اپنے ان خطرناک دشمنوں کی تلاش میں جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ممکن ہے ہم دونوں مل کر اپنے اپنے دشمنوں کا خاتمہ کرلیں۔ بولو کیا تم میری اس حیثیت کو قبول کرلوگے کیا تم مجھ سے دوستی کرسکتے ہو۔"

"ہم دوست تو بن چکے ہیں کوشل میرا خیال ہے یہ کافی ہے۔" میں نے کہا۔

"تم ایک بات کو ذہن میں رکھو۔ میری ذات سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اگر ہم دونوں کا مقصد ایک ہوجائے تو پھر ہم ایک دوسرے کے لیے کارآمد ہوسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے چنگ ہاؤس میں، میں ایک خاص مقصد کے لیے آیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد میرا کوئی اور مقصد نہیں رہا میرے ذہن میں۔"

"تو پھر آؤ اُٹھیں یہاں سے۔"

"کہاں؟"

"میری کوٹھی پر چلو۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو میرے پاس میری کار موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"میری کار کا تعاقب کرنا۔" وہ بولی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔

باہر نکل کر میں نے پدما کے بارے میں سوچا۔ پدما بیشک ایک بہترین معاون تھی لیکن ذہنی طور پر وہ اتنی برتر نہیں تھی کہ میرے قدم بہ قدم چل سکے۔ میرے ذہن میں اب جو منصوبہ آیا تھا وہ مختلف

تم کا تھا اور میں اس سلسلے میں اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا چاہتا تھا پدما ے ذریعے مالی مسئلے حل ہوجاتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی ایسی ات نہیں تھی پدما کو الگ رکھ کر میں زیادہ موثر انداز میں کام سکتا تھا پہلے بھی میں نے اس بارے میں سوچا تھا لیکن پھر یہ دیج کر نظر انداز کردیا تھا کہ پدما بے چاری تنہا کہاں رہے گی ین اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوشل اگر واقعی میرے لیے کارآمد ت ہوسکتی ہے تو یہ زیادہ خطرناک عورت ثابت ہوگی اور اس ، ذریعے میں اپنے مسائل حل کرسکوں گا۔

پدما سے اس سلسلے میں معذرت کرلینا کوئی مشکل کام نہیں تھا اُسے بس یہ بتا نا کافی ہوگا کہ میں سورج گرہن کے راستے پر بڑھ رہا ہوں اور اب اس سے علیحدگی ہی مناسب ہے۔ پدما کے سینے ں انتقام کی آگ روشن ہے جہاں بھی اس کی ضرورت پیش آئی ں اُسے ضرور تکلیف دوں گا لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ میں کوشل ے ساتھ مقیم ہوں عورت کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے پدما اچھی اصی راستہ پر چل رہی ہے لیکن جب اُسے یہ علم ہوگا کہ میں کوشل ے ساتھ وقت گزار رہا ہوں تو شاید وہ مجھ سے برگشتہ ہوجائے ام تر تجربات یہی کہتے تھے کہ ہمیشہ انسان کو ذہانت سے کام لینا اہیے۔

کوشل کی کوٹھی میری توقع سے کہیں زیادہ شاندار تھی وسیع و ریلین گیٹ سے گزرنے کے بعد ہم پورچ میں پہنچ گئے دونوں نے کاریں روکیں اور میں کوشل کے ساتھ اندر کی جانب چل پڑا چند ملازم قسم کے لوگ نظر آرہے تھے اس کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جو پدما پر حاوی ہوتی وہ مجھ کو لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔

"یہ میری رہائش گاہ ہے۔"

"تمھارے ذرائع آمدنی کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں کوشل۔"

"ہاں۔ میرے مرحوم شوہر کی چھوڑی ہوئی کروڑوں روپے کی جائیداد میری ملکیت ہے لوگ مجھے ایک عیاش بیوہ سمجھتے ہیں مختلف پارٹیوں اور فنکشنوں میں آتی جاتی رہتی ہوں۔ زندگی کے کئی روپ اپنا رکھے ہیں میں نے جس میں سے ایک تم نے اس وقت دیکھا اگر کوئی مجھے اس حالت میں چنگ ہاؤس جیسی بدنام جگہ دیکھ لیتا تو کبھی یقین نہ کرتا کہ میں کوشل ہوں۔"

"کوشل تمھارے شوہر کا نام کیا تھا؟"

"رام سہائے۔" اس نے جواب دیا۔

"گویا تمھیں کوشل رام سہائے کے نام سے جانا جاتا ہوگا۔"

"ہاں۔ تمھارا کہنا درست ہے۔"

"اور تم سماجی حلقوں کی ایک بہت بڑی شخصیت ہوگی۔"

"یہ بھی کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ کچھ لوگ میری زندگی کے درپے ہیں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"وہ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میری طویل دشمنی چل رہی ہے اور میری زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔"

"اچھا چلو۔ اب ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"ان کا تعلق ایک بہت بڑی تنظیم سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"اور اس تنظیم کا نام سورج گرہن ہے۔ میں ساکت ہوگیا تھا کوشل میرے چہرے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک دم سے چونک پڑی۔

"ارے کیا واقعی۔ کیا واقعی۔؟"

"کیا۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"گویا۔ تمھارے اور ہمارے مشترکہ دشمن ایک ہی ہیں۔" اس نے سوال کیا۔

"ایسا ہی لگتا ہے کوشل۔ ایسا ہی لگتا ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہوئی کاشی۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہوئی اس سے اچھی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"کوشل۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سورج گرہن کے بارے میں مجھ سے زیادہ ہی جانتی ہوگی تمھاری ذہانت اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ تم نے ابتک اپنے کام میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہوگی۔"

"نمایاں نہ کہو بس تھوڑا بہت اس سلسلے میں معلومات حاصل کرسکی ہوں عورت ہوں نا بے شمار راستوں پر میرے قدم رُک جاتے ہیں مجھے ایسے کسی ٹھوس اور مضبوط سہارے کی ضرورت تھی جو میرے اس مشن میں میرا معاون ثابت ہو۔"

"اگر سورج گرہن کے خلاف تمھارا مشن جاری ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں تمھارا ساتھی ہوں۔"

"تو پھر ہاتھ ملاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ بھینچ کر چھوڑ دیا تھا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کوشل کہ سورج گرہن کے سرکردہ لوگوں کے بارے میں تمھاری کیا معلومات ہیں۔

"اگر تم سورج گرہن کے کسی ایک آدمی کو اس تنظیم کا سربراہ

کہتے ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے مختلف لوگ اس تنظیم میں بڑا کردار رکھتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ انہیں کنٹرول کرنے والا ایک ہی شخص ہے۔"

"تم نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ابھی کچھ زیادہ نہیں لیکن بہت جلد میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ ساجن داس نامی کسی آدمی کو جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔ اور کوشل کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

"ساجن داس۔" وہ کرخت لہجے میں بولی۔

"ہاں۔"

"جانتی ہوں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا اس کا تعلق۔؟"

"یہ شخص تنظیم کے بڑوں میں شامل ہے۔"

"کہاں رہتا ہے۔؟"

"کہیں نہیں۔" کوشل نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ بہت کم سامنے آتا تھا اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ یہ کہاں رہتا ہے بس اس کا نام منظر عام پر ہے۔"

"تم بھی اسے نہیں جانتیں۔"

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں لیکن صرف شکل کی حد تک وہ کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"ہوں۔ تو گویا اسے تلاش کرنا ہو گا۔"

"یقیناً۔ اور ہم اپنی اس کوشش میں بلاشبہ کامیاب ہو جائیں گے۔" کوشل نے کہا پھر بولی۔

"کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔"

"کوشل اب جب یہاں تک تفصیلات ہم نے ایک دوسرے کو بتا دی ہیں تو پھر میں تمہیں کچھ اور بھی بتانا چاہوں گا۔"

"ہاں کہو۔" وہ بولی اور پھر میں اسے اپنی کہانی سنانے لگا لیکن میں نے اپنی ذاتی کہانی اسے نہیں سنائی تھی یہ نہیں بتایا تھا اسے کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے بلکہ میں نے اسے کاشی رام کی حیثیت سے ہی اپنی پوری داستان سنائی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے پدما وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور کوشل پُرخیال انداز میں میری شکل دیکھتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

"واقعی بات بڑی دلچسپ ہے پدما کو بھی اگر تم چاہو تو یہیں بلا لو کہیں اور وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پدما الگ ہی رہے لیکن ہم اس کی خبرگیری کرتے رہیں۔"

"اس سلسلے میں ہمیں کیا دقت ہو سکتی ہے لیکن تم یہیں قیام کرو۔"

"ٹھیک ہے میں پدما سے اس موضوع پر بات کر لوں گا اس کے بعد۔"

"نہیں۔ تم اس موضوع پر بات کر کے فوراً یہاں واپس آ جاؤ پلیز۔ یہ میری درخواست ہے تم سے۔" میں کوشل کی شکل دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ پدما سے ملاقات ہونے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی وہ میری طرف دیکھ رہی میں نے اسے بتایا تھا کہ چینگ ہاؤس جانے کے بعد مجھے ایسے معاملات سے واسطہ پڑا ہے جس کی مستقل چھان بین ہو گی اس سلسلے میں بہتر یہ ہو گا کہ پدما مجھے تنہا چھوڑ دے اور خود کسی ایسی جگہ قیام کرے جہاں اس کا دل بھی لگ جائے جب تک کوئی مؤثر کاروائی نہ کر لوں اس سلسلے میں مصروف رہوں گا۔" پدما چونکہ ہر معاملہ میں مجھ سے تعاون کرتی تھی اس لیے وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"اس طرح تنہا کسی ہوٹل میں رہنا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔ یہاں میری بہت سی سہیلیاں ہیں جن کے ساتھ میں آرام سے رہ سکتی ہوں۔ اگر تم ایسی ہی ضرورت محسوس کرتے ہو میں ان میں سے کسی کے ہاں چلی جاتی ہوں اور اس کے بارے میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔"

"شکریہ پدما۔ میں اس تعاون کے لیے بے حد شکرگزار ہوں"

"مگر تم مجھ سے کبھی کبھی ملتے رہو گے کاشی۔ تم جانتے ہو۔"

"یہ کوئی کہنے کی بات ہے پدما۔ یہ تو میرا فرض ہے۔" میں نے جواب دیا۔ پدما کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو گیا تھا چنانچہ اس کے بعد میں واپس کوشل کے پاس پہنچ گیا اور کوشل نے میرے لیے ایک آراستہ کمرہ منتخب کر دیا جہاں میں قیام کر سکتا تھا۔

کوشل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ ابھی تک قائم نہیں ہو سکا تھا، اس نے بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی بے پناہ دولت اس کی معاون ہے، درحقیقت اس کی کوٹھی کو دیکھ کر بھی اندازہ ہوتا تھا، لیکن کوٹھی میں عام قسم کے ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

رات کو ہم لوگ ڈنر کے بعد دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ میں نے کوشل سے پوچھا کہ اب مجھے اس کے ساتھ رہ کر کیا کرنا ہے؟ وہ کہنے لگی۔

"دیکھو کاشی سورج گرہن تنظیم بہت خطرناک ہے اس کی جڑیں نہ جانے کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں، اس کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں۔ میں نے ایک جال چلی ہے جس کے تحت سورج گرہن کے بڑے بڑے ارکان میری نگاہ میں آ سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو تلاش کروں گی اور تم ان کا صفایا کرو گے، کیونکہ تم قتل کرنے میں وقت محسوس نہیں کرتے۔"

"گویا اب میں ایک کرائے کا قاتل ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو کاشی، میں نے تمہیں اپنی زندگی میں اتنا بڑا مقام دیا ہے اور تم اپنے آپ کو صرف کرائے کا آدمی سمجھتے ہو۔ میں تمہیں کچھ دے تو نہیں رہی یہ تو ہمارا ایک مشترکہ مشن ہے۔"

"میں نے مذاق میں کہہ دیا تھا کوشل، تم اس چیز کو محسوس نہ کرو۔"

میرے ذہن میں ایک بڑا منصوبہ ہے، بہت بڑا منصوبہ مگر ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں نے جال پھیلا رکھے ہیں، تم یوں سمجھو کہ میں بھی اس سلسلے میں معمولی کردار ادا نہیں کر رہی۔ میرے نمائندہ بھی پھیلے ہوئے ہیں جو سورج گرہن کے لوگوں کو جال میں پھانس پھانس کر میرے پاس لاتے ہیں لیکن ابھی تک ان میں مجھے کوئی ایسا کام کا آدمی نہیں مل سکا، جس سے میں اپنا انتقام لے سکتی۔"

میں نے دلچسپ نگاہوں سے کوشل کو دیکھا اور پھر کہا۔

"آئیڈیا تو بہت اچھا ہے، تمہارے اس طریقۂ کار سے مجھے خوشی ہوئی کوشل میں چاہتا ہوں کہ ساجن داس کو تلاش کیا جائے، یہ کوئی بہت ہی اونچی چیز ہے۔"

"مل جائے گا وہ بھی مل جائے گا۔"

"لیکن تمہارے لیے کام کرنے والے۔؟"

"ہاں یہاں کے کچھ چھٹے ہوئے غنڈے ہیں، جو میرے اشارے پر میرے مطلوبہ لوگوں کو اغوا کر کے یہاں لے آتے ہیں" اس کوٹھی کے نیچے میں نے ایک ایسی جگہ بنا رکھی ہے جہاں ان لوگوں کی زبانیں کھلوائی جاتی ہیں اور پھر انہیں گونگا بہرہ کر کے یہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔" میں ایک لمحہ کے لیے چونک پڑا تھا۔

"گونگا بہرہ کر کے؟"

"ہاں۔ تاکہ وہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتا سکیں۔"

"تو کیا تم ان کی زبانیں کاٹ دیتی ہو۔"

"نہیں۔" کوشل مسکرائی۔

"پھر۔؟"

"اس کے لیے میں نے ایک خاص طریقۂ کار سوچ رکھا ہے۔"

"یعنی۔"

"بس میں ان کا برین واش کر دیتی ہوں ان کے ذہن سے وہ لمحات نکال دیتی ہوں جو انہوں نے میرے ساتھ گزارے ہیں۔

"گویا گویا عام حالات میں وہ اپنی اصل حیثیت میں رہتے ہیں۔

"ہاں۔ میں عام قسم کے لوگوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتی۔ تم خود بتاؤ۔"

میں تو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا تھا گونگے بہرے سے میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم شاید ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرتی ہو جو انسانیت سوز ہو۔

"عام لوگوں کے ساتھ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی لیکن اگر سورج گرہن کا کوئی نمائندہ میرے ہاتھ لگ جائے جو بہت بڑی حیثیت رکھتا تو تو پھر میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گی۔

"ٹھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر مجھے بلانے کے لیے ایک خوبصورت سی لڑکی آئی تھی اس کا نام بندو تھا چھوٹے سے قد کی حسین لڑکی مجھے بڑی دلکش لگی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چپکی رہتی تھی۔

"مالکن بلا رہی ہیں صاحب جی۔ اس نے کہا۔

"کون ہو تم۔؟

"بندو ہیں جی ہم۔ وہ بولی۔

"اچھا اچھا۔ تم تو واقعی بندو ہو۔ چلو ٹھیک ہے میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا سفید رنگ کی ایک خوبصورت سی ساری میں ملبوس کوشل میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور رات کی نسبت وہ مجھے اس وقت بہت زیادہ دلکش محسوس ہوئی کیونکہ اس کا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے بے نیاز تھا آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکنا کسی عام آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا ایک عجیب سی کشش تھی اس کی آنکھوں میں مجھے لمبے بال کھلے ہوئے تھے اس نے مجھے ایک ادا سے مخاطب کیا اور بیٹھنے کی پیشکش کی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔
"رات کی نسبت میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

"کل ایک آدمی ہمارے ہاتھ لگ رہا ہے میرے آدمیوں نے مجھے اطلاع دی ہے۔
"کمال کی چیز ہو تم کوشل۔
"بس اب یہ کمال ہم دونوں مل کر کریں گے۔ وہ مسکرائی۔
بقیہ دن ہم دونوں نے ساتھ ہی گزارا کوشل کے انداز میں بڑی دلکشی تھی ہار رہا میں نے اپنے آپ کو اس سے متاثر ہوتے ہوئے محسوس کیا اس کی بعض باتوں سے میں پگھل جاتا تھا لیکن ایک بات اور بھی محسوس کی تھی میں نے کہ وہ مجھے متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے کردار میں کوئی لرزش ابھی تک تو نہیں پائی تھی آئندہ کے بارے میں، میں کہہ نہیں سکتا تھا۔
شام کو ہم دونوں گھومنے کے لیے نکلے کوشل نے میرے لیے کچھ لباس منگوائے تھے اور خود ہی ان کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے اپنی پسند کا لباس مجھے پہنایا اور اس کے بعد میں کوشل کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ہم لوگ مختلف علاقوں میں سیر و تفریح کرتے رہے اس کے بعد ایک کلب میں آ بیٹھے تقریباً بارہ بجے تک ہم کلب میں رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑے کوشل میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی میں ڈرائیونگ کر رہا تھا تب وہ آہستہ سے بولی۔
"جب کوئی مرد ڈرائیونگ کرتا ہے تو کتنا اچھا لگتا ہے۔
"کیا مطلب۔؟"
میں بھی ڈرائیونگ کر لیتی ہوں لیکن اگر کوئی ساتھ بیٹھا ہو بشرطیکہ وہ ڈرائیور نہ ہو تو بہت عجیب سا لگتا ہے ایک تحفظ کا سا احساس ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم سارے کاموں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا کوشل کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے لیکن ان جذبات کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کوٹھی پہنچنے کے بعد وہ انتہائی مخلصانہ انداز میں بولی۔
اچھا اب آرام کرو۔ کل ہمیں کام کرنا ہے میں خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا کوشل کے کردار نے ذہن پر عجیب سا اثر ڈالا تھا اب آہستہ آہستہ اس کے سلسلے میں میرے دل سے شکوک و شبہات ختم ہوتے جا رہے تھے مجھے یوں ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی ایک کارآمد شخصیت ہے اور میں اس کے ذریعے اپنا مقصد ضرور حاصل کر لوں گا اصل مقصد میں نے کوشل کو ہوا تک نہیں لگنے دی تھی میں اسے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ میرے دل کے گوشوں میں کون سا کرب پوشیدہ ہے اور در حقیقت میں کیا چاہتا ہوں اور یہ سب کچھ کسی کو بتانے کا نہیں تھا۔
میرا کرب میری ذات سے متعلق تھا کون جان سکتا تھا کہ سرائے عالمگیر کا راجہ نواز اصغر جو کل تک ایک آتش فشاں تھا اب صرف محبت میں ڈوبا ہوا ایک ایسا شخص ہے جسے بچھڑے ہوئے قافلوں کی تلاش ہے۔ زیبی میرے دل کا درد بن چکی تھی ترلوکانے در حقیقت مجھ پر ایسا کاری وار کیا تھا کہ اس کے بعد مزید کچھ سہنے کی گنجائش نہیں تھی میرے دل میں اب صرف انتقام کی مشعل روشن تھی اور اس میں اس مشعل کو روشن رکھنا چاہتا تھا کوشل کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے کئی دن گزر گئے۔
اس دوران خاموشی کے ساتھ وقت گزرتا رہا تھا ہم لوگ دو اچھے دوستوں کی مانند زندگی گزار رہے تھے کوشل کی مصروفیات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے سلسلے میں مجھے کچھ سوچنا پڑتا پدما سے اس دوران ایک دو بار گفتگو ہوئی تھی لیکن وہ صبر کرنے والی لڑکی تھی اور درحقیقت میں اسے ان معاملات میں زیادہ ملوث کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔
کاشی کی حیثیت سے وہ مجھے چاہتی تھی لیکن میں کاشی نہیں تھا حالانکہ ساجن داس نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ میں کاشی کے روپ میں کوئی اور ہوں لیکن پدما کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی یا تو وہ کاشی کو کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتی تھی اور یہ تسلیم کر بیٹھی تھی کہ اگر میں کاشی نہیں بھی ہوں تب بھی اس کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے یا پھر وہ کوئی گہرا کھیل کھیل رہی تھی لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ گہرا کھیل کھیلنے کی ماہر ہو۔
گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس سے میری دلچسپی کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی اور کوشل کی جانب رغبت تھی لیکن ذہن کے کسی گوشے میں کوشل کے لیے وہ جگہ نہیں تھی جو زیبی کے لیے موجود تھی۔
چند روز اسی انداز میں مزید گزر گئے اور پھر ایک

شام کو کوشل نے مجھ سے کہا۔
ایک شخص مجھ سے ملنے آ رہا ہے میرے لیے اجنبی ہے بظاہر میرے کاروبار سے متعلق معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نام میرے لیے ذرا قابل غور ہے تم میرے ساتھ رہو گے کاشی خیال رکھنا۔
"کون ہے وہ۔؟ میں نے متجسس انداز میں سوال کیا۔
"اس نے اپنا نام رچرڈ سنگھا بتایا ہے نام ہی ذرا تعجب خیز ہے۔
"رچرڈ سنگھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا یہ عیسائی ہے یا سردار۔
"یہ تو کچھ سامنے آنے کے بعد ہی غور کیا جا سکتا ہے۔"
"اس کا پیغام کہاں سے ملا ہے۔"
"بنکاک سے۔ وہ بنکاک سے یہاں مجھ سے ملاقات کرنے آ رہا ہے۔"
ملاقات کی کوئی وجہ تو ہو گی۔
"اس نے کہا ہے کہ وجہ وہ وہیں آ کر بتائے گا۔ میں خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔
"کب اس نے آنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے پوچھا۔
"اس نے یہ کہا ہے کہ وہ بہت جلد مجھ سے ملاقات کرے گا ممکن ہے آج شام ہی۔"
"اس کا مطلب ہے کہ وہ بنکاک سے یہاں پہنچ چکا ہے۔"
"ممکن ہے۔" بہر حال ہم انتظار کرتے رہے اس شام کوئی نہیں آیا تھا لیکن دوسرے دن صبح کو ٹیلی فون ملا کہ رچرڈ سنگھا آج شام کو کوشل سے ملنے آ رہا ہے۔
ہم دوپہر کو باقاعدہ انتظار کرنے لگے اور پھر تقریباً ایک ڈیڑھ بجے ایک شاندار کار کوشل کی کوٹھی میں داخل ہوئی لمبی اور قیمتی کار تھی ڈرائیور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا دبلے پتلے جسم کا ایک آدمی سوٹ پہنے ہوئے نیچے اترا۔ لیکن یہ رچرڈ سنگھا نہیں تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی ایک طویل القامت آدمی نیچے اترا آیا اس کا لباس اور حلیہ دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی تھیٹر سے متعلق آدمی ہے لمبے قد و قامت کا خوبصورت آدمی تھا۔ باریک باریک تلوار مار کہ مونچھیں تھیں جو اس زمانے میں رائج نہیں ہیں۔
بہت خوبصورت سلک کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے تھا چال میں ایک مخصوص تمکنت تھی جسے بناوٹی چال بھی کہا جا سکتا تھا ہم دونوں نے مکان کے برآمدے میں اس کا استقبال کیا رچرڈ سنگھا کی آنکھیں بہت عجیب تھیں بڑی بڑی لیکن پھیلی پتلیوں والی آنکھیں وہ صاف اردو بول رہا تھا۔ برآمدے میں اس نے رک کر کہا۔
"کیا میں میڈم کوشل سے مخاطب ہوں۔
"میرا نام کوشل ہے۔ کوشل نے جواب دیا۔
"اور یہ"
"میرے سیکرٹری مسٹر کاشی رام۔ کوشل نے پھر کہا۔
"میں معذرت خواہ ہوں کہ اس پر طرح، پراسرار حالت میں یہاں پہنچا لیکن میڈم کوشل آپ سے ملنا میرے لیے اتنا ہی ضروری تھا بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں بنکاک سے یہاں تک کا سفر طے کر کے صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے ملاقات کر لوں۔
"تشریف لائیے۔ کوشل نے پر تکلف انداز میں کہا اور رچرڈ سنگھا کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی میں اس شخص کو بغور دیکھ رہا تھا کم بخت عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اس کے انداز میں بڑی شاہانہ سی کیفیت تھی۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدیم دور کا کوئی بادشاہ اس دور میں آ گیا ہو صوفے پر بیٹھ کر اس نے کوشل کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف پھر آہستہ سے بولا۔
کاروباری معاملات میں بے شک سیکرٹری رازدار ہوتے ہیں لیکن کیا نجی زندگی میں بھی ان کی شمولیت ضروری ہوتی ہے ہاں کم از کم مسٹر کاشی میری زندگی میں ہر چیز سے واقفیت رکھتے ہیں۔
"ٹھیک۔ بہر طور میڈم کوشل۔ میں آپ سے سائیکا بانا کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔
"سائیکا بانا۔ کوشل نے سرسراتی آواز میں کہا میں نے کوشل کے چہرے پر چونکنے کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ سنبھل کر بولی۔
"میں سمجھی نہیں۔ سائیکا بانا کیا چیز ہے کس جگہ کا نام ہے۔
ہاں۔ وہی جگہ جہاں کوئلے کی کھدائی ہو رہی تھی لیکن رچرڈ سنگھا نے الفاظ ادھورے چھوڑ دیئے۔
اوہ۔ اچھا اچھا۔ آپ وہاں کی بات کر رہے ہیں کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔؟

"میڈم کوشل دراصل وہ علاقہ میری قدیم ملکیت ہے شاید آپ کو یہ سن کر دلچسپی محسوس ہو کہ سائیکا بانا کا علاقہ ایک انتہائی بنجر اور بیکار علاقہ تھا وہاں دور دور تک آبادی نہیں تھی چونکہ ساحلی علاقہ تھا اس لیے کبھی کبھی کچھ جہاز وہاں رک جاتے تھے وہیں پر ایک بحری قزاق کا نام بہت مشہور ہوا تھا جو دابان سنگھا کے نام سے مشہور تھا دابان سنگھا بہت خونخوار تھا۔ اور بحری قذاقی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا لیکن ایک یورپین عورت نے اس کی زندگی بدل دی۔ یہ یورپین عورت ایک تباہ شدہ جہاز سے دابان سنگھا تک پہنچی تھی۔ بعد میں سنگھا سے اس نے شادی کر لی اور سنگھا نے بحری قذاقی چھوڑ کر سائیکا بانا آباد کر لیا۔

وہ اچھا انسان بنا تو پھر اتنا اچھا انسان بنا کہ اس کی مثال دی جانے لگی۔ سائیکا بانا کے اس علاقے میں اس نے اپنا خاندان محدود کر لیا۔ لیکن یہ ساری زمینیں اس کی اپنی ملکیت تھیں۔ اس نے ان زمینوں کو آزاد کر دیا۔ بنجر زمینیں تھیں حکومت نے کوئی توجہ نہ دی کوئی کام نہیں ہوا وہاں پر سوائے اس کے کہ سائیکا بانا وہاں آباد رہا اور بہت تھوڑے سے لوگوں کی اس آبادی نے وہاں رہ کر اچھی خاصی ترقی کی۔

پھر وہاں کے ٹھیکے اٹھنے لگے ہم لوگ آج بھی وہیں آباد ہیں میری ماں مر چکی ہے باپ بھی مر چکا ہے میں دابان سنگھا کا بیٹا رچرڈ سنگھا ہوں۔ رچرڈ کا نام میری ماں نے رکھا تھا اور سنگھا کا نام میرے باپ سے منسوب ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی کوئلے کی اس کان میں جس میں ہیرے برآمد ہوتے ہیں میرا اتنا ہی حصہ ہے مادام کوشل جتنا آپ کا۔

"ہوں۔ تو آپ حصہ وصول کرنے آئے ہیں!"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں آپ کو اپنا بہترین تعاون پیش کرنے آیا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں حصہ کسی طور نہیں حاصل کر سکتا میرا کوئی قانونی حق نہیں ہے لیکن اگر آپ ان کانوں سے ہیرے حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اس کے لیے آپ کو رچرڈ سنگھا کی مدد حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ وہ لوگ جو ان کانوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں میں جانتا ہوں کہ ان کے مقاصد کیا ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کو قتل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہو جائیں رچرڈ سنگھا ایک ایسی شخصیت ہے جو آپ کو ان سے بچا سکتا ہے دوسری شکل میں آپ نقصان اٹھا جائیں گی میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہیرے میری معرفت فروخت ہوں اور میں ان کا کمیشن وصول کروں میں جہاں چاہوں ان ہیروں کو پہنچاؤں آپ صرف کان کی مالک ہیں ہیروں کی سیل ایجنسی مجھے دے دی جائے"

رچرڈ سنگھا کی باتیں بڑی دلچسپ تھیں میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل پرخیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اور اگر میں اس بات سے انکار کر دوں تو؟"

"تو بھی کچھ نہیں ہوگا میڈم میں مزید کوشش کرتا رہوں گا میرا خیال ہے میں آپ کو اس سلسلے میں مزید کچھ ایسی چیز پیش کروں جو آپ کے لیے باعث دلچسپی ہو" اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔ اور دبلے پتلے جسم کا آدمی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس موجود تھا رچرڈ سنگھا نے بریف کیس اس کے ہاتھ سے لے لیا اسے کھولا اور چند لمحات کے بعد جب اس نے بریف کیس میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک ریوالور تھا جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا میں حیرت سے اچھل پڑا کیونکہ رچرڈ سنگھا نے یہ کام اتنی آسانی اور اتنی ہوشیاری سے کیا تھا کہ ہم لوگ تصور تک نہیں کر سکے تھے کہ اب وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔

کوشل ساکت رہ گئی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے تھے لیکن پھر وہ سنبھل گئی تھی۔

"خوب، خوب یہ غالباً معاہدے کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔

"مناسب سمجھیں آپ میڈم اب اگر آپ غور کریں میں آپ کو گولی مار کر ہلاک کر دوں اور آپ کے ساتھ ہی آپ کا یہ سیکرٹری بھی موت کے گھاٹ اتر جائے تو کیا آپ ہیروں کی ان کانوں سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتی ہیں بس انسان اس دنیا سے گیا تو اس کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔

"ہوں لیکن اس طرح معاہدے نہیں کیے جا سکتے۔ مسٹر سنگھا!"

"یقیناً میں جانتا ہوں۔ سنگھا نے کہا میں اس دوران آہستہ آہستہ اپنی جگہ تبدیل کر رہا تھا رچرڈ سنگھا میری طرف بھی متوجہ تھا لیکن وہ اصل بات نہیں سمجھ پایا تھا میرے پاؤں کے تھوڑے فاصلے پر ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی

چھوٹے سائز کی تھی اور میں چاہتا تھا کہ میرا پاؤں اس کے نیچے تک پہنچ جائے آہستہ آہستہ کھسک کر میں سائیڈ ٹیبل کے پاس پہنچ گیا میرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور رچرڈ سنگھا یہ دیکھ رہا تھا کہ میں کوئی جنبش تو نہیں کر رہا۔ لیکن اب اس بات کو وہ کیا کرتا کہ دفعتاً میرے پاؤں میں پھنسی ہوئی ٹیبل پوری قوت سے فضا میں اچھلی اور اس شاندار نشانے کے ساتھ اس کے پستول پر لگی کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی اس کا پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز بلند ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور پستول پر جا پڑا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں یہاں چوک گیا پستول اس کے سینے کے نیچے دبا ہوا تھا اس نے ذرا سا بدن اٹھا کر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی پسلیوں پر پڑی۔ اور پستول اس کے ہاتھ نہ آسکا البتہ وہ اچھلا تو میں نے جھک کر پھرتی سے پستول اٹھا لیا۔ رچرڈ سنگھا ایک دم سیدھا ہو گیا تھا لیکن دفعتاً ایک کریہہ چیخ سنائی دی دبلا پتلا سیکرٹری جو پیچھے سے مجھ پر حملہ کرنے آ رہا تھا کوشل کے ہاتھ میں دبے ہوئے اس بید کا شکار ہو گیا جس کی موٹھ چاندی کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

رچرڈ سنگھا اب کھڑا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں بے حد خوفناک نظر آ رہی تھیں اس نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور پرسکون انداز میں کوشل کی طرف رخ کر کے بولا۔

"میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے یہ سب کچھ جو ہوا صرف ایک نمونہ تھا۔

اوہ۔ سوری مسٹر سنگھا میں سمجھا واقعی حقیقت ہے کیونکہ ایسے نمونے میں نے اس سے قبل نہیں دیکھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ گڈ۔ اب ہمیں پرسکون انداز میں بیٹھ کر گفتگو کرنی چاہیے۔

"آپ تشریف رکھیے مسٹر سنگھا آپ تشریف رکھیے" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور سنگھا مجھے گھورتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا سیکرٹری زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن ایک بار بھی سنگھا نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ ڈرائیور باہر ہی موجود تھا میں دلچسپ نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے کوشل کی طرف دیکھا کوشل بہت مطمئن اور کسی حد تک مسرور نظر آ رہی تھی غالباً اس نے میرے سلسلے میں جو محسوس کیا تھا میں اس کے معیار پر پورا اترا تھا۔

رچرڈ سنگھا خاموش بیٹھا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی جلد کے نیچے دوڑتے ہوئے خون کی گرمی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"ہاں مس کوشل میں آپ سے جو گفتگو کرنے آیا ہوں وہ یقیناً آپ کے لیے مناسب نہیں ہوگی۔"

"اگر آپ نے یہ محسوس کیا تھا مسٹر سنگھا تو پھر آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟"

"یہ ضروری تھا۔! رچرڈ سنگھا نے جواب دیا۔"

"وہ کیوں!"

"اس لیے سورج گرہن اب آپ کی غلط کاریوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ بات ہوئی نا مسٹر سنگھا۔ کوشل نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"کیا مطلب!"

"مطلب یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر تو کیا کہ آپ کا تعلق سورج گرہن سے ہے!"

"اور میں بھی اس بات پر خوش ہوں کہ تم نے سورج گرہن سے لاعلمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ رچرڈ سنگھا نے کہا۔ میں البتہ کسی قدر خاموش ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوشل نے سورج گرہن کو تسلیم کر کے کچھ بہتر — نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اب خاموشی ہی مناسب سمجھی پھر کوشل بولی!"

"خیر تم کیا چاہتے ہو مسٹر سنگھا۔"

"ایسا کوئی درمیانی معاہدہ جو ہم دونوں کے لیے باعث سکون ہو!"

"کیوں کیا ایک معمولی سی عورت کی وجہ سے سورج گرہن بے سکون ہو گئی ہے" کوشل نے سوال کیا اور رچرڈ سنگھا کے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔!"

"سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات اس کا مقصد ہے کہ بہت معمولی ہیں!"

"ہاں ایسا ہی سمجھ لیجیے مسٹر سنگھا، دراصل میں کسی بھی چیز کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کرنے کی شائق نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ معلومات خود بخود چل کر مجھ تک

پہنچ جائیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور میرا خیال ہے کہ سورج گرہن میرے سلسلے میں بھی ایسی ہی معلومات رکھتا ہے۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ اگر رچرڈ سنگھا کی ذاتی بات ہو تو ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں، لیکن بات اگر سورج گرہن کی ہے تو پھر معاف کیجیے گا سورج گرہن کے بارے میں آپ کی معلومات بالکل ناقص ہیں۔ میں یہاں آپ کے پاس سورج گرہن کا ایک پیغام لے کر آیا تھا۔ آپ کے اس نام نہاد ساتھی نے تھوڑی سی جمناسٹک کا مظاہرہ کیا اور اپنی قوتیں دکھائیں، لیکن یہ سب کچھ سورج گرہن کے نام پر نہیں ہوا تھا اگر سورج گرہن کی بات کرتی ہیں تو پھر یہ لیجیے۔ اس نے کہا اور دفعتاً دونوں ہاتھ اٹھا دیے، اسی وقت دروازے سے چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔

وہ سب کے سب اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ تنومند اور توانا آدمی تھے۔ اندر آتے ہی انہوں نے پوزیشن سنبھال لی۔

رچرڈ سنگھا مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "تو پھر آپ دونوں حضرات سورج گرہن کے نام پر میرے ساتھ چلیے۔"

کوشل کے چہرے پر ہراس پھیل گیا تھا اس نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس صورت حال سے کچھ بوکھلا سا رہ گیا تھا رچرڈ سنگھا کی پٹائی کرنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب اور کوئی نہیں ہے ظاہر ہے کوئی ہوتا تو اس کی مدد کے لیے ضرور آتا۔ لیکن یہ سب کچھ جس ڈرامائی انداز میں اچانک ہوا تھا وہ میرے لیے بھی تعجب خیز تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے ہاتھ بلند کرنے کے لیے کہا اور میں نے ہاتھ اٹھا دیے دوسرے لمحوں میری جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا نکال لیا گیا۔ تب رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تشریف لائیے میڈم آپ کو یقیناً اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ بھی مسٹر۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اس وقت کوئی احمقانہ دلیری دکھانا مناسب نہیں تھا، چنانچہ ہم لوگ دروازے کی سمت بڑھ گئے کوشل آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ سنگھا نے چند لمحات کے بعد خوش گوار لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ بڑے پرسکون انداز میں باہر نکلیں گے یہ چار آدمی ہیں جو نا، چار سو آنکھوں کے مالک ہیں ذرا سی جنبش ہوئی اور آپ کے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہوں گے۔ باہر نکل کر آپ میری گاڑی میں تشریف رکھیے گا کسی قسم کا تردد چہرے پر نہ پیدا ہونے پائے، یہ لوگ اطراف کی نگرانی کریں گے سمجھ رہے ہیں نا مسٹر اور آپ بھی میڈم۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ زندگی کو اس وقت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جب تک کہ بالکل ہی موت کا سامان قریب نہ آ جائے۔"

ہم لوگوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر آگے بڑھنے لگے بے ہوش سیکرٹری کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن اس وقت یہ بات میری سمجھ میں آ گئی جب دونوں خالی ہاتھ نقاب پوشوں نے اسے اٹھا لیا۔ اسٹین گن والے ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور پھر وہ کافی پیچھے رہ گئے۔

ہم باہر نکل آئے، چوکیدار گیٹ پر تھا ہم کار میں سوار ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد کار وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور پرسکون انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر کشادہ تھی کہ ہم بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ گئے تھے۔

ڈرائیور کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اس صورت حال پر قطعی کوئی حیرت نہ ہو۔ نہ تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نہ ہی کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھوڑی دیر کے بعد گاڑی گیٹ سے باہر نکل آئی۔

ہم خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ بھری پری شہر کی سڑکیں تھیں لیکن ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں اطمینان سے نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب اس وقت کچھ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پیچھے جو کار آ رہی تھی وہ بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اس میں اسٹین گن والے بیٹھے ہوئے تھے اور اگر میں یہاں پر کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو ایک لمحے میں وہ میرے پیچھے پہنچ کر کوئی نہ کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ کار کا سفر خاصا تیز تھا لیکن طویل ہوتا جا رہا تھا۔ ہم سب بالکل خاموش ہو گئے تھے انجن کی مدھم سی سرسراہٹ کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں ایک لمحے کے لیے ذرا سا اپنی جگہ سے سرکا تو رچرڈ سنگھا نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ڈیئر کچھ کرنے کی کوشش تمہارے لیے صرف موت کی پیامبر ثابت ہوگی چنانچہ بہتر یہ ہے کہ خاموش رہو۔"

"مگر ہم چل کہاں رہے ہیں؟"

"یہ پوچھنے کا حق تمہیں نہیں ہے۔"

"ہے۔ میں نے جواب دیا۔"

"بھلا وہ کیوں۔"

"اس لیے کہ میں میڈم کوشل کا سیکرٹری ہوں۔"

"مگر دوست وفاداری دکھانے کا موقع ختم ہو گیا ہے اس وقت تمہیں اس قسم کی کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے میڈم کوشل بھی یہ جانتی ہیں کہ جب آدمی بے بس ہو جائے تو پھر بھلا وہ کیا کر سکتا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا، کوشل بھی سڑک پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ ہم ایک مضافاتی علاقے کی جانب جا رہے تھے کافی دور پہنچنے کے بعد گاڑی نے مین روڈ چھوڑ دی اور ایک سائیڈ روڈ پر چل پڑی۔ کچی سڑک تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پکی سڑک سے جا ملی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا اور پھر کار ایک طویل اور نیم پختہ سڑک پر دوڑنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

عمارت قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ لال لکھوری اینٹوں کا ایک قلعہ نما مکان ہمارے سامنے تھا جس پر لگے ہوئے بڑے سے گیٹ میں پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، باہر ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ رچرڈ سنگھا نیچے اتر آیا اس نے جیب سے چابیوں کا ایک بڑا سا گچھا نکال کر ڈرائیور کی طرف اچھال دیا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر گیٹ کا وہ بڑا سا تالا کھول دیا جو قدیم طرز کا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے ہمیں اشارہ کیا۔

بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ عمارت طویل عرصے سے ویران پڑی ہوئی ہے لیکن اندر جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہ ویران نہیں ہے۔ تمام عمارت کشادہ اور صاف ستھری تھی عقبی حصے میں دالان بھی تھا تالا گیٹ میں لٹکانے کے بعد رچرڈ سنگھا نے چابیاں جیب میں ڈالیں اور ہمیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ دونوں اسٹین گن بردار اب پھر ہمارے پیچھے آئے تھے، وہ دوسری کار بھی اس کار کے برابر آ کر رک گئی تھی۔

گھاس کے درمیان ایک پختہ راستے پر چلتے ہوئے ہم قدرے اونچائی پر بنی ہوئی اصل عمارت تک پہنچے لیکن رچرڈ یہاں بھی نہیں رکا تھا۔ وہ کئی دروازوں سے گزرتا چلا گیا عمارت کے ایک کونے میں پہنچ کر بیسمنٹ کی کشادہ سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔ اور ہم اس کے اشارے پر سیڑھیاں اترنے لگے۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا تو اس نے رک کر میری سمت دیکھا پھر پیچھے اشارہ کر کے بولا۔

"ان لوگوں کو ذہن میں رکھو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے"

ہم سیڑھیاں اتر کر کسی ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوٹھی میں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر لکڑی کا ایک دروازہ تھا رچرڈ نے دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا کر کوئی سوئچ دبا دیا۔ یہ ایک وسیع و عریض تہہ خانہ تھا۔ انتہائی صاف ستھرا اور اتنا وسیع کہ اس کی دوسری دیوار بھی نظر نہ آئے۔ شاید یہ تہہ خانہ پوری عمارت کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔

چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ روشندان کی ایک قطار تھی مگر ان میں ایسی جالیاں لگی ہوئی تھیں کہ روشنی نہیں صرف ہوا اندر آ رہی تھی۔ البتہ اس ہوا کی وجہ سے نہایت خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔

وسیع و عریض تہہ خانے کے ایک حصے میں فرنیچر بھی لگا ہوا تھا اور یقیناً یہاں ضروریات زندگی کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں، جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

ہم اندر آ گئے اور تیز روشنی میں یہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ رچرڈ سنگھا نے کہا۔

"یقیناً یہ جگہ آپ دوستوں کی پسند آئی ہو گی لیکن میڈم کوشل یہاں آپ کو مہمان نوازی کے لیے نہیں بلایا گیا ہے بلکہ یہاں آپ سے بہت سارے حسابات لیے جانے ہیں آئیے تشریف لائیے۔ اس نے کہا اور کرسیوں کی جانب بڑھ گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار دروازے پر جم گئے تھے۔

کوشل نے میری طرف دیکھا اور میں گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کوشل اس وقت میری ہدایت کے مطابق کام کرے۔ وہ میرا مقصد سمجھ گئی تھی چنانچہ ہم سب آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رچرڈ سنگھا کہنے لگا۔

"میڈم کوشل آپ نے اس شخص کو غالباً نیا نیا ملازم رکھا ہے، اس کی کیفیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کون ہے اور اس

کا مقصد کیا ہے۔"

"تم نہایت بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو رچرڈ سنگھا سیکرٹریوں کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ یہ شخص۔"

"نہیں میڈم کوشل آپ کے بارے میں ہم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں، آپ سیکرٹری پالنے کی عادی نہیں ہیں، یقیناً یہ شخص اس کے علاوہ اور کوئی حیثیت رکھتا ہے، کیا آپ کا۔ رچرڈ سنگھا نے مسکراتے ہوئے کہا اور کوشل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ظاہر ہے تم اس قسم کی باتیں کر سکتے ہو، تمہیں کرنا بھی چاہیے، تم جیسے چھچھورے لوگ۔

"نہیں میڈم نہیں، دیکھیے میں نے آپ سے کوئی بدزبانی نہیں کی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی کوئی ایسی بات نہیں کریں گی، جو ہمارے درمیان دوستانہ فضا کو ختم کر دے۔

"ہونہہ دوستانہ فضا۔ کوشل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کی طرف سے نہ سہی، کم از کم میں ابھی آپ کے لیے دوستانہ جذبات رکھتا ہوں، بہتر یہ ہو گا میرے ان جذبات کو ٹھیس نہ پہنچایئے۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔"

"وہ سبز فائل، جو آپ نے نہایت چالاکی سے سیٹھ بانکے داس کے پاس سے غائب کی ہے آپ سمجھتی ہیں کہ اس کی وجہ سے سورج گرہن کو کتنا عظیم نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بانکے داس تو ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن فائل اس کے دفتر سے نہیں ملی۔ جب کہ آپ کو اس کے آس پاس دیکھا گیا ہے

پاگل معلوم ہوتے ہو تم۔ میں بانکے داس سے کاروباری تعلقات رکھتی تھی کسی سبز فائل کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

"یہی تو دکھ کی بات ہے، لوگ اس وقت تک زبان نہیں کھولتے جب تک کہ ان کے حواس درست نہ کر دیئے جائیں اب یہ جگہ آپ دیکھ رہی ہیں۔ کتنی پرسکون کتنی عمدہ ہے لیکن اگر آپ اس کے اس گوشے کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو کچھ عجیب چیزیں نظر آئیں گی، آیئے آیئے میں آپ کو دکھا دوں، آپ کو یقیناً وہ چیزیں پسند آئیں گی۔

"کیا فضول باتیں ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ تم ان احمقانہ باتوں کے لیے ہی مجھے یہاں لاتے ہو اگر ایسی بات ہوتی تو میں تم سے ملنے کی بات ہی نہ کرتی۔

"نہیں میڈم۔ رچرڈ سنگھا کے سلسلے میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں ہوا۔ آپ جانتی تھیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آ رہا ہوں، مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے شایان شان استقبال کے انتظامات نہیں کیے۔ دراصل ان لوگوں کو میں نے باہر اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ پہلے اطراف کا جائزہ لے لیں اور پھر مجھ سے ملیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اپنے سیکرٹری پر بہت زیادہ اعتماد تھا کیوں نہ پھر پہلے اسی کا حساب کتاب کر لیا جائے۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ یہ آپ کا سیکرٹری ہی نہیں باڈی گارڈ بھی معلوم ہوتا ہے۔

"یہ سب تمہارے اپنے اندازے ہیں۔

"پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اس باڈی گارڈ کو تھوڑا سا سبق دے دیا جائے اور اس کے بعد کچھ اور کیا جائے۔

مجھے سبق دینے کے لیے یہ اسٹین گنیں کافی ہیں میں نے رچرڈ سنگھا سے کہا اور وہ میری شکل دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ ان اسٹین گنوں سے تم مجھے چھلنی کرا دو اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

"نہیں میرے دوست، ایسی بات نہیں چارہ تو میرے پاس بہت سارا ہے۔ اسے تم لوگ واپس جاؤ اور خبردار حالات کچھ بھی ہوں تم اندر نہیں آؤ گے اور نہ ہی اس پر فائرنگ کرنے کی کوشش کرو گے۔

"تو کیا تم مجھ سے مقابلہ کرو گے۔؟ میں نے سوال کیا۔

"ہاں دراصل میڈم کوشل کو یہ بتانا ہے کہ ہم لوگ اتنے نرم نہیں ہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا تھا۔ سورج گرہن کو چھوٹے چھوٹے سہارے لینے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس کا ہر شخص اپنی جگہ ایک مکمل کارکن ہے۔

"مگر اے مکمل کارکن تم تو میرے ہاتھوں مار کھا چکے ہو کیا خیال ہے تمہارا۔"

"وہ۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ صرف نمونہ ہے اصل چیز اب دیکھو گے۔"

اس نے تالی بجائی اور ہال کے ایک حصے سے دو آدمی باہر نکل آئے۔ دونوں تنومند اور طاقتور تھے ان کے بدن کی بناوٹ اور انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جوڈو کراٹے کے ماہر ہیں گویا اب یہ تماشہ ہو گا۔

رچرڈ سنگھا کے حکم پر دوسرے لوگ پہلے ہی واپس جا چکے تھے اب صرف ہم پانچ آدمی تھے۔ رچرڈ سنگھا وہ دونوں اور کوشل۔

میرے لیے آزمائشی لمحات آ پہنچے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہرحال کچھ نہ کرنا تھا۔ رچرڈ سنگھا نے کوشل کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اگر آپ نے دس سکنڈ کے اندر اندر فائل کے بارے میں نہ بتایا تو سب سے پہلے آپ کے اس سیکرٹری کی مرمت کی جائے گی اور اس کے بعد آپ کو اس گوشے میں لے جایا جائے گا جہاں اذیت انسانی کے آلات نصب ہیں اور یہ آلات مردوں کی زبان بھی کھول دیتے ہیں۔"

کوشل نے اس طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"ظاہر ہے مادام۔ آپ کسی فائل کے بارے میں کچھ بتانا پسند نہیں کریں گی۔"

"اوہ۔ وہ۔" کوشل ہچکچا کر بولی۔

"پہلے مجھے مار کھا لینے دیں اس کے بعد آپ تفصیل کے بارے میں فیصلہ کریں۔ آؤ دوستو۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا رچرڈ سنگھا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے زور سے کہا:

"مارو۔ اسے اچھی طرح مارو۔

دونوں لڑاکے پینترے بدلنے لگے۔ رچرڈ سنگھا مجھے دیکھنے لگا میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں خطرناک آدمی میرے اطراف چکرانے لگے کوشل کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

دفعتاً ان دونوں نے اپنی ٹانگیں میری طرف بڑھائیں یہ کوشش میری توقع کے مطابق تھی۔ میں نے نہایت پھرتی سے ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں گھما دیا۔ یہ داؤ ان کے لیے بالکل غیر متوقع تھا لیکن ان حالات میں میرے لیے پھرتی ہی ضروری تھی۔

گھومنے والے بری طرح زمین پر چکراتے ہوئے گرے۔ اصولاً اس داؤ کے جواب میں اچھل کر ہی ان کی زد سے نمٹنا چاہیے تھا لیکن ٹانگوں کو پکڑ کر گھمانا اس اصول کے خلاف تھا جس کی انہیں کوئی توقع نہیں تھی گرنے کے بعد بھی انہوں نے کئی قلابازیاں کھائی تھیں لیکن اس کے بعد انہوں نے اٹھنے میں بہت پھرتی دکھائی تھی۔"

صورت حال میری نگاہوں کے سامنے واضح تھی اگر ایک لمحے کی تاخیر کرتا تو چوٹ کھا سکتا تھا اور پھر یہ بھی جانتا تھا کہ دروازے کے باہر ہی دو اسٹین گن بردار موجود ہیں چنانچہ جو کچھ کرنا ہے اتنی پھرتی اور برق رفتاری سے کر لیا جائے کہ دشمن کو موقعہ ہی نہ مل سکے اور اسی میں میری جیت تھی چنانچہ میں نے فوراً کھڑے ہو کر ایک شخص کو تاکا اور پھر میری بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی۔

وہ کراہ کر الٹ گیا تھا لیکن دوسرا شخص میرے پاؤں کی ضرب سے بچ گیا اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اب وہ بہت زیادہ خونخوار نظر آ رہا تھا دیکھنے میں ہی وہ بہت تنومند معلوم ہوتا تھا اور پہلے شخص سے کافی زیادہ مضبوط تھا رچرڈ سنگھا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور مجبوراً کوشل کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا تھا کیونکہ جو صورتحال سامنے آئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اچھل کر ان کے اوپر گر سکتا ہے۔

دوسرے لمحے دوسرے قوی ہیکل آدمی نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا اور میری گردن میں دونوں پاؤں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ میں زمین پر بیٹھ گیا اور وہ میرے اوپر سے اچھلتا ہوا ایک صوفے پر جا کر گرا۔

صوفہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی میں نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ وہ کس طرح گرا اور اسے اٹھنے میں کتنی دیر لگے گی میں تو پھر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو زمین پر ہاتھ ٹکائے بیٹھا ہوا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے پھرتی سے اس کے منہ پر ایک لات رسید کی اسی دوران پچھلا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن اس آدمی کے لات رسید کرنے کے فوراً بعد ہی میں نے سینٹر ٹیبل اٹھائی اور اس شخص پر دے ماری۔

میرا مقصد حل ہو گیا تھا میز بہت وزنی تھی اور پوری قوت سے اس کے سر پر لگی تھی چنانچہ وہ لمبا ہو گیا اب مسئلہ رچرڈ کا تھا رچرڈ کو یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد میں اس کی طرف بھی رخ کروں گا لیکن ایک پھرتی کے ساتھ میں نے الٹی چھلانگ لگائی اور رچرڈ کے اوپر جا پڑا۔

اب ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے رچرڈ فرش پر چت پڑا تھا اور میں اس کے نزدیک موجود تھا میں نے اس

کے سینے پر کراٹے کا وار کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ناقابلِ یقین پھرتی سے اس نے میرے سینے پر لات رسید کر دی۔

میں الٹ کر پیچھے جا گرا ضرب اتنی شدید تھی کہ عام آدمی شاید اس کو برداشت نہ کر سکتا ایک لمحے کے لیے تو میں بھی چکرا گیا تھا لیکن مجھے سنبھلنا پڑا چونکہ وہ دونوں آدمی بھی بہر طور جوڈو کراٹے کے ماسٹر تھے اور اپنے باس کے لیے لڑ رہے تھے چنانچہ وہ سنبھل کر میری سمت دوڑ پڑے تھے۔

رچرڈ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ اٹھا اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اسے ہی ڈھال بناؤں چنانچہ میں نے بھرپور ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کیا اور اس کو عقب سے پکڑ لیا۔

جوں ہی وہ دونوں سامنے آئے میں نے رچرڈ کو ان پر دھکیل دیا اور رچرڈ بری طرح ان پر جا گرا انتہائی خوفناک جنگ ہو رہی تھی وہ بپھرے ہوئے سانڈ کی مانند مجھ پر حملہ کر رہے تھے اور پھر ان تینوں نے بیک وقت مجھے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے دیوار کی طرف لے گئے دیوار کے ساتھ چپکا کر انہوں نے پوری قوت سے میری پسلیوں میں گھونسے مارنے چاہے مگر میں ان کی گرفت سے پھسل گیا اور ان کے گھونسے دیوار سے ٹکرائے

یہ چوٹ اچھے بھلے مضبوط آدمی کے ہاتھ بے کار کر دینے کے لیے کافی تھی لیکن ان کی کیفیت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ان میں سے ایک تو بالکل ہی کراہنے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ رچرڈ اور دوسرا لڑاکا مجھے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت ایسی صورتِ حال ہو گئی تھی کہ رچرڈ کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ وہ اپنے دونوں اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے۔ چونکہ صورتحال کافی خراب ہو گئی تھی۔ اس نے ان دونوں کو مداخلت کے لیے منع کر دیا تھا لیکن اگر وہ خود انہیں آواز دیتا تو ظاہر ہے کہ وہ آنے میں دیر نہیں کر سکتے تھے۔

دفعتاً رچرڈ اچھلا۔ اس نے میرے فلائنگ کک رسید کی جو میرے لیے بالکل ہی غیر متوقع تھی۔ میں گرا اور گرتے ہی دیوار سے جا ٹکرایا۔ ایک لمحے کے لیے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا لیکن اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا ورنہ موت اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اگر میں اسی طرح ان لوگوں کو مارتا رہا تو رچرڈ مجبور ہو کر اسٹین گن برداروں کو آواز دے لے گا اور اس کے بعد صورتحال مختلف ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہاں کی سچویشن میرے کنٹرول میں رہے۔ چنانچہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر میں اس طرح زمین پر لیٹتا چلا گیا جیسے اب میرے اندر سکت نہ رہی ہو اور رچرڈ کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا۔

کوشل متوحش انداز میں سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی یہ خوفناک جنگ دیکھ رہی تھی۔ رچرڈ میرے نزدیک آ گیا اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ کوشش اسی پر الٹ سکتی ہے۔ میں نے اپنے بدن کو موڑا اور پھر دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کے سینے پر رسید کیے۔ اس بار رچرڈ کو لطف ہی آ گیا ہو گا۔

وہ زمین پر پوری قوت سے گرا اور کافی زور سے آواز پیدا ہوئی لیکن اس طرح گرا وہ کہ پھر اٹھ نہ سکا دونوں لڑاکے البتہ مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو جھکائی دے کر ایک اور تماشہ کیا۔ ان دونوں کی کچھ ایسی پوزیشن تھی کہ جونہی وہ مجھ پر جھکے ان کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرائے اور ان کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ اس کے بعد ان میں سکت نہ تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے۔ دونوں زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ رچرڈ کی حالت کافی خراب تھی۔

دفعتاً میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کیا۔ ہاتھ ایسی شدت رکھتا تھا کہ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے حواس معطل ہو جائیں۔

سب سے پہلے میں اپنے آپ کو ان اسٹین گن برداروں سے محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ رچرڈ کی یہ کیفیت بنا دینے کے بعد میں نے پھرتی سے اس بڑے دروازے کی جانب دوڑ لگائی جس سے گذر کر ہم لوگ یہاں تہہ خانے میں آئے تھے۔

دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر باہر موجود اسٹین گن برداروں کی سن گن لی۔ اسٹین گن برداروں کی کوئی چاپ نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مضبوط دروازہ توڑنا بھی ممکن نہیں تھا اور اس کو توڑنے کے لیے بھی ہتھیاروں اور اوزاروں کی ضرورت پیش آتی چنانچہ اس طرف سے بھی کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا۔ کم از کم اس تہہ خانے میں اب فوراً ان اسٹین گن برداروں کی آمد کی امید نہیں تھی۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ تب کوشل میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"اوہ ۔۔ تم نے ۔۔ تم نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ کاشی!" وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں ابھی کہاں میڈم کوشل! ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔"

"یہ ۔۔ کمینہ شخص ۔ یہ کمینہ شخص۔" کوشل آگے بڑھی اور اس نے رچرڈ کے بال پکڑ لیے۔ وہ غصیلے انداز میں اس کے بالوں کو جھنجوڑتی ہوئی بولی۔

"کمینے ۔۔ کتے ۔ اب بولو کہاں گئی تمہاری اکڑفوں۔" لیکن دوسرے لمحے وہ متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ چونکہ بال پکڑنے سے رچرڈ کے چہرے سے ایک خول سا اتر آیا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک اور نیا چہرہ برآمد ہوا تھا جو غیر ملکی نہیں تھا وہ سو فیصدی ملکی تھا۔ گویا اب تک وہ اپنے چہرے پر میک اپ ماسک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے بھی چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ حالت خراب ہو چکی تھی اس شخص کی لیکن شکل و صورت سے وہ کوئی مقامی باشندہ نظر آ رہا تھا۔ کوشل اور میں کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ رچرڈ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دوست تمہارا وہ اذیت خانہ اب تمہارا ہی انتظار کر رہا ہے آؤ مجھے ذرا اس کی سیر کروا دو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا۔ رچرڈ میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کوئی مدافعت کر سکتا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اتنے ڈھیلے ہو رہے تھے لیکن میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ میں اسے گھسیٹتا ہوا اس گوشے کی جانب لے چلا جہاں اذیت رسانی کے آلات موجود تھے بلاشبہ یہاں بڑی عجیب و غریب چیزیں تھیں ایسے ایسے شکنجے اور دوسری ایسی چیزیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے اس جگہ کو باقاعدہ ایک اذیت گاہ بنا دیا گیا ہے۔

رچرڈ بدحواس انداز میں میری اور کوشل کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ۔ نہیں ۔ پلیز نہیں ۔ مجھ میں اب مار کھانے کی سکت نہیں ہے۔"

"تو پھر اب تم یہ بتاؤ کہ اصل میں تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے رچرڈ سنگھا کا نقاب تو اتر چکا ہے۔"

"میرا ۔ میرا نام ساجن داس ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گیا۔

ساجن داس کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ وہ مجھے نہ پہچان سکا چونکہ پدما کے خیال کے مطابق اور اس کے خاندان کے مطابق میں کاشی ناتھ کا ہمشکل تھا۔

مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی لیکن میں اس بات پر حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوشل کے سامنے یہ تمام باتیں ٹھیک نہیں تھیں۔ البتہ اب میں اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔

پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس شخص کو قتل کر کے نکلنے کی کوشش کروں گا لیکن اب اس کی زندگی ضروری تھی۔ یہ آدمی تو بڑے کام کا تھا اس کی تلاش کے لیے میں نے کافی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ کوشل دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جس طرح صورتحال کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس سے وہ بڑی خوش نظر آتی تھی چنانچہ اس نے کہا۔

اب اسے مار ڈالو ۔ مار ڈالو۔ اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ کسی بھی لمحے یہ اپنے آدمیوں کو آواز دے سکتا ہے۔

نہیں کوشل! اس کی زندگی ہمارے لیے خطرناک نہیں بلکہ ضروری ہے۔ تم ساجن داس کے نام پر غور نہیں کر رہیں

"کیوں نہیں ۔۔ میں خود بھی اس شخص کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں لیکن لیکن موجودہ سچویشن ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔"

"ہم اس سچویشن کو بہتر بنائیں گے کوشل۔"

"کیسے؟"

"اس کا جواب تمہیں ابھی مل جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اب یہ بتاؤ ساجن داس کہ موت کو اسی وقت گلے لگانا چاہتے ہو یا کچھ زندگی چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں۔ صورت حال اس وقت میری بجائے تمہارے ہاتھ میں ہے لیکن ایک بات کو ذہن نشین کر لو۔ تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔"

"میں یہاں سے نکلوں گا ساجن داس اور تمہاری مدد سے نکلوں گا۔"

ہاں صرف یہی ایک ذریعہ ہے، ساجن داس کی آنکھوں میں ایک چمک نظر آئی اور میرے ہونٹوں سے بے اختیار ایک قہقہہ نکل گیا۔

خوب خوب۔ لیکن تم جس انداز میں سوچ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے ساجن داس۔

"کیا مطلب؟"

"تم سوچ رہے ہو گے کہ میں تمہیں ڈھال بنا کر یہاں سے نکلوں گا اور تم غیر محسوس انداز میں اپنے اسٹین گن برداروں کو اشارہ کرو گے کہ وہ ہم دونوں کو چھلنی کر دیں۔ یہی سوچ رہے ہو نا تم۔"

"نن۔ نہیں۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔"

نہیں میرے دوست ایسے نہیں۔ ہمارے ساتھ تم ضرور ہو گے لیکن اس راستے سے ہم باہر نہیں نکلیں گے جس سے گذر کر اندر آئے ہیں۔

"کیا مطلب؟ یہاں اور کون سا راستہ ہے؟"

تم بھول رہے ہو ساجن داس! تمہارے یہ دونوں لڑاکے اندرونی کمرے سے آئے تھے۔" میں نے کہا اور ساجن داس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے پھر تاریک ہو گیا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ اندرونی حصہ ہے یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"سنو! میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں اور اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ میں بذاتِ خود تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ اپنے جھگڑے کو ہم اگر اس جگہ نمٹا لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"یہ ساری پیشکشیں پہلے کی تھیں ساجن داس! اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اور پھر تم سے ذرا کچھ اور بھی حساب کتاب کرنا ہے چلو اٹھو!"

"میں اٹھ نہیں سکتا۔"

میں اٹھا سکتا ہوں تمہیں۔ میں نے کہا اور ساجن داس کی جیب سے لائیٹر نکال لیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا میری نگاہ اس لائیٹر پر اتفاقیہ طور پر ہی پڑ گئی تھی۔ میں نے لائیٹر روشن کیا اور ساجن داس کے بدن کے کھلے حصے پر لگا دیا۔ وہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا خیال ہے ساجن داس! اب تو تم کھڑے ہو گئے ہو۔" اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"آؤ!" میں اس دروازے کی جانب چل پڑا۔ جدھر سے گذر کر وہ دونوں لڑاکے اندر آئے تھے۔ میں نے ساجن کو آگے رکھا تھا لیکن اس طرح اس پر نگاہ رکھی تھی کہ اگر ذرا بھی وہ کوئی حرکت کرنے تو اسے سنبھال سکوں۔ ویسے اب وہ اتنا زخمی تھا کہ اس سے کسی پھرتی کی توقع ذرا مشکل بن سکتی تھی۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔

"اس کے دوسری طرف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا

"چلو۔ باہر چلو۔" ساجن داس بولا اور ہم کمرے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر ایک پتلی سی راہداری عمارت کے عقبی حصے کی سمت گئی تھی۔ اس طرف کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑا سا فاصلہ عبور کرنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی بستی کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں رک کر میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور کوشل اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی۔ اس نے دیوار کے دوسری طرف کا منظر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

میں نے ساجن داس کو اوپر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ کوشل دوسری طرف کود چکی تھی۔ ساجن داس بھی دوسری طرف کودا پر کودنے کے ساتھ ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی یہ دوسری بات تھی کہ زخمی ہونے کی وجہ سے زیادہ بھاگ نہیں سکا اور تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے اسے جا دبوچا اور پھر میرے چند گھونسوں نے اس کے حواس درست کر دیے تھے۔

"تم صرف شرافت سے چلتے رہو گے۔"

"لیکن پیدل۔ پیدل کتنی دور چلو گے تم یہاں سے۔"

"اس کا بھی انتظام کر لیں گے ساجن داس! تم ذرا درختوں کے اس جھنڈ کے قریب چلو۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں، ساجن داس اور کوشل درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہنچ گئے جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ یہاں میں نے کوشل کو دیکھا اور پھر ساجن داس کی طرف رخ کر کے بولا۔

اب میں اپنی کارروائی شروع کرتا ہوں ساجن داس۔ دیکھو کیا تماشے دکھاتا ہوں میں۔ اس طرف دیکھو۔ میں نے اشارہ کیا اور وہ اس طرف مڑ گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور ساجن داس لہراتا ہوا زمین پر آ رہا۔ کوشل اچھل کر پیچھے ہٹ گئی اسے میرے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے؟"

"اسے بے ہوش کرنا ضروری تھا، ہوش میں رہتا تو ہمارے لیے تکلیف دہ بن جاتا۔ اب میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں کوشل! تم آرام سے یہاں اس کی نگرانی کرو اور ہاں دیکھو اگر کوئی بھی حرکت کرے تو تمہیں اس کے لیے محتاط رہنا ہے۔"

"بے فکر رہو۔" کوشل نے کہا میں ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر عمارت کے سامنے کی سمت میں پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے عمارت کا جائزہ لیا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی نظر آ رہی تھی اب اس تک پہنچنا اور اسے اسٹارٹ کر کے لانا ایک اہم مسئلہ تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ یہاں ایسے مسلح لوگ موجود ہیں جو خاصے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا اور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے دیوار پھلانگ کر اگر میں اندر جاتا تو گاڑی تک پہنچنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی۔ میں نے یہی کیا دیوار پھلانگ کر گاڑی تک پہنچا۔ لیکن اس وقت میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اسٹین گن ہاتھوں میں لیے باہر نکل رہا تھا یہ انہی اسٹین گن برداروں میں سے ایک تھا جنہوں نے مجھے کور کر رکھا تھا۔ میں گاڑی کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ شخص باہر نکل کر گاڑی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پتہ نہیں کیا کام تھا اسے۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ جھکا اور گاڑی میں سے کچھ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اسے وقت اسے ناپ لیا۔ میرا گھونسہ اس کی گدی پر پڑا اور اسے بری طرح زمین پر رگیدنے لگا۔ میں نے چند ہی لمحات میں اس کے ہوش درست کر دیے تھے۔ اور اسٹین گن تو میرے گھونسے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس کے بعد جلد ہی میرے گھونسوں نے اس کے ہوش چھین لیے اور اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسٹین گن اٹھا کر میں نے اپنے قبضے میں کی۔ اس وقت یہ میری اہم ترین ضرورت تھی اور پھر میں گاڑی میں جا بیٹھا اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کر کے ریورس کیا اور ریورس کرتے ہوئے ہی گیٹ سے باہر نکال لی۔ اس کے بعد میں نے اسے پوری قوت سے اس طرف دوڑایا جہاں درختوں کا جھنڈ تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں کوشل ساجن داس کے ساتھ موجود تھی۔

ساجن داس ابھی تک بے ہوش تھا۔ میرا ہاتھ اتنا جچا تلا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ ساجن داس اتنی جلدی ہوش میں نہیں آ سکے گا۔ میں نے ساجن داس کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا۔ پھر میں اور کوشل گاڑی میں بیٹھ گئے کوشل نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو پچھلی سیٹ پر رکھا تھا تاکہ ساجن داس اگر ہوش میں آئے تو وہ اسے سنبھال سکے۔ ڈرائیونگ میں کر رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد ہم کوشل کی کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔

کوشل کی کوٹھی میں پہنچ کر ہم ساجن داس کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ کوشش یہ کی تھی کہ ملازموں تک کو اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہونے پائیں۔ کوشل نے میری راہنمائی بالکل اندرونی کمرے تک کی تھی اور پھر کہنے لگی۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو اسے تہہ خانے میں لے چلو۔"

"تہہ خانہ۔؟" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ یہاں ایک ایسا تہہ خانہ موجود ہے جہاں ہم اسے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ کوشل گویا تم نے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کر لیں اپنے لیے۔" میں نے کہا اور کوشل نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں بڑی نرمی اور محبت تھی۔ میں ساجن داس کو شانے پر لادے ہوئے اس کے ساتھ اس تہہ خانے میں پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور وسیع تھا اور جہاں کسی کو قید کرنے کے لیے تمام بہتر لوازمات موجود تھے۔ کوشل نے مجھے اس تہہ خانے کے بارے میں بتایا اور میں نے محسوس کیا کہ تہہ خانہ کافی محفوظ ہے اور کوئی یہاں اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

"یہ بہترین جگہ ہے مجھے پسند آئی ہے۔"

"میں نے سوچا تھا کہ یہاں ایک شاندار لائبریری بناؤں گی۔ ایسی لائبریری جہاں کبھی فرصت کے لمحات میں بیٹھ کر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو سکوں۔"

"کیا تمہیں کتابوں سے دلچسپی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے حد۔"

"کس قسم کی کتابیں پڑھنا پسند کرتی ہو۔؟"

"اب تو صرف ایک ہی کتاب میرے سامنے ہے، 'کتاب انتقام'۔" اس نے کہا اور میں مسکرانے لگا پھر میں نے کہا۔

"کوشل! تم میرے بارے میں کیا کچھ جانتی ہو؟"

"اب تو کچھ جاننا نہیں چاہتی بس اتنا معلوم ہے کہ تم میرے ہمدرد اور۔ اور۔ وہ خاموش ہو گئی۔

"جملہ پورا کرو کوشل!" میں نے کہا

"نہیں رہنے دو، بعض باتیں ادھوری ہی اچھی لگتی ہیں" وہ آہستہ سے بولی اور پھر کہنے لگی۔ "تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔"

"واہ۔ بڑی جلدی میری چوٹوں کا خیال آ گیا۔"

"سوری ڈیئر سوری۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی اس نے میرے قریب پہنچ کر مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور میں مسکراتا رہا۔

"میرا سوال ابھی تشنہ ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بڑی اپنائیت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا ورنہ میں تم تک نہ پہنچتی۔ تم میرے اندازوں سے کہیں بلند ہو میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جاننا چاہتی صرف اس حد تک کہ تم کاشی ہو۔"

"وہ تو میں ہوں لیکن بہر طور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں اس سلسلے میں پریشان کروں۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ اس شخص کے لیے کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔"

"ہوش میں آجائے تو اس سے معلومات حاصل کریں گے۔" کوشل نے کہا اور میں ساجن داس کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک اور شخصیت ہے کوشل! جو اس شخص میں بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔"

"کون۔؟"

"پدما۔!"

"پدما کون ہے؟"

"میری کزن، بلکہ یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی آس لگائے ہوئے ہے۔" میری اس بات پر کوشل بری طرح چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر ایک حزینہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خدا تم دونوں کو مبارک کرے۔"

"نہیں کوشل! یہ دعا نہ دو مجھے۔"

"کیوں۔"

"اس لیے کہ میں پدما کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔" کوشل کی آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ یک بیک جل اٹھے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"مطلب، مطلب یہ کہ تم۔ تم۔"

"ہاں۔ وہ میری کزن ہے۔ میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اس کے مقاصد کی تکمیل چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور میں نے کبھی نہیں کیا۔"

"کیا وہ تمہیں چاہتی ہے۔"

"اس کے انداز سے یہی لگتا ہے۔ بچپن میں بزرگوں نے ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ذہن میں اس کے لیے کبھی وہ جگہ نہیں پا سکا جو وہ چاہتی ہے لیکن بہر طور وہ ایسے مصائب کا شکار رہی ہے کہ میں ابھی اس سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔" کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"کسی کو دھوکے میں رکھنا اچھا نہیں ہوتا کاشی!"

"کچھ بھی ہو، میں ابھی اسے اس بارے میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ شخص ساجن داس اس کے باپ کا قاتل ہے۔"

"کیا مطلب؟" کوشل چونک پڑی۔

"ہاں۔ کنہیا لال جس کو اس نے قتل کیا اور پدما اس کے انتقام کے لیے پیاسی ہو رہی ہے۔"

"تو ہم اسے پدما کے حوالے کر دیں گے۔" کوشل نے فراخدلی سے کہا۔

"میں یہی کہنا چاہتا تھا کوشل کہ کیا پدما کو ہم یہاں بلا سکتے ہیں۔"

"اگر وہ تمہارے لیے قابلِ اعتماد ہے تو اس میں کیا حرج ہے!"

"لیکن ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"میں نہیں چاہتا کہ پدما کو ہمارے بارے میں پتہ چل سکے۔" کوشل کچھ دیر سوچتی رہی پھر گردن ہلا کر بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مناسب نہیں ہو گا، واقعی مناسب نہیں ہو گا۔"

"تو پھر پدما کی ساجن داس سے ملاقات کہاں کرائی جائے؟"

"اس کے لیے تم جو بھی فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہو گا۔ میرے سپرد جو ذمہ داریاں کرو گے وہ بس میں پوری ایمانداری کے ساتھ انجام دوں گی۔"

"کوشل! میں چاہتا ہوں کہ پدما کو پراسرار ذرائع سے یہاں لایا جائے اور یہاں وہ میری موجودگی میں ساجن داس سے ملاقات کرے اور اس وقت تم یہاں موجود نہ ہو۔"

"میں نے کہا نا میں صرف وہ کروں گی جو تم کہو گے۔"

"خیر ابھی ہمیں اس کی جلدی نہیں ہے۔ پہلے یہ ہوش میں آ جائے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں تم سے صرف اجازت لینا چاہتا تھا۔"

"ایک بات سنو! کاشی اب تم مجھ سے کسی بات کی اجازت مت لیا کرو سمجھے؟ میرے اور تمہارے درمیان اب اجازت والی معاملہ نہیں ہے۔"

"اس اعتماد کا بہت بہت شکریہ" میں نے جواب دیا اور کوشل مسکرانے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"بعض اوقات انسان بہت چھوٹا ہو جاتا ہے اتنا چھوٹا کہ وہ خود اگر اپنے آپ پر غور کر لے تو اسے اپنے آپ پر ہنسی آئے۔"

"یہ کس سلسلے میں کہہ رہی ہو۔؟"

"سو فیصدی اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں لیکن ابھی بتاؤں گی نہیں کچھ۔"

"یہ عادت اچھی نہیں ہے۔"

"پلیز۔ ویسے تم جو کچھ بھی کہو گے میں کبھی اس سے انکار نہ کروں گی لیکن یہ بات بس یہ بات میں ابھی نہیں بتاؤں گی۔" اس نے کہا اور مسکرانے لگی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں مجبور نہیں کروں گا۔ اب اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشل نے کہا اور ساجن داس کے نزدیک پہنچ گئی۔

ساجن داس بدستور بے ہوش تھا۔ ہم نے اس کے لیے مناسب بندوبست کر لیا تھا۔ لباس وغیرہ تو پہلے ہی تلاش کر لیا گیا تھا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے وہ۔ اس کے علاوہ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے میں نے مناسب انتظام کر لیا تھا چند منٹوں کے بعد ہم اسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ تھوڑی دیر زمین پر چت پڑا رہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی وحشت زدہ نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں میں نے اس کے سامنے آ کر کہا۔

"ساجن داس! تم جانتے ہو کہ بعض اوقات کھیل غیر متوقع طور پر ختم ہو جاتا ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے۔؟" اس نے سوال کیا۔

"کم از کم وہ نہیں جہاں تم ہمیں بہلا پھسلا کر لے گئے تھے بلکہ یہ بالکل نئی اور اجنبی جگہ تمہارے لیے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں لیکن۔ لیکن؟"

"لیکن یہ کہ کھیل الٹا ہو گیا ہے جناب ساجن داس صاحب یارجرد سنگھا آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑا تیر مارا تھا۔ لیکن آپ کو اندازہ نہیں تھا کہ بعض اوقات وہ کچھ بھی ہو جاتا ہے جو انسان کبھی نہیں سوچتا۔"

"ہاں میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"اب ضروری یہ ہے مسٹر ساجن داس کہ آپ اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔"

"میں۔ میں۔ میں تمہیں کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ اپنا نام بھی میں نے ہی بتایا تھا تمہیں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق سورج گرہن سے ہے۔"

"گڈ! سورج گرہن کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

"یہ کوئی چھوٹی موٹی جماعت نہیں ہے بہت بڑا گروہ ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اسے کئی آدمی کنٹرول کرتے ہیں اور ان سب کا انچارج ایک شخص ہے۔"

"گڈ میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"یقین کرو تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جاؤ اس شخص کے بارے میں نہیں جان سکو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اسے جاننے والے اس روئے زمین پر شاید نہیں ہیں، سوائے اس کے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ تم ایک وفادار آدمی ہو اپنے گروہ کے سربراہ کو اس طرح چھپا رہے ہو۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں لیکن دوست یہ بھی جانتے ہو کہ میں اس کا دشمن ہوں اور اسے ہر قیمت پر

منظرِ عام پر لانا چاہتا ہوں۔"

" زیادہ سے زیادہ میرے ٹکڑے کر دو گے اور کیا کرو گے لیکن میری بات کی سچائی پر غور کرو۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو جب ہار جاتے ہیں تو پھر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا سچ کہا۔"

" چلو ٹھیک ہے مان لیتا ہوں لیکن سورج گرہن کے پروگرام کیا ہوتے ہیں ؟"

" پروگراموں سے تمہاری کیا مراد ہے ؟ "۔

" میرا مطلب ہے اس کا طریقۂ کار اس کا مقصد۔ ؟"

" کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ زیادہ تر منشیات کی اسمگلنگ کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منشیات کا کاروبار پھیلاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں کئی ملکوں کا تعاون بھی حاصل ہے جو اپنے ہاں سے منشیات بیرونی ممالک بھجواتے ہیں غالباً کوئی سیاسی چکر بھی اس میں شامل ہے لیکن ہم لوگوں کو اس سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم اسمگلنگ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کریں اور اس سلسلے پر عمل کریں۔"

" اسمگلنگ کے علاوہ تمہارا اور کوئی کاروبار ہے ؟"

" سارے کاروبار جو ایک جرائم پیشہ گروہ کر سکتا ہے۔"

" مطلب !"

قتل و غارت، لوٹ مار، بلیک میلنگ تمام کام ہوتے ہیں ہمارے ہاں۔ لیکن ان کا ایک باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ اور سربراہ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی سربراہ خود حکم دیتا ہے کہ اب بینکوں کو لوٹا جائے اور اس سلسلے میں پوری دنیا میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے پروگرام بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہم ان پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔

" سربراہ رہتا کہاں ہے یہ تو معلوم ہوگا۔ ؟"

" زمین اور آسمان کے درمیان۔ کسی بھی جگہ۔ ممکن ہے کہ وہ زمین پر رہتا ہو یا ممکن ہے اس نے آسمان پر اپنے لیے کوئی جگہ بنا رکھی ہو چونکہ اگر وہ انسانوں کے درمیان ہوتا تو کہیں نہ کہیں اس کا نام اور پتہ تو ملتا۔"

" دلچسپ بہت دلچسپ، کیا بلیک میلنگ بھی کرتے ہو تم لوگ۔"

" ہاں کیوں نہیں !"۔

" کنہیا لال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟"

" کنہیا لال !" ساجن داس پُرخیال انداز سے بولا۔

" ہاں کنہیا لال "۔

" مجھے یاد نہیں اس نام کا کوئی شخص۔"

" نہیں ساجن داس میں اس کنہیا لال کی بات کر رہا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا اور جس سے تمہارا تنازعہ چل رہا تھا۔"

" اوہ۔ تم کنہیا لال کاپڑیا کی بات کر رہے ہو ؟"

" یقیناً وہی ہوگا۔"

" تم۔ تم، ارے تمہاری شکل تو مجھے جانی پہچانی نظر آرہی ہے۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

" ہاں۔ میں وہ ہوں جسے تم نے قتل کر دیا تھا۔"

" کاشی۔ کاشی ناتھ۔" ساجن داس کی آنکھوں میں شدید خوف و حیرت کے آثار ابھر آئے۔

" ہاں کاشی ناتھ۔"

" مگر تم اصلی کاشی ناتھ تو نہیں ہو۔ یہ بات تو تم تسلیم کرو گے۔ ؟"

" کیا مطلب ہے تمہارا ؟"

" اصل کاشی ناتھ تو ہمارے ہاتھ مارا گیا تھا۔"

" نہیں ساجن داس ! تم غلط فہمی کا شکار تھے۔ اصل کاشی ناتھ میں ہوں۔"

" میں ہرگز نہیں مان سکتا چونکہ اس وقت میں بھی وہیں موجود تھا جب کاشی ناتھ کو قتل کیا گیا۔"

میں نے ایک قہقہہ لگایا اور کوشل کی طرف دیکھ کر بولا۔

" تب تو پھر کوشل ہم دونوں میرا مطلب ہے کم از کم ہم تو زندہ نہیں ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا ؟" کوشل ہنس پڑی۔ ساجن داس کوشل کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

" میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تم آخر ہمارے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے"

" یہ تم ابھی نہیں جان سکو گے۔ شاید اس وقت تک نہیں جب تک کہ میرا مقصد پورا نہ ہو جائے۔"

" تمہارا مقصد کیا ہے ؟"

" یہ بھی تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔" کوشل نے جواب دیا۔

" تمہاری مرضی۔ بہرحال اب یہ بتاؤ کہ میرے سلسلے میں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

" ہم ابھی تمہارے بارے میں مزید تفصیلات جاننا چاہتے

ہیں۔" میں نے کہا۔

" میں بچپن سے بگڑا ہوا آدمی ہوں۔ مجھے شروع ہی سے غنڈہ گردی کی عادت تھی۔ برے لوگوں کی صحبت میسر آگئی اور میں مختلف سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور ان سرگرمیوں میں میں نے بڑی ترقی کی لیکن ان سرگرمیوں میں میری اپنی ایک لائن بن گئی۔ میں ایسے معروف اور ممتاز افراد کے قتل یا اغوا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ جن پر عام لوگ ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔"

" کوشل کے پاس تم رچرڈ سنگھانیا بن کر گئے تھے۔ کیوں؟"

" مجھے اوپر سے حکم ملا تھا۔"

" کتنی اوپر سے۔ ؟" میں نے ہنس کر سوال کیا۔

" تم ڈومر کو جانتے ہو ؟" اس نے سوال کیا۔

" نہیں بھائی ! ہمارا کسی ڈومر سے کوئی تعارف نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

" یہ کام ڈومر نے میرے سپرد کیا تھا اور ڈومر ہماری پارٹی میں ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

" ڈومر نے یہ کام تمہارے سپرد کیوں کیا تھا ؟" میں نے پھر سوال کیا۔

بس اس کے احکامات کو ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم جب سورج گرہن کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ سورج گرہن کیا ہے ؟۔ عجیب سی روایات ہیں اس کی۔ ہر وہ کام یہاں کر لیا جاتا ہے جس کے بارے میں عام لوگ توقع بھی نہیں کر سکتے۔ ڈومر کو شاید بہت پہلے ہی سے ہدایت ملی ہوئی تھی کہ وہ کوشل کو کسی طرح اپنے قابو میں کر لے۔ کوشل کو قتل کی دھمکی دی جانے والی تھی بلکہ اس طرح اغوا کر کے اسے قید کر دیا جاتا اور پھر اس سے کہا جاتا کہ وہ فلاں کام کر دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

" یہ فلاں کام کیا ہوا ؟" میں نے سوال کیا

" یہ صرف ڈومر جانتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہمارے آدمی ہر وہ کام کر لیتے ہیں جو منافع بخش ہو۔ شاید کسی نے ڈومر کو اس سلسلے میں حاصل کیا ہو۔ تم سمجھتے ہو نا ایسے لوگ خود کسی قسم کا کام نہیں کرنا چاہتے اور معاوضہ دے کر اپنے دشمنوں کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ہم سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے ڈومر کو کوشل کے سلسلے میں کوئی ٹھیکہ ملا ہو۔"

" ٹھیکہ دینے والا کون ہو سکتا ہے ؟"

" یہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ کون ہے ؟ اس سلسلے میں صرف وہی جانتا ہوگا۔"

" ڈومر نے تم سے کیا کہا تھا۔ ؟"

" صرف یہی کہ کوشل کو کسی نہ کسی طرح اپنے قابو میں کر لے"

" اور میرے بارے میں کیا حکم تھا۔ ؟"

" تمہارے لیے تو کچھ بھی نہیں تھا تمہارے بارے میں تو کسی کو علم ہی نہ تھا کہ تم کوشل کے سیکرٹری ہونے کے باوجود اتنے خطرناک آدمی ہو ورنہ وہ تمہاری طرف توجہ ضرور دیتے۔"

" کوشل کو اس سے پہلے بھی کبھی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔"

" متعدد بار۔ کام بہت مشکلات سے گزرنے کے بعد ہی میرے سپرد کیا گیا ہے ورنہ عام لوگ چھوٹے موٹے طریقے سے کوشل کے بارے میں کام کرتے رہے۔ وہ تو کوشل کی قسمت اچھی تھی ان پر غلط وقت پر حملے ہوتے رہے۔ اور ہر مرتبہ یہ بچ گئیں پھر سننے میں آیا کہ انہوں نے ایک آدمی بھی رکھ لیا ہے۔ وہ آدمی تم ہو۔ بہرطور ڈومر کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ تم کیا ہو گے، بہرطور یہ میرا اپنا مسئلہ تھا۔ اب اس سلسلے میں تم خود ہی جانتے ہو۔"

" اگر کوشل کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس وقت اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ؟"

" اُسے۔ اُسے۔" وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔

" بولتے رہو ساجن داس تمہاری زبان کھلوانے کے لیے بہت ہی عمدہ بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ گُر تم پر آزمائے جائیں تو پھر ہم اس پر اعتراض نہیں کریں گے اور تمہاری خواہش پوری کریں گے۔"

" سنو تو سہی۔ سنو تو سہی مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوشل کو تقریباً ایک ہفتہ اپنے پاس رکھتا، تمہیں ٹھکانے لگا دیتا اور اس کے بعد اسے، اسے۔"

" دیکھو ساجن داس رکنے کی ضرورت نہیں" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

" اس کے بعد اسے پھول گڑھی پہنچا دیا جاتا پھول گڑھی میں راجہ پورن سنگھ کی شکار گاہ پھیلی ہوئی ہے اور دور دور تک کے علاقے سرسبز و شاداب بنا لیے گئے ہیں جنگلوں میں جانور

دہاڑتے پھرتے ہیں۔ اس شکار گاہ میں ایک عمارت ہے جس میں کوشل کو پہنچا دیا جاتا۔"

"پھول گڑھی!" میں نے پرخیال انداز میں کوشل کو دیکھا کوشل کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ بولی۔

"میں نے اس جگہ کا نام بھی نہیں سنا۔"

"اور راجہ پورن سنگھ کا؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کون ہے؟" کوشل آہستہ سے بولی

"ہوں! راجہ پورن سنگھ ویسے کہاں رہتا ہے!"

"بھگوان کی سوگند مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا لیکن شکار گاہ راجہ پورن سنگھ کے نام سے مشہور ہے۔ میں ہی نہیں بے شمار لوگ جانتے ہیں۔ پھول گڑھی کا پورا علاقہ ہی راجہ صاحب کی ملکیت ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اچھا یہ بتاؤ ڈومر اس سلسلے میں کب تم سے ملاقات کرتا ہے۔"

"میں اسے کوشل کے بارے میں اطلاع دیتا کہ وہ اب میرے قبضے میں ہے۔ ویسے ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ ایک ہفتے تک ہم یہ دیکھیں گے کہ کوشل کی تلاش کے سلسلے میں کون کیا کارروائی کرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ بھی خبریں تھیں اور ڈومر میری اس رہائش گاہ پر کوشل کی آمد کے بعد پہرہ لگا دیتا۔ یہ سب اس کی ذمہ داری تھی۔ میں نے اس سے بات کر لی تھی۔"

"گویا ڈومر ہی راجہ پورن سنگھ تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"پورن سنگھ کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"راجہ پورن سنگھ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن وہ ایک عیاش طبع آدمی ہے اور اس نے اپنی اس شکار گاہ کو بڑا محفوظ بنا رکھا ہے۔ پورن سنگھ کے نام پر بہت سے کام ہوتے رہے ہیں اور اس کے بہت بہترین معاوضے سورج گرہن کو ملتے رہے ہیں۔ چنانچہ تمام پروگرام اسی انداز میں طے پاتے ہیں۔"

"ہوں تو یہ سلسلہ ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں ڈومر نے کیا دیا ہے؟"

"ایک لاکھ روپے۔ مجھے ایک لاکھ روپے ایڈوانس دیے گئے ہیں۔" ساجن داس نے بتایا

"اچھا ساجن داس! یہ بتاؤ کہ اگر کوشل کو کامیابی سے اغوا کر لیتے تو ڈومر کو تم کہاں اطلاع دیتے؟"

"میں اطلاع نہیں دیتا، آج رات کو بارہ بجے وہ خود میرے پاس آنے والا تھا۔" ساجن داس نے بتایا اور میں پرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ چند لمحات میں غور کرتا رہا اس سلسلے میں اب ذرا کچھ اور سوچنا تھا ڈومر کو قابو کرنے کے لیے کوئی ایسی کارروائی کرنا تھی جو مؤثر ہوتی۔ اس کا فیصلہ میں اور کوشل بعد میں کر سکتے تھے چنانچہ میں نے ساجن داس سے کہا۔

"بہر طور ساجن داس! تمہارا ایک اور قرض باقی ہے اس کی ادائیگی تمہیں کرنی ہے۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔ فی الحال تم یہاں آرام سے رہو۔ چاہو تو بہت سی چیزیں یہاں مرنے کے لیے موجود ہیں۔ نکلو گے تو زبردست کرنٹ تمہارا استقبال کرے گا۔ فیصلہ کرنا خود تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور فی الحال تمہیں یہاں کھانے کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ اب ہم چلتے ہیں۔" میں نے کوشل کو اشارہ کیا اور ہم تہہ خانے سے باہر آ گئے۔

جو کچھ میں نے کہا تھا کوشل اس سے مطمئن نظر آتی تھی لیکن اس کے چہرے پر عجیب و غریب آثار نظر آ رہے تھے اپنے ڈرائینگ روم میں پہنچ کر وہ بولی۔

"یہ تو مسئلہ حل ہوا پدما کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"ابھی میں نے یہ پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔ ساجن داس سے گفتگو کرنے کے بعد پہلے ذرا اس ڈومر کو دیکھ لیتے ہیں یہ کون بے شرم ہے؟" میں نے کہا اور کوشل لفظ بے شرم پر ہنس پڑی۔

"لیکن ڈومر بارہ بجے آئے گا۔ اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"یہی تم سے گفتگو کرنا تھی کوشل!" میں نے کہا

"یقیناً چالاک آدمی ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی ترکیب کریں جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"بے شک! اب مجھے تمہارے ان آدمیوں کی ضرورت ہے جن کا ابھی تم تذکرہ کر چکی ہو۔"

"وہ تمہیں مل جائیں گے۔"

"کتنے آدمی ہو سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا

"دس، پندرہ، بیس، پچیس۔ تم جتنے چاہو۔ تمہیں مل سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ، اس کا مطلب ہے کوشل! ہمارے ہاتھ بھی خاصے لمبے ہیں۔"

"لمبے کرنے پڑے ہیں کاشی! اب بتاؤ پروگرام کیا ہے ذہن میں؟"

"ہمیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس کے چہرے پر ہم میک اپ کر کے اسے ساجن داس کی شکل دے دیں اور اس کے ساتھ تمہیں کوشل کی حیثیت سے وہاں رکھوں میں خود بھی ساتھ رہوں، بارہ بجے ہم ڈومر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"اوہ! اچھا پروگرام ہے لیکن میک اپ کے سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"میں میک اپ کر لوں گا۔ کیا تم میک اپ کا سامان مہیا کر سکتی ہو؟"

"یقیناً کر سکتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے۔"

"تو پھر کوشل اس سلسلے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہم نے ایک پراسرار آپریشن کیا۔ ساجن داس کی رہائش گاہ کے اردگرد پھیلا دیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شخص کو جو ساجن داس کے تن و توش کا آدمی تھا ساجن داس کی شکل دے دی گئی اور اس کے بعد ہم کوشل کو لیے ہوئے اس کوٹھی میں داخل ہو گئے جو کچھ عرصہ قبل ساجن داس کی ملکیت تھی لیکن اب وہاں ہمارا مکمل قبضہ تھا کوشل کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے کرسی پر بٹھا دیا تھا لیکن ہاتھ اس طرح باندھے گئے تھے کہ کوشل جب چاہے انہیں کھول لے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس ایک پستول بھی موجود تھا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا وہ آزادی سے گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لیں تھیں۔

میک اپ کا سامان مل گیا تھا تو اب اس سلسلے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی تھی اور اس کے بعد ہم انتظار کرنے لگے۔ کوٹھی کے ایک خاص حصے میں بیٹھ کر ہم ڈومر کے منتظر تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک کار کوٹھی میں داخل ہوئی اور ہمیں اس کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ ہم سب انتظار کرنے لگے اور چند ہی لمحات کے بعد ایک شخص جو اچھے خاصے تن و توش کا تھا وہ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے دیکھا اجنبی شکل تھی۔ وہ اندر داخل ہو کر ساجن داس کے ہم شکل کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے کوشل کی طرف رخ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کماری کوشل کی خدمت میں آداب!" کوشل منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"کماری جی۔ بڑی مشکل سے آپ ہاتھ لگی ہیں۔ راجہ صاحب آپ کے لیے پاگل ہو رہے ہیں۔ کیا خیال ہے راجہ صاحب سے کوئی واقفیت ہے یا نہیں؟" کوشل نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس بات پر ڈومر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

خیر کوئی بات نہیں۔ جن لوگوں سے راجہ صاحب کی واقفیت نہیں ہوتی راجہ صاحب ان سے خود ہی اپنا تعارف کرا دیتے ہیں۔ بھئی ساجن داس! تم نے راجہ صاحب کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے صلے میں تمہیں اتنا انعام ملنا چاہیے کہ تم خوش ہو جاؤ۔ میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے معاوضے کے علاوہ بھی تمہیں بہت کچھ ملے گا۔ وہ شخص جو ساجن داس کے میک اپ میں تھا خاموش رہا۔ تب ڈومر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم خود ہی اس کا تحفظ کر سکو گے یا میں اسے اپنی تحویل میں لے لوں"۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور کوشل کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے کوشل کے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھے لیکن ان ہاتھوں پر اسے کوئی شبہ نہ ہو سکا تھا۔ میں اس دوران پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ ڈومر ایک مرتبہ پھر ساجن داس سے بولا۔

"کیا کہتے ہو ساجن داس! تم نے جواب نہیں دیا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" ساجن داس کے میک اپ میں موجود شخص بولا اور ڈومر چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے ساجن داس کی طرف دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر کماری کوشل کے نزدیک پہنچا اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا

"تم۔ تم" اور پھر دفعتاً اس نے پیچھے ہٹ کر پستول نکال لیا۔ پستول کا رخ اس نے ایک دم ساجن داس کی طرف کر دیا تھا۔

"ساجن داس تمہاری آواز کو کیا ہوا!" اس نے کہا لیکن اب اس کا موقعہ نہیں تھا کہ میں اسے مزید مہلت دیتا۔ میں نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا تھا اور میری کوشش یہی تھی کہ سب سے پہلے مرحلے پر پستول اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور ایسا ہی ہوا پستول اچھل کر دور جا پڑا۔

ڈومر ایک دم زمین پر بیٹھ گیا تھا اور میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور اس کے اوپر سے ہوتا ہوا آگے آ رہا۔ ڈومر نے عقب سے میری گردن پکڑ لی تھی لیکن میں اسے اٹھائے ہوئے

کھڑا ہوگیا اور پھر دھوبی پاٹ کے ذریعے اسے نیچے پٹخ دیا۔ ڈومر بہت پھرتیلا اور جنگ وجدل کا ماہر تھا۔ نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر میرے سینے پر دے ماریں اور مجھے کئی قدم پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ڈومر کوئی سہارا لیے بغیر پھرتی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ اس نے پستول کی طرف جھپٹا مارا لیکن ساجن داس کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ بھی لڑاکا ہی تھا اس نے اس طرف سے ڈومر کو سنبھال لیا۔ اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ ڈومر سنبھلا تو میں نے عقب سے اس کا کالر پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا اور اس کے بعد میں نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ لاتوں اور گھونسوں نے اس کی حالت خراب کر دی۔

چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں نے مل کر اسے بے بس کر دیا۔ کوشل اس دوران ہاتھ کھول کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر وہ پستول اٹھا لیا جو ڈومر کے ہاتھ سے گرا تھا۔

"کھیل ختم ہوگیا مسٹر ڈومر" میں نے کہا۔ ڈومر اب بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تم کون ہو؟ ساجن داس کہاں ہے؟"

"ساجن داس سے ملنا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا بکواس ہے۔ یہ سب کچھ۔ تم کیا سمجھتے ہو میں اکیلا آیا ہوں یہاں"

کوئی بھی تمہارے ساتھ آیا ہو ڈومر اب تمہاری مدد کو نہیں آسکے گا۔ چلو پکار لو انہیں۔ ہم تمہیں اس کی اجازت دیتے ہیں"

"کیا مطلب؟"

"اس عمارت کے گرد ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں"

"مگر تم کون ہو؟"

"کوشل کماری کا ایک ادنیٰ خادم" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ سازش ہوئی ہے۔ ساجن داس اور اس کے آدمی کہاں مر گئے سب کے سب، سب کے سب تمہاری تحویل میں آ سکتے ہیں"

"ہاں مسٹر ڈومر اب تمہارے آدمی بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے"

"میرے ساتھ کوئی آدمی نہیں ہے۔ بدقسمتی ہے میری کہ آج میں تنہا ہی آیا ہوں"

"ارے واہ! تب پھر تم ہمیں دھوکا دے رہے تھے لیکن مسٹر ڈومر اگر تم دھوکا نہ بھی دیتے اور تمہارے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تو کوئی فرق نہ پڑتا بلاوجہ بے چارے مارے جاتے" میں نے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی کچھ نہیں ذرا اطمینان سے بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔ آئیے!" میں نے کہا۔

"کہاں؟"

"وہاں جہاں ساجن داس موجود ہے"

"تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے"

"ہو سکتا ہے لیکن ہم نقصان اٹھانے کے عادی ہیں" میں نے کوشل کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور کوشل مسکرا دی۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈومر کو بالکل ہی بے بس کر دیا گیا۔ اور ہم اسے بھی ایک بند گاڑی میں لیے ہوئے کوشل کماری کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی تہہ خانے میں تھا۔ ساجن داس نے اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"تم۔ تم ساجن داس۔ تم یہاں؟"

"ہاں مسٹر ڈومر! ضروری نہیں ہے کہ سارا کھیل ہماری مرضی کے مطابق ہو۔" ساجن داس نے کہا۔

"اوہ۔ بے وقوف احمق آدمی تیری وجہ سے میں مارا گیا ورنہ میں اتنی آسانی سے ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا تھا"

"گالیاں دینا چاہتے ہو تو دے لو لیکن اب تو تم بھی پھنس چکے ہو"

"یہ سب۔ یہ سب تیرے حساب میں رہے گا ساجن داس!"

"حساب کتاب تو ہم دونوں ہی کا ہو جائے گا ڈومر! جن لوگوں نے تم جیسے آدمی کو قابو میں کر لیا۔ میں بھلا ان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں" اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"دیکھو دوستو! اب جو کچھ بھی تم کرنا چاہتے ہو کر لو لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے کہ مجھے اس شخص کے ساتھ قید نہ کرنا۔ میں اس شخص کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا"

"تو پھر تم اسے قتل کر دو ساجن داس!" میں نے دلچسپ

...ک۔ کیا مطلب؟" ساجن داس نے بوکھلا کر کہا۔

...تم دونوں ایک ہی جگہ رہو گے اگر تم چاہتے ہو کہ ڈومر ...قتل نہ کرے تو پھر تم ڈومر کا کام تمام کر دو اور یہی ...ی گلو خلاصی کا ذریعہ ہے"

...نہیں میں یہ نہیں کر سکتا"

"تو پھر ڈومر اپنے مسئلہ میں آزاد ہے کیوں مسٹر ڈومر کیا خیال ...تمہارا؟" جواب میں ڈومر گالیاں بکنے لگا میں اور کوشل ...تی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ دو اور ...ی بھی اس تہہ خانے میں آئے تھے جنہوں نے ڈومر کے ہاتھ ...کی پشت پر کس دیے۔ اس کے بدن سے جو کچھ بھی مل سکا ...ل کر لیا گیا۔ اب اس کے لباس میں کچھ نہیں تھا چنانچہ ...نے ڈومر سے کہا۔

"مسٹر ڈومر ساجن داس بالآخر اس بات کے لیے مجبور ...جائے گا کہ تمہاری ہڈیاں توڑ دے اور ہم اس کی مدد کریں ...سنا ساجن داس! اگر تم اب بھی کوئی خطرہ محسوس کرتے ...تو ڈومر کو ختم کر دو۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں"

"میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا"

"ساجن داس! سب کچھ تیری وجہ سے ہوا میں تجھے چھوڑوں ...نہیں"

"دیکھو ڈومر! بلاوجہ ان لوگوں کے جال میں نہ پھنسو ہم ...اور تم مل جل کر کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے۔ لیکن اگر تم اشتعال ...میں آ گئے تو پھر دونوں ہی کا نقصان ہوگا" بات ڈومر کچھ ...کچھ سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھنے لگا

"اس کے باوجود کہ تم دونوں گٹھ جوڑ کر لو گے مسٹر ڈومر کو ہمیں ...بتانا ہوگا کہ پورن سنگھ کا پروگرام کیا ہے؟"

"تم احمق ہو اگر تم تشدد کر کے مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ...ہو تو اس کی کوشش کر لو باقی رہا پورن سنگھ کا معاملہ تو پورن سنگھ ...کا کوئی معاملہ نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ خوبصورت عورتوں کا ...شائق ہے اور جس طرف اس کی نگاہ اٹھ جاتی ہے اسے ہر قیمت پر ...حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ کوشل کا بھی یہی کیس ہے۔ کوشل اس ...کی نگاہوں میں آ چکی ہے اور وہ کوشل کو اپنی شکارگاہ میں دیکھنا ...چاہتا ہے"

"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ...کوشل کے چہرے پر خجالت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے خونی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم لوگوں نے مجھے اتنا ہی نرم چارہ سمجھا تھا۔ کیوں؟ بکواس کرتا ہے یہ سب سورج گرہن کے آدمی ہیں اور سورج گرہن سے میری پرانی دشمنی ہے۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہوں گی تو ایک نہ ایک دن ان کے سربراہ تک پہنچ جاؤں گی اور سربراہ مختلف طریقوں سے مجھے نقصان پہنچانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ یہ ان کے لیے ممکن نہ ہوگا میں کم از کم ان کے ہاتھوں نہیں مروں گی۔ یہ میرا عہد ہے"

"تم بالکل نہیں مرو گی ان کے ہاتھوں کوشل! تم کیا سمجھتی ہو کہ کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا"

"ڈومر! سربراہ کے بارے میں بتاؤ؟"

"سورج گرہن کے سربراہ کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کم از کم یہ بتاؤ کہ پورن سنگھ کا تعلق بھی سورج گرہن سے ہے؟"

"پورن سنگھ کا تعلق سورج گرہن سے اگر ہے تو یہ بات تم اس سے معلوم کر سکتے ہو۔ کیا تم اس کی شکارگاہ میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتے؟" ڈومر نے سوال کیا۔

کوشل جی! اس شخص کے تیور ذرا کچھ زیادہ اچھے نظر آتے ہیں چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم اس کی زبان کھلوانے کے لیے کچھ کریں۔

"جیسا تم مناسب سمجھو"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈومر! آپ کچھ دیر آرام کریں۔ اس کے بعد آپ کے لیے کوئی مناسب کارروائی کر لی جائے گی۔ ہم دونوں وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ ڈومر کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے رہنے دیے گئے تھے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ساجن داس کو اس سے کوئی نقصان پہنچ جائے ہاں اگر ساجن داس خود ہی اس کے ہاتھ کھول دے تو دوسری بات ہے۔ باہر نکل کر کوشل نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں چند لوگوں کو یہاں اس تہہ خانے میں آس پاس پہرے کے لیے مقرر کیے دیتی ہوں۔ تاکہ یہ لوگ نکل کر بھاگ نہ سکیں"

"مناسب خیال ہے ایسے اعتماد کے لوگ"

"یہی لوگ کافی ہیں جو ہمارے ساتھ تہہ خانے تک آئے ہیں" کوشل نے آہستہ سے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بات کرنے لگی وہ لوگ کوشل کی ہدایت پر اس کی خواہش کی تکمیل کرنے کے لیے

بخوشی تیار ہو گئے تھے۔

ہم انہیں وہاں چھوڑ کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ پھر ڈرائنگ روم میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت رات ہو چکی ہے کیا خیال ہے آرام کیا جائے؟"

"نیند تو نہیں آئے گی کوشل۔ لیکن میں تمہارے چہرے پر تھکن کے آثار محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں بہت تھک گئی ہوں۔" کوشل نے جواب دیا۔

"تب پھر تم آرام کرو۔" تھوڑی دیر کے بعد کوشل اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

مجھے اس بارے میں اب بہت کچھ سوچنا تھا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرا برق رفتار ذہن خیالات کے سمندر میں کسی ہائی اسپیڈ بوٹ کی مانند دوڑنے لگا۔

بہت کچھ سوچنا تھا، بہت کچھ کرنا تھا، کوئی فیصلہ کرنا تھا اس سلسلے میں، میں نے جو یہ مصیبتیں اپنے گلے میں پال لی تھیں انہیں بے مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ میں اتنے گہرے انداز میں سوچ رہا تھا کہ خود بعض اوقات اپنے آپ پر بھروسہ نہیں رہتا تھا کیا میں ان مراحل کو طے کر کے اس حد تک جا سکوں گا جو میں نے اپنے لیے متعین کی ہے اور اگر میں چلا بھی جاؤں تو پھر کیا میرا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے ان بلندیوں تک پہنچنے کے سلسلے میں نجانے کون کون سے مراحل سے گزرنا ہو گا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا۔ ایک بہت بڑا منصوبہ سورج گرہن کے سہارے اگر میرے اس مقصد کی تکمیل ہو جائے تو مجھے نئے سرے سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ اور اگر یہ سب کچھ نہ ہو سکا اور میں راستے ہی میں رہ گیا تو موت تو اب میرے لیے ایک معمولی سی بات رہ گئی تھی۔ زیبی کے بارے میں اب میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ نجانے کیوں دل کو یہ یقین سا ہو چلا تھا کہ اب وہ مجھے کبھی نہیں مل سکے گی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو مضبوط کر لیا تھا اور اب اس کا خیال صرف ایک احساس بن کر دل کو چھوتا ہوا گزر جاتا تھا۔ ہاں اگر یہ احساس اگر کوئی روپ اختیار کر سکا تو وہ انتقام کا روپ تھا۔ ترلوکا کی زندگی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ اس کا گروہ باقی تھا۔ ہرے راما ہرے کرشنا تحریک زندہ تھی۔ یہ تحریک کوئی بھی چلائے میرا معاملہ تو صرف ترلوکا سے تھا۔ میں ترلوکا کی موت چاہتا تھا اور اس کے لیے میں اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں یہی منصوبہ تھا کہ کسی طرح کوئی آرگنائزیشن بنا لوں کہ ترلوکا کے مقابلے پر آ سکوں۔ زیبی کا بہت بڑا سرمایہ تو نہیں تھا لیکن اچھی خاصی رقم تھی برائیوں کی جانب راغب ہونے کے لیے مجھے سوئیزرلینڈ اپنا پیسہ بھی نکالنا پڑتا تو مجھے اس سے کوئی تعرض نہ تھا۔ پچھلے دنوں میں نے یہ سوچا تھا کہ اب اپنا مقصد حاصل کر کے لیے میں وہ ناجائز رقم سوئیزرلینڈ کے بنکوں سے نکال گا، جو میں نے بالکل اسی طرح چھوڑ دی تھی۔ لیکن اب یہ بڑی خوش اسلوبی سے طے کرتے تھے۔ راجہ پورن سنگھ کی میرے ذہن میں تھی کوشل کو وہاں پہنچانے کے بعد راجہ پور کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ مگر میں کوشل کو داؤ پر نہ لگا سکتا تھا۔ خاصی رات گئے تک جاگتا رہا۔ منصوبے بناتا مسترد کرتا رہا اور اس کے بعد چند ٹھوس باتیں اپنے ذہن جمع کریں اور اس کے بعد سو گیا۔

دوسری صبح گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ کوشل نے مجھے جگا کی کوشش نہیں کی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میں خود ہی تیا ہو کر باہر نکلا تو کوشل میرے سامنے آ گئی۔ وہ شب خوا لباس میں ملبوس تھی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو وہ مسک بولی۔

"نہیں اگر اپنی شکل آئینے میں بغور دیکھو تو مجھ سے مختلف نہیں آؤ گے۔"

"کیا مطلب میری شکل تم جیسی ہو گئی ہے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری آ میں رات کا خمار نظر آ رہا ہے، ظاہر ہے تم بھی نہیں سو ہو گے۔"

"مجھے تو واقعی نہیں سونا چاہیے تھا کوشل! آؤ کہ بیٹھیں۔ چائے کے لیے کہہ دیا گیا؟"

"تمہیں دیکھنے آ رہی تھی کہ جاگے یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے تم بھی ابھی جاگی ہو۔"

"ہاں بس غسل بھی نہیں کیا، منہ ہاتھ دھو کر تمہاری میں نکل آئی یہ سوچ کر کہ کہیں تم بور نہ ہو رہے ہو۔ ملازموں پوچھا تو پتہ چلا کہ ابھی تک تم کمرے سے باہر نہیں نکلے وا جا رہی تھی کہ تم کمرے سے باہر نکلتے نظر آئے۔" ہم دونو

ئننگ روم میں جا بیٹھے۔ ایک ملازم نے فوراً ہی چائے کے برتن ارے سامنے سجا دیے۔ کوشل نے اسے ناشتے کے لیے بھی کہہ ا اور ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر چائے پینے ۔ کوشل نے کہا

ملازموں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ باہر موجود پہریداروں ے ہاتھ ان دونوں کو ناشتہ بھجوا دیا جائے۔

"یہ لوگ جنہیں تم نے پہرے پر مقرر کیا ہے قابلِ اعتماد ں نا۔؟"

"ہاں میرا خیال ہے یہ کسی طور پر دغا نہیں کریں گے۔"

"گڈ۔ ویسے اب پروگرام کیا ہے کوشل؟"

"ایک بات کہوں کاشی۔ کسی غلط انداز میں مت سوچنا پلیز!"

"ارے نہیں اب میں تمہاری کسی بات کو غلط انداز میں نہیں وچ سکتا۔"

"اس اعتماد کا شکریہ! میں نے یہ سوچا ہے کہ اب اپنے آپ تمہارے حوالے کر دوں۔"

"اوہ۔ بڑی خطرناک بات سوچی ہے کوشل!"

"پلیز کاشی میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ غلط انداز میں مت وچنا۔ اگر تم ایک عورت کی حیثیت سے میرا تجربہ کرنا چاہتے ہو سنو۔ میرے دل میں محبتوں کا وجود ضرور ہے لیکن اب ان بتوں کو وہ رنگ کبھی نہیں مل سکتا جو۔" کوشل کا چہرہ جھک گیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"میں مطلب تمہیں زندگی کے کسی حصے میں نہیں بتا سکتی بس اس بات کا خیال رکھنا میری ذات سے صرف یہی ایک تردد پہنچے گا تمہیں!"

"کوشل! کیا میں ہمیشہ تمہارے وجود کی کتاب کھولنے میں ناکام رہوں گا۔"

"میرے وجود کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں ایک کھلی کتاب ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں ہوئیں کہیں۔ کہ میں عام عورتوں سے مختلف شے بن کر رہ گئی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔"

"اچھا یہ بتاؤ کوشل کہ تمہاری اپنی زندگی کا مطمحِ نگاہ کیا ہے؟"

"یوں تو ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی صرف ان لوگوں سے انتقام کے لیے وقف کر دی ہے یوں سمجھ لو کہ سورج گرہن والوں کے ہاتھوں مجھے کچھ ایسے نقصانات پہنچے ہیں کہ جنہیں میں اب کبھی واپس نہیں لا سکتی۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔ بس اب میں گزرے وقت کا انتقام ہوں۔"

"تعجب ہے ایسی کون سی بات ہوئی تمہارے ساتھ — بہرحال کوشل میں اس سلسلے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا جہاں تک میرا معاملہ ہے میں بھی تمہیں یہ بتا دوں کہ سورج گرہن کے ذریعے اپنے راستے طے کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک ہی منزل کے راہی بن گئے ہیں۔ اور ہماری منزل یکجا ہے۔"

"خدا کرے ہم کامیاب ہوں۔" کوشل نے کہا

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے آج میں پدما کو ساجن داس سے ملا دوں ویسے کیا خیال ہے کوشل یہ دو نو مہرے اب ہمارے لیے بیکار ہیں۔؟"

"ہاں ہیں تو بے کار لیکن کرو گے کیا ان کا؟"

"زندگی مناسب نہیں ہو گی ان کی کوشل! ہمیں مجبوراً انہیں قتل کرنا پڑے گا۔"

"میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے منحرف ہوں لیکن اگر کسی بڑے مقصد کے لیے ایسا ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتی۔ ظاہر ہے اگر یہ آزاد ہو گئے تو ہمارے بارے میں مکمل طور پر اطلاع دے دیں گے اور اسی کے بعد ہمیں ہی نقصان پہنچے گا۔"

"ایک بات کہوں کوشل کچھ ایسے خطرات مول لینے کی ہمت کر سکو گی۔ جس میں تمہاری زندگی بھی جا سکتی ہے۔"

"بالکل۔ میں اب ایسے خطرات مول لے سکتی ہوں۔ کہو!" کوشل نے سوال کیا۔

"تو پھر اس سلسلے میں، میں تمہیں بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا۔ آج میرا خیال ہے پدما کو ساجن داس کے سامنے لے آؤں تاکہ وہ اپنا حساب کتاب طے کر لے۔"

"ساجن داس مرد ہے!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں پدما کی مدد کے لیے موجود رہوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پدما پر ایک اور انکشاف

بھی کروں گا۔"

"وہ کیا ہے؟" کوشل نے سوال کیا۔

"بھئی دیکھو! اب ہمارے درمیان کچھ باتیں راز رہنا ضروری ہیں تو پھر میری کچھ باتیں بھی راز رہنے دو۔" کوشل نے عجیب انداز میں مجھے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک کہتے ہو تم میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتی۔"

ناشتے کے بعد میں تیار ہو گیا اور کوشل کو ہدایات دے کر باہر نکل گیا۔ پدما سے ملاقات کرنے کے لیے مجھے اس کی نئی رہائش گاہ پہنچنا پڑا۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کر کے میں بالآخر اس تک پہنچ گیا۔

پدما مجھے دیکھ کر عجیب سے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ وہ دیر تک میری شکل دیکھتی رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔

"پچھلی رات سے میرا دل نجانے کیوں گھبرا رہا ہے کاشی!"

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی۔ بس ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلی ذہن پر سوار ہے۔"

"خود کو سنبھالو پدما! تمہیں تو ابھی اپنی زندگی کا ایک بڑا مقصد پورا کرنا ہے۔"

"ہاں وہی مقصد تو مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ورنہ میری زندگی میں بہت زیادہ دلکشی نہیں رہ گئی ہے۔ بہت یاد آتے ہیں سب کے سب۔" پدما نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

میں خاموشی سے پدما کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"خود کو سنبھالو پدما، زندگی انہی حوادثات کا نام ہے، یاد آنے والے تو ہمیشہ یاد آتے رہیں گے، تمہیں اپنے راستے نہیں کھونے چاہئیں۔"

"میں صرف انتقام چاہتی ہوں، میں ساجن داس کو قتل کر دینا چاہتی ہوں، میری دلی خواہش ہے کہ میں اُسے اپنے ہاتھوں سے موت کی نیند سلا دوں اس کے بعد میرے انتقام کی آگ سرد ہو جائے گی اور کاشی اور۔ اور۔" وہ جذباتی بھری آواز میں خاموش ہو گئی۔

"پدما میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لے کر آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"خوش خبری۔" پدما نے آنکھیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔

"ہاں۔"

"کیا خوش خبری ہے سناؤ۔" وہ بولی۔

"میں نے ساجن داس کو تلاش کر لیا ہے۔"

"کیا۔؟" پدما کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ۔؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میرے قبضے میں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اوہ پلیز اُسے میرے حوالے کر دو، میں۔ میں اپنی زندگی کا وہ کھیل کھیلنا چاہتی ہوں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھیلا۔"

"میں تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں پدما، اپنے انتقام کی آگ سرد کر لو، چلو چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں۔" اس نے کہا۔

میں نے نہایت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا تھا، پدما کی کہانی میں ختم کر دینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے میں کاشی نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو پدما کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا، میں اب اُسے اپنی حقیقت بھی بتا دینا چاہتا تھا۔

پدما میرے ساتھ چل پڑی۔ کوشل کی طرف سے اجازت مل گئی تھی، میں نے اُسے تمام صورت حال سمجھا دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ کوشل نے اس وقت تک ڈومر کو وہاں سے نکال لیا ہوگا اور اب تہہ خانے میں صرف ساجن داس ہوگا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں پہنچ گیا، کوشل ہم دونوں کے سامنے نہیں آئی تھی، میں نے منع کر دیا تھا، پدما کو لیے ہوئے میں سیدھا اُس تہہ خانے کے قریب پہنچ گیا جہاں ڈومر اور ساجن داس موجود تھے، اُس وقت تہہ خانے والے کمرے میں چار آدمی موجود تھے، جنھیں میرے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گئے۔ انھوں نے سلام بھی کیا تھا۔

"ڈومر کو یہاں سے ہٹا دیا گیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں جناب۔" اُن میں سے ایک نے جواب دیا اور میری ہدایت پر تہہ خانہ کا دروازہ کھول دیا۔ پدما حیران نظر آ رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد ہم تہہ خانے میں اُتر گئے۔ سامنے ہی ساجن داس موجود تھا۔

پدما اُسے بغور دیکھنے لگی، پھر اُس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"تم ساجن داس ہو؟" ساجن داس کی آنکھوں میں

ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار نظر آئے، چند لمحے وہ کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں میں ہی ساجن داس ہوں۔"

"کنہیا لال کو تم نے کیوں قتل کیا تھا؟"

"تم۔ تم۔ تم پدما ہو نا۔" ساجن داس آہستہ سے بولا۔

"پہچانتے ہو مجھے۔"

"ہاں پہچانتا ہوں۔ تمھارے باپ سے میری بہت پرانی دشمنی چل رہی تھی اس کا قتل کر دینا میرے لیے ضروری تھا، لیکن میں تم سے اب بھی ایک بات کہتا ہوں مجھے کوئی بھی سزا دو میں کارروائی کی، لیکن یہ آدمی۔ یہ آدمی کاشی داس نہیں ہے۔ کاشی داس میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے، چنانچہ تم اس شخص کے ہاتھوں احمق بن رہی ہو۔" ساجن داس نے اپنی دانست میں میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا تھا جو مجھے زندگی بھر اذیت میں مبتلا رکھے لیکن وہ احمق نہیں جانتا تھا کہ اس نے تو میری ایک بڑی مشکل آسان کر دی تھی۔

پدما نے میری طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ وہ ساجن داس کو گھورتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو ساجن داس؟"

"میں کسی سے کوئی توقع نہیں رکھتا لڑکی۔ بس جو کچھ مجھے کہنا تھا میں نے کہہ دیا۔ میں ہار چکا ہوں، لیکن ہارنے کے باوجود میں نے اپنے آپ کو ابھی ختم نہیں سمجھا ہے۔"

"میں تمہیں ختم کر دوں گی۔" پدما نے کہا، اُس کی آنکھوں میں کسی خونخوار بلی کی سی چمک نظر آ رہی تھی، ساجن داس اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تو کیا تم مجھے اس کے ہاتھوں مروا دو گے۔؟"

"ساجن داس یہ فیصلہ اسے ہی کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بے بس کرنے کے بعد کسی کے ساتھ یہ سلوک کرنا اچھا تو نہیں ہے۔"

"تم اُن شریف انسانوں میں سے نہیں ہو ساجن داس جو اس قسم کی باتوں کا خیال رکھتے ہیں اور جو اس قسم کی رعایت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

پدما نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اپنے لباس سے ایک لمبا چاقو نکال لیا، یہ چاقو یقیناً اس وقت اس نے اپنے پاس رکھا ہوگا جب وہ مجھ سے ایک لمحہ کی اجازت لے کر گئی تھی۔ چاقو کھول کر وہ اس کی دھار پر اُنگلی پھیرنے لگی، ساجن داس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نظر آئے، وہ عجیب سے انداز میں

بولا تھا۔

"سنو اس لڑکی کو یہاں سے لے جاؤ، یہ دیوانی ہو رہی ہے، میں۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا، مجھے بھی اپنی زندگی بچانے کا حق ہے۔"

"کیوں پدما کیا چاہتی ہو تم۔"

"میں۔ میں اپنی اور اس کی زندگی کا فیصلہ خود کروں گی، میں تم سے استدعا کرتی ہوں کاشی کہ اس مسئلے میں نہ تو تم میری مدد کرنا اور نہ ہی میرا راستہ روکنا۔" اس نے کہا۔

"تمھاری مرضی۔ چلو شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور پدما چاقو سنبھال کر آگے بڑھنے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پدما اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہو سکتی تھی لیکن بہرطور میں نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس وقت وہ شدید جنون کے عالم میں ہے اور ساجن داس کے لیے بڑی کھیر ثابت ہو گی۔ پدما نے اس کے سامنے پہنچ کر چاقو کو سیدھا کیا، پھر اُسے اُچھال کر دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ ساجن داس پھرتی سے پینترا بدل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھا اگر یہ لڑکی میرے ہاتھ سے ماری گئی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہو گا۔ تم اسے روک لو، اسے لے جاؤ یہاں سے۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے کاشی اس میں تم دخل نہیں دو گے۔"

اس نے کہا اور پھرتی سے چاقو ساجن داس کے پیٹ کی طرف بڑھایا۔ ساجن داس اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن پدما سے مجھے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی، اس نے پہلی بار تو صرف جھکائی دی تھی دوسری بار وہ پوری قوت سے آگے بڑھی اور اس نے چاقو ساجن داس کے پیٹ میں اُتار دیا۔

ساجن داس کو غالباً پدما جیسی لڑکی سے اس پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ ایک ایسی لڑکی جس نے اپنی زندگی میں چاقو کا کھیل کبھی نہ کھیلا ہو اس انداز میں کسی کو ہلاک کر دے معمولی بات نہیں تھی لیکن پدما پر تو جنون طاری تھا اور اس جنون نے اسے نہ جانے کتنی قوتیں بخش دی تھیں۔

ساجن داس کے پیٹ سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اس نے پھرتی سے اپنا ایک ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا اور دوسرے لمحے دہاڑتا ہوا پدما کی طرف بڑھا لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اب دوسرا وار کس پھرتی سے اُس کے دل کے مقام پر ہوگا۔ اس بار چاقو اس کی ہڈیوں میں گھس کر پھنس گیا تھا۔ پدما اُسے کھینچنے کے لیے زور لگا رہی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی اور پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی۔

چاقو ساجن داس کے سینے میں پھنسا ہوا تھا اور ساجن داس کی کراہیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ میں نے آسودہ نگاہوں سے پدما کو دیکھا، وہ پیچھے ہٹ گئی تھی اور کوئی ایسی چیز تلاش کر رہی تھی جس سے ساجن داس پر مزید حملے کر سکے۔ چاقو اس طرح پھنسا تھا کہ نکل ہی نہ رہا تھا۔

میں خاموشی سے ساجن داس کو دیکھتا رہا جو پیچھے ہٹتا ہٹتا دیوار سے جا لگا تھا اور اب آہستہ آہستہ نیچے بیٹھتا جا رہا تھا۔ پدما کو کسی اور چیز سے وار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی، چاقو کا وار اتنا کاری تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ساجن داس نے دم توڑ دیا۔

"یہ تو کچھ نہ ہوا۔ کچھ نہ ہوا۔ یہ مر گیا کم بخت۔ کیا یہ مر گیا کاشی؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ہاں پدما، تم نے ایک ماہر چاقو باز کی طرح دوسرا وار اس کے دل پر کیا ہے اور دل میں پیوست ہونے والا چاقو اس کی زندگی کے خاتمے کا باعث بن گیا۔ اب مُردہ جسم سے کوئی انتقام لینا عقل کی بات نہیں ہے۔ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہو۔"

پدما اُسے دیکھنے لگی اور دوسرے لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بھگوان کی سوگند زندگی میں کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن میں کتنی خوش ہوں، کاشی میں کتنی خوش ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ میں اب، میں اب سُرخرو ہوں، مجھے دنیا کی کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہے مجھے کاشی، اب میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے یہی تو چاہتی تھی میں، یہی تو میں چاہتی تھی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ قتل کرنے کے بعد عورت کی جو کیفیت ہو سکتی تھی، اس وقت پدما انہی کیفیات سے گزر رہی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں، پدما مجھے اپنے بارے میں بھی انکشاف کرنا تھا، اس وقت اُس پر جو کیفیت طاری ہو گی اس کا مجھے اندازہ تھا، لیکن بہرطور یہ ناگوار فرض مجھے انجام دینا ہی تھا میری زندگی کا مقصد کچھ اور تھا میں اُسے دھوکا دینا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں اُسے سہارا دے کر وہاں سے نکال لایا۔

کوشل یا اُس کے کسی آدمی نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ میں نے باہر نکل کر کہا۔

"میڈم کو اطلاع دے دینا ساجن داس قتل ہو چکا ہے۔" وہ چاروں چونک کر مجھے دیکھنے لگے، میں پدما کو ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا تھا اور پھر میں وہاں نہ رکا۔ کار میں بیٹھ کر میں پدما کے ساتھ اُس کی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تھا۔ یہ وہی رہائش گاہ تھی جو پدما کی ذاتی ملکیت تھی۔ پدما نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا، رہائش گاہ میں ملازم موجود تھے، ہم دونوں اندر پہنچ گئے۔ میں نے پدما سے کہا کہ وہ ملازموں سے معلوم کرے کہ یہاں کوئی اور تبدیلی تو نہیں ہوئی چنانچہ پدما نے خادمہ کو طلب کر لیا۔

خادمہ نے اُسے بتایا کہ تمام معاملات جُوں کے توں ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں پدما کے ساتھ اس کے کمرے میں آ بیٹھا۔ پدما اب خوف کا شکار نظر آ رہی تھی چند لمحات کے بعد اُس نے کہا۔

"وہ کون سی جگہ تھی کاشی جہاں تم مجھے لے گئے تھے؟"

"پدما میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنایا تھا، اس میں سے پہلے مرحلے میں، میں کامیاب ہو گیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمھیں وہ دینے میں کامیاب ہو گیا جو تم چاہتی تھیں۔ پدما تم اسے میری طرف سے اپنے لیے خراجِ عقیدت سمجھ لو، یا کچھ ایسے لوگوں کی محبتوں کا بدل، جنھوں نے میری مدد کی تھی۔ میں رام سہائے جی کی بات کر رہا ہوں۔"

"کاشی رام سہائے جی کے بارے میں تم ایسے بات کر رہے ہو جیسے۔ جیسے۔"

"ہاں پدما میں یہ ناخوشگوار بات تم سے اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی ناخوشگوار بات؟" پدما کسی قدر متوحش ہو گئی تھی پھر وہ بولی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں تم مجھے لے گئے تھے۔ تم نے ساجن داس کو وہاں کس طرح قید کیا تھا اور اس کے جواب میں تم مجھے عجیب سی باتیں سنا رہے ہو تم کہنا کیا چاہتے ہو کاشی، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں پدما کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کیا۔؟" پدما بُری طرح اُچھل پڑی۔

"ہاں، میں کاشی نہیں ہوں، ساجن داس نے تم سے جو کچھ کہا تھا درست کہا تھا۔"

"کیا ہو گیا تمھیں؟ اچانک تمھیں کیا ہو گیا۔" پدما نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"پدما یہ بات تمھیں بتا کر میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہوں"

تم جانتی ہو کاشی داس کی حیثیت سے میں نے تم سے کبھی وہ فائدے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی، جو میں با آسانی حاصل کر سکتا تھا، پدما درحقیقت اس وقت جب میری پہلی بار رام سہائے جی کو ملا اور ماتا جی سے میری ملاقات ہوئی میں اتنی بُری طرح حالات کا شکار تھا کہ میری زندگی کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا تھا۔ میں موت کی آغوش کے قریب تھا، پدما جب ماتا جی نے مجھے سہارا دیا، سینے سے لگایا، یہ دوسری بات تھی کہ میں اُن کے بیٹے کاشی کا ہمشکل تھا انھوں نے مجھے کاشی سمجھا، میرا جی نہ چاہا پدما کہ میں انھیں دھوکا دوں لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے صرف اُن کی آنکھوں میں جلتے ہوئے چراغوں کو نہ بجھنے دینے کے لیے اپنے آپ کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔ ہاں انسان دنیا میں سب کو دھوکا دے سکتا ہے کسی ماں کو نہیں، اُس وقت ایک ماں کی آرزوئیں اُمنگیں بول رہی تھیں اور وہ بھی ایک ایسی ماں کی آرزوئیں جس کے سامنے اُس کا بیٹا نہیں تھا وہ بیٹے کی تلاش میں سرگرداں تھی۔"

"میں کون سا جگرلاتا پدما کہ اُن کا دل توڑ دیتا سو میں نے اپنے آپ کو کاشی مان لیا، یقین کرو پدما کہ اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، میرے دل میں اُن کے ساتھ کسی بددیانتی کا تصور بھی نہیں تھا۔ میں نے صرف ایک ماں کو نراش نہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو کشت میں ڈال لیا تھا۔ میں نے اس ماں کا دل نہ توڑنے کے لیے خود کو کاشی تسلیم کر لیا تھا۔"

"نہیں کاشی پلیز نہیں، پلیز ایسا مت کہو پلیز۔" پدما ایک دلدوز چیخ کے ساتھ بولی۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے صبر و سکون سے سنو پدما، یہ ضروری ہے، بہت ضروری ہے۔"

"نہیں کاشی نہیں۔ اگر تم۔ تم کاشی نہ ہوئے تو پھر میرے لیے اس سنسار میں کچھ نہیں رہ جاتا۔ تم کاشی ہو مذاق نہ کرو مجھ سے کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو۔"

"زندگی انسان کے ساتھ ایسے مذاق اکثر کرتی رہتی ہے پدما میں سچ مچ کاشی نہیں ہوں، یہ دوسری بات ہے کہ میں کاشی کا ہمشکل ہوں، ساجن داس نے کاشی کو قتل کر دیا تھا میں صرف اس لیے کاشی بن گیا کہ ایک ماں کی اُمنگیں اُس کے ساتھ تھیں۔ میں کسی بھی قیمت پر کاشی کو نہ مرنے دیتا اگر میں موجود ہوتا میں اپنے آپ کو اُس کی جگہ پیش کر دیتا کیونکہ پدما، کیونکہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔"

"کون ہو تم؟ پھر کون ہو تم؟" پدما نے اندوہناک لہجے میں پوچھا۔

"میں کون ہوں پدما۔ اس بارے میں جان کر تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میں تمھیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حقیقتوں کی دُنیا میں جینا سیکھو، جو چلا گیا وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اب تمھیں اپنے آپ کو اپنی اس نئی زندگی میں ایڈجسٹ کرنا ہے پدما کاشی موجود نہیں ہے، تمھارے پتا جی کا ایک بدترین دشمن موت کے گھاٹ اُتر چکا ہے ساجن داس کو قتل کر کے تم نے نہ صرف اپنے پتا جی کا بلکہ کاشی کا بھی بدلہ لے لیا ہے۔ میں تمھاری بس یہی خدمت کر سکتا تھا پدما اس سے زیادہ میرے لیے کچھ اور ممکن نہیں تھا۔ میری اپنی زندگی کسی اور راستے پر سفر کر رہی ہے میں ایک دوست کی حیثیت سے بھی تمھارا ساتھ نہیں دے سکتا اب تمھیں اپنے طور پر اپنی زندگی گزارنی ہو گی۔"

"نہیں کاشی نہیں، اب بھی مان جاؤ کہہ دو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مجھے نہ بتاتے تو کیا حرج تھا، ایک موہوم سہارے پر زندہ تو رہتی۔ تم۔ تم اب تو میرا دل تمھیں کاشی کہہ کر پکارنے کو بھی نہیں چاہتا۔ تم میرے کاشی نہیں ہو، تم میرے کاشی نہیں ہو۔"

"جو حقیقتیں ہیں انھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر تم یہ تو بتا دو کہ آخر تم کون ہو؟ کاشی کے ہمشکل کیوں ہو تم۔؟"

"یہ اس دنیا کے کھیل ہیں پدما، کوئی کسی کا ہمشکل ہو کر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن تم دیکھ چکی ہو کہ میں نے تم سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بس اب مجھے اجازت دو۔"

"کاشی، کاشی۔" پدما پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، لیکن میں نے اُسے سہارا دینے کی کوشش نہیں کی تھی، میں جانتا تھا کہ اُس کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی، لیکن میں بھی کیا کرتا، اوّل تو میں کاشی نہیں تھا، وہ ہندو تھی میں مسلمان تھا اور اگر ہندو بھی ہوتا تو میرے دل کے تنہا گوشوں میں زیبی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کاش اس دور کا راجہ نواز اصغر ہوتا، جب زندگی کسی اور راستے کا سفر کر رہی تھی تو شاید میں یہ کبھی نہ کہتا کہ میں کاشی نہیں ہوں بلکہ موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا، لیکن اب، اب یہ ممکن نہیں تھا، اب مجھے حقیقتوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ میں کسی کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بیچاری پدما کو میں کیا سہارا دے سکتا تھا، اس جیسی ہزاروں لڑکیاں میری زندگی میں

آ پہنچی تھیں۔

"میں اجازت چاہتا ہوں پدما" میں نے کہا۔ اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں نہیں بھگوان کے لیے نہیں" پدما اُٹھ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ مجبوراً مجھے جھک کر اُسے سہارا دینا پڑا۔ میں نے اُسے اُٹھایا۔ وہ بُری طرح رو رہی تھی۔ آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی اس کی آنکھوں سے، میں نے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا۔

"پدما میں کاشی نہیں ہوں۔ تم کاشی کی امانت تھیں تمھارے دل میں کاشی ہمیشہ زندہ رہے گا، میں تمھارے دل میں موجود کاشی کو تم سے چھین نہیں سکتا۔ لیکن کیا تمھارا ضمیر اس بات کو قبول کرے گا کہ تم مجھے ایک اجنبی کو اپنی زندگی میں قبول کرو۔"

پدما ایک دم چونکی، سنبھلی اور پیچھے ہٹ گئی۔ "نہیں" اس نے سنجیدہ اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں، تم اسی کروار کی لڑکی ہو، لیکن پدما ایک مشورہ بھی ضرور دے سکتا ہوں تمھیں" آہستہ آہستہ اس کے آنسو رُکتے چلے گئے۔ وہ خاموش ہو گئی، پھر وہ تھکے تھکے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میرا مشورہ یہ ہے پدما کہ زندگی گنوانے کی چیز نہیں ہوتی ہم سے جو کچھ چھن جاتا ہے ہماری قوت اسے واپس نہیں لا سکتی اگر سنسار کی بڑی سے بڑی قیمت دے کر کسی شے کو دوبارہ حاصل کیا جا سکتا تو شاید کوئی بھی محبت کرنے والا اپنے محبوب کو حاصل کر لیتا۔ یہ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں ہے پدما پھر ہمیں حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہیئے۔ ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں میرا مشورہ ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی نیا۔۔"

"خاموش ہو جاؤ، مجھے کوئی مشورہ نہیں چاہیے پلیز تم جا سکتے ہو، جاؤ" اس نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

پھر میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"بہرصورت پدما، میں اپنے دل میں تمھارے لیے اچھی خواہشات رکھتا ہوں، کوئی داغ لے کر نہیں جا رہا اپنے ضمیر پر، حقیقتوں سے روشناس کروانا میرا فرض تھا اگر میں چاہتا تو اپنے مشن کی تکمیل کے بعد تم سے پورا فائدہ اُٹھا سکتا تھا میرے بارے میں جب بھی سوچو تو اس بات کو ضرور یاد رکھنا۔ خدا حافظ" میں نے کہا اور پھر وہاں ایک لمحے نہ رُکا میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا۔

دل میں بہت سے دُکھ تھے، پدما کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو قدم روک رہے تھے، لیکن آنکھوں میں تری کا چہرہ بھی نظر آتا تھا۔ کون سے دل سے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرتا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور اس کے بعد کوشل کی کوٹھی پر ہی آ کر دم لیا۔

کوشل نے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ آہستہ سے بولی۔

"میں نے ساجن داس کی لاش ٹھکانے لگا دی ہے اور ڈومر کو وہیں تہہ خانے میں پہنچوا دیا ہے غلط تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔ کیا ڈومر کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ساجن داس ختم ہو گیا ہے۔؟"

"ہاں اُسے بتا دیا گیا ہے۔"

"اس نے کچھ سوالات تو کیے ہوں گے؟"

"نہیں۔ میں براہِ راست اس کے پاس نہیں گئی تھی۔ بلکہ جب اس نے میرے آدمیوں سے سوال کیا تو میں نے اُن سے یہی کہلوا دیا کہ ڈومر کو بتا دیا جائے کہ ساجن داس اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے کوشل" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے، کچھ پریشان سے ہو۔"؟

"نہیں۔" میں نے کہا اور کوشل کے ساتھ کمرے میں آ بیٹھا کوشل میری صورت دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"کوئی بات تو ضرور ہے۔؟"

"نہیں کوشل ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا۔"

"کیا۔؟"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو تم پسند کرو۔"

"کوشل، بات دراصل یہ ہے کہ میں تمھارا مقصد آج تک نہیں سمجھ سکا ہوں اور اب طبیعت کسی قدر اُلجھن کا شکار ہو گئی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی" کوشل نے کہا۔

"کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ اب میں تمھارے بارے میں تفصیل جان لوں" میں نے کہا۔

"دیکھو کاشی میں وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔ اگر وقت نے میرا ساتھ دیا تو میں تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی، یہ وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی" اس نے کہا۔

"نہیں کوشل اب میں کاشی نہیں ہوں۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کیا۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"تفصیل میں بھی نہیں بتاؤں گا تمھیں، یوں سمجھ لو میں جس حیثیت سے تمھیں ملا تھا میری حیثیت وہ نہیں ہے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔"

"میں کچھ سمجھانا نہیں چاہتا کوشل، میں کچھ کرنا چاہتا ہوں، کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے میں اپنے مقصد کی طرف دو چار قدم اور آگے بڑھوں۔"

"اوہ۔ صورتِ حال بہت عجیب سی ہو گئی ہے لیکن تمھاری یہ بات کہیں تم مجھ سے غلط تو نہیں کہہ رہے۔"

"ہاں میں کاشی نہیں ہوں، جس کے لیے میں کاشی بنا تھا اسے بھی میں نے کہہ دیا کہ میں کاشی نہیں ہوں۔"

"کس کے لیے کاشی بنے تھے۔؟"

"اس لڑکی کے لیے جس کے ساتھ میں یہاں آیا تھا اور جس کے ہاتھوں میں نے ساجن داس کو قتل کرا دیا۔"

"اس کی کہانی کیا تھی؟" کوشل نے پوچھا۔ اور میں نے اس وقت سے اب تک کی داستان اس کے سامنے دوہرا دی جب میں رام سہائے جی کے ہاتھ لگا تھا اور مجھے کاشی سمجھ لیا گیا تھا کوشل متحیرانہ انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"میں تم سے کسی خاص حیثیت سے نہیں ملی تھی اس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ تمھارا نام کیا ہے۔ لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کاشی نہ ہو کر تم میرے لیے اجنبی سے ہو گئے۔ کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے، کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے۔"

"کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے کوشل کہ میں تمھارے بارے میں کچھ جانے بوجھے بغیر تمھارے ساتھ ہوں اور وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو خاصی اہمیت رکھتا ہے آخر کس حساب میں۔ جواب دینا پسند کرو گی کوشل کس حساب میں۔"

"اوہ گویا۔ گویا تم مجھ سے اس بات کا جواب چاہتے ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں، تم کیا سمجھتی ہو، کوئی ڈمی ہوں میں، صرف اس لیے تمھارے ساتھ لگا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہمدردی سے پیش آئی ہو، یقین کرو کوشل پدما کے پاس اتنی دولت تھی اگر اس کے ذریعے میں اپنے راستوں کو ہموار کرنا چاہتا تو مجھے کوئی دقت نہ ہوتی تمھارے پاس جو کچھ ہے اس سے بھی مجھے ذرہ برابر دلچسپی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھارے ساتھ رہ کر میں تمھارا دست نگر رہوں، شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میری کروڑوں روپے کی دولت سوئٹزرلینڈ میں محفوظ ہے، میں جب چاہوں اُسے حاصل کر سکتا ہوں اور آنے والے وقت میں یہ ضروری ہے کہ میں اس دولت کو استعمال کروں کوشل میں بالکل مختلف شخصیت کا مالک ہوں، میں ایک الگ چیز ہوں کوشل میں تمھیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا اپنا ایک مشن ہے جس کے لیے میں عمل کر رہا ہوں، کچھ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا تھا ایک ایسا احسان جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ سب میری ہی آنکھوں کے سامنے مارے گئے، اور انھیں ہلاک کرنے والا ساجن داس تھا میں نے اُس خاندان کی ایک لڑکی کا وہ دلی مقصد پورا کر دیا جس کے لیے وہ بے چین تھی، وہ خود بھی مجھے کاشی سمجھ رہی تھی۔ لیکن اب میں نے اُسے بتا دیا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ مجھے سمجھ رہی ہے، وہ کاشی کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ یہ جان کر کہ میں کاشی نہیں ہوں اُسے اتنا دُکھ ہوا کہ بیان سے باہر ہے، لیکن حقیقت کو اُس کے سامنے لانا ضروری تھا۔ چونکہ ایک انتہائی بُرا آدمی ہونے کے باوجود میں اپنے ضمیر پر مزید داغ برداشت نہیں کر سکتا۔"

کوشل خاموشی سے میری باتیں سُن رہی تھی پھر وہ مدہم لہجے میں بولی۔

"میں نے طے کیا تھا کہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی سمجھے تم، اور میں جانتی ہوں کہ میری حقیقت جاننے کے بعد تم میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔ میں اب تمھیں کاشی کے نام سے مخاطب بھی نہیں کر سکتی اجنبی نفرت تو میری تقدیر ہے اور میں اپنی تقدیر کو نہیں بدل سکتی۔ میرے بارے میں جانے بغیر اگر میرے لیے کچھ کر سکتے تو کر دیتے، جان لو گے تو شاید میں خود بھی تمھیں اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کروں کیونکہ دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو تم مجھ سے نفرت کرو گے یا پھر ہمدردی۔ کوئی اچھا خیال میرے بارے میں کبھی تمھارے ذہن میں نہیں آئے گا مجھے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے اجنبی، میں تو صرف اپنی مقصد براری چاہتی تھی، کسی ایسی شخصیت کے ذریعے جو میرے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو سمجھے میں تمھیں اپنی کہانی سنائے دیتی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں تم سے ایک درخواست بھی کرتی ہوں۔"

میں تعجب سے کوشل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی اُبھر آئی تھی، میں نے آہستہ سے کہا۔

"کوشل کیا درخواست ہے؟"

"میری کہانی سننے کے بعد یہاں نہ رُکنا، چلے جانا، یقین کرو اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ایک لمحہ بھی نہ رہ سکوں گی۔ میں چاہتی تھی کہ تمہیں ٹالتی رہوں اور میرا کام پورا ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات ہے کوشل تو پھر میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اگر اتنی ہی جذباتی ہو تم اپنی کہانی کے سلسلے میں۔ تو میں تمہاری کہانی نہیں سننا چاہتا۔"

"نہیں۔ جو کچھ تم کہہ چکے ہو اس کے بعد میرے لیے ضروری ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں۔ اب بھی اگر تم نے میری کہانی نہ سنی تو میں اپنے ذہن میں شرمندہ رہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے بارے میں الجھن کا شکار ہو گے دل سے دل کے راستے ہموار ہونا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اجنبی۔ لیکن۔ لیکن۔"

"ٹھہرو کوشل تم مجھے مسلسل اجنبی کہے جا رہی ہو، کاشی میرا اپنا نام نہیں تھا۔ کاشی میری اپنی شناخت نہیں تھی، وہ صرف ایک فرد کا نام تھا۔ ایک مقصد کا نام تھا جو پورا ہو گیا تم اگر چاہو تو مجھے اصغر کہہ سکتی ہو، نواز اصغر۔ میں راجہ نواز اصغر ہوں، تمہارے سرحدوں سے ملتا ہے میرا وطن، پاکستان کا باشندہ ہوں لیکن میرا وطن بھی مجھ سے اسی طرح چھن گیا ہے جس طرح میرا اپنا محبوب کوشل میں نے تمہیں اپنا نام بتا دیا ہے، تم مجھے میرے نام سے پکار سکتی ہو۔ باقی رہا تمہاری کہانی کا تعلق تو ٹھیک ہے میں اس وقت تمہاری کہانی سنوں گا جب تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"نہیں نواز نہیں اب وہ وقت گزر چکا ہے۔"

"تمہاری مرضی ہے کوشل اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں ایک لمحہ بھی پریشان نہیں کروں گا، اجازت دو۔ میں کھڑا ہو گیا۔

کوشل نے میرے چہرے کی جانب دیکھا، چہرہ شناس تھی، قیافہ آرائی کی ماہر تھی اور اس کی پیش گوئیاں حرف بحرف صحیح ہوتی تھیں اس لیے اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے اور اس شکل میں مجھے تسخیر کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی اور میرے قریب پہنچ کر بولی۔

"نہیں نواز، تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی میں۔ لیکن اس طرح نہیں جانے دوں گی۔ مجھے سن لو، مجھے جان لو پھر چلے جانا میں تمہیں نہیں روکوں گی۔"

"کوشل میری اپنی زندگی دکھوں کا گھر ہے۔ خود کو زندہ رکھنے کے لیے دنیا سے لڑ سکتا ہوں لیکن اپنے وجود کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی آوازوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا میری زندگی ایک جنگ ہے صرف جنگ۔ تمہاری کہانی بھی دکھ بھری ہوگی۔ اور کتنے دکھ اٹھاؤں۔ رہنے دو کوشل کوئی کہانی نہ سناؤ مجھے۔"

"میرا نام کوشل نہیں ہے نواز۔ اور۔ اور میں شادی شدہ نہیں ہوں میں کسی کی بیوہ نہیں ہوں میں نے اپنا ایک فرضی شوہر تخلیق کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"کوشل۔ ؟" میں نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ نواز بیٹھ جاؤ۔ سن لو میری داستان، سن لو نواز۔" وہ بلک بلک کر رو پڑی اور میرا دل دُکھنے لگا۔ میں اس کے پاس آ بیٹھا اور ایک دُکھ بھری داستان ایک اور کہانی۔

X

کائنات کو جس رنگ میں دیکھا دُکھ بھری نظر آئی۔ ڈالیوں پر ہنستے ہوئے گلاب، جن کی مسکراہٹ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو جائے، آنکھوں کو فرحت اور دل کو تازگی کا احساس ہو اور یوں لگے جیسے یہ ہنسنے والے کبھی نہ روئیں گے، لیکن ہوا کے تیز جھونکے ان کی بکھری ہوئی پتیوں کا منظر پیش کر دیتے ہیں اور ان کی اس لمحاتی زندگی پر غم کے آنسو آنکھوں میں بھر جاتے ہیں۔

کوشل مجھے جس انداز میں ملی تھی اُس کے تحت میں نے نہ جانے اُس کے بارے میں کیا کیا سوچا تھا، پُرعزم اور مضبوط کردار کی عورت نما لڑکی یا لڑکی نما عورت پہلے پہل مجھے بے حد خطرناک لگی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کی شخصیت کے وہ نرم و گداز پہلو میرے سامنے آئے تھے جنھوں نے مجھے احساس دلایا کہ انسان کتنے ہی سخت خول میں بند ہو جائے اُسے اندر سے ٹٹولو تو اُس کے وجود کے خول میں آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

وہی کوشل میرے سامنے بلک بلک کر رو رہی تھی، ماضی کے زخم ہرے ہو گئے تھے، ضبط کے بند ٹوٹ گئے تھے اور آنسو وہ پوری داستان سینے میں نمایاں کر رہے تھے جو اس کی زندگی سے وابستہ تھی۔

آنسوؤں کی تحریر سمجھنے والا اگر کوئی ہوتا تو یہ جان لیتا کہ اُوپر سے ایک سخت خول میں نظر آنے والی یہ لڑکی کس قدر مظلوم ہے۔

میں نے اُسے رونے دیا، آنسوؤں کی یہ داستان میرے دل ... بھی تو تھی میں کسی کو کیا بتاتا کہ خود میں کون کون سی صعوبتوں سے ... زندگی کے اس ماحول تک پہنچا ہوں، میرے اپنے دل ... دکھوں کے کتنے انبار ہیں، میری اپنی کہانی بھی اتنی ہی غم انگیز ... جتنی کوشل مجھے سنانے والی تھی۔

جب وہ دل بھر کر رو چکی اور سینے کے بوجھ میں کچھ کمی ہو گئی ... اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دل چاہ رہا ہے کہ ایک بار پھر ماضی میں کھو جاؤں۔ دل ... چاہ رہا ہے کہ اس خوبصورت سے گھر کے آنگن میں لگے ہوئے پیپل ... کے درخت کی شاخ میں لگے ہوئے جھولے پر ایک بار پھر ہچکولے ... لوں سرمئی پھواروں کے بیچ ہمجولیوں کے گیتوں میں کھو جاؤں، ... نواز کیا زندگی اتنی ہی بے رحم چیز ہے، انسان آرزوؤں کی آغوش ... میں جاگتا ہے اور مایوسیوں کے اندھیر دل میں جا سوتا ہے، زندگی ... کی کہانی اتنی ہی مختصر اور اتنی ہی بھیانک ہے۔"

"ہاں کوشل، زمین کے رہنے والے دکھوں کے انبار ہیں جس ... کو ٹٹولو اُس کے سینے میں ایک زخم نظر آتا ہے کون ہے جو ان زخموں ... سے عاری ہو۔"

"میرے زخم زیادہ ہی گہرے ہیں نواز، میرے دل کی دُنیا ... میں جس قدر ویرانی ہے، کاش کوئی اس میں جھانک کر دیکھ لے ... میں وہ ہوں نواز جس کی زندگی میں کوئی روشن کرن نہیں ہے۔ ... میں تو صرف ایک انتقام ہوں جو زندہ ہے کسی بھی وقت موت ... مجھے اپنی آغوش میں لے لے، یقین کرو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، مجھے تو زندگی سے گلہ ہے کہ کیوں بار بار مجھے اپنے راستے پر لا ڈالتی ہے۔ میں اس راستے پر ایک قدم نہیں بڑھنا چاہتی لیکن زندگی۔"

"ہمیں اپنی یہ سانسیں پوری کرنا ہوں گی کوشل، ان سے فرار ممکن نہیں ہے۔"

"آہ یہ کیسی قید ہے، بدن کے خول میں پھڑپھڑاتا ہوا قیدی اپنی مرضی سے آزاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں خودکشی کروں گی نواز، میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم اپنی آرزوؤں کی خودکشی کر چکی ہو کوشل، تم نے جن الفاظ میں اپنی داستان کا آغاز کیا ہے وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تمھارے وجود میں اب زندگی باقی نہیں ہے، بے شک میں تمھیں ایک انتقام سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہا تم نے نواز، ٹھیک کہا۔ میں واقعی ایک انتقام ہوں۔ گھر تھا میرا، بھرا پُرا، سب تو تھے، ہمارے بابو ایک راکھشس کے ہاں کارندے تھے اس راکھشس کا نام کنور رادھن سنگھ تھا، وہ چھوٹی سی ریاست تھی چندر گڑھ، یہاں اس پاپی کا سارا پریوار رہتا تھا، بڑی سی حویلی تھی اُس کی اور اُس حویلی کے گیت گائے جاتے تھے، کیونکہ کنور رادھن سنگھ بڑے دیالو تھے اُن کے ماتا پتا جی تو اپنی بستی کے رہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہی تھے، بڑی ذمہ داری تھی اُن کی بہت بڑی آمدنی تھی، مگر اس آمدنی کا بہت بڑا حصہ چندر نگر کے باسیوں کے کام آتا تھا



یہ روایت تھی اُس حویلی کی ڈیوڑھی کی کہ جو بھی وہاں جاکر ہاتھ پھیلاتا خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ کنواریوں کی شادیاں کرائی جاتیں، بوڑھوں کی زندگی بنادی جاتی۔ وہ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا حویلی اُن کا سب سے بڑا سہارا ہوتی اور اُسی حویلی کے ایک سپوت کنور رادھن سنگھ بھی تھے۔

رادھن مہاراج نوجوانی کی عمر میں ہی سنت بن گئے تھے بھگوان نے انھیں گیان دے دیا تھا، بڑے ہی دیالو بڑے ہی دھرماتما۔ ماتا پتا کی آنکھوں کے تارے تھے۔ شادی کے لیے کہا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے اور بڑے ہی غم بھرے لہجے میں بولے۔

"ماتا جی تمھاری یہ خواہش میں کبھی پوری نہیں کرسکوں گا، میرا جیون سنسار کے لوبھ سے خالی ہے میں تو آکاش کی گہرائیاں جاننا چاہتا ہوں، سنسار میں بکھرے ہوئے اُن غم نصیبوں کی زندگی سے واقف ہونا چاہتا ہوں، جو اپنے جیون کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔"

اس برہم چاری کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ عظیم الشان حویلی کے ایک بڑے حصے میں اس کے لیے ایک بڑا خوبصورت مندر بنوا دیا گیا۔ اکلوتے بیٹے کی خواہش تھی ماں باپ کوششوں کے باوجود نہ ٹال سکے اور یہاں تک کہ کنور رادھن سنگھ مہاراج سادھو بن گئے۔

بڑے مہان سادھو تھے یہ، بڑی بڑی سبھاؤں میں بلائے جاتے، وہاں دان پن دیتے، ماتا پتا نے جو کاروبار پرکھوں سے شروع کیا ہوا تھا بھلا وہ اُسے کیسے پیچھے رہنے دیتے، تھوڑے ہی دنوں کے بعد کنور رادھن سنگھ کا ڈنکا بج گیا، لوگ دور دور سے اُن کے پاس آنے لگے۔ جس کی جو منوکامنا ہوتی مجال تھا کہ کنور جی پوری نہ کرتے، لوگ کوسوں میل پیدل چل کر ان کے درشن کرنے پہنچتے تھے یوں بھی اکلوتے بیٹے تھے۔ مگر بہنیں تین تھیں۔ دو بہنوں کی شادی ہو چکی تھی ایک بہن ابھی چھوٹی تھی رادھن جی سے چودہ سال چھوٹی تھی وہ۔"

"بہرحال رادھن جی کی دیالو طبیعت کے باعث لوگ باگ ان کا دم بھرنے لگے، بستی اور بستی کے آس پاس میں چھوٹے موٹے جھگڑے تو ہوتے ہی رہتے ہیں بہت سی داستانیں بہت سی کہانیاں وہاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کہانیوں میں ایک کہانی سب سے نمایاں تھی۔

چندر گڑھ کے اطراف میں جیون پور نامی گاؤں کی ایک لڑکی چترا اپنی رہائش گاہ سے گم ہوئی اور اس کے بعد جنگل میں اس کی بچی ہوئی لاش پڑی ہوئی ملی۔

خوبصورت چترا کا پریمی گردھر ناتھ تھا جس نے قسم کھائی تھی کہ وہ چترا کے قاتلوں سے بدلہ لے کر چھوڑے گا چنانچہ وہ اپنی تگ و دو میں لگا رہا۔ اور پھر ایک دن جب اس نے دبی زبان سے لوگوں سے کہا کہ چندر نگر کا راکھشس رادھن سنگھ اس لڑکی کی موت کا باعث ہے تو لوگوں نے مار مار کر اُسے ادھ مرا کر دیا۔ بھلا رادھن سنگھ جیسے آدمی کے بارے میں یہ بات کسی کو کہنی تھی۔ اس بدنصیب نے آتم ہتھیا کرلی اور کہانی ختم ہوگئی۔

لیکن یہ کہانی ختم ہوئی تھی، بہت سی ایسی کہانیاں اس دوران جنم لیتی رہیں لیکن اس دوران کوئی یہ کہنے نہ آسکا کہ کنور رادھن سنگھ نے یہ کھیل کھیلا ہے۔"

رادھن سنگھ جی اپنے مندر میں رہتے تھے اور زیادہ تر لوگ انھیں پوجا پاٹ میں ہی مصروف دیکھتے تھے جہاں کہیں دان پُن کا کام ہوتا راجہ جی آگے بڑھ کر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے یہاں تک کہ ان کے پتاجی کا دیہانت ہوگیا۔ پھر ماتا جی بھی بھگوان کو پیاری ہوگئیں۔ چھوٹی بہن جوانی کے قریب پہنچ گئی تھی مگر رادھن جی کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ بہن کی طرف دیکھتے، انھوں نے تو بھگوان سے لو لگائی ہوئی تھی۔

"میرے پتاجی جن کا نام کرن لال تھا اپنے پرکھوں سے اس خاندان کے نمک خوار تھے۔ وہ بڑے مہاراج کی موت کے بعد بھی اپنی جگہ کام کرتے رہے، عہدہ ان کا دیوان جی کا تھا اور ریاست کا سارا خزانہ ان کے ہاتھ میں تھا اور پچھلے دنوں سے وہ خاصے سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے تھے۔

زمینوں کی آمدنی، جائدادوں کی رقم، ملوں اور فیکٹریوں کا جو سرمایہ یہاں لمبے عرصے سے آرہا تھا اب اس کی تعداد بڑھتی ہی جارہی تھی، حساب کتاب اپنی جگہ تھے لیکن کچھ ایسے کھاتے بھی کھولے گئے تھے، جو اس سارے حساب کتاب سے الگ تھے اور اس اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے جمع کیے جارہے تھے، یہ پیسے کہاں سے آرہے تھے دیوان جی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہرطور یہ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں تھی جس پر دیوان جی پریشان ہوتے، جب بھی کوئی ضرورت ہوتی وہ رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ جاتے، وہاں ان سے بات کرتے اور کنور جی نہایت نرم اور پُر اخلاق لہجے میں انھیں مختلف تفصیلات بتلاتے رہتے تھے۔

پھر ایک مرتبہ شہر سے ایک نمائندہ بیس لاکھ روپے کی رقم مانگنے آیا۔ اس نے کہا کہ یہ رقم اس کو صبح بھرنی ہے اور اگر یہ نہ بھری گئی تو خواہ مخواہ بدنامی ہوگی جو کنور رادھن جیسے مہاتما اور مہان پُرش کے لیے مناسب نہیں تھی کیونکہ اپنے جوگ کے

باوجود انھیں اپنی ریاست کا کاروبار تو سنبھالنا ہی تھا۔

پتاجی مجبور ہوگئے کہ وہ کنور جی کے مندر میں چلے جائیں حالانکہ اس وقت سمے نہیں تھا، لیکن پتاجی کی فرض شناسی انھیں اندر لے گئی۔

مندر کے باہر کوئی پہرے دار نہیں تھا، دروازہ پتہ نہیں کیسے بند ہونے سے رہ گیا تھا۔ بھلا مندر کے باہر پہرے داروں کی ضرورت ہی کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ پتاجی اندر داخل ہوگئے۔

پورا مندر ویران اور سنسان پڑا ہوا تھا، پوجا کے بعد یہاں کوئی نہیں رہتا تھا سوائے رادھن جی مہاراج کے۔ سو میرے باپو کرن لال جی بدنصیبی کا شکار ہو کر ان کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ اور یہاں انھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا جسے دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور یہاں انھوں نے ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری کر رہی تھی اسے گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا جسے دیکھ کر انسانیت کانپ اُٹھے اور یہ سلوک کرنے والے کنور رادھن سنگھ تھے۔

پتاجی کے پاؤں جکڑ کر رہ گئے، کنور جی نے بھی انھیں دیکھ لیا اور اس کے بعد ان کی آنکھوں میں جیسے وحشت بھر گئی۔

"تم۔ تم یہاں کیسے آگئے۔" انھوں نے کرخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"مہاراج میں۔ میں ایک کام سے آیا تھا۔"

"اوہ دیوان جی۔ کیا کام تھا آپ کو ہم سے۔؟" کنور جی نے وحشت زدہ انداز میں کہا۔

"وہ بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" کرن لال جی ہکلا کر بولے۔

"سکون سے کہیے، اطمینان سے کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔" کنور جی نے فوراً ہی خود کو سنبھال دیا۔ اب ان کا لہجہ اعتدال پر آگیا تھا۔

"وہ راجہ صاحب بیس لاکھ۔ بیس لاکھ۔" میرے باپو کی حالت اب بھی غیر تھی، وہ تو اس مظلوم لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس نے بالآخر دم توڑ دیا تھا اور اس نے آخری ہچکی ان کے سامنے ہی لی تھی۔ دم توڑتی ہوئی لڑکی کو راجہ کنور جی نے بھی دیکھ لیا لیکن وہ پُرسکون ہی رہے تھے۔ پھر وہ بولے۔

"ہاں تو دیوان جی، بیس لاکھ کی کیا بات ہے۔"

"یہ کون ہے۔؟" باپو سب کچھ بھول کر بولے۔ انسانی ہمدردی ان کے سینے میں اُبھر آئی تھی۔

"ایک کنیا ہے بے چاری، کچھ مانگنے آئی تھی ہم سے دے دیا، پر جیون نہ دے سکے، ہم اسے، مرگئی بے چاری۔" رادھن سنگھ نے مکاری بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر مہاراج مگر مگر۔ یہ تو۔ یہ تو۔"

"ہاں ہاں دیوان جی کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"اسے آپ نے مارا ہے رادھن سنگھ جی اسے آپ نے مارا ہے۔"

"مارنا اور جِلانا تو بھگوان ہی کا کام ہے۔ بس جس کی جب بھی موت آجائے۔" رادھن سنگھ جی ہنس کر بولے۔

"یہ آپ نے پاپ کیا ہے، آپ نے۔ آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ تو بڑے مہاتما ہیں، بڑے دھرماتما ہیں، آپ تو بڑے مہان لوگوں کی اولاد ہیں، آپ جیسا سنیاسی آپ جیسا دیالو یہ پاپ کرے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے چھوڑو دیوان جی، کہاں کی باتیں کرتے ہو۔ آتما کی بات بھی تو کرو، اور آتما کی بات کروگے تو ہم تمھیں بتلاتے ہیں کہ ہماری آتما بھی سب کچھ چاہتی ہے اور آتما جس سے جو کچھ مانگے اس کی مانگ پوری کرنا ضروری ہوتا ہے، ہماری آتما بھی سب کچھ چاہتی ہے اور اگر سچ جانو دیوان جی تو اب تک ہماری آتما کی یہ مانگ پوری ہوتی رہی ہے۔ ہم تمھیں اپنے ساتھ شریک ہونے کا موقع دیتے ہیں۔ جن آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا، اور جن کانوں نے یہ سب کچھ سُن لیا ان کا جیون ضروری تو نہیں ہے، مگر تم ہماری ریاست کے پرانے دیوان ہو، ہمارے راستے میں آنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہم جو کچھ ہیں تمھیں اس کا اندازہ بخوبی ہوچکا ہوگا۔ دیوان جی ہم نہیں چاہتے کہ تم جیسے اچھے آدمی کو ہم کوئی نقصان پہنچائیں، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تمھاری زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند رہنی چاہیے۔"

"تو کیا۔ تو کیا۔ وہ لاشیں بھی۔ وہ لاشیں بھی آپ ہی کی درندگی کا شکار ہوئی تھیں۔ رادھن مہاراج جو جنگلوں، کنوؤں اور دوسری جگہوں پر پائی گئی تھیں۔" میرے باپو نے چونک کر پوچھا۔

"زبان سنبھالو دیوان جی، اسے درندگی نہ کہو، وہ سب پاک استھان پر پہنچ گئیں، بھلا ہماری آغوش میں آنے کے بعد کسی کو سورگ نہ ملے، یہ کیسے ممکن ہے۔"

"مگر مگر یہ تو ہتیا ہے، یہ نہیں ہوسکتا۔ رادھن سنگھ جی آپ ابھی تک اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں۔ میں تو بھگوان سے ڈر رہا ہوں، کتنے مہان لوگوں کی اولاد ہیں آپ اور کیسے راکھشس، اگر آپ کے مہان ماتا پتا کی آتمائیں یہ سب کچھ دیکھ رہی ہوں تو نہ جانے ان کا کیا حال ہو، بھگوان آپ کو معاف کرے راجہ رادھن سنگھ جی بھگوان آپ کو شما کرے۔"

"دیوان جی، جیون نہیں چاہتے کیا، اپنے پریوار اپنے کنبے کا

جیون تمھیں پسند نہیں کیا۔"

"نہیں مہاراج رادھن سنگھ یہ نہ کہو بھگوان نے چاہا تو میرا پریوار بچے گا میرا جیون بھی بچ جائے گا، مگر تم جیسے راکھشس کو میں نہیں چھوڑ سکتا، کس کی بیٹی ہے یہ کس کی اولاد ہے یہ۔"

"ہوں تو دیوان جی اس سے پہلے کہ تمھاری دیوانگی اپنے عروج پر پہنچے، تمھارا علاج کرنا ضروری ہے۔" رادھن سنگھ نے پھرتی سے ایک جگہ رکھا ہوا پستول نکال لیا اور اس کا رُخ میرے پتا جی کی طرف کر دیا۔ پتا جی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ رادھن سنگھ انھیں گھورتا رہا، پھر بولا۔

"تمھیں ایک منٹ میں مار دیا جاتا، دیوان جی مگر پرکھوں کا خیال آتا ہے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ جس طرح تم نے ہماری ریاست کا کام سنبھال رکھا ہے، اس کو بھی ہمیں سامنے رکھنا ہوتا ہے اب ہمیں نئے آدمی رکھنا پڑیں گے۔"

"پتا جی اس دوران یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ ان کا جیون یہاں محفوظ نہیں ہے۔ دیوان اور اس لڑکی کی مظلومیت ان کے روئیں روئیں میں بس گئی تھی، لیکن اس وقت عقل نے ساتھ دیا انھوں نے سوچا کہ اس راکھشس کو ایسے نہیں مارا جا سکتا، اگر ان کی کہانی اسی جگہ ختم ہو گئی تو پھر وہ تو مر جائیں گے، اور کوئی نہیں جان سکے گا کہ راجہ کنور رادھن سنگھ جیسا راکھشس کیا کیا کرتا پھر رہا ہے، چنانچہ وہ بے اختیار مسکرا پڑے۔

"دیکھنا چاہتا تھا کنور جی کہ میرے دل میں تمھارے لیے کتنی گنجائش ہے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب مہاراج؟"

"مطلب یہ کہ یہ سب کچھ بُرا ہے اچھا نہیں ہے لیکن کیا کروں تمھارے پتا جی کا نمک کھاتا رہا ہوں اپنی عادت سے مجبور ہوں تمھیں نصیحت تو کرنا ہی تھا، مگر بالک کیا ضروری تھا کہ تم اس کی ہتیا بھی کرتے۔"

"اوہ، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں عقل آ گئی ہے۔"

"میرے ساتھ ہی سب کچھ روا ہے تمھیں رادھن سنگھ جی۔"

"نہیں ہم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بڑا مان ہے آپ کا ہمارے من میں، مگر آپ کی باتیں ہی نرالی تھیں۔"

"بہک گیا تھا۔ اب سنبھل گیا ہوں۔" پتا جی بولے۔

"سنبھل جانے میں جو مزہ ہے دیوان جی بہکنے میں نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ تم کبھی نہیں بہکو گے۔"

"میرے ساتھ ایسی باتیں مت کرو رادھن۔ میں نے جیون کا ایک بڑا حصہ تمھارے ساتھ بتایا ہے، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سب کچھ ہو بھی گیا ہے تو اس ہتیا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ضروری ہے آپ سمجھتے نہیں ہیں دیوان جی، اس کے لیے ہم اپنی عزت بھینٹ نہیں چڑھا سکتے۔ چنانچہ ہم یہ بھی کرتے ہیں۔"

"مگر مہاراج مجھے آپ کی اس حرکت سے اختلاف ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ اگر چاہیں تو کھلے عام بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، جاگیرداروں اور راجاؤں کی حویلیوں میں تو یہی کھیل ہوتے رہتے ہیں، آپ کو کون روکے گا۔"

"رام رام رام۔ ہم جیسے مہان پرش جن کے پاس لوگ اپنی اچھائیں لے کر آتے ہیں، اپنی ناریوں اور استریوں کو لے کر دعائیں کرانے آتے ہیں بھلا اس سے اچھا موقع اور کوئی مل سکتا ہے۔ نہیں دیوان جی۔ بوڑھے ہو گئے ہو، جوانی کے کھیلوں سے ناواقف ہو بھلا ایسی عورتیں بھی کسی قابل ہوتی ہیں جو ویشیائیں ہوں جگہ جگہ ناچتی پھریں، ہمیں تو ان کچی کلیوں سے دلچسپی ہے، ہمیں تو یہی سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ یہ ہمارا کھیل ہے مگر دیوان جی تمھارے لہجے کی اچانک تبدیلی ہمیں شبہ کا شکار کر رہی ہے۔"

"بیکار باتیں مت کریں رادھن سنگھ جی، میں اپنی زبان بند کر لوں گا۔" میرے باپو نے مصلحت کے تحت کہا۔

"اور اگر زبان کھولی تو دیوان جی تو تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے ہاتھ چھوٹے نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے رادھن ٹھیک ہے مجھے ہی دھمکیاں دے کر تم اپنی بڑائی جتا سکتے ہو۔"

"ارے نہیں دیوان جی، ہم نے تو ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے، چلیں اب یہ لاش بھی آپ ہی ٹھکانے لگائیں۔"

"کک۔ کیا۔؟" باپو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں دیوان جی۔ اب تو آپ ہمارے کام میں شریک ہو ہی گئے ہیں، یہ لاش اپنے کاندھے پر لاد کر لے جائیں اور میٹھی باؤلی میں ڈال دیں میٹھی باؤلی تو آپ نے دیکھی ہی ہوگی۔ جائیں جائیں جلدی کریں۔" میرے باپو کو جیون بچانے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اُس پر اُن کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن رادھن سنگھ سے ٹکر لینا اُن کے بس کی بات نہیں تھی پورا پریوار چل رہا تھا اُن کے گھر سے۔ بھلا میرے باپو کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ ہاں یہ انھوں نے ضرور سوچ لیا تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر اس راکھشس کو بے نقاب ضرور کر دیں گے لیکن ایسے سمے جب وہ رنگے ہاتھوں پکڑا جائے، ویسے تو وہ جانتے تھے کہ اُس کے بارے میں اگر ایک بھی لفظ کہا تو لوگ اُن کی بوٹیاں

اُڑا دیں گے۔ صورتِ حال کی نزاکت کا انھیں پوری طرح پورا احساس تھا۔ انھوں نے لاش کندھے پر ڈالی اور چور دروازے سے نکل میٹھی باؤلی کی طرف چل پڑے لیکن ابھی زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ بہت سی روشنیاں اُن پر پڑنے لگیں۔ ایک کے بعد ایک کے بعد ایک روشنی کا جھماکا ہوتا۔ پتا جی اتنے بیوقوف بھی نہیں تھے کہ یہ نہ سمجھ پاتے کہ اُن کی تصویریں لی جا رہی ہیں۔ یہ تصویریں رادھن جی کے اشارے پر ہی لی گئی تھیں۔ اور اب پتا جی کی صورتِ حال بہت عجیب ہو گئی تھی اُن کا خون خشک ہو گیا تھا لڑکی کی لاش اُن کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی اور اُن کی تصویریں بنائی گئی تھیں وہ کسی سے کچھ بھی کہتے پھرتے لیکن یہ ذمہ داری اُن پر ہی عائد ہوتی تھی۔ آخر وہ لاش کو کندھے پر لے کر کیوں جا رہے تھے۔"

"اُن کا دل روتا رہا اور انھوں نے لاش میٹھی باؤلی میں پھینک دی، یہ باؤلی بہت گہری تھی اور اُس میں گرنے والی کسی چیز کا کبھی پتہ نہیں چلتا تھا۔ پھینکنے سے پہلے لاش کے بدن میں پتھر بھی باندھنے پڑے تھے۔

باؤلی کے بارے میں سُنا تھا کہ اس میں مگرمچھ بھی رہتے ہیں جو کسی بھی زندہ یا مُردہ انسان کو آن کی آن میں ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ہر طرح سے اطمینان کر لیا تھا اُس پاپی نے۔ چنانچہ پتا جی یہ کام کرنے کے بعد گھر واپس آ گئے، مگر ملکان ہو رہے تھے وہ گھر میں ماتا جی اور میری ایک بہن تھی اس کے علاوہ ہمارے چچیرے اور ممیرے بھائی بہن بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے، کارندے ہونے کی حیثیت سے پتا جی کو بہت اچھی تنخواہ ملتی تھی تھوڑی سی زمینیں تھیں ہماری یہ زمینیں انعام ہی میں رادھن سنگھ کے پُرکھوں نے ہمارے خاندان کو بخشی تھیں اور اب ہمارا اُن پر پورا پورا حق تھا۔

اس طرح سے ہمارے حالات بہت بہتر چل رہے تھے مجھے تو اس بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا اور نہ ہی میری چھوٹی بہن روپا کو لیکن پتا جی کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ انھوں نے ماتا جی کو ساری تفصیلات بتا دیں اور ماتا جی بُری طرح سہم گئیں انھوں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہے بھگوان اب کیا ہوگا؟"

"یوں سمجھو کہ میں مر چکا ہوں روپا کی ماں۔ میرے جیون میں اب کچھ نہیں رہا ہے۔ پتہ نہیں کس کی اولاد تھی وہ میرا من مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میں کبھی شانت نہیں ہوں گا۔"

"خود کو سنبھالو ناتھ، بھلا ہم جیسے معمولی لوگ رادھن سنگھ سے ٹکرا سکتے ہیں، ہائے رام میں نے تو کئی بار اُس کی آرتی اُتاری ہے، بڑے سچے من سے میں نے اُسے اپنی اولاد کی طرح چاہا ہے وہ اُتنا مورکھ ہے اُتنا پاپی ہے۔ کیسے مان لوں۔"

"نہ مانو روپا کی ماں۔ تم نہ مانو گی تو کیا ہوگا مگر میں کیا کروں، میرا دل چاہ رہا ہے کہ سو جاؤں، اتنی گہری نیند کہ پھر کبھی نہ جاگوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر کل صبح میں اپنے کام پر نہ پہنچا تو رادھن سنگھ کو شک ہو جائے گا اور اس کے بعد روپا کی ماں۔ نہیں نہیں۔ سنو تم کوشل اور روپا کو اس سنسار کی نگاہوں سے چھپا کر رکھو، ہماری اس بستی میں ایک راکھشس گھس آیا ہے، اور اب کسی کی بہو بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمارے یہ مہاتما جن کے بارے میں ہم ہمیشہ یہ سوچتے تھے کہ یہ بھگوان کے اوتار ہیں اور بھگوان نے اپنے اس اوتار کو ایک ایسی جگہ اُتارا ہے جہاں دولت ہی دولت ہے لیکن دولت کے انبار رکھ کر بھی وہ اپنے اس بھگوان کو نہ بھول سکا کتنا مان تھا ہمیں اس پر کتنا بڑا مان تھا مگر سوچو تو سہی روپا کی ماں، سوچو تو سہی۔ گاؤں میں جنگلوں میں کنوؤں پر، ڈھوروں پر، نہروں میں جو لاشیں ملتی رہی ہیں وہ اسی پاپی کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تھیں۔ آہ۔ آج اگر میں بستی کے چوک میں کھڑے ہو کر یہ بات لوگوں کو بتاؤں تو میں جانتا ہوں لوگ مجھے سنگسار کر دیں گے پتھر مار مار کر میرے پورے وجود کو فنا کر دیں گے لیکن کاش کوئی اس کی درندگی اپنی آنکھوں سے دیکھتا۔

ماتا جی انھیں سمجھاتی رہیں صبح کو پتا جی تیار ہو کر چل پڑے۔ انھوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا، جیون بچانے کے لیے کام پر جانا بہت ضروری تھا۔

تب ماتا جی نے رات کی باتیں مجھے بتائیں اور مجھے ہدایت کی کہ نہ تو میں خود باہر جاؤں اور نہ ہی روپا کو جانے دوں۔ میں نے ماتا جی سے پوچھا۔

"ماتا جی گھروں میں قید رہنے سے کیا بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ رہتی ہے؟ آج اُس کے ہاتھ گھر سے باہر تک ہیں تو کل گھروں کے اندر بھی پہنچ سکتے ہیں کیا راکھشس کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔ تب ماں نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کہ میں بے وقوفی کی باتیں نہ کروں جو کام ہم نہیں کر سکتے اس کی بات ہی کیوں کی جائے۔ پر میرا من نہیں مانتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ رات کو باپو سے بات کروں گی۔ رات کو جب باپو واپس آئے تو میں ان کا انتظار کر رہی تھی، اُن کا چہرہ اُترا ہوا تھا صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ میں اُن کے سامنے جا کھڑی ہوئی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے بیٹیا؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی باپو کہ وہ لاش کس لڑکی کی تھی ؟"

"کیا تجھے کیسے معلوم ہوا۔ ؟"

"باپو۔ ماں کہتی تھی میں آپ پر سنسار میں آپ سے بڑا کوئی نظر آتا تھا مجھے لیکن یہ کیا ہوا آپ کو، آپ اتنے چھوٹے کیوں ہو گئے۔ اچانک آپ اتنے چھوٹے کیوں ہو گئے باپو۔ جان کیوں نہ دے دی آپ نے اپنی، جیون کیوں نہ لے لیا آپ نے اس راکھشس کا۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور باپو کی گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے، پھر انھوں نے کہا۔

"تیرا باپ بے غیرت نہیں ہے کوشل، اتنا نردوئی نہیں ہے وہ مگر عقل کی جنگ ہاتھ پیروں کی جنگ سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اگر نادانی کا ایک لمحہ اور گزر جاتا تو شاید اپنے باپو کی لاش دیکھنا بھی تجھے نصیب نہ ہوتی، اری پگلی یہ کیسے سوچ لیا تو نے کہ میں نے اپنی اس بیٹی کو بھلا دیا ہوگا جس کی لاش میں اپنے کندھے پر ڈال کر باؤلی میں پھینک آیا ہوں۔ میں تو مرتے سمے تک اُسے نہیں بھول سکتا، میں اپنے اس پاپ کا پراشچت کچھ نہیں کر سکتا، ہاں میں اس راکھشس کو اس سنسار سے مٹانے کا تہیہ کر چکا ہوں، تو میری بیٹی ہے کوشل، بھگوان نے مجھے کوئی بیٹا نہیں دیا، جو میرے بعد میرے اس پریوار کو سنبھال سکتا، لیکن غور سے سن، میں اُسے چھوڑوں گا نہیں بھگوان کی سوگند اپنے پریوار کی سوگند، تیری سوگند میں اُسے نہیں چھوڑوں گا لیکن اس کے لیے مجھے سمے چاہیے ہوگا جیسا میں کہوں ویسا کرنا تم لوگ، اگر تم نے ذرا بھی کوئی ایسی ویسی بات کر دی تو وقت سے پہلے مارے جاؤ گے۔ میں اپنے اس عزم کو کبھی نہیں بھولوں گا مگر اس کے لیے سمے چاہیے مجھے تمھیں وہ واقعات یاد ہوں گے جب کسی نے اس کے لیے زبان کھولی اور لوگوں نے اُسے خود ہی مار مار کر ختم کر دیا۔ بڑا گہرا اثر ڈالا ہوا ہے اُس نے، اس کے علاوہ بٹیا، ایک بات تمھیں او بتاؤں اُس کمبخت کے پُرکھے بڑا اچھا جیون گزار چکے تھے وہ سچے اور نیک لوگ تھے لیکن، لیکن یہ بات میں جانتا ہوں کہ بے شمار روپیہ آ رہا ہے۔ راتوں کو عجیب عجیب قسم کے لوگ آ آ کر اُس سے ملتے ہیں وہ کون ہیں اور کیوں ملتے ہیں اس سے اور یہ کرنا کیا ہے، اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم، میری اُس سے کبھی لڑائی نہ ہوتی کیونکہ میں نے اس کے باپ دادا کا نمک کھایا ہے اور اُس کا بھی، میں تو یونہی سر جھکا کر جیون بتا دیتا لیکن حالات یہ کہہ رہے ہیں بٹیا کہ اب مجھے اُس کے سامنے آنا ہی پڑے گا میں زیادہ مضبوط آدمی نہیں ہوں لیکن میرے ساتھ سچائی کی شکتی ہے تم لوگ میرے لیے دُعا کرو، ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا کہ میں جیتا رہوں مجھے یہ حالات معلوم ہو جائیں اور اس کے بعد میں خاموشی اختیار کر لوں گا۔"

باپو کے الفاظ بڑے مضبوط تھے میرے دل کو ڈھارس ہو گئی میں نے باپو سے کہا کہ وہ مجھے کوئی کام سونپیں مگر باپو نے کہا کہ بیٹی تو خاموشی سے گھر بیٹھ یہ سارے کام تیرے نہیں ہیں مجھے اس بات پر بہت افسوس تھا کہ میں باپو کا بیٹا نہ ہوئی۔

بہرطور میں نے خاموشی اختیار کی دیوان کرن لال اپنے دل میں ان برائیوں کے خلاف ایک عزم لیے اپنے کام میں لگے رہے وہ دن رات رادھن سنگھ کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ ویسے رادھن سنگھ ان جیسے کسی آدمی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اس کے پاؤں بڑے مضبوط تھے چنانچہ اس نے اس واقعے کو بھی نظر انداز کر دیا دیوان کرن داس کے بارے میں اس نے ایک بار بھی نہ سوچا لیکن میرے باپو مسلسل اس کی تاک میں لگے رہے وہ ان لوگوں کو جانچتے رہے جو اس سے ملنے آتے تھے اور اس کے بعد انھیں جو علم ہوا وہ بے حد خوفناک تھا انھیں پتہ چلا کہ رادھن سنگھ صرف ایک عیاش طبع آدمی ہی نہیں ہے بلکہ اس نے شہر شہر میں اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ شہریوں کو ناجائز شراب اور نشے کی دوسری چیزیں بھی فراہم کرتا تھا اس کے علاوہ اس کے بے شمار غنڈے جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا کارروائیاں انجام دے رہے تھے ان کارروائیوں کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات باپو کو حاصل ہو گئیں ملک ملک سے لڑکیاں لائی جاتی تھیں کئی بار کئی غیر ملکی لڑکیوں کو رادھن سنگھ کے مندر میں دیکھا گیا۔ باپو کو سب سے زیادہ اس بات کا افسوس تھا کہ وہ کمبخت سادھو سنتو کے بھیس میں آ کر یہ تمام گناہ کر رہا تھا اور یہ بڑی افسوسناک بات تھی کم از کم اُسے اپنی شکل ہی نمایاں کر دینی تھی بستی والوں اور گاؤں والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے وہی تمام کارروائیاں کی تھیں جو اس کے باپ دادا کرتے چلے آئے تھے اور وہ لوگ واقعی اس سے بہت خوش تھے کیونکہ اب دولت کی ریل پیل باہر سے بھی تھی صرف زمینوں جائیدادوں سے کام نہیں چلایا جا رہا تھا حالانکہ ان کی کمی بھی نہیں تھی اور ان کے ذریعے بھی کام چلایا جا سکتا تھا۔ لیکن پوری بستی کو خوشحال بنا دیا گیا تھا بستی کے سارے مکانات بنتے چلے جا رہے تھے اس کے لیے کنور جی سے قرضہ ملتا تھا بستی والے ان کے نام پر مٹنے کو تیار رہتے تھے ایسے پاپی کو بھی زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔

باپو کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی باقاعدہ محاذ نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ وہ تاک میں لگے رہے اور پھر ایک دفعہ انھیں باہر جانے کا موقع مل گیا کسی کام سے رادھن سنگھ ہی نے انھیں باہر بھیجا تھا۔ باپو دارالحکومت گئے، وہاں رادھن سنگھ کے کام کے ساتھ ساتھ

اپنے طور پر کارروائی بھی کرنے لگے۔ انھوں نے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کیا اور ان سے ذاتی طور پر ان کے مکان پر ملاقات کی۔ پولیس آفیسر نے باپو کا استقبال رادھن سنگھ کے دیوان ہی کی حیثیت سے کیا تھا۔

مختلف باتیں کرنے کے بعد باپو نے کہا۔

"صاحب۔ میں آپ کو ایک اہم بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ دیش بھگتی ہر شخص کے من میں ہوتی ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ صرف اس لیے جیون نہ بتائے کہ اسے روٹی کپڑا ملتا ہے اس کے من میں کچھ اور آشائیں بھی ہوتی ہیں اچھائیوں اور برائیوں کی آشائیں۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر کرن لال۔ ؟" بڑے پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"میں کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جنھیں سُن کر آپ میرے منہ پر تھوکنا پسند کریں گے مگر میں کیا کروں اپنے دل سے مجبور ہوں۔"

"نہیں دیوان کرن لال جی آپ بزرگ آدمی ہیں میں آپ کی عزت کرتا ہوں جو بات کہنا ہو دل کھول کر کہیں۔"

"مہاراج یہ خاندان جہاں اس وقت میں دیوان کی حیثیت سے نوکر ہوں میرے لیے اوتاروں اور دیوتاؤں کا خاندان رہا ہے ان لوگوں کے ہاں میرے پُرکھوں نے جیون بتایا ہے ان کی بُرائی چاہنا نمک حرامی ہے اور اس طرح انسان خود اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔"

"بے شک۔ اس میں کیا شک ہے۔" بڑے پولیس آفیسر نے جواب دیا۔

"مگر میں اس خاندان کے خلاف ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب۔ ؟" آفیسر تعجب سے بولے۔

"ہاں مہاراج۔ جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے سُن کر آپ مجھ پر لعنت بھیج سکتے ہیں لیکن اس سمے جب آپ صورت حال کا صحیح اندازہ لگا لیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔ ؟" بڑے پولیس آفیسر نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رادھن سنگھ جی اچھے راستوں کے راہی نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب ؟" پولیس آفیسر کی آواز میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے پُرکھوں کی ریت سے ہٹ گئے ہیں آپ نے چندر نگر کے اطراف میں ہونے والی وارداتوں کے بارے میں سنا ہوگا لڑکیوں کی لاشیں جو جگہ جگہ پائی گئیں۔"

"ہاں سُنا ہے۔"

"میں نے ان لاشوں کا راز معلوم کر لیا ہے۔"

"اوہ کیا راز ہے ان کا۔" افسر صاحب دلچسپی سے آگے جھک آئے تھے۔

"انھیں ان کی آبروریزی کرنے کے بعد ختم کر دیا جاتا ہے۔"

"وہ تو میڈیکل رپورٹ سے بھی معلوم کر لیا گیا ہے مگر یہ سب کون کرتا ہے۔"

"کنور رادھن سنگھ۔"

"کیا افسر صاحب کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔"

"ہاں مہاراج۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے سادھو کے بھیس میں کنور رادھن بہت بُرا کر رہے ہیں مہاراج میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اچھا نہیں ہے۔ میں نے اس کے لیے جان کی بازی لگائی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ آپ اس کی تحقیقات کریں یہی نہیں بلکہ کنور رادھن سنگھ جی کچی شراب اور نشے کی دوسری چیزوں کا بیوپار بھی کرتے ہیں، بہت سارے ملکی اور غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں اور اس کے بعد یہ سب کچھ ہوتا ہے۔"

افسر صاحب تعجب کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، وہ اسی طرح مجھے دیکھتے رہے پھر انھوں نے کہا۔

"کیا آپ نے اس سلسلے میں کسی اور پولیس آفیسر سے بات کی"

"نہیں مہاراج بڑا سوچ بچار کرتا رہا ہوں جس کا نمک کھاؤں اس کے خلاف یہ سب کچھ کروں۔ دل یہ تسلیم نہیں کر رہا تھا لیکن وہ لاش جسے میرے کاندھے پر لاد کر باؤلی میں گرایا گیا آج تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے میں اُسے بھول نہیں سکتا مہاراج وہ میری بیٹیوں کی طرح تھی۔"

"کیا مطلب ؟" افسر صاحب نے پوچھا اور باپو نے انھیں پوری کہانی سنا دی۔ افسر صاحب گردن ہلاتے رہے تھے۔ پھر انھوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اس کہانی کا کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس۔ ؟"

"مہاراج۔ ثبوت تو ہزاروں مل جائیں گے اپنے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج دیں میں انھیں دکھاؤں گا کہ حویلی میں کیا کیا ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ دیوان جی آپ نے یہ اطلاع دے کر بڑا اچھا کیا میں اس کی پوری تحقیقات کروں گا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھیں اگر آپ نے یہ باتیں دو چار جگہ اور کہہ دیں تو پھر آپ کی اپنی زندگی ممکن نہ ہوگی اگر آپ کے کہنے کے مطابق رادھن سنگھ جی اتنے خطرناک آدمی ہیں اور سادھو کے بھیس میں آ کر وہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ بہت لمبے ہوں

گے آپ کی جان جائے گی اس لیے خاموشی سے اپنے گھر جائیے آرام سے بیٹھیے۔ آپ نے مجھے اطلاع دی میں اس سلسلے میں پوری پوری تحقیقات کروں گا اور آپ کی بات سچ نکلی تو پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔" آفیسر کا یہی کہنا کافی تھا۔ بابو مطمئن ہوگئے۔ وہ خود بھی دور رہ کر یہی کام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اپنے انداز میں بھی بڑی کشمکش تھی کیونکہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کریں جن لوگوں کا نمک کھایا تھا ان کے خلاف کچھ کرتے ہوئے انھیں افسوس ہو رہا تھا لیکن فرض کی ایک زندگی الگ سے ہوتی ہے چنانچہ وہ چندر گڑھ واپس آگئے۔ پتا جی اپنے من کا بوجھ ہلکا کر کے آ گئے تھے لیکن انھیں شانتی نہیں ملی تھی۔

دو دن اسی طرح گزر گئے، پتا جی کی کیفیت دیکھ کر میرے اپنے دل میں بڑی عجیب سی کشمکش پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جو کچھ سن لیا تھا اس کے بعد نہ جانے کیوں میرا دل ڈرنے لگا تھا یہ تیسرے دن صبح کی بات ہے۔ صبح ہی صبح ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں دروازہ کھولنے چلی گئی۔ رادھن سنگھ مہاراج کو میں نے اس سے پہلے کئی بار دیکھا تھا لیکن وہ جتنی بڑی شخصیت تھے اسے سوچتے ہوئے میں کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ہمارے گھر کے دروازے پر بھی آجائیں گے۔ اس وقت وہی ہمارے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں ہکا بکا رہ گئی۔ رادھن سنگھ جی خود بھی مجھے حیرت سے دیکھتے رہ گئے تھے۔ پھر انھوں نے بڑی نرم اور میٹھی آواز میں کہا۔

"دیوان کرن لال جی موجود ہیں۔"

"ہاں مہاراج۔"

"سنو تم پتری ہو ان کی۔"

"ہاں مہاراج۔"

"اکیلی بیٹی ہو۔؟"

"نہیں مہاراج میری ایک بہن بھی ہے۔"

"ہوں چھوٹی ہے تم سے۔"

"ہاں مہاراج۔"

"کیا نام ہے تمھارا۔؟"

"کوشل۔"

"اور تمھاری بہن کا۔"

"روپا۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔ اپنے پتا جی کو اطلاع دو کہ ہم آئے ہیں۔" میں واپس مڑی۔ لیکن مجھے رادھن سنگھ کی نگاہیں اپنی پشت میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مجھے اندر سے ٹٹول رہا ہے۔ یہ آنکھیں بڑی عجیب تھیں جب تک میں ان کے سامنے سے گزرتی رہی مجھے یہ احساس رہا۔ پتا جی کو آکر یہ بات بتائی تو وہ حیرت سے اچھل پڑے اور پھر دوڑے چلے گئے۔ کچھ بھی تھا بہرطور رادھن سنگھ جی ان کے مالک تھے پتا جی بڑی عزت و احترام کے ساتھ انھیں اندر لے کر آئے۔ رادھن سنگھ جی مسکراتے ہوئے بولے۔

"کرن لال جی ہم آپ کے من سے اپنے بارے میں کدورت دور کرنا چاہتے ہیں اور اسی لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔"

"مہاراج میرے من کو کیا ہو گیا" پتا جی نے خود کو سنبھال کر کہا۔ وہ رادھن سے آنکھیں نہیں ملا سکے تھے کیونکہ ان کے من میں جو کچھ تھا رادھن سنگھ کو ابھی اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

"نہیں کرن لال جی، دیکھو نہیں دیکھو ہم بڑے اور چھوٹے اور بڑے میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ تم ہمارے دیوان ہو تمام طور سے ہمارے پرکھے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں لیکن وہ کبھی کسی کے گھر نہیں گئے ہوں گے، ہمیں دیکھو ہم سادھو سنت آدمی ہیں دنیا کے لوبھ سے بالکل دلچسپی نہیں رکھتے ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے تمھارے گھر کا دروازہ آیا تو یہاں آگئے، دیوان جی، تم نے ہم سے ہمیشہ دوری رکھی ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے مہاراج۔"

"کبھی اپنے پریوار کے ساتھ ہمارے گھر نہیں آئے۔"

"بس مہاراج ویسے ہی" میرے باپو نے جواب دیا۔

"اور سناؤ تمھارے وچار کیسے ہیں۔"

"بس ٹھیک ہیں مہاراج، کوئی خاص بات نہیں آپ کو کوئی جل پانی۔"

"نہیں دیوان جی، صبح صبح ہم جل پانی نہیں کرتے۔ بس ایسے ہی آگئے تھے تمھارے دوار" رادھن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک شیطنت تھی جسے میں دور ہی سے محسوس کر سکتی تھی، میں اس شخص کا چہرہ دیکھ رہی تھی، سادھوؤں کے روپ میں یہ آدمی راکھشس ہی محسوس ہوتا تھا۔ خدوخال بھی بھدے تھے بلکہ خوفناک ہی نظر آتے تھے۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا لیکن باپو کو بے پناہ پریشانیوں کا شکار کر گیا۔ وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"تو۔ تو کہاں رہی ہے کوشل۔" دروازہ کھولنے تو گئی تھی۔

"ہاں پتا جی۔"

"کیوں گئی تھی بیوقوف کہیں کی۔ بھلا تجھے کیا ضرورت تھی جانے کی، ہر آواز پر دروازہ کھولنے کے لیے دوڑی چلی جاتی ہے۔ جب میں گھر میں موجود تھا تو تو کیوں گئی، نوکر بھی موجود تھے رام رام پتہ نہیں کیا کرنے والی ہے تو، کیا کیا کے دکھائے گی، جب سمجھا دیا ہے تو وہی کر جو میں کہتا ہوں۔"

پتا جی بلاوجہ ہی مجھ پر بگڑنے لگے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی، بے وقوف نہیں تھی میں، حالات کا اندازہ مجھے بھی ہو چکا تھا اور جو کہانی پتا جی نے سنائی تھی اس کے تحت اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی کہ پتا جی میرے لیے کیوں پریشان ہیں۔ پھر انھوں نے کہا۔

"رادھن سنگھ جی نے تجھ سے کوئی بات کی تھی۔؟"

"ہاں۔"

"کیا بات کی تھی؟"

"بس نام پتہ پوچھا تھا میرا، یہ معلوم کیا تھا کہ کتنی بہنیں ہیں۔"

"بھائی کے بارے میں پوچھا"

"نہیں۔"

"اوہ تجھے نہیں جانا چاہیے تھا تجھے نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"ایسا کیا ہو گیا پتا جی، میں کوئی حلوہ تو نہیں ہوں جو مجھے کوئی کھا جائے گا۔"

"تو نہیں سمجھتی پگلی تو نہیں سمجھتی۔"

"سب سمجھتی ہوں پتا جی۔ آپ ایک بات کا اطمینان رکھیں میری طرف سے۔"

"کیا۔؟" پتا جی چونک کر بولے۔

"بس پتا جی میں آپ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتی لیکن اس بات کو ذہن میں رکھ لیجیے کہ کوئی میری عزت سے، کوئی میرے جیون سے نہیں کھیل سکتا۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو" پتا جی نے فکرمند لہجے میں کہا۔

روزمرہ کی طرح آج بھی وہ ضروری تیاریاں کرنے کے بعد حویلی روانہ ہو گئے۔ کوئی خاص بات نہ ہوئی شام ہو گئی۔ رات کے تقریباً دس بجے تھے جب ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

پتا جی بیٹھے اس وقت حقہ پی رہے تھے، دستک کی آواز سن کر حقہ کی نے اُن کے منہ سے نکل گئی۔ دیر تک سہمی ہوئی نگاہوں سے وہ دروازے کی طرف تکتے رہے پھر لرزتے ہوئے قدموں سے وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمیں چونکہ انھوں نے دروازے پر جانے سے منع کر دیا تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی دروازہ کھولنے نہیں گیا تھا۔

پتا جی نے دروازہ کھولا اور کسی سے باتیں کرنے لگے پھر انھوں نے کہا۔

"آجاؤ۔ اندر آجاؤ بھائی" اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔

میں اسے پہچانتی تھی، لبنی کا ہی آدمی تھا۔ شاید گووند نام تھا۔ پہلے ہمارے محلے میں رہتا تھا پھر اپنے بال بچوں کے ساتھ شہر چلا گیا تھا۔

"کہو بھائی گووند کیسے حال ہیں۔ کب آئے شہر سے۔"

"ابھی ابھی آیا ہوں اور بری طرح سے بھاگتا ہوا آیا ہوں۔ ابھی واپس چلا جاؤں گا۔"

"کیوں کیوں خیریت، ابھی آئے ہو ابھی واپس چلے جاؤ گے۔"

"آپ کے پاس آیا تھا۔ دیوان کرن لال جی۔ آپ جانتے ہیں میں پولیس میں حوالدار ہوں۔"

"ہاں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"دیوان جی مجھے کچھ سوالات کے جواب چاہئیں۔"

"کیا پولیس کی طرف سے یہ سوال کر رہے ہو؟"

"نہیں دیوان جی۔ میں اگر پولیس کی طرف سے کچھ سوال کر رہا ہوتا تو سادہ لباس میں نہ آتا پولیس کی وردی پہن کر آتا۔"

"کہو بھئی کہو کیا بات ہے۔"

"کیا آپ رادھن سنگھ جی کے خلاف پولیس میں کوئی رپورٹ درج کرانے گئے تھے۔" اس نے کہا اور پتا جی بری طرح چونک پڑے تھے۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں، مجھے اس کا جواب دیجیے۔"

"ہاں گیا تھا۔"

"بہت برا کیا آپ نے دیوان جی، بہت برا کیا۔ کیا آپ کو رادھن سنگھ جی کے تعلقات کا علم نہیں ہے۔"

"تعلقات اپنی جگہ، میں تو پولیس کو ایک جرم کی اطلاع دینے گیا تھا۔"

"جرم کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دیوان کرن لال جی۔ آپ نے اپنا جیون تباہ کر دیا ہے آپ جانتے ہیں کہ برائی اگر غریب آدمی کرتا ہے تو وہ جرم بن جاتی ہے اور یہی برا کام اگر کوئی بڑا آدمی کرتا ہے تو وہ یا تو پالیسی ہوتی ہے یا اس کے پس پشت

کوئی بڑا کام ہوتا ہے۔"

"لیکن جو کام رادھن سنگھ کر رہا ہے کیا وہ بھی تمھاری نگاہوں میں بہت بڑا ہے۔"

"میری نگاہوں میں نہیں میرے افسروں کی نگاہوں میں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کے رپورٹ کرنے کے بعد پولیس افسروں نے کیا کیا ہوگا۔؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں تحقیقات شروع کر دی ہوں گی۔ اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ اُن لاشوں کا راز کیا ہے اور کس نے انہیں قتل کیا ہے۔"

"نہیں مہاراج یہی تو بھول ہے آپ کی؟"

"کیا مطلب؟"

"پولیس نے سب سے پہلے رادھن سنگھ کو اس بارے میں اطلاع دی اور انھیں بتایا کہ اُن کے خلاف رپورٹ درج ہو چکی ہے۔ پولیس افسر نے رادھن سنگھ جی سے ملاقات کر کے کہا کہ دیوان کرن لال نے اُن پر قتل کا الزام لگایا ہے اور اُن کے خلاف ایسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں کہ وہ حیران ہیں۔"

"پھر۔ رادھن سنگھ نے کیا کہا؟"

"یہ نہیں کیا معلوم، ایک معمولی حوالدار کو افسروں کی باتیں کہاں معلوم ہو سکتی ہیں، لیکن آپ کو ایک اطلاع دینے آیا ہوں صبح ہی صبح یہاں پولیس فورس پہنچے گی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے۔"

"مم۔ مجھے۔ مجھے کیوں؟" بابو نے خوفزدہ لہجے میں سوال کیا۔

"دیوان کرن لال جی آپ نے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے، میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں، آپ فوراً یہاں سے فرار ہو جائیے لبتی کی بات ہے، میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نیک آدمی ہیں۔ اور آپ نے رادھن سنگھ جی کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ اپنی نیک دلی سے متاثر ہو کر ہی کہا ہوگا، لیکن آپ کو نہیں پتہ کہ صورتِ حال کیا ہے۔ رادھن سنگھ جی جو کچھ بھی ہیں لیکن اپنی پیٹھ بڑی محفوظ رکھتے ہیں۔"

"میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"یہ آپ کی مرضی ہے، آپ جیسے ایماندار بے وقوف اسی طرح مصیبتوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو اس بات سے آگاہ کر دوں، حالانکہ پولیس کا آدمی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ آپ کے خلاف جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا جا رہا ہے۔ اور آپ نردوش ہیں۔ میں اپنے ضمیر کو اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے چلا آیا تھا۔ آگے آپ کی اپنی مرضی ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد حوالدار گووند چلا گیا۔ پتاجی کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ میں نے اور ماتاجی نے بھی یہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ روپا بے چاری الھڑ تھی وہ ان باتوں کو کیا جانتی۔ اپنے کمرے میں مزے سے سو رہی تھی۔

پتاجی ماتاجی کی طرف دیکھ کر پُرخیال انداز میں بولے۔

"سنو میری ایک بات سنو!"

"ہاں بولو۔"

"تم نے سنا گووند کیا کہہ رہا تھا۔؟"

"ہاں سُن لیا اچھی طرح سُن لیا، کیا یہ سچ ہے کہ تم رادھن سنگھ جی کے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ رادھن سنگھ کیا چیز ہے۔ میرا من نہیں مانتا، میں اس پاپ میں حصّہ نہیں لے سکتا، میں اُس کی نوکری نہیں کر سکتا یہ مانتا ہوں میں کہ پرکھوں سے ہم اُسی کا نمک کھاتے چلے آ رہے ہیں لیکن اپنے سامنے یہ ظلم ہوتے دیکھ کر میں خود کو نہیں روک سکتا، مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا روپا کی ماں، اب کچھ بھی ہو نتیجہ کچھ بھی نکلے۔"

"تو پھر یہاں سے بھاگ چلو۔"

"کیا کہتی ہو، کہاں بھاگ جاؤں، کیسے بھاگ جاؤں۔ ایک جرم کی اطلاع دی ہے میں نے خود تو کوئی جرم نہیں کیا ہے میں کیوں بھاگ جاؤں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہم رادھن سنگھ جی سے کیسے ٹکرا سکتے ہیں بھلا۔"

"بھگوان تو ہمارا ساتھی ہے۔ البتہ ایک خیال میرے من میں آیا ہے۔"

"کیا۔؟"

"دونوں لڑکیوں کو کھیری پہنچا دو، وہاں بابو موہن لال ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ ہم صورتِ حال سے ابھی تک واقف نہیں ہیں کہ کیا ہونا ہے کیا ہوگا اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"

"مگر راتوں رات بچیوں کو کھیری کیسے پہنچا دوں۔" ماتاجی نے پوچھا۔

"جیسے بھی ممکن ہو سکے۔ کوئی اُپائے کرو کوئی ترکیب کرو۔"

"اگر تم کہو تو میں چندو سے بات کروں۔ چندو اپنی بیل گاڑی جوت لے اور لڑکیوں کو کھیری لے جائے۔"

"ہاں ہاں چندو سے بات کرو دس بیس روپئے بھی دے دینا اسے، بچیوں کا یہاں سے چلا جانا ضروری ہے اور چندو سے بھی کہہ دینا کہ خبردار کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی چندو کے گھر جا کر بات کرتی ہوں۔"

ماتاجی باہر چلی گئیں۔ میں پریشان سی بابو کی شکل دیکھ رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"بابو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم سب ہی یہاں سے نکل چلیں۔"

"نہیں بٹیا۔ تو خود سوچ، ایک برائی کے خلاف میں نے قدم اُٹھایا ہے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا، جو کچھ بھی بھگوان کی مرضی ہے دیکھا جائے گا۔"

"مگر پتاجی۔"

"نہیں بٹیا اگر مگر نہیں، اگر تو کر سکتی ہے تو میری ایک مدد کر، اپنی اور اپنی چھوٹی بہن کی حفاظت کرنا، بابو موہن لال تیرے ماماجی ہیں بڑے اچھے آدمی ہیں، وہاں تم دونوں کا دل لگ جائے گا اور تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

"مگر اچانک۔"

"ہاں ہاں میں بابو موہن لال کو خط لکھ دوں گا، وہ تیری اچھی طرح سے دیکھ بھال کریں گے، اپنا زیور وغیرہ سمیٹ لے، جلدی کر اپنے کپڑے باندھ لے۔ دیر کرنا اچھا نہیں ہوگا۔"

میں تیار ہو گئی۔ روپا کو سوتے سے اُٹھا کر جب یہ بتایا گیا کہ ہم کھیری چل رہے ہیں تو وہ خوشی سے اُچھل پڑی۔ راستے میں گاڑی میں بیٹھ کر وہ مجھ سے فضول باتیں کرتی رہی۔ کہنے لگی کہ تم کو ہم پر دیا کیسے آ گئی۔ انھوں نے ہمیں کھیری بھیجنے کا فیصلہ کیسے کر لیا۔ اب میں اس بیوقوف کو کیا بتاتی کہ صورتِ حال کیا ہے بہرطور ہم کھیری پہنچ گئے۔

پتاجی کے بارے میں ساری تفصیلات مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ پتاجی صبح تک انتظار کرتے رہے۔ اور صبح جبکہ سورج بھی نہیں نکلا تھا پولیس کی گاڑی ہمارے دروازے کے پاس آ کر رکی۔ پولیس آفیسر باہر نکلا اور اس نے دروازے پر دستک دی۔ پتاجی نے دروازہ کھولا اور پولیس افسر کو دیکھ کر سنبھل گئے۔ وہ بے چارے گووند پر کوئی الزام نہیں دینا چاہتے تھے۔ پولیس افسر نے انھیں دیکھ کر کہا۔

"دیوان کرن لال جی آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔"

"مگر کیوں مہاراج؟"

"یہ بات تو تھانے چل کر ہی معلوم ہوگی۔"

"مہاراج رادھن سنگھ کو میری گرفتاری کی اطلاع دے دی جائے۔" پتاجی نے کہا اور پولیس افسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ہاں دے دی جائے گی۔ آپ چنتا نہ کریں آئیے۔"

پتاجی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور تھانے لے کر انھیں بند کر دیا گیا۔ ابھی تک پتاجی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ رادھن سنگھ جی نے انھیں کس الزام میں گرفتار کرایا ہے، ہاں گووند نے انھیں جو کچھ بتایا تھا اس کے تحت وہ اتنا جانتے تھے کہ اس گرفتاری میں رادھن سنگھ کا ہاتھ ہے۔

دوسرے دن پتاجی کو لاک اپ سے نکال کر تھانے دار کے کمرے میں پہنچایا گیا اور تھانے دار نے انھیں بتایا کہ انھیں قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

"قتل، کیسا قتل۔"

"ثبوت مل چکے ہیں دیوان کرن لال جی، ثبوت بھی مل چکے ہیں۔"

"کیا مطلب میں نہیں سمجھا۔ براہ کرم مجھے سمجھایا جائے۔ اور جو کچھ انھیں سمجھایا گیا اس نے پتاجی کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔ یہ کچھ تصویریں تھیں جن میں پتاجی ایک لاش کو اپنے کندھے پر لاد کر لے جا رہے تھے۔ جگہ کا اندازہ بھی ہو رہا تھا۔ پتاجی نے یہ فوٹوگراف فوراً ہی پہچان لیے۔ یہ وہ لاش تھی جو رادھن سنگھ جی نے ان کے حوالے کی تھی اور کہا تھا کہ لے باؤلی میں پھینک آئیں، پتاجی کو روشنیوں کے وہ جھماکے بھی یاد تھے، جو ان پر ہوئے تھے اور جن پر وہ غور نہیں کر سکے تھے، لیکن یقیناً وہ فلیش لائٹ والے کیمرے تھے، جن کے ذریعے پتاجی کی تصاویر لی گئی تھیں۔ اور اسی طرح رادھن سنگھ نے انھیں مکڑی کے جال میں پھانس لیا تھا۔

ان تصویروں کو دیکھ کر پتاجی ششدر رہ گئے۔ پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہیے دیوان کرن لال جی ان تصویروں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ میں نے رادھن سنگھ کے کہنے پر کیا تھا۔!"

"بڑی اچھی بات ہے، گویا آپ نے رادھن سنگھ کے جرم کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ لاش کو آپ نے لے جا کر باؤلی میں پھینک دیا تھا۔"

"مم۔ مجھے۔ مجھے مجبور کیا گیا تھا۔!"

"کمال کی بات ہے، مجبوراً جرم نہیں کیا جاتا آپ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک سادھو منش انسان پر الزام لگا رہے ہیں۔ دیوان کرن لال جی، آپ بھی بال بچوں والے ہیں، اس کے بعد آپ پر یہ وحشت کیوں سوار ہوتی تھی آپ جیسے مجرموں کو نوکتے

کی موت مرنا چاہیے۔" افسر بگڑنے لگا۔ پتا جی کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ واقعی انھوں نے رادھن سنگھ کے خلاف رپورٹ درج کرائی تھی۔ یہی پولیس افسر تھا جس سے انھوں نے رادھن سنگھ کے بارے میں کہا تھا اور اسی پولیس افسر نے انھیں گرفتار کر لیا تھا، لیکن ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ۔

اور اس ثبوت کی تردید پتا جی کے لیے ممکن نہیں تھی۔ وہ زبانی سب کچھ کہتے رہے لیکن پولیس افسر نے کہا کہ یہ ثبوت اُن کی زبان سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، یہ بات سچ ہی تھی، پتا جی کو یہ سب کچھ کہہ کر اپنی بے عزتی ہی کرانی تھی کیونکہ ثبوت اُن کے خلاف موجود تھے۔ پتا جی کو باقاعدہ جیل میں بند کر دیا گیا اور اُس کے بعد ہماری بستی میں یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ دیوان کرن لال جی کو نہ جانے کتنا بُرا بھلا کہا گیا۔ میری ماتا جی کو اُن کے گھر سے نکال دیا گیا۔ اور اس سلسلے میں تمام کارروائی رادھن سنگھ کی طرف سے ہوئی۔ رادھن اپنے چشم دید دشمن کو نیست و نابود کر چکا تھا۔ پتا جی کی زندگی کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ماما موہن لال یہ تمام خبریں سن کر حیران رہ گئے تھے اخبار میں پتا جی کی تصویر دیکھ کر وہ ہمارے پاس پہنچے اور انھوں نے کہا۔

"کوشل بیٹا یہ سب کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں ماما جی۔ پتا جی کے خلاف ایک بڑی سازش ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر یہ تصویریں تو سازش نہیں ہیں۔ ان میں تو کوئی گڑبڑ بھی نظر نہیں آتی۔" ماما جی بولے۔ "میں نہیں جانتی بھگوان کی سوگند میں نہیں جانتی۔" ماما جی پریشان ہو گئے۔ بستی پہنچے اور وہاں سے ماتا جی کو ساتھ لے آئے۔ ماتا جی کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ جس وقت وہ ہمارے پاس پہنچیں، سخت بخار میں مبتلا تھیں اور ہذیان بک رہی تھیں۔ انھیں بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ اب پتا جی کی زندگی نہیں بخشی جائے گی۔ ماتا جی کو کچھ ایسی بیماری لگی کہ ہفتہ بھر کے اندر اندر ہی وہ ہڈیوں کی ڈھانچہ ہو کر رہ گئیں ان پر ہمیشہ غنودگی طاری رہتی تھی اور پھر اس واقعہ کے بیس دن بعد ایک صبح ماتا جی کی سانس بند ہو گئی۔ ہمارے اوپر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ہمارے بھرے پُرے گھر کو آگ لگ گئی تھی، میں اور روپا بُری طرح رو پیٹ رہے تھے۔ بابو موہن لال جی سب کو چپ کرا رہے تھے لیکن وہ خود بھی بہت پریشان تھے۔ سمے گزرتا گیا۔ پتا جی کے بارے میں بس ماما جی سے ہی کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ پتا جی پر مقدمہ چل رہا تھا سب کو منع کر دیا گیا تھا کہ کوئی ان کی پیروی نہ کرے۔ پوری بستی میں سے کوئی بھی پتا جی کے حق میں گواہی دینے کو تیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ہرکارہ بابو موہن لال جی کے پاس بھی پہنچ گیا اور رادھن سنگھ کی طرف سے انھیں یہ پیغام دیا گیا کہ بُرائی کے خلاف انھیں حق کا ساتھ دینا چاہیے اور رشتہ داری کی بنا پر ایک مجرم کو بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ بے چارے موہن لال جی ایک اسکول میں ماسٹر تھے اُن کی کیا حیثیت تھی کہ وہ پتا جی کی طرف سے مقدمہ لڑنے کی کوشش کرتے نتیجے میں پتا جی کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ ہم دونوں نے یہ خبر سُنی تو ہمارے دل دہل کر رہ گئے۔ اب اس سنسار میں ہمارا کوئی نہیں تھا، کوئی نہیں تھا ہمارا۔ بابو موہن لال جی سخت پریشان تھے۔ ہمارا بوجھ اُن پر آن پڑا تھا گھر میں جو سامان تھا اُس پر رادھن جی کی طرف سے قبضہ کر لیا گیا تھا نجانے کتنے دن گزر گئے پھر ایک دن چندو ہمارے پاس آیا اُس کی حالت خراب ہو رہی تھی اس نے آکر بابو موہن لال جی کو بتایا کہ بالآخر رادھن سنگھ مہاراج کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ دونوں لڑکیاں بابو موہن لال جی کے پاس ہیں انھوں نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ میں نے انھیں یہاں پہنچایا ہے۔ مجھے پکڑ کر حویلی بلایا گیا اور خوب مار پیٹ کی گئی۔ تو میں نے ساری صورتِ حال اُگل دی مگر دیوان جی بہت دیالو آدمی تھے۔ ہم پر بڑے احسان تھے اُن کے میں اپنی زندگی کی قیمت پر آپ لوگوں کو یہ بات بتانے آیا ہوں کہ اب روپا اور کوشل یہاں محفوظ نہیں ہیں۔"

"مگر رادھن سنگھ کی دشمنی تو دیوان کرن لال سے تھی۔ وہ بے چارے اب اس دُنیا میں نہیں رہے۔ اُن کی بیٹیوں نے کیا قصور کیا ہے۔"

"آپ سوچ لیجیے موہن لال جی سب کچھ آپ پر ہی منحصر ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" چندو نے کہا۔

"خیر چندو جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ جیسی بھگوان کی مرضی" میں نے یہ ساری باتیں سنیں، میری ذہنی کیفیت ان دنوں بہت خراب تھی۔ ماتا پتا جی چلے گئے تھے گھر اُجڑ گیا تھا۔ ہم لاوارثوں کی طرح ماما جی کے گھر میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں میرے سینے میں آگ بھڑکاتی تھیں اور میں سوچتی تھی کہ کسی طرح مجھے رادھن سنگھ سے انتقام لینے کا موقع مل جائے لیکن کمزور ہستی بھلا اُس کے خلاف کیا کر سکتی تھی۔ دل ہی دل میں جھلستی رہی اور سوچتی رہی کہ اب کیسے جیون بتاؤں گی۔ روپا کی زندگی میرے سامنے تھی۔ ماما جی بے چارے سخت پریشان تھے اور سوچتے تھے کہ اب اُن کا کیا ہوگا ان بھتیجیوں کو نکالا بھی نہیں جا سکتا اور اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگائی جا سکتی۔ میں اُن کی پریشانی محسوس کر رہی تھی۔ میرا دل چاہتا

ا کہ ماما جی کی کیفیت کیا ہے۔ ایک دن ایک ترکیب میرے ن میں آگئی۔ اور میں نے ماما جی سے کہا۔

"ماما جی ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانیں گے۔"

"کہو۔" انھوں نے سرد لہجے میں کہا۔ ان دنوں اُن کا رویہ ے ساتھ خاصا سرد ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ چکے تھے ن لڑکیوں سے نجات پا کر اپنی زندگی بچانا چاہیے۔ اُن کا بھی اپنا ا سا خاندان تھا جو رادھن سنگھ کی دشمنی کی وجہ سے تباہ ہونے ا تھا۔ ایک تباہ شدہ خاندان کا وہ حشر دیکھ چکے تھے اور اپنے دان کے ساتھ وہ یہ سلوک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انھیں یہ علم ہو تا کہ رادھن سنگھ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کرن لال بیٹیاں اُن کے گھر میں ہیں۔ بہرحال وہ میری شکل دیکھتے رہے۔ نے اُن سے کہا "ماما جی اگر رادھن سنگھ کے آدمی مجھے لینے آئیں ب اس سلسلے میں کوئی تعرض نہ کریں۔ روپا تو ابھی چھوٹی ہے ، تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کی طرف توجہ بھی نہیں جائے گی لیکن اگر وہ مجھے حاصل کرنے آئیں تو آپ منع نہ کریں۔" جی یہ سن کر چونک پڑے۔ شاید اُن کی غیرت جاگ اُٹھی تھی۔ وہ تے سے بولے

"نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کوشل تو میری بہن کی نشانی ہے میں کیا کروں۔ آہ میں کیا کروں میں ایک غریب اسکول ، بھلا ایک اتنے بڑے آدمی سے کیسے ٹکرا سکتا ہوں میں ن بھی تو کہاں جاؤں۔ میرے حالات اتنے خراب ہیں۔ میں کہہ سکتا کہ اب ہمارا جیون کیسے گزرے گا۔"

"ماما جی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں آپ اس کو ذہن میں ں مجھے اگر کوئی لینے آئے تو مجھے چلا جانے دیں۔" ماما جی خاموشی ردن جھکا کر کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔

"میرا من نہیں مانتا دیکھو بھگوان کیا کرتا ہے۔" ماما جی ش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن میں کچھ منصوبے بنا رہی تھی اور اُس لیے میں نے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ تیار کر لیا۔ میں اپنا جیون کر اپنے پتا اور ماتا جی کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ایک لمبی سی چھری ل کر کے میں نے اپنے لباس میں چھپا لی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ن تھا کہ میرے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ زندگی اس عمر میں بھی ہوں کو پہچانتی تھی اور پھر یہ بات پتا جی سے معلوم ہو چکی تھی ھن سنگھ ایک پاپی آدمی ہے اور نوجوان لڑکیوں کا رسیا ہے نے مجھے دیکھا تھا اور اپنے دشمن کی بیٹی کو وہ بھول نہیں سکتا تھا ردے اُس نے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ مجھے کہیں پہنچا دیا ہے میرا اندازہ غلط نہیں نکلا ایک دوپہر کو چند گھوڑے سوار بابو موہن لال جی کے مکان پر پہنچ گئے۔ موہن لال جی اسی وقت اسکول سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ یہ گھوڑے سوار چندر گڑھ سے کیوں پہنچے تھے۔ موہن لال جی اُن سے بات کرتے رہے اور اُس کے بعد ہانپتے کانپتے میرے پاس آگئے۔

"رادھن سنگھ کے آدمی آئے ہیں کوشل۔ کہتے ہیں کہ دیوان کرن لال جی رادھن سنگھ جی کے ملازم تھے۔ وہ مر چکے ہیں، اُن کی اولاد کو پرورش کرنا رادھن سنگھ جی کا کام ہے چنانچہ انھوں نے دونوں بیٹیوں کو بلوایا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔؟"

"میں پہلے ہی کہہ رہی تھی ماما جی۔ مگر دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ روپا کو حفاظت سے آپ اپنے ساتھ رکھیے میں چلی جاتی ہوں۔"

"مگر وہ چاہتے ہیں کہ دونوں۔"

"میں اُن سے بات کیے لیتی ہوں۔" میں نے کہا اور روپا کا بازو پکڑ کر باہر نکل آئی۔

میں نے اُن میں سے اُس شخص کو دریافت کیا جو نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اُن میں سے وہی شخص میرے سامنے آگیا۔ میں نے اُس سے کہا۔

"روپا کو میں نے یہاں کے اسکول میں داخل کر دیا ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے بچی ہے تم دیکھ لو۔ میں رادھن سنگھ جی کے چرنوں میں چلی جاتی ہوں، میں اُن سے بات کر لوں گی۔ تم اس کی چنتا مت کرو۔" میری بات اُن لوگوں نے مان لی اور پھر مجھے ایک رتھ میں بٹھا کر واپس چندر گڑھ میں لایا گیا۔

میں دل ہی دل میں رو رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ میرے ساتھ اب کیا سلوک ہونے والا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں اُس کی بدسلوکی کا شکار ہوں میں اپنا جیون بلیدان کر دینا چاہتی تھی۔

وہ لوگ مجھے لے کر رادھن سنگھ کے مندر میں پہنچ گئے۔ سادھو منش آدمی ایک مرگ چھالہ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اُس نے میرے عقب میں دیکھا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"اس کی بہن کو نہیں لائے تم۔"

"مہاراج وہ آٹھ سال کی بچی ہے اور سُنا ہے کہ وہاں کے اسکول میں داخل ہو گئی ہے۔" اس لڑکی نے کہا کہ یہ آپ سے بات کرے گی۔"

"اوہ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ ہم اس سے بات کر لیں گے۔" پھر وہ آہستہ سے بولے۔

"پتری، کرن لال جی ہمارے دیوان تھے اور بڑے اچھے انسان تھے، ہمیں ان کی موت کا بڑا افسوس ہے۔ سُنا ہے تمھاری ماتا جی بھی مر گئیں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رادھن سنگھ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا۔

"بہر طور چنتا مت کرو۔ ہم بڑے دیالو ہیں کسی بھی انسان کو دُکھ میں نہیں دیکھ سکتے۔ تمھاری بہن اگر کھیری میں پڑ رہی ہے تو پڑھنے دو، تم یہاں رہو۔ اس کے بعد جب وہ بڑی ہو جائے گی تو ہم اسے بھی یہاں بلوا لیں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں اُسے کوستے ہوئے کہا کہ پاپی اس سمے تک تیرا جیون ہی نہ ہوگا جب میری روپا کو کوئی نقصان بھی پہنچے گا۔"

دوسرے لوگ چلے گئے تو رادھن سنگھ نے کہا۔

"اب تم یہیں اسی حویلی میں رہو گی کوشل، ہم تمھیں رانیوں کی طرح رکھیں گے، دیوان جی نے بُرا کیا تھا ہمارے خلاف رپورٹ درج کرانے گئے تھے وہ اور تم خود سوچو ہمارا کھاتے ہیں وہ ہمارے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔"

میں نے اب بھی جواب نہ دیا۔ تو وہ کسی قدر درشت لہجے میں بولا۔

سنو اگر تم مجھ سے نفرت کرتی ہو تو یہ تمہارے حق میں برا ہوگا ہمیں چاہو، ہم سے محبت کرو، ہم مہان ہیں ہمارے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تمہارا جیون بنا دے گا اور دوسرا لفظ تمہیں اس سنسار سے مٹا دے گا۔

میں مہاراج کی داسی ہوں۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مکاری سے کام لینا ضروری تھا۔ جانتی تھی کہ میری طاقت اس راکشس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اس لیے ہوشیاری سے کام لینا تھا جیون دان کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی تو اب ان ساری باتوں سے کیا حاصل، مجھے مکاری سے کام لینا چاہیئے تاکہ میں اپنا کام پورا کر سکوں، رادھن سنگھ جی نے کہا کہ ابھی مجھے ان کے ساتھ یہاں مندر ہی میں رہنا ہوگا اس کے بعد وہ میرے لیے حویلی میں کوئی مناسب بندوبست کر دیں گے اور میرا وظیفہ جاری ہو جائے گا اور میں عیش و عشرت سے زندگی گزار سکوں گی۔

جس حجرے میں مجھے پہنچایا گیا وہ کسی مندر کا حجرا نہیں معلوم ہوتا تھا وہ تو ایک باقاعدہ عیش گاہ تھی جہاں ہرے ہوئے قالین بچھے ہوتے تھے۔ بہترین ریشمی پردے لہرا رہے تھے دنیا کی ہر چیز وہاں موجود تھی پھل برتنوں میں سجے ہوئے تھے عجیب وغریب مجسمے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے جو عجیب بے حیائی اور بے شرمی کا مظہر تھے ایک بڑی سی مسہری ایک طرف پڑی ہوئی تھی، جس پر بڑا موٹا سا گدا تھا اور پر فانوس لگے ہوئے تھے جس میں شمعیں روشن تھیں۔

میں نے اس عیش کدے کو دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ وہ پاپی جو رادھن سنگھ کو ایک سادھو سمجھتے ہیں اگر یہاں آ کر اس کی یہ رہائش گاہ دیکھ لیں تو صورتحال ان پر کھل جائے لیکن اتنے بڑے آدمی پر یہ الزام کون لگا سکتا تھا کون اس کی اس عیش گاہ تک پہنچ سکتا تھا اور پھر پتا جی کے کچھ اور الفاظ بھی مجھے یاد تھے رادھن سنگھ اپنی جگہ محدود نہیں تھا۔ اس کی زمینداری چندر گڑھ تک محدود نہیں تھی بلکہ پتا جی کے کہنے کے مطابق کچھ روپیہ باہر سے بھی آتا تھا لیکن کہاں سے اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا! چنانچہ اس شخص کے بارے میں سوچتے ہوئے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور اسے مارنا آسان کام نہیں ہوگا مجھے مکاری سے کام لینا ہوگا تاکہ میں اس راکشش پر قابو پا سکوں

میں اس حجرے میں بیٹھی وقت کا انتظار کر رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد دو عورتیں آئیں۔ وہ اچھی خاصی قدو قامت کی تھیں چہرے ہی سے فاحشائیں معلوم ہوتی تھیں، ان کا انداز گفتگو بھی بڑا واہیات تھا، مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگیں اور پھر ان میں سے ایک مجھ سے شرمناک گفتگو کرنے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے زندگی میں کبھی کسی لڑکے سے تو محبت نہیں کی، کبھی کوئی میرے بالکل قریب پہنچا یا نہیں۔

میں نے ان پر لعنت بھیجی اور ان سے کہا کہ وہ عورت اپنی عورتوں کی حیا اپنے پاس رکھیں، جس پر وہ دونوں میرا مذاق اڑانے لگیں، پھر بولیں۔

ہاں ہم عورت ہیں اور اپنی ساتھی عورتوں میں اضافہ دیکھنا چاہتی ہیں۔ چلو تمہیں دلہن بنا دیں۔

کیا بکواس کرتی ہو، کیسی دلہن۔

آجاؤ، اچھے کپڑے پہن کر اچھی شکل بنا کر تم بڑی سندر لگو گی۔ ویسے بھی بڑی حسین ہو۔ اگر من موہ لیا رادھن سنگھ جی کا تو شاید۔ تو شاید وہ کچھ نہ ہو، جو ہوتا آ رہا ہے۔

میں ان کی باتوں کا مطلب سمجھ رہی تھی، لیکن انجان بن رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا وہ یہ کہ میں اس چھری کو کسی طرح چھپا دوں۔ چنانچہ اس وقت بالکل موقع نہیں تھا میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا باتھ روم جانا چاہتی ہوں انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر باتھ روم تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہ چھری باتھ روم میں کسی مناسب جگہ چھپا دوں کیونکہ وہ کم بخت میرا لباس تبدیل کرانے کے لیے تیار تھیں اور لباس تبدیل کرانے کی صورت میں چھری کا دوسروں کی نگاہوں میں آ جانا لازمی تھا۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے ایک مناسب جگہ کی تلاش کی اور چھری خلا میں رکھ دی میں اس چھری کو باآسانی دوبارہ حاصل کر سکتی تھی، یہاں پاس میں یہی ایک باتھ روم تھا جس کی وجہ سے مجھے اطمینان تھا کہ میں دوبارہ بھی یہاں آ سکتی ہوں۔

بہر طور چند منٹ کے بعد میں واپس آ گئی اور انہوں نے مجھے ایک حسین لباس پہنا دیا میرے چہرے پر لالی لگائی گئی۔ طرح طرح سے مجھے سنوارا گیا۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا اور اس کے بعد میں دلہن بن کر بیٹھ گئی۔

میں اپنی تقدیر کو کوس رہی تھی۔ دل میں تو نجانے کیا کیا تھا لیکن تقدیر نے یہاں ایسی جگہ لا چھوڑا تھا جو ایک بن بیاہی دلہن کی خواب گاہ تھی۔

اور پھر وہ منحوس راکشش کمرے میں داخل ہو گیا منہ سے شراب کے بھبکے اڑ رہے تھے، آنکھوں میں شیطنت چھائی ہوئی تھی۔ وہ میرے قریب آ کر کہنے لگا۔

پہلی ہی نگاہ میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کتنی سندر ہو وہ دیوان کرن لال جی مر گئے، لیکن ایک ایسا انعام ہمیں دے گئے کہ انہیں عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔

میں نفرت بھری نگاہوں سے اس منحوس انسان کو دیکھتی رہی۔ اسے بدترین سبق دینا چاہتی تھی۔ دل میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ لیکن ان طوفانوں کو دبانا ضروری تھا۔ جلد بازی کام بگاڑ دے گی۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھال لیا۔

تم اتنی سندر کیوں ہو سندری۔

میں کیا جانوں مہاراج؟ میں نے کہا۔

دیوان کرن جی لال عجیب آدمی تھے کیا کمی تھی انہیں ہمارے ہاں آرام سے جیون گذار رہے تھے۔ سماج سدھارک کی من میں آئی اور ہم سے بیر باندھ لی۔ چنتا مت کرو۔ وہ نہیں ہیں۔ ہم تو ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اپنے جیتے جی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ یہاں رہ کر تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

نہیں مہاراج۔

کسی نے کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں کی۔

بالکل نہیں مہاراج۔

ہماری مانتی رہو۔ تم دیکھو گی سب تمہارا حکم مانیں گے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

میں بے سہارا رہ گئی ہوں مہاراج۔

ارے نہیں سندری ہم جو تمہارا سب سے بڑا سہارا ہیں ہم پر پورا پورا وشواش کر سکتی ہو۔ ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟

بتا سمان ہیں آپ مہاراج میں آپ کو اپنے پتا کی جگہ سمجھتی ہوں میں نے ایسے حالات میں بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں کمی نہ کی۔ وہ چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

کیا کہتی ہو سندری ذرا غور سے دیکھو ہمیں اچھی طرح غور کرو ہم پر، ہم تمہارے پتا تو کہیں سے نہیں لگتے ہم تو تمہارے چاہنے والے ہیں چاہتے ہیں تمہیں۔

آپ جو کچھ بھی کہیں مہاراج میرے من میں آپ کے لیے یہی جگہ ہے۔

بکواس مت کرو بے وقوف لڑکی تمہارے یہ الفاظ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔

حقیقت تو کہنا ہی ہوگی مہاراج آپ جو کچھ بھی سوچ لیں۔

میں کہتا ہوں بکواس مت کرو کم بخت ذلیل تو نے میرا سارا موڈ چوپٹ کر دیا ہے۔ رادھن سنگھ جی جھلاتے ہوئے سے حجرے سے باہر نکل گئے دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ کیا اس طرح میری زندگی بچ سکتی ہے امید نہ تھی جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد اس کمینہ صفت آدمی کے پاس پہنچی تھی کیا یہ مجھے اتنی آسانی سے نکل جانے دے گا۔

رات گذر گئی دوسرا دن بھی خاموشی سے گذرا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے تکلیف دہ ہوتی لیکن دوسری شام تقریباً ایک سوکھا سٹرا آدمی میرے پاس پہنچا اس کے چہرے سے خباثت ٹپک رہی تھی آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی۔ میرے نزدیک بیٹھ کر وہ بڑے پیار سے بولا۔

"بٹیا۔ کوشل ہے نا تمہارا نام۔؟"

"تم کون ہو؟"

ہمدرد ہیں تمہارے کیا بتائیں بے چارے کرن لال جی سے ہماری کیسی دوستی تھی بچپن کے دوست تھے ہم دونوں۔ کیا نام ہے تمہارا

چوکھے لال۔

بہر طور کہو چوکھے لال مجھے کیا کرنا ہے کیا کہنے آئے ہو میں نے کہا دل ہی دل میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ چوکھے لال دراصل رادھن سنگھ کا آدمی ہے ورنہ اگر وہ پتا جی کا کوئی دوست ہوتا تو پتا جی کی زبانی وہ کم از کم اس کا نام ان کی زبانی ضرور سنتی اور اس کی شکل سے بھی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک مکار صفت آدمی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت ہی یہاں آیا ہے۔

بیٹیا۔ کرن لال جی اس سنسار میں نہیں ہیں تمہاری ماتا جی بھی مر چکی ہیں بہن ہے تمہاری ایک چھوٹی، کیا تم یہ نہیں چاہو گی کہ تمہاری بہن آرام سے جیون گزارے پڑھے لکھے عیش کرے بولو کیا تمہارا من یہ نہیں چاہتا۔

اپنے مطلب کی بات کرو چوکھے لال جی۔

میں نے سنا ہے کہ تم نے رادھن سنگھ جی کو ناراض کر دیا ہے بے وقوف ہو تم بڑے بڑے لوگ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں رادھن سنگھ جی کی نظر انتخاب حاصل کریں اور تم ہو کہ انہیں پریشان کر رہی ہو میری مانو بیٹیا تو انہیں خوش کرو جیسا وہ کہیں ویسا کرو انہیں بے کار باتوں سے ناراض نہ کرو۔

ہوں۔ چوکھے لال تمہاری کوئی بیٹی ہے۔

نہیں ہے۔

تو پھر تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے جاؤ دفعہ ہو جاؤ میری نگاہوں کے سامنے سے۔

مگر بیٹیا۔

میں کہتی ہوں جاؤ نکل جاؤ یہاں سے ورنہ۔

سوچ لو بیٹیا اچھا نہیں ہوگا تمہارے حق میں بھی اور تمہاری بہن کے حق میں بھی۔

جو کچھ ہوگا وہ میری تقدیر ہوگی تم یہاں سے دفع ہو جاؤ خبیث بوڑھے۔ میں نے پاؤں کی جوتی اتاری اور بری طرح چوکھے لال کے منہ پر دے ماری۔ خاصی زوردار ضرب تھی چوکھے لال کا ہونٹ کٹ گیا اور وہ جلدی سے بھاگ کھڑا ہوا دروازے پر رک کر اس نے مجھے گھورا اور کہنے لگا۔

تو۔ یہ سوچ لے کر تو اپنی تقدیر پر سیاہی پھیر چکی ہے اب جو کچھ ہوگا اسے بھگتنے کے لیے تیار ہو جا۔

جاتا ہے یا دوسری جوتی اتاروں میں نے کہا اور دوسری جوتی اٹھا لی وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر نظر نہ آیا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی رات کو دس ساڑھے دس بجے کے قریب رادھن سنگھ شراب کے نشے میں دھت میرے کمرے میں پہنچ گیا آج وہ اپنے حواس کو کھو کر آیا تھا چنانچہ میرے تمام الفاظ اس کے سامنے بے اثر تھے میں نے اسے پھر اپنے پتا سمان کہا تو اس نے ہنس کر کہا۔

نہیں۔ میں صرف اس کا پتا ہوں جو میری بیوی کی کوکھ سے پیدا ہوئی باقی اور کسی کا پتا نہیں ہوں میں بے وقوف مت بنا مجھے لڑکی۔ تو مجھے بے وقوف مت بنا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آج اپنے تمام احساسات شراب میں ڈبو کر آیا ہے۔ اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ہو گیا ہے اس کی دراز دستیاں بڑھتی چلی گئیں اور میں اس کے سامنے بے بس ہو گئی تو میں نے کہا۔

میں ابھی آتی ہوں۔

کہاں جا رہی ہو؟

ذرا باتھ تک تک۔ میں نے کہا۔

اوہ اچھا۔ اچھا ضرور جاؤ ہم انتظار کریں گے۔

باتھ روم میں پہنچ کر میں نے وہ چھری نکالی جو اس وقت میری ہمدرد و معاون تھی اس چھری کو اپنے لباس میں چھپائے میں اندر آ گئی اور رادھن کے سامنے پہنچ گئی شیطان میرے سامنے سینہ چوڑا کیے بیٹھا تھا اس خبیث انسان کی شکل دیکھ کر کراہت ہوتی تھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہمت کی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی رادھن سنگھ کی بے باکیاں بڑھ گئیں تو میں نے احتیاط سے چھری اپنے لباس سے نکال لی اور پھر اس کا دستہ پکڑ کر پوری قوت سے اس کی پشت میں بھونک دیا رادھن سنگھ کے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں میں چاہتی تھی کہ چھری کھینچ کر اس پر تین چار وار اور کر دوں لیکن ایسا کرنے سے قبل ہی مجھے دبوچ لیا گیا اور پھر کسی نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا میری ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ لگی تھی اور ایک لمحے کے لیے زمین و آسمان گڈمڈ ہوتے ہوئے محسوس ہوتے اس کے بعد میری نگاہوں میں تاریکی چھا گئی اس چوٹ نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ ہوش آیا تو میں ایک ایسی جگہ پڑی ہوئی تھی جہاں زمین پر کچھ نہیں تھا سامنے دروازے میں سلاخیں نظر آ رہی تھیں اور چاروں طرف ایک مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

چند لمحات حالات کا انتظار کرتی رہی اور دفعتاً مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے تو میں اچھل کر بیٹھ گئی موٹی موٹی سلاخوں اور اس کے باہر پڑے ہوئے تالے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی قید خانے میں قید ہوں میں نے رادھن سنگھ پر چھری سے حملہ کیا تھا۔ آہ کاش میں اس کے پورے بدن کو اس طرح کاٹ سکتی جس طرح آلو کے ٹکڑے کاٹے جاتے ہیں لیکن میری باہوں میں اتنی قوت نہیں تھی کم بخت نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے متعین کر رکھا تھا اور وہ عیاش طبع لوگ اس کی خلوتوں میں موجود رہتے تھے انہوں نے مجھے پکڑ لیا کاش کاش وہ مر گیا ہو کاش میرا انتقام پورا ہو گیا ہو میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن یہاں کوئی موجود نہیں تھا جس سے میں رادھن سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی۔

سلاخوں والے دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ باہر کی سمت دیکھا ایک چوڑا سا کمرہ نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ میری آواز اس دروازے سے باہر نہیں پہنچ سکتی تھی کیونکہ کمرہ خاصا وسیع تھا اور دروازہ مضبوط، تھک ہار کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھی اور اپنے حال پر غور کرنے لگی تقدیر نے مجھے کس بیابان میں لا پھینکا تھا اور اب نجانے کون سے راستے مجھے دکھانے والی تھی۔

بھوک پیاس سے آٹھ گھنٹے گزر گئے ان آٹھ گھنٹوں میں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی تھی زندگی بچنا تو ٹھیک نہیں ہے میں بھلا ان حالات کا کیا مقابلہ کر سکوں گی۔ مجھے کیسے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ موت مجھے اپنا لے آتم ہتیا نہیں کر سکتی تھی اتنی ہمت نہیں تھی لیکن مر جانا چاہتی تھی کاش کوئی مجھے قتل کر ڈالے میرے دل میں یہی آرزو تھی رادھن سنگھ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اس دوران کوئی یہاں آیا ہی نہیں تھا لیکن نویں گھنٹے میں دروازہ کھلا اور پھر کچھ لوگ سلاخوں والے دروازے کے قریب آتے نظر آئے ان میں دو آدمی تھے اور ایک عورت عورت کی عمر تقریباً چالیس یا پینتالیس سال تھی چہرے ہی سے خونناک لگتی تھی میرے سامنے آ کر رک گئی اور مجھے خونی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

لو یہ کھانا کھا لو۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا تمہیں بہت بڑا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

یہ بتاؤ رادھن سنگھ بچ گیا یا مر گیا۔

چلو اس نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں کو اشارہ کیا کھانے کی ٹرے وہ سلاخوں والے دروازے کے سامنے رکھ گئے تھے میں اس میں سے صرف ہاتھ نکال کر کھانا کھا سکتی تھی ٹرے اندر تک نہیں کھینچ سکتی تھی دروازہ پھر بند ہو گیا عورت کی کیفیت دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور یقیناً رادھن سنگھ کے خاص ساتھیوں میں سے ہے۔

کھانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی میں نے لیکن جب مزید کچھ وقت گزر گیا تو میں نے سوچا کہ بغیر کھائے پیئے زندگی گزارنا ممکن نہیں جب تک سانسوں کی تار ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہے مجھے زندگی کی وہ تمام ضرورتیں پوری کرنی پڑیں گی جو انسان کا مقدر کر دی گئی ہیں لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جو امید کی کوئی کرن دکھاتا۔

میں نے بے چارگی کے عالم میں سلاخوں میں سے ہاتھ نکال نکال کر کچھ چیزیں معدے میں بھریں اور زمین پر جا کر لیٹ گئی زندگی کے گزرے ہوئے لمحات یاد آنے لگے بڑا تحفظ حاصل تھا، ماں باپ کی زندگی میں، لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کائنات میں دشمنوں کے علاوہ اور کسی کا وجود نہ ہو کیا ہوگا کیا ہونے والا ہے میرا، کاش اس کم بخت رادھن سنگھ کے بارے میں پتا چل جاتا کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا چھری تو دستے تک اس کے بائیں شانے کے نیچے پیوست ہو چکی تھی یقیناً پسلیوں کے جوڑ سے اندر گھس گئی ہوگی کیا اس کے بعد بھی وہ بچ سکے گا۔

بہر حال اس سوال کا جواب مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا دوسرا دن، تیسرا دن اور پھر بہت سے دن گزر گئے قید خانے میں پڑے پڑے میرے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے کبھی خون کی گردش رکنے لگتی تو اسی قید خانے میں دوڑ لگاتی کھانے پینے میں بھی میں تکلف سے کام لینا چھوڑ دیا تھا لباس میلا چیکٹ ہو گیا تھا بالوں میں گرد اٹ گئی تھی اور سر بھاری بھاری ہو رہا تھا۔

لیکن کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اپنے وجود کو ان غلاظتوں سے پاک کر سکوں پتہ نہیں کیوں مجھے یہاں قید کر دیا گیا تھا جو لوگ کھانا لاتے وہ میری کسی سوال کا جواب نہ دیتے تھے۔ وہ

بد تماش عورت ہمیشہ ان کے ساتھ آتی تھی اور میری طرف کڑی نظروں سے دیکھتی رہتی تھی کئی بار میں نے اس سے سوالات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نفرت سے منہ پھیر کر واپس چل دیتی تھی۔

مجھے اندازہ نہیں رہا تھا کہ مجھے یہاں کتنے دن ہوگئے تھے غالباً مہینہ یا ڈیڑھ مہینہ گذر چکا ہوگا اب میری حالت وحشی جانوروں جیسی ہوگئی تھی تب ایک دن میری تقدیر میں کچھ تبدیلی رونما ہوئی اس بار اس عورت کے ساتھ دو مردوں کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں لیکن آج وہ کھانا نہیں لائے تھے مجھے روز آنہ کھانا دینے والی عورت نے کہا۔

چلو باہر نکلو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کا تالا کھول دیا تھا میں وحشت زدہ سی باہر نکل آئی میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔

میں نہیں جانتی اس نے جواب دیا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کرکے چل پڑی وہ عورتیں جو اس کے ساتھ آئی تھیں مجھے آگے دھکیل رہی تھیں پتہ نہیں یہ فرق کیوں رکھا گیا تھا اگر مرد ہی مجھے گھسیٹ کر لے جاتے تو کوئی ایسی بات نہ ہو جاتی یہاں کون سی میری قدر کی جا رہی تھی۔

وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک کمرہ میں آئیں کشادہ اور آرام دہ کمرہ تھا یہاں ضروریات کی تمام چیزیں موجود تھیں تب اس عورت نے اشارہ کیا۔

جاؤ غسل کرلو۔ میں غسل کرنے کے لیے بے چین تھی جو حالت ہو رہی تھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اندر داخل ہوکر میں نے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور پھر لباس اتار کر نل کے نیچے بیٹھ گئی۔

میں نے اپنے بدن سے ایک ڈیڑھ ماہ کی غلاظت اتاری اور یوں محسوس ہوا جیسے نیا جنم لیا ہو لیکن لباس اس میلے اور چیکٹ لباس کو پہننے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا دفعتاً دروازہ کھلا اور وہی عورت اندر داخل ہوگئی۔ مجھے حیرت ہوئی میں نے تو دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا لیکن پھر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اس قسم کا لاک ہے جسے باہر سے بھی کھولا جاسکتا ہے۔

میں اسے دیکھ کر اپنا بدن چرانے لگی تو وہ ایک مکروہ سی ہنسی ہنس دی۔

لو یہ کپڑے پہن لو کپڑے لائی ہوں تمہارے لیے اس نے کہا سلک کا ایک ریشمی لباس تھا مجھے اس وقت دوسرے لباس کی ضرورت تھی چنانچہ میں نے اس پر غور نہیں کیا اور لباس اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر اپنے آپ کو اس میں چھپا لیا عورت ہنستی ہوئی باہر نکل گئی تھی اس مہربانی کی وجہ میری سمجھ میں آرہی تھی لیکن لیکن کیا وہ کم بخت ٹھیک ہوگیا کیا رادھن سنگھ زندہ ہے کاش مجھے اس بات کا جواب مل جاتا۔

لیکن اس میں بھی بہت زیادہ دیر نہ لگی کمرے میں واپس آئی تو کمرہ کا دروازہ باہر سے بند پایا گویا فی الوقت مجھے یہاں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

میں ایک کونے میں بیٹھی اپنی تقدیر پر آنسو بہاتی رہی یہ سوچتی رہی کہ اب میرے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے رات ہوگئی اس وقت تقریباً دس بجے تھے جب وہی عورت اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک ریشمین لبادہ تھا یہ انتہائی باریک کپڑے کا لباس تھا اور اسے بدن ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔

لو یہ لبادہ پہن لو۔

"یہ۔ یہ میں نے کیا۔

اٹھو۔ وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن میں اس باریک کپڑے کے لبادے کو نہیں پہننا چاہتی تھی۔

میں اس لباس میں ٹھیک ہوں۔

میں کہتی ہوں اٹھ جاؤ مجھے تشدد کرنے پر مجبور نہ کرو۔

مگر سنو تو سہی۔ سنو تو سہی۔ میں نے کہا چاہا مگر دوسرے لمحے اس نے میرے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیے اور مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

اگر وقت سے پہلے مرنا نہیں چاہتیں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔

لیکن اس لباس میں مجھے غیرت محسوس ہوگی۔

جو کچھ بھی ہو یہ پہنا ہے تمہیں۔ اس نے کہا میں نے مزید تعرض کیا تو دفعتاً اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میرا لباس نیچے تک پھاڑ دیا اس لباس کے نیچے کچھ نہ تھا۔ میں غیرت سے زمین میں گڑ گئی۔

لیکن وحشی عورت نے میرے اوپر ایک گھونسہ مارا اور میں نیچے گر پڑی تب اس نے زبردستی میرا یہ لباس اتار دیا اور مجھے وہ لبادہ پہننے کے لیے کہا ریشمی لبادہ پہننا نہ پہننا

برابر ہی تھا دھوئیں کی طرح اس کی کیفیت تھی مجھے احساس ہی نہ ہو سکا تھا کہ میں کوئی لباس پہنے ہوئے ہوں۔

آؤ میرے ساتھ۔ اس نے کہا اور ایک بار پھر میں سہم گئی۔

کک۔ کہاں کہاں۔ آؤ میں کہتی ہوں آؤ براہ کرم میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے مجھے تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑے۔

میں سمجھ گئی تھی کہ اب اس کے ساتھ جانا ہی ہے ویسے بھی کم بخت دیو قامت عورت تھی پتہ نہیں کون سی نسل سے تعلق رکھتی تھی بہرحال وہ مجھے لیے ہوئے ایک راہداری میں آگے بڑھتی رہی یہی شکر تھا کہ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا راہداری بائیں سمت گھوم گئی تھی کافی طویل راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پہ ہوا تھا۔

جاؤ۔ دوسری طرف تمہاری آرام گاہ ہے۔ اس نے کہا اور میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر جلدی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔

دوسری طرف مکمل طور پر اندھیرا تھا اس تاریکی میں عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں یہ آوازیں کس قدر گہرائی سے آرہی تھیں میں نے متعجبانہ انداز میں دیکھا لیکن کچھ سجھائی تو دیتا البتہ دروازہ باہر سے بند ہوگیا تھا میں دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

دروازہ کھولو یہاں مجھے کچھ نظر نہیں آتا یہ کیا جگہ ہے لیکن دروازہ نہیں کھلا البتہ دوسرے لمحے کمرے میں اتنی تیز روشنی ہوگئی کہ آنکھیں بند ہوئی جاتی تھیں اس کے ساتھ ہی بے پناہ قہقہے فضا میں بکھر گئے ان قہقہوں کو سن کر میرا خون رگوں میں منجمد ہوگیا تھا یہ کون لوگ تھے بمشکل تمام آنکھیں کھولیں تو اپنے اطراف مخصوص قسم کی نشستیں لگی پائیں۔ بہت ساری نشستیں لگی ہوئی تھیں اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ کون لوگ تھے۔ دیہاتی جاہل قسم کے لوگ جن کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ ان نشستوں پر بیٹھے میری جانب نگراں تھے میں شرم سے پانی پانی ہوگئی میں بری طرح بوکھلا گئی اور زمین پر بیٹھ گئی میرے اس طرح بیٹھنے سے وہ لوگ پھر ہنس پڑے تھے۔

دفعتاً ایک کونے سے ایک شخص نمودار ہوا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا تھا سر پر بڑی سی چوٹی جھول رہی تھی ہاتھ میں ہنٹر تھا میرے قریب پہنچ کر اس نے ہنٹر زمین پر مارا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

کھڑی ہو جاؤ

کک۔ کیا مطلب۔ م م میں

چلو اس نے مجھے گردن سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا آگے لے گیا چند لمحات کے بعد میں ایک دائرے میں پہنچ گئی جس کے گرد یہ تمام لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس سے قبل میں نے اس دائرے پر غور نہیں کیا تھا دفعتاً میری نگاہ سامنے کی سمت اٹھ گئی سامنے میں نے جس شخص کو دیکھا اسے دیکھ کر میری ساری رگوں میں خون منجمد ہوگیا میرے بدن نے کام کرنا چھوڑ دیا میرے اعصاب شل ہوگئے یہ رادھن سنگھ تھا کنور رادھن سنگھ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اوپری بدن پر کوئی لباس نہ تھا البتہ نچلے بدن پر اس نے مخصوص قسم کا لباس پہن رکھا تھا سینے سے پشت تک ایک پٹی بندھی ہوئی تھی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ کم بخت بچ گیا ہے وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے چابک والے شخص سے کہا

راگن۔ یہ لبادہ اس کے بدن پر کیوں ہے۔

معافی چاہتا ہوں مالک، ہنٹر والے نے کہا اور دوسرے لمحے میرا دھواں جیسا لبادہ کسی کاغذ کی طرح لپٹ کر میرے بدن سے اتر گیا میری کبھی یہ بے عزتی ہوگی زندگی میں خیال میں بھی نہیں سوچا تھا قہقہے تیز ہوگئے اور اس کے بعد اس کے بعد وہ کچھ ہوا جس کا کوئی شریف زادی تصور نہیں کرسکتی۔

مجھے ان لوگوں کے درمیان رقص کرنا پڑا رقص کیا تھا کوڑوں کی مار سے بل کھا رہی تھی اپنا آپ کو چرا رہی تھی اور کافی دیر تک یہ رقص اسی انداز میں جاری رہا پھر میزوں پر بیٹھے ہوئے وحشی بھیڑیے مجھ پر ٹوٹ پڑے اپنی نسوانیت کی یہ توہین میرے لیے ناقابل برداشت تھی یوں بھی سارا بدن زخمی ہوگیا تھا اس لیے میں اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکی زمین پر گری اور بے ہوش ہوگئی مجھے پتا نہیں بے ہوشی کے عالم میں میری کیا درگت بنائی گئی لیکن جب ہوش آیا تو ایک اسپتال میں تھی پورا وجود پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھے زندہ آگ میں جلا دیا گیا ہو میں اپنے حواس پر قابو نہ پا سکتی تھی میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں تو ایک نرس میرے پاس پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

نرس کیا یہ اسپتال ہے

ہاں۔ اس نے جواب دیا۔

کیا یہاں زہر مل سکتا ہے

کیا مطلب؟

نرس تم نے زندگی میں کسی پر کوئی احسان کیا ہے۔

کیا کہنا چاہتی ہو۔

مجھے ایک زہر کا انجکشن دے دو میں اس زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

نہیں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

نرس پلیز بھگوان کے لیے میری مدد کرو مجھے زہر چاہیے نرس مجھے زہر چاہیے۔

میں نے کہا نا یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے ہم زندگی دیتے ہیں لیتے نہیں۔

مگر کسے ایک کوڑھی کو زندگی دینا چاہتے ہو تم ایک ایسے وجود کو جس میں اب کوڑھ کے سوا کچھ نہیں ہے مجھے اپنی ذات سے تعفن محسوس ہو رہا ہے نرس مجھے موت چاہیے

مجھے موت چاہیے۔

اچھا ٹھہرو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتی ہوں نرس نے کہا اور چند لمحات کے بعد وہ ایک انجکشن لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔

تم خود آتم ہتیا کر رہی ہو یہ سوچ لو میرا کوئی دوش نہیں ہوگا۔

نہیں نرس۔ میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ میں نے کہا اور نرس نے انجکشن میرے بازو میں لگا دیا مجھے بڑا سکون محسوس ہوا تھا یوں لگا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا ہو ہاں موت ہی میری زندگی کا مقصد رہ گئی تھی اب ورنہ اس پامال وجود میں اور کیا باقی تھا۔

آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہوگئیں میں موت کی آغوش میں جا رہی تھی اور اس بات کا مجھے پورا پورا احساس تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں ہر احساس سے عاری ہوگئی۔

موت نہیں آئی تھی نرس نے مجھے زہر کا انجکشن نہیں دیا تھا بلکہ بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا چونکہ جب انجکشن کا اثر زائل ہوا تو پھر میرے حواس جاگ اٹھے اور اس کے بعد پھر دہی درد وہی کرب لیکن اب مجھے عموماً بے ہوش رکھا جاتا تھا نجانے کتنے دن اس اسپتال میں لگے اور اس کے بعد ایک بار جب مجھے ہوش آیا تو میرے وجود کے سارے دکھ ختم ہو چکے تھے میں اپنے آپ کو مطمئن محسوس کر رہی تھی نرس بدل گئی تھی اس وقت ایک اور نوجوان سی لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قدر نرمی کے آثار دیکھے اور اس سے کہا۔

تم۔ تم نئی آئی ہو ڈیوٹی پر۔

ہاں اس نے جواب دیا۔

"مجھے جانتی ہو۔؟"

"ہاں تم ہماری مریضہ ہو۔!"

"کیا تکلیف ہے مجھے۔؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم ڈاکٹر بھلہ جانتے ہیں۔"

"یہ ڈاکٹر بھلہ کون ہیں۔؟"

اس اسپتال کے انچارج ہیں۔

یہ اسپتال کہاں ہے؟

تمہیں نہیں معلوم۔

نہیں میں نہیں جانتی۔

میں ڈاکٹر بھلہ کو بلا کر لاتی ہوں پتہ نہیں کیوں مجھ سے منع کر دیا گیا تھا کہ تم سے کوئی سوال و جواب نہ کیا جائے۔

سنو نرس سنو یہ اسپتال جہاں کہیں بھی ہے کیا تم مجھے یہاں سے رہائی دلا سکتی ہو۔

کیا مطلب۔

میرا مطلب ہے کیا یہاں میری نگرانی کے لیے لوگ تو موجود نہیں ہیں۔

نہیں ایک مریض کی نگرانی کیا معنی رکھتی ہے۔

اوہ میں نے آہستہ سے کہا اور میرا ذہن خیالات کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا مجھے یہاں پہنچانے کے بعد ان لوگوں کا کیا مقصد رہ گیا تھا کم بخت رادھن سنگھ زندہ تھا اس نے مجھے میری جرت کی یہ سزا دی تھی کہ مجھے ان کتوں کے حوالے کر دیا تھا جنہوں نے میرے وجود کو بھنبھوڑ کھایا تھا اور اس کے بعد مجھے اسپتال میں بھیج دیا گیا تاکہ یہاں تندرست ہونے کے بعد میں زندگی بھر اذیتوں کا شکار رہوں لیکن لیکن کیا مجھے مر جانا چاہیے کیا مجھے خودکشی کر لینا چاہیے اور اس وقت میرے دل میں ایک نیا عزم جاگا میں زندہ رہوں گی مجھے زندہ رہنا چاہیے رادھن سنگھ کی چیرہ دستیاں صرف مجھ تک ہی محدود

نہ ہوں گی میرے بعد نجانے کتنی لڑکیاں اس کی اس درندگی کا شکار ہوں گی اور اگر اس کی بات نہ مانیں گی تو میری طرح سزا پائیں گی کیوں نہ میں اپنی زندگی رادھن سنگھ کے لیے وقف کر دوں ہاں یہ زندگی کا بہترین مصرف تھا موت تو میری پہلی آرزو تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی رادھن سنگھ کو ختم کرنا میری زندگی کا بڑا مقصد بن کر رہ گیا تھا اگر زندہ رہتی ہوں تو اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں ورنہ موت تو میرا مقدر ہے اور اس احساس نے میرے اندر ایک نئی روح پھونک دی میں نے سوچا کہ نرس سے مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے مجھے ہوشیاری سے کام لینا چاہیے اگر تقدیر نے نکلنے کا موقعہ دیا ہے تو پھر مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے مجھے رادھن سنگھ کے چنگل سے نکل کر اس کے خلاف برسر پیکار ہو جانا چاہیے۔

اور اسی رات جب اسپتال میں خاموشی طاری تھی میں اس کی عقبی کھڑکی سے کود کر باہر نکل آئی ایک چھوٹے سے لان سے گزر کر میں دروازے سے باہر نکل آئی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے وہ بنجر اور ویران سا پڑا ہوا تھا کہیں کہیں چھدرے چھدرے درخت نظر آ رہے تھے ان درختوں کے پس منظر میں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں گویا کوئی گاؤں یا قصبہ وغیرہ ہے لیکن کون سا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میں آگے بڑھتی رہی تھوڑے فاصلے پر ایک نشیب آیا اور میں ملگجے اندھیرے میں اس نشیب میں اتر گئی چاروں طرف ویرانی پھیلی ہوئی تھی میرے سامنے کوئی سڑک نہیں تھی بس تاحد نگاہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا یہ جھونپڑیاں بھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں جو ستاروں کی مدہم چھاؤں میں کبھی نمایاں ہو جاتیں اور جب بادل آسماں پر پھیلے ہوئے ستاروں کو کبھی اپنی آغوش میں لے لیتے تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتیں لیکن تھوڑی دور پہنچنے کے بعد مجھے ایک پگڈنڈی نما سڑک نظر آ گئی۔ میں بری طرح اس سڑک پر دوڑنے لگی اس جگہ سے اتنی دور نکل جانا چاہتی تھی کہ کوئی میرے بارے میں سراغ نہ لگا سکے بھاگتے بھاگتے سانس بری طرح پھول گیا تھا لیکن کھلی ہوا پھیپھڑوں کو تقویت بخش رہی تھی۔

یہ پگڈنڈی ایک نہر کے ساتھ ساتھ گزر رہی تھی نہر کے پل کے پاس میں رکی مجھے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ پل پر پہنچنے کے بعد مجھے یہ پل عبور کرنا چاہیے۔ یا اس طرح آگے بڑھتی رہوں لیکن پھر میں نے فیصلہ کیا کہ پل عبور کر ہی لیا جائے ممکن ہے میں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

پل عبور کرنے کے بعد تقریباً ایک فرلانگ چلی تھی کہ درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا آگے بڑھ کر یہ درخت گنجان ہوتے جا رہے تھے ان کے درمیان اندھیرا اترا ہوا تھا اور مجھے اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ آگے کیا ہے۔

لیکن میں ہر خوف سے بے نیاز آگے بڑھ رہی تھی خوف کا احساس تو اسے ہوتا ہے جس میں زندگی کی امنگ ہوتی ہے میں تو اپنی زندہ کی لاش کو گھسیٹ رہی تھی جس میں زندگی پانے کی کوئی آرزو نہیں تھی۔

نجانے کتنی دیر تک میں سفر کرتی رہی اور اس کے بعد میری قوت ایک بار پھر جواب دے گئی میں آہستہ آہستہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اطراف میں ہولناک آوازیں ابھر رہی تھیں کبھی کبھی گیدڑ کے چیخنے کی آوازیں بہت قریب سے محسوس ہوتی اور کبھی کسی اور جانور کی دھاڑ سنائی دیتی ان آوازوں پر میرے کان متوجہ ہوتے دل میں خوف کی ایک ہلکی سی لہر اٹھتی لیکن پھر وہی احساس مجھے دبوچ لیتا ویرانی اور بے بسی کا احساس۔

مجھے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوتے آنسوؤں کا احساس بھی نہ ہو سکا بے بسی کے احساس نے میرے دل کو خوف کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا تھا کس قدر تنہا تھی میں اس دنیا میں جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس میں میرا قصور کہاں تک تھا۔

میں سوچتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے اندر ایک نئے وجود نے جنم لیا میں نے دل میں سوچا کہ اس دنیا کے رہنے والوں نے مجھ سے میرا گھر بار چھین لیا ماں باپ چھین لیے سب کچھ چھین لیا یہاں تک کہ میری آبرو بھی لٹ گئی تو پھر دنیا سے مجھے کیا ہمدردی ہونی چاہیے کس کو انسانیت کا علمبردار سمجھو اور کسے شیطاں کا پجاری یہاں تو سب ہی یکساں ہیں مجھے بھی ان کے درمیان ہی اپنی جگہ بنانی چاہیے میں انتقام کا جو احساس دل میں لیے اسپتال سے فرار ہوئی تھی اسے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ایک وحشی درندے کا روپ کا لوں ہر چند کہ میں ایک عورت تھی لیکن میرے عزائم بلند تھے رفتہ رفتہ میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا

اور اپنے اندر کی اس نئی ہستی کو میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

درندے اس کائنات میں ہر جگہ بکھرے ہوتے ہیں ان سے اپنا تحفظ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ اب اس پامال وجود میں کیا رہ گیا ہے ہاں کم از کم ان درندوں کو مٹانے کے لیے کارروائی کرنا چاہیئے۔

جنگل میں گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن موجودہ وجود میں خوف کی ہلکی سی سرسراہٹ بھی نہیں تھی میں اپنا آئندہ پروگرام منتخب کر رہی تھی مجھے بڑی ہوشیاری اور ذہانت سے اپنا کام کرنا ہوگا وہ معصومیت اور وہ سادگی جو کبھی میری زندگی میں شامل تھی رخصت کرکے اپنے لیے نئے راستے بنانے ہوں گے اور اب مجھے صبح کا انتظار تھا۔

اس صبح کا سورج طلوع ہوا تو میں نے اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا اس وقت ایک معصوم اور سادہ سی کوشل یہاں موجود نہیں تھی بلکہ اس کی خونخوار عورت جنم لے چکی تھی دفعتاً مجھے قرب و جوار میں کہیں ایک مشین کی ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی شاید کوئی کار اس طرف آ رہی تھی لیکن جنگل میں کار کی آمد کیا معنی رکھتی ہے مشین کی گڑگڑاہٹ تھوڑی دیر تک گونجتی رہی اور پھر کانوں سے دور ہوگئی لیکن ہلکی ہلکی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ پھر اسی طرح مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔ یہ کیا ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگی میرے بائیں سمت جنگل کے درخت کچھ ہلکے ہوتے جا رہے تھے میں اسی سمت چل پڑی تقریباً آدھے فرلانگ چلنے کے بعد مجھے اس آواز کی سمت معلوم ہوگئی۔

جنگل کا سلسلہ یہاں ختم ہوگیا تھا اب یہاں کھیت پھیلے ہوئے تھے ایک ٹریکٹر تھا جو زمین کی مٹی ہموار کر رہا تھا میں اسے دیکھتی رہی ایک درمیانی عمر کا آدمی اسے چلا رہا تھا وہ جدید لباس میں ملبوس تھا بڑی بڑی مونچھیں تھیں سرخ و سفید چہرہ تھا میں آہستہ آہستہ کھیت کے کنارے جا کھڑی ہوئی اور اس بار جب وہ میرے قریب سے گزرا تو اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں دوسرے لمحے ٹریکٹر کو بریک لگا اور وہ رک گیا اس کا انجن اب بھی اسٹارٹ تھا اور وہ شخص متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس کی نگاہیں میرے پیروں پر جھک گئیں اور اس نے آہستہ سے کہا۔

پچھل پیری تو نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

کیا کہا تم نے مجھے پچھل پیری۔

ارے نہیں نہیں غلط فہمی ہوگئی تھی وہ عجیب سے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

ہاں تمہیں غلط فہمی ہی ہوئی ہے میں پچھل پیری نہیں ہوں بلکہ ایک مصیبت کی ماری ہوں۔

مصیبت کی ماریوں کے لیے ہمارے دل میں ایک خاص جگہ ہے۔ بولو ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اس نے کہا گفتگو سے بس عجیب سا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس وقت مجھے کسی بھی سہارے کی ضرورت تھی اپنی عقل اور ہوشیاری سے کام کرکے میں اپنے لیے ایک جگہ بنانا چاہتی تھی۔ میری فطرت میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں انہوں نے مجھے ہر طرح کے خوف اور وسوسوں سے بے نیاز کر دیا تھا جو کچھ بیت چکی تھی وہ اگر بار بار بیتتی رہے تو مجھے بھلا اب اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی انسان کی اپنی زندگی میں اس کی اپنی ذات کے لیے چند ہی لمحات ہوتے ہیں ورنہ زیادہ تر زندگی دوسروں کے سہارے گزرتی ہے بچپن میں ماں باپ کے رحم و کرم پر جوانی میں شادی ہو جانے کے بعد پتی کے رحم و کرم اور اس کے بعد اپنے بچوں کے اوپر لیکن مجھے یہ تینوں سہارے اب حاصل نہیں تھے تو میرے اندر ایک نیا عزم ایک نئی ہمت پیدا ہوگئی تھی اور پھر چونکہ میری نگاہوں کے سامنے ایک مقصد بھی تھا اس لیے اب میں نے اپنے جیسے انسانوں سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا۔ موت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی باقی دوسری چیزیں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہی رہتی ہیں۔ چنانچہ میں اس شخص سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگی۔

اگر تمہارے پاس مصیبت کے ماروں کے لیے کوئی جگہ ہے تو میں اس کی سب سے زیادہ حق دار ہوں۔

ہوں پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔ اس نے کہا۔

شکل سے تو تم بھی کسان نہیں لگتے۔ میں نے فوراً کہا اور وہ ہنس پڑا۔

ٹھیک کہتی ہو تم میں درحقیقت کسان نہیں ہوں یہ زمینیں میری ہیں اور میں اپنی زمینوں کو غیروں کا خون دینے کے بجائے اپنا پسینہ ہی دینا پسند کرتا ہوں۔

مجھے پناہ دو گے۔

تمہاری شکل و صورت دیکھ کر دل میں تمہارے لیے ہمدردی کے جذبے جاگ اٹھے ہیں کام کر رہا تھا مگر کوئی بات نہیں چلو آؤ میرے ساتھ وہ ٹریکٹر سے نیچے اتر آیا میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی اس نے راستے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا ایک موڑ پر آ کر اس نے پگڈنڈی چھوڑ دی اور دائیں ہاتھ کی طرف چل دیا اب ہم ایک کچے میدان میں چل رہے تھے جہاں غالباً کچھ وقت پہلے بارش ہوئی تھی مٹی کی نمی یہی بتاتی تھی۔

زخمی پیروں تلے نرم نرم نم مٹی کا لمس مجھے اچھا لگا ہمیں میدان عبور کرنے میں خاصی دیر لگی اور اس کے بعد ہم میدان کے دوسرے سرے پر درختوں کے قریب پہنچ گئے اس کے دوسری طرف نیم پختہ مکان کی چار دیواری نظر آ رہی تھی دروازے میں پہنچ کر اس نے دستک دی اور اندر سے کسی نے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والا دھوتی اور کرتے میں ملبوس گٹھے ہوئے بدن کا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اس نے پہلے میرے ساتھی کو اور پھر مجھے دیکھا اور اس کے بعد پیچھے ہٹ گیا ہم اندر داخل ہوگئے چھوٹی سی ڈیوڑھی کے بعد بڑا سا صحن تھا اس کے بعد برآمدہ اور برآمدے کے دوسری طرف قطار میں بنے ہوئے چند کمروں کے دروازے برآمدے میں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں مجھے لانے والے نے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرکے کہا۔

گومل ہماری مہمان کے نہانے دھونے کا بندوبست کرو اور تم سنو لڑکی میں نے ابھی تک تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟

بدنصیبی کا کوئی نام نہیں ہوتا تم جس نام سے چاہو مجھے پکار سکتے ہو۔

اپسرا کہوں تو کیسا لگے گا۔ وہ ہنس کر بولا۔

اپسراؤں کی توہین کرنے سے کیا فائدہ کیا دشمنی ہے تمہیں ان سے۔

نہیں نہیں بات یہ نہیں ہے میری آنکھیں بہت دور تک دیکھتی ہیں اس مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے چہرے کے پیچھے ایک اپسرا ہی چھپی ہے۔

یہ صرف تمہاری بھول ہے مجھے تم کامنی کے نام سے پکار سکتے ہو۔

واہ۔ ہوئی نا بات ویسے میرا نام پریم کمار ہے اپنے نام کے ساتھ ساتھ وہی صفات بھی رکھتا ہوں پریم کرنا میری عادت ہے میں خاموش رہی گومل نام کا ملازم آدمی مکان کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بالٹیاں ایک غسل خانے میں جا کر رکھ دیں جو صحن میں ایک سمت بنا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ پھر چلا گیا پریم کمار کہنے لگا۔

دیکھو کامنی یہ جگہ تمہارے لیے بہت مناسب ہے تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی میرے پاس اچھے لباس وغیرہ تو نہیں ہیں لیکن کچھ ساڑھیاں پڑی ہیں تم یقیناً اس لباس کو بدل کر کوئی ساڑھی پہننا پسند کرو گی گومل ابھی تمہیں ساڑھی لا کر دے گا نہا دھو کر فارغ ہو جاؤ میں تمہارے لیے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور غسل خانے کی طرف چلی گئی غسل خانے میں دروازہ لگا ہوا تھا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یہ دروازہ بند کروں اب میرے وجود کے سارے دروازے کھل گئے تھے تو یہ لکڑی کا دروازہ بند کرنے سے کیا فائدہ اپنے آپ کو انتہائی پسماندہ اور حقیر شے سمجھ رہی تھی جس کے وجود سے اس کی تمام اہمیت چھین لی گئی ہو جس کے پندار کو داغ دار کر دیا گیا ہو وہ مٹی کا ایک بے جان ڈھیر ہی رہ جاتا ہے سو میں بھی اب صرف ایک ڈھیر ہی تھی۔

بہرحال غسل خانے کا دروازہ بند کرکے اچھی طرح نہائی اور پھر دروازے پر دستک دی تو گومل نے ایک رنگین ساری مجھے پیش کر دی تھوڑا سا دروازہ کھول کر میں نے یہ ساری لے لی ساری کے ساتھ بلاؤز نہیں تھا۔

ایک لمحے سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بغیر بلاؤز کے ساڑی پہن لی۔

اس طرح مجھے ایک عجیب سی غیرت کا احساس ہو رہا تھا یہ غیرت اب تک میرے سینے میں زندہ تھی کیا فائدہ بار بار مردہ چیزوں کو زندگی کی سانس لینے کا۔

بہرطور اپنے دل کی اس زندہ آرزو کو سینے میں دبا کر باہر نکل آئی پریم کمار برآمدے ہی میں بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچی تو وہ چونک کر کھڑا ہوگیا اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور پھر وہ آہستہ سے

کرسی پر بیٹھ گیا۔
بیٹھو کامنی۔ اس بار اس کا لہجہ سنجیدہ تھا
شکریہ پریم جی آپ نے میری مدد کی ہے بھگوان آپ کو اس کا صلہ دے گا۔
بھئی بھگوان تو ہمیں اس کا صلہ دے چکا ہے اس نے کہا۔
کیا مطلب۔؟
کچھ نہیں کچھ نہیں تم سوچو گی کتنا کمینہ آدمی ہے ذرا سا احسان کر کے فوراً ہی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے سنو کماری کامنی تم بے حد خوبصورت ہو تم جب غسلخانے سے برآمد ہوئیں تو مجھے یقین ہی نہ آیا کہ یہ تم ہی ہو جسے میں چند لمحات پہلے ایک عجیب و غریب حلیے میں دیکھ چکا ہوں تم بڑی سندر ہو۔
کیا یہ نہیں ہو سکتا پریم جی کہ آپ میری سندرتا کو نظر انداز کر دیں۔
ہاں۔ ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد گومل نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں رکھ دیں اس کے ساتھ چائے بھی تھی میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب ڈر اور خوف سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا میرا بے تکان کھاؤں پیوں اگر اس کے سامنے نیم عریاں ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے جب میری تقدیر میں یہی سب کچھ لکھ دیا گیا ہے تو پھر میں اسے کیسے ٹال سکتی ہوں۔
چنانچہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو کر کھانے پینے میں مصروف ہو گئی۔ چائے کے دو تین کپ پینے کے بعد میرے بدن میں خاصی توانائی آ گئی تھی ویسے بھی اسپتال میں میری بہتر دیکھ بھال ہوئی تھی جس کی وجہ سے مجھے خاصا سکون ملا تھا۔
کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے پریم کمار سے اس کے بارے میں پوچھا۔
یہ گھر خالی کیوں ہے پریم کمار۔
بس ہے یوں سمجھ لو میں نے اپنے زندگی کے لیے کچھ خاص راستے منتخب کیے ہیں۔ میں نے شہر میں تعلیم حاصل کی ہے کافی اور خاصا تعلیم یافتہ ہوں شادی بیاہ کے جھگڑے میں نہیں پڑا گھر ہے میرا یہاں اس بستی میں لیکن میں گھر والوں سے عموماً الگ رہتا ہوں بس کبھی کبھی جا کر ان کی خبر لیا کرتا ہوں۔
"شادی نہیں کی تم نے بیوی بچے نہیں ہے تمہارے ہیں"
نہیں۔ لیکن میرے بھائیوں نے شادیاں کی ہیں ان کے خوب بیوی بچے ہیں اور وہ سب کے سب مل کر میرے بھائیوں کی زندگی حرام کیے رہتے ہیں بھائیوں میں آپس کے ہنگامے چلتے رہتے ہیں اب تم خود سوچو آدمی جب ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے تو بھلا اسے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے آزاد زندگی سب سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ زمینیں میرے حصے کی ہیں میں نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے ایک مخصوص لائحہ عمل منتخب کیا ہے میں نے یہ اپنا مکان بنایا ہے درختوں کی چھاؤں تلے یہ زمین بھی میری ہے یہاں میں اپنی پسند کی زندگی گزارتا ہوں میں کسی کی ملازمت نہیں کرتا لیکن زندگی گزارنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے میں اپنی بستی اور اس کے اطراف کی زمینوں سے بہتر فصلیں اگاتا ہوں اس میں میری اپنی کوشش شامل ہوتی ہیں میری تعلیم شامل ہوتی ہے اور اس طرح میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا ہوں۔
میں تمہیں دعائیں ہی دے سکتی ہوں پریم کمار کہ بھگوان تمہاری زندگی کو پرسکون ہی رکھے ورنہ اس دور میں ایک پرسکون انسان کو دیکھ کر لوگ بہت جلتے ہیں۔
"دکھی معلوم ہوتی ہو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی"
"نہیں میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو"
"لیکن پھر بھی یہ تو سوچنا پڑے گا کہ جسے میں نے پناہ دی ہے اس کی اپنی حیثیت کیا ہے"
میں تمہارے سر پر مستقل سوار نہیں رہوں گی بس تھوڑا سا سمے یہاں گزار لینے دو اس کے بعد اپنی منزل کی جانب بڑھ جاؤں گی۔
کہاں ہے تمہاری منزل۔
میں نے کہا نا اپنے بارے میں اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔
بڑی عجیب بات ہے کوئی ایسا ہی گہرا چکر چلا ہے تمہارے ساتھ جس کی وجہ سے تمہیں اتنی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن میرا خیال ہے خوبصورت لڑکیوں کی ایک ہی منزل ہوتی ہے وہ بھی تم جیسوں کی۔

میں نہیں سمجھی۔ میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں ۔۔۔ لگا میں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اور ۔۔۔ کچھ میرا ذہن بتاتا تھا وہ صرف ایک ہی بات تھی بدقسمتی ۔۔۔ میں ایک اور بھیڑیئے سے آ ٹکرائی ہوں اور اس ۔۔۔ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے بہر طور ۔۔۔ ہی کے اس دور میں، میں ہر طرح سے اپنے آپ کو تیار ۔۔۔ تھی وہ کہنے لگا۔
سندری۔ بڑے سکون و آرام سے میرے اس کچھار ۔۔۔ رہو تمہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی گومل میری اس ۔۔۔ ن کا خیال رکھنا انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔
جی مہاراج۔ گومل جو ایک گوشے میں کھڑا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔
کامنی۔ تم اس کمرے میں چلی جاؤ گومل تمہارے لیے ۔۔۔ انتظام کر دے گا اور ہاں گومل وہ ساڑھیاں کامنی کو ۔۔۔ دو شاید ہم نے اس کے لیے رکھی تھیں۔
جی مہاراج۔
اس کے علاوہ کامنی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلفی سے مجھے بتا دینا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔ اس شخص کو میں یہ ۔۔۔ حساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی ۔۔۔ ی بات جنم لے چکی ہے۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اسے ۔۔۔ کچھ کام کرنے تھے دھومل نے مجھے ایک کمرہ بتا دیا جو اچھا ۔۔۔ اصا آراستہ کمرہ تھا ایک بستر موجود تھا یہاں ضروریات زندگی ۔۔۔ تمام چیزیں موجود تھیں دیوار پر ایک رائفل لٹک رہی تھی ۔۔۔ جدید ساخت کی تھی غالباً پریم کمار شکار وغیرہ کا شوق بھی رکھتا ۔۔۔ ا بستر میں پہنچنے کے بعد میں اس پر گر پڑی میری آنکھوں سے ایک ۔۔۔ پھر آنسوؤں کا سمندر رواں ہو گیا تھا مجھ جیسی گھریلو لڑکی کی ۔۔۔ زندگی میں یہ کیا بپتا آ پڑی تھی کوئی ساتھی کوئی سہارا نہیں تھا دل ۔۔۔ اگر کوئی خیال تھا تو بس ایک روپا کا تھا جو ماماجی کے ہاں ۔۔۔ ورش پا رہی تھی میں چاہتی تھی کہ میری بہن کی زندگی پر کوئی آنچ نہ ۔۔۔ ئے میں تو پامال ہو چکی ہوں لیکن روپا کا جیون بچانا میرا کام تھا ۔۔۔ کروں اس کے لئے کیا کروں دیر تک آنکھیں آنسو بہاتی رہیں اور پھر ۔۔۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ آنسوؤں کے سوتے خشک ہو گئے ۔۔۔ ہیں اب میری آنکھوں میں آنسو بھی باقی نہ رہے تھے اور جب آنکھوں ۔۔۔ میں آنسو باقی نہیں رہتے تو پھر ان سے آگ نکلتی ہے۔ میرا سارا وجود ۔۔۔ اس تپش میں جھلسنے لگا میں نے اپنے اندر بڑی بے چینی محسوس کی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ جی چاہا کہ گومل سے پانی مانگوں لیکن ہمت نہ پڑی دیر تک یوں ہی پیاس سے تڑپتی رہی پھر خود ہی اٹھی باہر نکل اور ایک جگہ رکھے ہوئے مشکوں سے پانی نکال کر پیا میں نے اتنا پانی پیا کہ مجھے خود حیرت ہوئی لیکن میرے وجود کی جلن سرد نہیں ہوئی تھی یہ جلن کیوں ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا بستر پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھی میں اپنے مستقبل پر غور کر رہی تھی اس بات میں اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ رادھن بچ گیا تھا۔ رادھن سنگھ کی موت میری زندگی کا اختتام ہوتی۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی چاہے کسی طرح زندگی گذرتی لیکن رادھن سنگھ کے بچ جانے کا مطلب یہ تھا کہ میرے اور اس کے درمیان مسلسل چل گئی ہے میں سوچنے لگی کہ رادھن سنگھ نے مجھے وحشی کتوں کے حوالے کرنے کے بعد کیا پروگرام بنایا تھا۔ کم از کم ہسپتال پہنچانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے مارنا ہوتا تو وہیں کہیں کسی جگہ آرام سے مجھے ہلاک کیا جا سکتا تھا زندہ رکھ کر وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور میرے ذہن نے خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا۔ میں نے رادھن سنگھ کا اپمان کیا تھا اس جیسے بھیڑیے کے لئے یہ اپمان بہت بڑی بات تھی جبکہ وہ تو اپنی زندگی میں ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا رہا تھا۔ میں نے اسے نا صرف ٹھکرایا تھا بلکہ اسے شدید زخمی بھی کر دیا تھا اور اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہیں تھا۔
لیکن اب میری اپنی ذات باقی ہی نہیں رہ گئی تھی جو میں اس کے بارے میں سوچتی۔ خوف تھا تو صرف روپا کا یہی سوچا دل میں کہ کسی طرح روپا کو ماماجی کے گھر سے بھی نکال کر کہیں اور روپوش کر دیا جائے لیکن کہاں، میرے وسائل ابھی محدود تھے رفتہ رفتہ میرے ذہن میں روشنیاں ہونے لگیں میں جو کچھ بن گئی ہوں اس کے بعد یہ سوچنا کہ میری زندگی کا کچھ مقصد ہو گا بے کار سی بات تھی ہاں اگر میں اپنی انا کا کچھ مقصد بنا لوں تو پھر میری زندگی میں کچھ خوشگوار لمحات آ سکتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے رادھن سنگھ کو فنا کر دوں اس کی ایک ایک چیز جلا دوں اس کے پورے وجود کو شراب میں ڈبو دوں اس کو ایسی اذیتیں دوں کہ وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو جائے اور اس کے لئے مجھے اپنی ان تمام پوشیدہ قوتوں کو آواز دینی تھی جن سے اس سے قبل میں خود بھی روشناس نہیں تھی بہت دیر تک سوچتی رہی پھر پریم کمار کا خیال ذہن میں آیا۔ بھیڑیوں کی اس کچھار میں وہ بھی ایک بھیڑیا ہی ہے کہہ گیا تھا کہ میری کچھار میں آرام کرو۔ کچھار کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو بھیڑیا سمجھتا ہے۔ ہنہ بھیڑیا۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہے کہ ایک زخمی شیرنی اس کے مد

مقابل ہے وہ مجھے پہچان نہیں سکا ہے اسے یہ احساس نہیں ہے کہ میرے سارے شریر میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے میں ایک بل کھائی ہوئی ناگن ہوں ایسے تمام لوگوں کی موت میری زندگی کا مقصد بن جانا چاہیئے جو عورت کو صرف بری نگاہ سے دیکھتے ہیں جن کی نظروں میں ماں بہن بیٹی کا تصور اس طرح کھو جاتا ہے کہ وہ انسانیت سے بالکل دور چلے جاتے ہیں میں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی بے شمار میری جیسیوں کے لئے موت کا پیغام لاتی ہے ان کے گھر اجڑ جاتے ہیں ان کے ماں باپ ان کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔ نہیں پریم کمار تم بھی بھیڑیے ہو اور کسی بھیڑیے کا سامنا ہونے پر میں اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھی اور رائفل دیوار سے اتار لی اسے چیک کیا رائفل بالکل ٹھیک ٹھاک تھی اس میں تیل لگا ہوا تھا۔

پھر میں نے اسی کمرے میں کارتوسوں کی تلاش شروع کر دی اور مجھے دقت نہ ہوئی ایک میز کی دراز کے نچلے حصے میں مجھے کارتوسوں کا پیکٹ مل گیا میں نے رائفل میں کارتوس ڈالے اور اس کے بعد اسے بستر پر رکھ کر لیٹ گئی۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا میں سونے کی کوشش کرنے لگی اور مجھے نیند آ گئی سارا دن سوتی رہی تھی شام کمرے کے روشن دانوں سے باہر جھانک رہی تھی جب میری آنکھ کھلی چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کا راج تھا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی احساس ہوا کہ یہ سناٹا تو میرے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے میں نے رائفل کو ٹٹول کر دیکھا وہ میرے پاس ہی تھی میں نے کمرے سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس کمرے میں مجھے آرام کرنا چاہیئے میں نے سوچا تقریباً رات ہو چکی تھی اس وقت جب میرے کمرے کا دروازہ پیٹا گیا میں نے آگے بڑھ کر پر سکون انداز میں دروازہ کھول دیا تھا پریم کمار ہی تھا نشے میں دھت آنکھوں میں لالی حلیہ بگڑا ہوا وہ اندر آ گیا۔

ارے تم ابھی تک سو رہی ہو اجڑی اجڑی سی مگر نہیں تم اجڑی اجڑی کہاں ہو تم تو میرے خوابوں کی تکمیل ہو۔ وہ اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہ کیا کر رہے ہو پریم کمار۔

کچھ نہیں کاروبار کیا تھا منافع وصول کرنا چاہتا ہوں۔

کیا مطلب

دیکھو کامنی۔ میں نے تمہیں سہارا دیا بہت برے حالات تھے تمہارے اس کے باوجود میں نے تمہیں سہارا دیا میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو کہاں سے آئی ہو کن حالات کا شکار ہوئی ہو اگر تم اپنے دشمنوں سے چھپ کر یہاں تک پہنچی ہو تو وہ دشمن یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ میں ان حالات میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کامنی تم تم یہاں سکون سے رہو جب تک جی چاہے رہو۔ سال دو سال پانچ سال یہاں تمہیں ہر طرح کی آسانیاں ملیں گی لیکن تمہیں میری حیثیت کو ایک خاص انداز میں قبول کرنا ہو گا یہی تمہارا مصرف ہے اور یہی میرا معاوضہ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

میں یہاں مستقل قیام نہیں کرنا چاہتی پریم کمار تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔ حالانکہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں یہاں صرف تھوڑا سا وقت لوں گی تم سے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاؤں گی بات یہ نہیں ہے پریم کمار کہ میں تمہاری خواہش سے اجنبی ہوں میں تو ایک پامال ہستی ہوں جس کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا گیا کہ اس کے وجود کو روندا جاتا رہے لیکن میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں کہ انسان کے ذہن میں اچھائیوں کا ہر تصور مٹ گیا ہے کیا ہر انسان ایک ہی انداز میں سوچنے کا عادی ہوتا ہے ایسا ہے تو کیوں ہے مجھے اس کیوں کا جواب دے دو میں تمہاری ہر خواہش کی تکمیل کروں گی۔

سنو لڑکی۔ میں اس وقت بالکل سوال و جواب نہیں کر سکتا میرے ذہن میں جو کچھ ہے میں اس کا حصول چاہتا ہوں۔

اس حصول کی شکل بدل بھی تو سکتی ہے پریم کمار میں نے کہا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ اگر تم اچھائیوں کی طرف رجوع کرو تو تمہیں یہ احساس ہو گا کہ کسی بے بس انسان کو سہارا دے کر اس کی زندگی کو برائیوں سے بچانا کتنا بڑا کام ہے۔

اوہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کیا میں اپنے آپ کو چھپانے کا عادی نہیں ہوں کہہ رہا ہوں تم سے کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں اور سنو میں نے تم سے پہلی بار یہ نہیں کہا تھا کہ میں کوئی دھرماتما ہوں بس میرا وقت مت ضائع کرو مجھے میرے مقصد کی طرف آنے دو۔

تو پھر سنو پریم کمار بے شک تمہارے گھر نے مجھے تھوڑا سا سہارا دیا ہے لیکن میں اس کی اتنی بڑی قیمت ادا کرنے

تیار نہیں ہوں تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے تو میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔

کیا چلو وہی بتا دو۔

تم جیسے بھیڑیوں کو ہلاک کرنا۔ میں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں نے قریب رکھی ہوئی رائفل اٹھا لی پریم کمار کو اس کی امید نہیں تھی وہ اس وقت نشے میں تھا لیکن رائفل دیکھ کر چونک پڑا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم۔

وہی جو مجھے کرنا چاہیئے میں نے جواب دیا پریم کمار نے چونک کر دیوار کی طرف دیکھا اور پھر یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ یہ اسی کی رائفل ہے اس کا چہرہ فق ہو گیا لیکن وہ نمایاں ہو چکا تھا میرے سامنے اور اب سانپ کو موقع دینا بہت بڑی حماقت ہوتی چنانچہ میں نے اس کا نشانہ لے کر رائفل کا گھوڑا دبا دیا ایک دھماکہ ہوا اور پریم کمار کے بھیجے کے ٹکڑے کر دیئے قریب سے چلائی ہوئی گولی نے اس کا سر ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا لیکن احتیاطاً میں نے ایک فائر اس کے سینے پر اور کر دیا پریم کمار زمین پر گرا اور ایک لمحے میں ٹھنڈا ہو گیا وہ اپنی تمام ناپاک ہوس کے ساتھ جہنم تک پہنچ گیا تھا میں نے رائفل کی نال نیچی کر لی اور اس کے بعد میرا یہاں رکنا کسی طور مناسب نہیں تھا گو رات ہو چکی تھی اور میں بستی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی لیکن بستی کا رخ ہی کیا جائے۔

کچھ سوچ کر میں نے کچھ اور کارتوس نکال کر ایک پوٹلی باندھے اور پھر اس کمرے کا جائزہ لینے لگی چونکہ مکان بستی اور دوسرے مکانوں سے الگ تھلگ تھا اس لیے مجھے امید تھی کہ رائفل کے فائروں کی آوازیں دور تک نہ سنی گئی ہوں اور لوگوں کو اس کا اندازہ نہ ہو سکا ہو گا۔

لیکن میں گومل کو بھول چکی تھی وہ یا تو اس گھر میں موجود نہیں تھا یا تھا تو اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ اس نے فائروں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔

چند لمحات تک آہٹیں لینے کے بعد میں اس کمرے سے نکل آئی بدن کی ساڑھی مجھے سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی لیکن اس کا انتظام میں نے کر لیا میں نے ایک قمیض اپنے بدن پر پہنی اور اس کے اوپر ساڑھی باندھ لی اور میری عریانیت چھپ گئی تھی یہ مردانہ قمیض ڈھیلی ڈھالی ضرور تھی لیکن میرا کام پورا کرتی تھی میں پریم کمار کا قیمتی سامان تلاش کرتی رہی مجھے اس میں صرف رقم کی ضرورت تھی لیکن یہاں مجھے کچھ نہ ملا تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آئی پھر دوسرے کمرے میں جو پریم کمار کی خوابگاہ تھا۔ مجھے نوٹوں کی اچھی خاصی تعداد مل گئی۔ اور ان نوٹوں نے میرے دل کو ڈھارس دی میں نے انہیں بھی احتیاط سے اپنے لباس میں ٹھونس لیا اور رائفل ہاتھ میں لیے باہر نکل آئی کوئی مجھے دیکھتا تو عجیب سا محسوس کرتا میرا حلیہ عجیب و غریب ہو رہا تھا مردانہ ڈھیلی ڈھالی قمیض اس کے اوپر اچھی خاصی رنگین ساڑھی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی اس مضحکہ خیزیت کو میں نے دل میں بھی محسوس کیا تھا لیکن اس وقت یہ قمیض میرے بدن پر نہیں تھی بہر طور میں باہر نکلی بستی میں رکنا اب میرے لیے خطرناک تھا میں مین دروازے پر پہنچی اور جیسے ہی دروازہ کھول کر باہر نکلی دفعتاً کوئی میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

ہے رام ہے رام کیسی آوازیں ہیں یہ۔ کیسی آوازیں ہیں مجھے گومل کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ گومل سے مقابلہ کروں وہ آگے بڑھا تو میں نے رائفل کی نال اس کے حلق پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور پھر پوری قوت سے یہ نال ہی اس کی ناک پر ماری۔

گومل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ رائفل کی نال مارنے سے کچھ نہیں ہو گا چنانچہ میں نے اسے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور پھر پوری قوت سے رائفل گھمائی جو گومل کی کنپٹی پر پڑی گومل چکرا کر دیوار سے ٹکرایا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے دوسرے وار نے اس کا بھیجا پاش پاش کر دیا وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اوندھے منہ زمین پر آ رہا خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں لیکن میں اپنی ساڑھی کو خون کی ان چھینٹیوں سے بچانا چاہتی تھی اس کے بعد اور کوئی دقت نہ رہی میں وہاں سے تیزی سے باہر نکل آئی کسی منزل کا یقین نہیں تھا کسی راستے کا اندازہ نہیں تھا جس طرف منہ اٹھا چل پڑی مکان سے کافی دور نکل آنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اردگرد دور تک سناٹا طاری ہے میں چاہتی تو اس وقت مکان میں بھی رہ سکتی تھی۔ اور دن کا انتظار کر سکتی تھی لیکن یہ کسی طور مناسب نہیں تھا میں برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی بستی کے دھندلے دھندلے مکان بہت دور نظر آ رہے تھے لیکن میں نے وہ راستہ کاٹ

دیا اور دوسری سمت چل پڑی۔

تقریباً آدھی رات تک میں اسی طرح سفر کرتی رہی رات کے ہولناک سناٹوں میں مجھے کسی وقت بے پناہ خوف محسوس ہوتا تھا لیکن آج میں ہر خوف سے عاری تھی تھوڑی دیر کے بعد دھندلا دھندلا چاند نکل آیا بادلوں نے آسمان پر بسیرا کیا ہوا تھا لیکن ان کی تہہ بہت ہلکی تھی اور چاند ان کے اوپر سے ہی جھانک رہا تھا کبھی کبھی سفر کرتے ہوئے بادلوں کا کوئی ٹکڑا چاند پر سے ہٹ جاتا تو چاندنی تیز ہو جاتی میری آنکھوں کے سامنے ویران راستے پڑے ہوئے تھے کوئی سڑک نہیں تھی بس اطراف میں کھیت ہی کھیت بکھرے ہوئے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آیا ان میں اس کو بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی میں جتنی جلدی ہو سکتا یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

یہ سفر تقریباً صبح چار بجے تک جاری رہا اور میں تھک گئی پتہ نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا تھا میں نے اور جب میں نے اپنے لیے کسی مناسب جگہ قیام کے لیے نگاہ دوڑائی تو مجھے ریلوے لائن نظر آئی۔ چمکتی ہوئی لکیریں جو چاندنی میں نمایاں ہو رہی تھیں مجھے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی تھیں۔

اور میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال پیدا ہوا۔ میرے پاس نوٹ تو کافی تعداد میں موجود ہیں ہاں یہ اتفال میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی اور اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ خطرات سے نکل آئی تھی ابھی تو نجانے زندگی میں کتنے خوفناک واقعات سے سامنا پڑا اگر میں اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتی کرتی اسٹیشن پر جا نکلوں تو وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہو جاؤں گی۔ کوئی منزل سامنے نہیں تھی کوئی مقصد نہیں تھا بس دشمنوں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی تاکہ اپنے آپ کو سنبھال سکوں اور اس کے بعد کنور رادھن سنگھ سے مقابلہ کرنے کے بہتر انتظامات کر لوں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے میں کافی دور نکل آئی دن کی روشنی پوری طرح نمودار ہو گئی تھی میں تو آرام کرنا چاہتی تھی لیکن ان دو چمکتی ہوئی پٹڑیوں نے مجھے دعوت عمل دی تھی کہ میں سفر کرتی رہوں۔

اور کوئی ایسی منزل تلاش کر لوں جو مجھے دو گھڑی سکون دے سکے اب تک کی بے سکون زندگی میں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا ہی بھول گئی تھی مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح اپنا آئندہ وقت گزارنا چاہیئے۔

دل میں آگ ہونٹوں پر تپش آنکھوں میں ویرانی میرا مقدر بنی ہوئی تھی۔ میں اپنے آپ کو تقدیر کی اس گردش سے نکال لینے کی خواہش مند تھی اور ایک انسان کو اس کا پورا پورا حق پہنچتا ہے بشرطیکہ اسے انسان سمجھا جا سکے۔

بہر طور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ میں نے اپنا یہ سفر جاری رکھا اور پھر ریلوے اسٹیشن تو مجھے نہ مل سکا۔ البتہ بائیں سمت بہت دور مجھے ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں میں جا کر کچھ وقت گزار سکتی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی دھرم شالا تھی جو مسافروں کے لیے راستوں میں بنا دی جاتی ہے۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ریلوے لائن کا راستہ چھوڑ کر ویران دھرم شالا کی جانب بڑھ گئی۔

میں نے دھرم شالا کے صحن میں قدم رکھا پورے صحن میں پیپل کے پتے بکھرے ہوئے تھے سامنے ہی ایک اونچا سا دلان نظر آ رہا تھا جس کے سامنے دو کوٹھریاں تھیں دلان میں مجھے کوئی نظر آیا تو میرا دل ایک دم دہشت سے دھڑک اٹھا جن بھوتوں کا تصور ایک دم میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

اس ویرانے میں اس دھرم شالا میں جن بھوت ہی قیام کر سکتے تھے میں ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گئی لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالا جو نظر آ رہا تھا وہ ایک چادر اوڑھے بیٹھا پتہ نہیں کیا کر رہا تھا میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا اور میری ہی جیسی کیفیت خود اس کی بھی تھی یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور معمولی سی دھوتی کرتے میں ملبوس تھا چند لمحات وہ وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر خوفزدہ انداز میں بولا۔

ہے بھگوان ہے بھگوان کون ہے ری تو کیا چاہتی ہے ایک لمحے کے لیے مجھے گزرا ہوا وقت یاد آ گیا پریم کمار نے بھی مجھے چھل پیری اور چڑیل سمجھا تھا اور شاید یہ شخص بھی مجھے اسی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا دل میں ہنسی آئی کہ دیکھو حالات نے کیا سے کیا بنا دیا ہے ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ میری خوبصورتی کی تعریفیں کیا کرتے تھے اور آج یہ وقت ہے کہ مجھے بھوت اور چڑیل سمجھا جا رہا ہے بہر طور یہ بات قابل اطمینان تھی کہ وہ شخص بذات خود بھوت نہیں ہے اور کوئی میرا جیسا ہی جیتا جاگتا انسان ہے میں آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی جیسے جیسے میں آگے بڑھتی جا رہی تھی وہ

...ھمں اپنے آپ کو سمیٹ رہا تھا جیسے بس اب اس پر حملہ ...نے ہی والا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا تو ...ں نے خوف زدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف ...ھا دیئے۔

بابا۔ میرے بارے میں کچھ غلط سوچ رہے ہو تم میں ...چڑیل یا چھل پیری نہیں ہوں۔

ارے نہیں نہیں ہم یہ کہاں سوچ رہے ہیں بیٹیا ...ھے نے کسی قدر مطمئن انداز میں کہا اور پھر بولا۔

اوپر آجا۔ اوپر آجا۔ کون ہے تو ہے قسمت کی ماری ...کیا راستہ بھٹک گئی ہے کیا ہوا ہے۔

ہاں بابا۔ میں زندگی کا راستہ بھٹک گئی ہوں۔

کوئی بات نہیں میں تجھے صحیح جگہ پہنچا دوں گا آجا اوپر ...میں تین ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں کے سہارے اوپر پہنچ

تو بوڑھے نے مجھے چادر دیتے ہوئے کہا۔

لے یہ اوڑھ لے سردی لگ رہی ہو گی تجھے ہمدردی ...اپنائیت کے یہ الفاظ میری آنکھوں کو آنسوؤں میں ...نے کا باعث بن گئے۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل بھر آیا تھا۔ ...ر اوڑھ کر میں بیٹھ گئی تو بوڑھے نے بغور مجھے دیکھتے ...تے کہا۔

کسی اچھے گھر کی لگتی ہے شکل دیکھو جیسے چندر ماں زمین ...ر آئی ہو لیکن حالات نے تیری آنکھوں میں تھکن پیدا کر دی ...ہوا کیا ہے تجھے پتی نے چھوڑ دیا ماتا پتا نے گھر سے نکال ...کوئی بھول ہو گئی ہے تجھ سے کیا ہوا ری کچھ تو بول۔

بابا۔ بتا دوں گی ابھی مجھے دو گھڑی سکون تو لینے دو۔

ہاں۔ ہاں یہ ستو ہے۔ میرے پاس گڑ بھی ہے پانی ...ئیں میں سے نکال لاتا ہوں جی چاہے تو کھا لے

نہیں بابا۔ تمہارا بہت شکریہ شکریہ اس کی کوئی ضرورت ...یں ہے

ٹھیک ہے تیری مرضی مگر بھوک لگے تو مجھ سے ...نگ لیجیو۔

یہاں کیا کر رہے ہو بابا۔

ارے بس بڑھاپا ہے بیٹیا تھک گئے ہیں جیون کا ...بوجھ اکیلے ہی اٹھانا پڑ رہا ہے کون ساتھ دیتا ہے ایسے ...بس یہ سمجھ لے یوں ہی کہیں سے آ رہے تھے اپنی بستی ...ہے تھے تھک گئے۔ تو سوچا کہ دھرم شالا میں کچھ سمے گزار لیں اس کے بعد آگے بڑھ جائیں گے۔

تمہاری بستی یہاں سے کتنی دور ہے میں نے سوال کیا۔

اس جگہ سے بارہ کوس ہے ری اگر بارہ کوس نہ ہوتی تو ہم سفر بیچ میں نہ روکتے۔

"کیا نام ہے تمہارا بابا۔ میں نے سوال کیا؟

بدری ناتھ۔ بوڑھے نے جواب دیا اور پھر سوال کیا۔

تیرا کیا نام ہے

کامنی کہہ سکتے ہو بابا

بھگوان سکھی رکھے پتہ نہیں کیا بپتا پڑی ہے۔

بے چاری پر بوڑھے کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ میں اس ہمدردی سے مسلسل متاثر ہو رہی تھی۔ بہر طور میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

تمہارا اندازہ درست ہے بابا۔ میں زمانے کی ستائی ہوئی ہوں میری کہانی پوچھنے کی کوشش نہ کرنا بس یوں سمجھ لو کہ میرا اس سنسار میں اب کوئی نہیں رہا۔

ہے بھگوان ہے۔ بھگوان کیسی انوکھی بات ہے ایسا سندر چہرہ اتنا اچھا شریر پرکھتی ہے سنسار میں کوئی نہیں ہے کوئی بات نہیں بیٹا ہم ہیں تیرے بدری ناتھ کاکا کو اپنا سمجھ لے سنا ہم تیری سا تھیا کریں گے۔ بدری ناتھ نے کہا اور میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی اس وقت تو تنکے کا سہارا بھی کافی تھا۔

دوران گفتگو بدری ناتھ کاکا نے بتایا کہ اس کی بستی کا نام سولی ہے میں سوچنے لگی کہ اگر بدری ناتھ مجھے کچھ وقت کے لیے سہارا دے دو تو میں کسی گمنام گوشے میں پڑ کر کم از کم کچھ عرصے کے لیے رادھن سنگھ کی نگاہوں سے روپوش ہو جاؤں میں جانتی تھی کہ حالات ابھی میرے لیے بڑے ناسازگار ہیں میرے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کسی طرح اپنی بہن روپا کو ماما جی کے ہاں سے نکال لاؤں اور پھر اس کی پرورش کا صحیح بندوبست کرنے کے بعد کچھ وقت اس طرح گزار لوں کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے پھر روپا کو اس کے مستقبل کے لیے ایک اچھا سہارا دے کر میں رادھن سنگھ سے اپنا انتقام لینے نکل پڑوں لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ مجھے کچھ بہتر سہارے مل جائیں میں نے بدری ناتھ کاکا سے پوچھا کہ اب وہ اپنی بستی کے لیے کب روانہ ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ بیٹا ویسے تو میں اکیلا

تھا اور سوچ رہا تھا کہ کافی دیر تک یہاں آرام کرنے کے بعد دوبارہ سفر کا آغاز کروں لیکن اب تو مل گئی ہے تو تیرے لیے مجھے چلنا ہی ہوگا۔

بدری کاکا کی باتوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی ویسے بھی شکل وصورت سے وہ سیدھا سادھا آدمی نظر آتا تھا چنانچہ میں مطمئن ہوگئی میں نے سوچا کہ سولی ہی سہی مجھے ایک ٹھکانہ مل جائے گا بدری ناتھ تھوڑی دیر بیٹھا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

کیا خیال ہے چلیں بیٹیا۔

ہاں کاکا۔ میں چاہتی ہوں کہ جلدی سے تمہاری بستی پہنچ جاؤں لیکن تمہارے گھر میں اور کون کون ہے۔

اری بٹیا۔ بس ہیں میری دھرم پتنی ہے میرے چار بیٹے ہیں پانچ وہ ہوتے چھٹا میں اب ساتھ میں تو ہو جائے گی بیٹی نہیں ہے کوئی میری ہاں اس لیے بھگوان نے مجھے بیٹی بھی دے دی تو چنتا مت کر کسی قسم کی یہ بات بھی میرے سکون کا باعث تھی کم از کم بدری ناتھ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کر دیا بارہ کوس کا سفر معمولی بات نہیں تھی مجھے راستے میں بھوک لگی تو بدری کاکا نے مجھے ستو اور گڑ نکال کر دے دیئے چارو ناچار یہی سب کچھ زہر مار کرنا پڑا زندگی کی گاڑی تو ڈھکیلنا ہی تھی اور اب ظاہر ہے میرا وہ وقت نہیں رہا تھا جب میں سکون کی آغوش میں سانس لیتی تھی اور میرے ماتا پتا میرے ناز نخرے اٹھاتے تھے۔

بارہ کوس کا یہ سفر کئی گھنٹے میں طے ہوا اور اس کے بعد بدری کاکا بالکل تھک گیا مجھے اسے سہارا دے کر لے جانا پڑا بوڑھا آدمی تھا دبلے پتلے ہاتھ پاؤں جھلسا ہوا سا چہرہ، لیکن بہرطور میرے لیے اس وقت وہ بہت بڑی نعمت تھا۔

بہرطور خدا خدا کر کے ہم سولتی بستی میں داخل ہوئے لوگوں نے بدری کاکا کو دیکھا ان سے ان کی خیریت معلوم کی مجھے ان لوگوں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا تھا بدری کاکا نے بتایا کہ میری بھانجی ہے جسے میں دوسری بستی سے لے کر آیا ہوں اور اس کے بعد کسی نے اس پر تعرض نہ کیا بدری کاکا مجھے لے کر اپنے گھر پہنچ گئے۔ بدری کاکا کی نسبت ان کی دھرم پتنی بہت ہی موٹی تازی اور ہٹی کٹی تھیں چہرے سے خاصی درشت اور بدمزاج معلوم ہوتی تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر بدری کاکا سے پوچھا۔

یہ کون ہے۔ کہاں سے لائے ہو اسے۔

ارے بھگوان بیٹھنے تو دے اسے تھوڑا سا آرام تو کرنے دے لمبا سفر طے کر کے آئی ہے تھوڑا سا کچھ جل پان تو کرا اسے۔

ہوں۔ جل پان۔ چلو اندر چلو۔ میں نے اس موٹی اور تندخو عورت کو دیکھا اور دل ہی دل میں اس خوف کا شکار ہوگئی کہ یہ مجھے سکون کے سانس نہ لینے دے گی میں سوچنے لگی کہ کس طرح اس عورت کو ہینڈل کروں۔

بہرطور میں خاموشی سے اندر چلی گئی دالان میں بٹھانے کے بعد انہوں نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پوچھا

بتا تو سہی کون ہے تو۔

میں کہتا ہوں تو کیوں اس کی جان کھا رہی ہے آرام کرنے دے اس کو۔ بدری کاکا نے موٹی عورت کو ڈانٹ دیا اور وہ خونخوار نگاہوں سے انہیں گھورنے لگی پھر ہنہ کر کے باہر نکل گئی حالات کا یہ رخ میرے لیے ذرا ناخوشگوار تھا لیکن کچھ بھی ہو جاتے خواہ موٹی عورت کے پاؤں دھو دھو کر پینا پڑیں لیکن یہاں کچھ وقت تو گزارنا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے باہر نکل کر اس سے کہا۔

چاچی جی۔ میں، میں ایک اناتھ ہوں بے سہارا ہوں بدری کاکا مجھے سہارا دینے کے لیے آئے ہیں میں آپ کی سیوا کروں گی آپ کے سارے کام میں خود سنبھالوں گی سنا ہے آپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے آپ کی بیٹی بن کر سارے کام کروں گی موٹی عورت کچھ پسیج گئی اس نے کہا۔

”نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں جاؤ۔ آرام کرو تم تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ لاتے ہیں۔ میرے چند میٹھے الفاظ نے موٹی عورت کا موڈ بدل دیا تھا اور اس کے بعد حالات قدرے پرسکون ہوگئے مجھے رہنے کے لیے ایک کوٹھری دے دی گئی۔ بدری کے چاروں بیٹوں کا کوئی پتہ نہیں تھا رات ہوگئی لیکن کوئی بیٹا گھر واپس نہیں آیا تھا بدری بک جھک رہا تھا۔

سارے کے سارے نکمے ہیں سسرے کام چور میرا تو ہی نہیں بٹاتے نہ کوئی کما کر دیتا ہے اب تم بتاؤ میں کیا کروں۔ مخاطب مجھ سے تھا۔

آپ، آپ کے بیٹے کتنے بڑے بڑے ہیں بدری ناتھ کاکا۔

ارے سانڈ کے سانڈ ہیں مگر اپنی ماں کے بگاڑے ہوتے ہیں۔

دیکھو دیکھو جی تم نے پھر میرا نام لیا۔

نہیں لیتا بھاگوان اپنا ہی نام لیتا ہوں سارا کیا دھرا تیرا ہی ہے۔ بدری کاکا نے پریشان لہجے میں کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کچھ ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ گھر میں تقریباً تمام ہی چیزیں موجود تھیں اگر ان کے بیٹے کام وام نہیں کرتے تو پھر یہ پیسہ کہاں سے آیا میں نے اس سلسلے میں بدری کاکا سے پوچھ لیا۔

آپ کیا کرتے ہیں بدری کاکا۔

قسمت کو روتا ہوں اور کچھ نہیں کرتا۔

میرا مطلب ہے آپ کی زمینیں وغیرہ ہیں۔

ہاں ہیں تھوڑی بہت زمینیں مگر ان سے آتا کیا ہے سبزی ترکاری بوئی ہوئی ہے بیٹے اگر دیکھتے تو بہت سارے کام ہو جاتے لیکن کیا کہوں کس سے کہوں۔

اوہ آپ ہی ان کی دیکھ بھال کرتے ہوں گے۔

ارے کہاں بیٹیا۔ ہم میں اب اتنی ہمت نہیں ہے بس کسی نہ کسی طرح کام چلا لیتے ہیں میں خاموش ہوگئی مجھے جو کمرہ سونے کے لیے دیا گیا تھا وہ ٹھیک ٹھاک تھا بہرطور یہاں کم از کم سکون ذرا محسوس ہوا تھا وہ خوفناک کیفیت نہیں تھی جو پریم کمار کے گھر جا کر مجھے محسوس ہوئی تھی چنانچہ اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا آرام سے گہری نیند سو گئی۔

دوسری صبح جاگی تو حالات ہی بدلے ہوئے تھے چاچی کا موڈ بہت اچھا تھا مسکراتی ہوئی میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔

بیٹیا چل منہ ہاتھ دھو لے۔ ناشتہ کر لے۔ میں نے ان کی اس محبت و مہربانی کو عجیب سی نگاہ سے دیکھا ہر چند کہ میری گفتگو نے انہیں کچھ نرم ضرور کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی فطرت میں تندی نظر آتی تھی وہ مجھ سے متاثر نہیں ہوئی تھیں لیکن اس وقت ان کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی میں نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا ممکن ہے بدری کاکا نے انہیں سمجھایا بجھایا ہو اور اس کے بعد ان کے رویے میں یہ تبدیلی رونما ہوگئی۔

ناشتے کے لیے گاڑھا گاڑھا دودھ اور باجرے کا ملیدہ میرے سامنے لا کر رکھا گیا۔ بہرطور بھگوان کا شکر ادا کر کے میں نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد بدری کاکا کے اس چھوٹے سے مکان میں میرا پہلا دن گزرا۔

دوسری رات کو بدری کاکا کے بیٹے واپس آگئے تھے تھوڑی سی ہنگامہ خیزیاں ہوئیں یہ اوباش فطرت لڑکے تھے سب سے بڑے لڑکے کی عمر تقریباً تیئس سال تھی باقی اس سے دو دو تین تین سال چھوٹے تھے لیکن شکل وصورت ہی سے لفنگے اور آوارہ نظر آتے تھے مجھ پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی بدری کاکا کے ذرائع آمدنی کے بارے میں میری کچھ معلومات نہیں تھیں وہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے میرے ساتھ البتہ ان سب کا رویہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ پھر تیسرے دن بدری کاکا چلے گئے وہ مجھے بتا کر نہیں گئے تھے۔ ہاں چاچی نے بتایا کہ وہ دو تین دن میں واپس آجائیں گے۔

تیسرے دن بدری کاکا واپس آئے اس دوران میرا اپنا ذہن بہت پرسکون ہو چکا تھا وہ مجھ سے ملے اور مسکرا کر کہنے لگے۔

سندر سی بٹیا کے لیے ہم سندر سندر سی چیزیں لائے ہیں۔ یہ دیکھ انہوں نے کچھ ساڑھیاں اور ہلکے پھلکے زیوارت نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے جو پیتل کے بنے ہوئے تھے لیکن بہرطور یہ ان کی محبت کا مظہر تھا زیورات میں نے ایک طرف رکھ دیئے اور بدری کاکا سے کہا کہ ان تمام چیزوں کے لیے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

بس بٹیا۔ ہم نے سوچا کہ ہماری بیٹی آئی ہے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے۔ میں اب ان لوگوں کی محبت سے بہت متاثر ہوگئی یہاں رہتے ہوئے مجھے کافی دن گزر گئے تھے اور یہ دن میرے بڑے پرسکون گزرے تھے اس دوران مجھے بہت کچھ سوچنے کا موقع ملا تھا۔

دل چاہا کہ بدری کاکا سے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں اور ان سے اس سلسلے میں بھی مدد مانگوں چنانچہ

اسی رات میں نے ان سے اپنی داستان کہہ سنائی بدری کاکا کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے انہوں نے کہا۔

اچھا۔ بڑی عجیب داستان سنائی تم نے تو بٹیا ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ سب کچھ ہے وہ بہت دیر تک غور کرتے رہے اور پھر کہنے لگے۔

جو کچھ بھی ہوا بٹیا اب تو اس کی چنتا مت کر جو کچھ بھی ہو گا اچھا ہی ہو گا۔ میں نے کوئی خاص بات محسوس نہ کی لیکن اسی رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں پریشانی کے انداز میں باہر نکل آئی۔

باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی صرف بدری کاکا کے کمرے میں روشنی تھی پتہ نہیں وہ جاگ رہے تھے یا روشنی جلا کر سونے کے عادی تھے لیکن پہلے تو میں نے ایسی بات نہیں دیکھی تھی یوں ہی خواہ مخواہ میرا دل چاہا کہ ان کی طرف نکل جاؤں۔

کمرے کے سامنے پہنچی تو اندر سے بدری کاکا اور چاچی جی کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں حالانکہ یہ معیوب بات تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل ان باتوں کو سننے کو چاہا جو وہ لوگ کر رہے تھے اور میں نے دروازے کی جھری سے کان لگا دیئے بدری کاکا کہہ رہے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے بڑی ہی عجیب۔"

"مگر ہمارے لیے تو اچھی ہے۔"

"ہاں۔ بہت اچھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے جب رادھن سنگھ مہاراج اسے دیکھیں گے تو اچھل پڑیں گے مجھے تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں اتنا بڑا کام اتنی بڑی بات بھگوان کی سوگندیوں سمجھو کر تقدیر پلٹ گئی" رادھن سنگھ کا نام سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے پھر چاچی جی نے پوچھا۔

"تم نے رادھن سنگھ سے بات کی۔"

"بات کیا کی۔ بھئی ہم لوگوں کو تو حکم ہے کہ حسین لڑکیاں لائیں اور انعام لیں میں نے تم سے کہا تھا نا مدھ بھری کہ یہ لڑکی ہماری تقدیر پلٹ دے گی اس وقت میں نے یہ سوچ کر ہی یہ بات کہی تھی کہ اچھی خاصی سندر لڑکی ہے مہاراج کے چرنوں میں پیش کر دوں گا تو مہاراج کوئی بڑا انعام دیں گے بڑے دیالو اور دل کھلے ہیں وہ ایک دفعہ میں نے چوہار بستی کی ایک لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی تو آج تک ہم اس کا کھا رہے ہیں اب میں نے یہی سوچا تھا اور تو تو مانتی ہی نہ تھی مدھ بھری کہتی تھی کہ اسے نکال باہر کر دو گھر میں کسی جوان لڑکی کا رہنا اچھا نہیں ہے لیکن میں نے جب اسے دھرم شالا میں دیکھا تھا اسی لمحے سوچ لیا تھا کہ یہ لڑکی ہمارے لیے پھر سال دو سال کا بندوبست کر دے گی اب اور کیا کروں لڑکے بالے تو نکمے اور ناکارہ ہیں مجھے ہی سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے یہی کام کر کے اپنا جیون بتا سکتا ہوں۔ ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کبھی لڑکے اس قابل ہو گئے تو پھر دیکھ لیا جائے گا۔

"مگر تم تو کہتے ہو کہ یہ رادھن جی مہاراج کی دشمن ہے۔"

"اسی لیے تو اس کی قیمت بڑھ گئی اس لڑکی نے رادھن سنگھ مہاراج کو زخمی کیا اور ان کے چنگل سے نکل بھاگی رادھن سنگھ کے لیے وہ کتنی دلچسپ و دلکش ہو گی میں ان کی عادت اچھی طرح جانتا ہوں وہ اس کے لیے بیتاب ہو رہے ہوں گے۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ میں ایک سندر لڑکی ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ کہنے لگے کہ مجھے منہ مانگا انعام ملے گا مگر اب جب ان کی دشمن ان کے سامنے جائے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس کے بعد مدھ بھری یوں سمجھ لے کہ ہماری تقدیر ہی پلٹ جائیگی۔"

"مگر۔ مگر رادھن سنگھ جی کے پاس کب لے جاؤ گے اسے۔"

"میں تھوڑا ہی لے جاؤں گا رادھن سنگھ جی کے آدمی پہنچ گئے ہوں گے اور شاید آج ہی رات وہ مجھ سے مل لیں ان ہی کا تو انتظار کر رہا ہوں۔" میرے ہوش و حواس گم ہو گئے۔

"یہ کیا ہو گیا یہ میرے اس چھوٹے سے پرسکون گوشے میں کہاں سے آگ لگ گئی بدری ناتھ کاکا بدری ناتھ شکل صورت سے معصوم نظر آنے والا بوڑھا لڑکیوں کا دلال ہے یہ کم بخت رادھن سنگھ سے رابطہ رکھتا ہے اور اس نے رادھن سنگھ کو میرے بارے میں بتا کر میرا سودا کر لیا ہے۔ شروع ہی سے یہ میرے لیے دل میں کھوٹ رکھتا ہے۔ آہ اس دنیا میں کوئی اچھا انسان ہے یا نہیں۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ ایک بار پھر میں ایک برے انسان کے ہاتھ لگ گئی تھی بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ یہ تو پریم کمار سے بھی برا انسان تھا وہ ہوس پرست تو مجھے دوسرے طریقے سے اپنے جنگل میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شخص، یہ شخص مجھے میرے دشمن کے پاس پہنچائے دے رہا تھا۔

یقیناً اس رات کی بات مجھے یاد آ گئی جب صبح کو عورت کا موڈ بدلا ہوا تھا۔ بدری ناتھ نے اسے بتایا ہو گا کہ وہ مجھے کس غرض سے یہاں لایا ہے اور عورت خوش ہو گئی ہو گی کہ چلو میرے ذریعے دولت آئے گی۔ یہ تھی چاچی اور یہ تھا سنسار۔ سمجھے

راجہ نواز اصغر۔ یہ تھا ہمارا سنسار یہ تھا ہمارا جیون ایسے تھے ہمارے لوگ بتاؤ ان لوگوں سے نفرت کی جائے یا محبت۔؟

میں وحشت کے عالم میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کروں اچانک ہی میرے سر سے یہ آسمان بھی چھن گیا تھا جس کے نیچے بیٹھ کر میں نے سوچا تھا کہ اب میری زندگی کے لیے بہتر راستے نکل آئیں گے میں نے بدری کاکا کو اپنی کہانی اسی لیے سنا دی تھی کہ وہ مجھ پر اور زیادہ رحم کریں اور یہ سوچ کر میں کتنی مظلوم لڑکی ہوں لیکن یہاں تو بات ہی الٹ گئی تھی وہ اس سے پہلے ہی رادھن سنگھ کے پاس جا کر میرا سودا کر چکے تھے۔

آہ۔ کتنی بدنصیب ہوں میں کتنی بدنصیب ہوں اور اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہاں سے نکل بھاگوں ابھی میں پلٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ باہر سے کنڈی بجانے کی آوازیں سنائی دیں اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کروں بھاگنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا بدری کاکا کمرے سے باہر نکل آئے مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔

ارے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔

بدری ناتھ۔ کتے میں نے تیری ساری گفتگو سن لی ہے ذلیل انسان کاش تیرے کوئی بیٹی ہوتی کاش تو بھی دل سے کسی کو بیٹی کہتا مگر تو کیا جانے بیٹی کیا چیز ہوتی ہے۔

ہرے رام۔ ہرے رام ارے پاگل ہوئی ہے تو کیا بک بک لگا رکھی ہے اسی وقت آوازیں سن کر بدری ناتھ کے چاروں بیٹے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے کاکا؟ ان میں سے ایک نے پوچھا۔"

ارے پکڑ اس سسری کو گالیاں دے رہی ہے مجھے ارے ہمارا ہی کھا رہی ہے اتنے دن سے اور ہمیں ہی گالیاں دے رہی ہے۔

میں مار ڈالوں گی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے خونخوار شیرنی کی طرح بدری ناتھ پر لپکتے ہوئے کہا لیکن اس کے چاروں اوباش بیٹوں نے مجھے پوری قوت سے جکڑ لیا بالآخر اتنی طاقتور و توانا نہیں تھی کہ ان چاروں شیطانوں کا مقابلہ کر سکتی۔

بدری ناتھ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور اس نے اندر سے کنڈی کھول دی یہ رادھن سنگھ کے آدمی تھے آٹھ نو آدمی آئے تھے رات کا وقت تھا شاید بدری ناتھ نے یہی کہا تھا کہ رات کو مجھے یہاں سے لے جایا جائے وہ سب کے سب اندر گھس آئے۔ بدری ناتھ نے کہا۔

پکڑ لو اسے پکڑ لو۔ یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے چلو میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا مہاراج کو یہ کہانی سناؤں گا۔

بارہ آدمی ایک مظلوم اور بے بس لڑکی کو بے بس کرنے میں بھلا کیا دقت محسوس کر سکتے تھے انہوں نے مجھے بری طرح کس کر باندھ لیا میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا اور میں بے دست و پا ہو گئی۔

اس کے بعد وہ لوگ مجھے باہر نکال لائے باہر چار گھوڑوں کی بگھی کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مجھے بگھی میں ڈال دیا میرے ہاتھ اور پاؤں بری طرح کسے ہوئے تھے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اتنی سخت بندش تھی کہ ہل بھی نہیں سکتی تھی وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے کچھ لوگ اس بگھی کو چلا رہے تھے اور میرے آس پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے بے بسی سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آہ۔ ابھی میری مصیبتوں کا دور ختم نہیں ہوا تھا ابھی میری زندگی کی کتاب میں کچھ اور پریشانیاں لکھی ہوئی تھیں کاش موت ہی آ جاتی میں پھر اپنے دشمن کے ہاتھوں میں جا رہی تھی اس بدترین دشمن کے ہاتھوں میں جس نے میری زندگی کو داغ دار کر دیا تھا جس نے میرے وجود میں چنگاریوں کے علاوہ اور کچھ نہ بھرا تھا سفر جاری رہا بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی تھا اور پھر اس وقت بدری کاکا بھی ہمارے ساتھ ہی، رادھن سنگھ کی حویلی میں داخل ہوا۔ مندر کے پاس مجھے بگھی سے اتارا گیا اور پھر اسی طرح لٹکائے لٹکائے اندر لے جایا گیا۔ رادھن سنگھ کم بخت اپنے حجرے میں موجود تھا۔ مجھے اسی انداز میں اس کے حجرے میں پہنچا دیا گیا بدری کاکا بھی ساتھ تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مہاراج کچھ بھول ہو گئی۔ رادھن سنگھ شراب پی رہا تھا اس کے جسم پر وہی سادھوؤں جیسا لباس تھا بڑی بڑی آنکھوں میں سرخی چمک رہی تھی اس نے بدری کاکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

کیوں۔ کیا ہوا بدری ناتھ جی کیا بھول ہو گئی ہے تم سے۔

مہاراج بھول ہو گئی اور ہم خوش بھی ہیں۔

فضول باتوں سے گریز کرو۔ اسے اس لڑکی کو اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے تم نے۔ چلو اس کا چہرہ

کھول دو کیا ظلم کر رہے ہو۔ تم لوگ اس پر رادھن سنگھ نے اپنے آدمیوں سے کہا اور میرے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے۔ میں بھوکی شیرنی کی طرح رادھن سنگھ کی طرف لپکی تو اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اب رادھن سنگھ نے مجھے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار پھیل گئے۔

ارے بدری یہی لڑکی لائے ہو تم۔ یہی لڑکی۔

ہاں مہاراج۔

یہ کہاں سے ملی تمہیں۔

مہاراج لمبی کہانی ہے بڑی مشکل سے ہمارے ہاتھ آئی تھی اور بڑی حفاظت سے ہم نے اسے رکھا ہوا ہے۔

بدری ناتھ کیا اس لڑکی نے تمہیں بتایا کہ یہ ہماری دشمن ہے۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے بتایا تھا مہاراج اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ ہم مہاراج کے دشمن کو ان کے چرنوں میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہوں۔ یہ لڑکی میرے اس مقصد کے لیے تو نہیں ہے جس کے لیے میں نے تم سے کہا تھا لیکن بہرطور میری دشمن ہے میرے ہاتھوں سے نکل گئی تھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اور جو ہمارے دشمن ہوتے ہیں ہم ان کی قیمت عام لوگوں سے زیادہ ہی دیتے ہیں بدری ناتھ کو اس کی منہ مانگی رقم ادا کر دی جائے اور تم لوگ اسے چھوڑ دو۔ رادھن سنگھ نے کہا اور اس کے آدمیوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر مجھے ایک کرسی میں دھکا دے دیا گیا۔ رادھن سنگھ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کے آدمی اس کے اشارے پر باہر نکل گئے لیکن میں جانتی تھی کہ وہ دروازے کے باہر موجود ہیں۔

دل چاہ رہا تھا کہ دانتوں سے رادھن سنگھ کو چبا کر پھینک دوں لیکن میں جانتی تھی کہ میری یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی میں نے اس سے نگاہیں ملا کر کہا۔

اب تو کیا چاہتا ہے رادھن سنگھ اب کیا چاہتا ہے شیطان۔

بہت کچھ چاہتا ہوں دلوی۔ بڑی عجیب عجیب عادتیں ہیں میری اپنے دشمن کو میں موت نہیں دیتا میرے دشمن دراصل مجھے جینا سکھاتے ہیں میں ان کی چالوں سے بچتا ہوں ان پر اپنا تسلط قائم رکھتا ہوں چوہے بلی کا کھیل مجھے دنیا کا سب سے دلکش کھیل لگتا ہے تو جیتی رہے گی تو اب بھی جیتی رہے گی کوشل میں زندہ رکھوں گا تجھے تو نے مجھے زخمی کیا تھا تو نے میرا اپمان کیا تھا اس کا نتیجہ بھگتنا ہی ہو گا۔

نتیجہ تو اتنا بھگت چکی ہوں اب اور کیا کرنا چاہتا ہے ظالم کتے۔ میں نے کہا اور رادھن سنگھ ہنس پڑا۔

یہ گالیاں میرے دشمن کے منہ سے نکلی ہیں اور دشمن گالیاں ہی دیتے ہیں۔ دعائیں نہیں دیتے۔

تو نے میرے ماتا پتا کو ہلاک کر دیا تو نے میرا جیون برباد کر دیا۔ جو کچھ تو نے کیا کیا اس کا تجھے اندازہ ہے۔

میں نے تو تجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا تھا۔

مگر میری بدنصیبی کے میں دوسرا وار نہ کر سکی۔

بس تیری بدنصیبی میری خوش بختی ہے اور اب میں تیرے ساتھ وہ سلوک کروں گا۔ جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔

میں جانتی ہوں کیا کرے گا تو۔

نہیں جانتی بالکل نہیں جانتی۔ میں تجھے زندہ رکھوں گا مگر مردوں سے بدتر سمجھی کوشل ابھی تو تیری بہن جوان ہو رہی ہے کم از کم اس وقت تک تو تجھے جینا پڑے گا۔ جب تک تیری بہن تیرے بدلے میں میرے اس حجرے تک نہ پہنچ جائے اور مجھے تیری آنکھوں کے سامنے نویکار نہ کرے سمجھی یہ میرا عہد ہے اور اس کے لیے مجھے چاہے کتنا ہی انتظار کرنا پڑے۔

نہیں پاپی اس کا نام نہ لے۔ اس کا نام نہ لے وہ تو معصوم ہے۔

میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کر رہا ابھی کچھ وقت دوں گا اسے بڑی ہو جانے دے تیری آنکھوں کے سامنے ہی بڑی ہو گی وہ۔

کہاں ہے وہ؟

ابھی میں اسے لایا نہیں کیا فائدہ یہاں سہم سہم کر جیے گی وہ ابھی جوان ہو رہی ہے جہاں تو نے اسے چھوڑا ہے سمجھی لیکن اس کی جوانی کا پہلا دن اسے میری خلوت میں لے آئے گا۔

رادھن سنگھ جیسے مکروہ آدمی کے منہ سے یہ الفاظ میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا روپا کی معصوم میرے سامنے آ گئی اور میری آنکھیں آنسوؤں کی ت کرنے لگیں لیکن کسی کے اس وحشی درندے کے نے رونے سے کوئی فائدہ نہیں تھا وہ میری کیفیات لطف اندوز ہو رہا تھا پھر اس نے کہا۔

ہاں کوشل —— یہی تیرا مقدر ہے تو نے ہمیں بڑا نقصان کیا ہے اپنا اس کا تجھے کوئی اندازہ نہیں لیکن تم لوگ پاگلوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ ن کرن لال میرے پرکھوں کا نوکر تھا اس کے خاندان ڑے احسان کیے ہیں ہم نے لیکن ان کا صلہ اس نے یا۔ دوڑا تھا اپنی آتما کی شانتی کے لیے میں نے اس آتما تو شانت کر دی میرا خیال تھا کہ اگر تو مجھے قبول کر تو شاید میں تم لوگوں کی سرپرستی کر لیتا لیکن تو نے مجھے کرنے کی کوشش کی اتنا بڑا گھاؤ ڈال دیا میری پیٹھ میں اس کے بعد کیا تو مجھ سے اس بات کی توقع رکھتی ہے کہ میں ے ساتھ کوئی بھلائی کروں گا۔ یہ تیری تقدیر بن چکی ہے میں تجھے یہی سب کچھ بتانے کے لیے بڑا انتظار کیا ہے۔

شما کر دے ہمیں۔ پاپی شما کر دے معاف کر دے ہمارے گناہوں کو میری بہن کو پامال نہ کر مجھے جو چاہے سزا دے لے مگر میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔

تیرے لیے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے اب اسی آگ میں جلتی رہ کوشل اسی آگ میں جلتی رہ۔ اس نے تالی بجائی اور باہر موجود اس کے خادم اندر آ گئے۔

سنو اسے بند کر دو اور اگر اس بار یہ نکل گئی تو تم میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑا جائے گا۔ میں اب کچھ بھی کر سکتی نہیں تھی بے دست و پا تھی اس کے سامنے ایک کوٹھری میں مجھے قید کر دیا گیا۔

اس نے مجھے جس اذیت کا شکار کر دیا تھا اس کا کوئی بدل نہیں تھا میں اپنے آپ کو اس روگ سے نہیں نکال سکتی تھی۔

کوٹھری میں میرا وقت گزرنے لگا چار یا پانچ دن اسی طرح گزر گئے اسی دوران سوائے ان لوگوں کے اور کوئی نہ ملا تھا جو مجھے کھانا دیتے تھے زندہ رہنے کے لیے تھوڑا بہت کھانا ضروری تھا میں چاہتی تھی کہ میں مر جاؤں لیکن پھر دل اکساتا تھا کہ زندہ رہ کر اگر اپنی بہن کو بچا سکی تو شاید کچھ کام بن جائے اس کے لیے میں زندہ رہنا چاہتی تھی۔ ہاں اب اپنی بہن روپا کے لیے میری زندگی مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔

لیکن بالکل بے کار ناکام میں چاہتی تھی کہ کوئی تحریک ہو کچھ ہو تو شاید میرا اپنا مقصد پورا ہو جائے اور اس کے لیے میں وقت کا انتظار کر رہی تھی گزرنے والے حالات نے مجھے بتا دیا تھا کہ اب میں ایک عورت نہیں ہوں مجھے عورت بن کر زندگی گزارنے کا کوئی حق نہیں ہے مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور یہ کرنے کے لیے اپنی بہن کو اس ظالم کے چنگل سے بچانے کے لیے مجھے فولاد بننا ہو گا ایک ایسا فولاد جس کا کوئی توڑ نہ ہو اور اس کے لیے میں دل ہی دل میں پروگرام بناتی رہی۔

میرے سینے میں اب ایک پتھرائی ہوئی سی کیفیت محسوس ہوتی تھی ڈر اور خوف میرے دل سے گویا نکل گیا تھا اب تو میں ان حالات سے خوفزدہ ہونا بھی چھوڑ چکی تھی میرے دل میں بس ایک ہی آرزو تھی ایک دفعہ اس قید خانے سے نکل بھاگوں اس کے بعد میں دنیا سے نفرت کروں گی صرف نفرت کوئی بھی انسان قابل رحم نہیں ہے وہ کم بخت پریم کمار ملا تھا اگر مجھے سہارا دے دیتا تو شاید میں اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد کسی پرسکون گوشے میں بیٹھ کر زندگی گزار دیتی لیکن ہوس کے بیستے قدم قدم پر نظر آتے تھے اور ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا جو ایک معصوم بوڑھے کی شکل میں آیا تھا اور جس نے مجھے بیٹی کہا تھا سچی بات تو یہ ہے کہ بدری ناتھ سے زیادہ ذلیل شخص میرے سامنے اس وقت کوئی نہیں تھا۔ کہتا تھا بیٹی سے محروم ہوں اور تجھے بیٹی بنا کر رکھوں گا لیکن اس کم بخت نے سب میرا سودا کرنے کے لیے اپنے قابو میں کیا تھا اور اس کے بعد اس نے میرے حالات سے بے نیاز ہو کر وہی کیا جو اس کی خواہش تھی اس نے انسانی رشتوں کو بھلا دیا۔ سب ہی لوگ اس دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو انسانی رشتوں کی قدر نہیں کرتے انہیں صرف اپنا مفاد عزیز ہے تو پھر میں اس دنیا کے ساتھ رحم کیوں کروں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس ساری کائنات میں بھیڑیئے ہیں بھیڑیئے بکھرے ہیں۔ اور میں ان بھیڑیوں کے درمیان خوف و ہراس کی زندگی گزار رہی ہوں۔ لیکن اب یہ خوف و ہراس بے مقصد تھا ان بھیڑیوں

کو ہلاک کرنا ہی اپنا جیون بچانے کا کام دے سکتا ہے مجھے موقعہ ملا اور تقدیر انسان کو اس کی خواہش کے مطابق موقع ضرور فراہم کرتی ہے راجہ نواز اصغر ایک دن مجھے دوپہر کو اپنے قید خانے سے باہر نکالا گیا۔ اور رادھن سنگھ کے سامنے پیش کیا گیا۔ رادھن سنگھ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پوچھا۔

کہو کوشل کیسی ہو۔

دیا ہے پنڈت جی مہاراج کی میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

او ہو۔ ہو ہم سچ سب پر ہی دیا کرتے ہیں دیکھو وہ دیارام جی آ گئے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اسی وقت ایک پولیس آفیسر پولیس کی وردی میں ملبوس دو آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا بڑے احترام سے اس نے رادھن سنگھ کو پرنام کیا۔

اپنے ان آدمیوں کو باہر بھیج دو دیارام جی۔ ذرا آپ سے کام ہے مجھے۔ دیارام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گئے۔ تب رادھن سنگھ میری طرف متوجہ ہوا اور مسکرا کر بولا۔

اسے پہچانتی ہو دیوی جی۔ یہ پولیس آفیسر دیارام ہیں وہی جن سے تمہارے پتا جی میری شکایت کرنے گئے تھے اور جس نے مجھے اطلاع دے کر تمہارے پتا جی کا سارا کچا چٹھا کھول دیا اور پھر اسی نے تمہارے پتا جی کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونسا اور پھانسی دلوائی یہ وہی دیارام ہے میرا خاص آدمی میرا چیلا بڑی عقیدت رکھتا ہے مجھ سے، میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اس پولیس آفیسر کو دیکھا اور وہ مسکرایا۔

لڑکی تو کٹ کھنی معلوم ہوتی ہے کون ہے یہ۔

او ہو ہو۔ دیارام سمجھے نہیں یہ مہاشے دیوان کرن لال کی بڑی بیٹی کوشل۔ دیوان کرن لال جی تو تمہیں یاد ہی ہوں گے دیارام بڑے دیالو تھے لیکن اندر سے بڑے دھرماتما رے وہی جن کی تصویریں ہم نے تمہیں بھجوائی تھیں جو ایک سندر سی ناری کو مار کر باؤلی میں پھینکنے جا رہے تھے اور باؤلی میں ان کی لاش مل گئی تھی۔

او ہو سمجھ گیا مہاراج تو ان کی پتری ہیں یہ۔

ہاں بھئی بڑی مہان ہیں یہ ہمارے پاس آئیں ہم سے اپنے پتا جی کا بدلہ لینے کی کوشش کی دوسری طرف منہ کیے ہوئے بیٹھے تھے ہم یہ پ... آئیں اور ہمارے شریر میں چھری گھونپ دی بڑ... زخمی ہو گئے تھے ہم نہیں تو معلوم ہی ہے۔

اوہ تو یہ ہے وہ جس نے آپ کو زخمی کیا تھا چنتا نہ کریں میں، میں اسے ساری زندگی جیل میں س... دوں گا۔

نہیں، نہیں ساری زندگی نہیں بس تھوڑے د... کے لیے اس وقت تک جب تک ہمارا ایک کام ... اور سنو ہماری طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ہے ا... ویسے بھلا ہم اپنے پرکھوں کے وفادار کی بیٹی کو جیل ... کرا سکتے ہیں ہماری بات ہم جانیں، ہمیں اس کی چنتا ... ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا بس ہم یہ چاہتے ... کہ تھوڑے دن یہ سرکاری مہمان بن جائے بڑی آرزو ... ہے لوگوں کے دلوں میں کہ وہ کہیں کسی کے مہمان بنیں سو دیارام اسے لے جاؤ اور اسے تھانے میں بند رکھو ذمہ داری ہماری، تھانے میں اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے بس یوں سمجھو کہ تم ہمارا کام۔ شاؤ گے پڑی رہے گی بے چاری سرکاری کھانا کھائے گی خوش رہے گی۔

رادھن سنگھ۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو اور میں تم سے کہتی ہوں صرف تم سے، میں نے پولیس آفیسر کی طرف رخ کر کے کہا۔

تم انسانوں کی رکھشا کرتے ہو انہیں مجرموں کے ہاتھوں سے بچاتے ہوئے جہاں کہیں بھی وہ پریشان ہوں یا انہیں پریشان کیا جائے وہاں تمہارا کام شروع ہوتا ہے تم اپنا فرض بیچ کر اس جیسے نیچ آدمیوں کی حاشیہ برداری کیوں کر رہے ہو حقیقت تمہارے سامنے ہے میرا باپ بھی غلط نہیں تھا اس نے اس کے کالے کرتوتوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تھی تم نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اسے پھانسی دے دی لو لو کیا تم نے اپنے فرض سے غفلت نہیں کی پولیس آفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

دیوی جی انسان کا فرض کیا ہوتا ہے کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔

جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے حکومت نے تمہارے سپرد ہم لوگوں کی حفاظت کی ہے اور تم الٹا کام کر رہے ہو

کیاتم اس بات پر اس آدمی کو گرفتار نہیں کر سکتے۔

یہ آدمی تو ہو دیوی جی یہ تو جہاتما ہیں تو اتنے بڑے آدمی ہیں کہ ان تک پہنچنے کے لیے انسان کو بڑے کتنے فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔

فرض کے فاصلے طویل نہیں ہوتے وہ کسی کی راہ میں نہیں آتے آفیسر غور کرو میری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو تم ایسا ہی کرتے۔

اسی لیے۔ میں نے شادی نہیں کی دیوی جی بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب انسان کی اپنی بیٹی ہو۔

مجھے اپنی بیٹی سمجھ سکتے ہو۔ میں نے کہا۔

نہیں بن ماں کے بیٹی بھلا کیسے ہو سکتی ہے پہلے مجھے میری بیٹی سے ملواؤ اس کے بعد میں تمہیں اپنی بیٹی سمجھ سکتا ہوں کم بخت دل کا بالکل ہی کالا تھا اس کے سینے میں انسان کا دل ہی نہیں تھا کوئی احساس ہی نہیں جاگتا تھا اس کے وجود میں میں نے اس پتھر سے سر پھوڑنا مناسب نہیں سمجھا کیا فائدہ آدمی کو کسی سے ایسی بات کہنے سے جو اس کے دماغ میں نہ آئے چنانچہ میں تن بہ تقدیر ہو گئی میں نے گردن جھکالی اور رادھن سنگھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

بڑا سبق دینے کی کوشش کی اس لڑکی نے تمہیں اس سے اندازہ لگا لو دیارام کہ یہ کیا چیز ہو سکتی ہے لیکن تمہیں احتیاط سے اس کی حفاظت کرنی ہے یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔

مہاراج نے کبھی کوئی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی تو میں نے اسے پورا نہیں کیا۔

کیوں نہیں کیوں نہیں ہمیں تم پر پورا پورا بھروسہ ہے رادھن سنگھ نے کہا میری آنکھوں میں تاریکی چھائی ہوئی تھی رادھن سنگھ کا وار کاری تھا اس نے اپنے جیسے ایک شیطان کو میرے لیے منتخب کر دیا تھا اور میں جانتی تھی کہ یہ شیطان اب میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

پولیس آفیسر اور رادھن سنگھ کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد پولیس آفیسر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تو مہاراج اب مجھے آگیا دیجئے اب میں چلتا ہوں۔

ضرور۔ ضرور ہمارے اس تحفے کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور سنو اس کے لیے تمہیں اجازت ہے جس طرح اسے چاہے رکھنا بس ذرا تکلیف نہ ہونے دینا کم از کم میں اس وقت تک اسے جیتا دیکھنا چاہتا ہوں جب تک میں اپنا کام پورا نہ کر لوں۔۔

ایسا ہی ہو گا مہاراج ایسا ہی ہو گا۔ پولیس آفیسر نے ہاتھ جوڑ کر کہا اور پھر میری طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔

چلو دیوی جی کہو تو ہتھکڑیاں ڈال دیں تمہارے ہاتھوں میں شرافت سے چلنا ہو تو بتا دو۔

میں بھلا اب کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے بے چارگی سے کہا لیکن میرے ان جملوں کے پیچھے ایک گہری وحشت چھپی ہوئی تھی۔ میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اس کم بخت کے ساتھ زندہ تو شہر نہیں جاؤں گی۔ اپنے طور پر کوشش کروں گی اور اسے اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گی لیکن لہجے میں میں نے وہی بے چارگی اور نرمی پیدا کر لی تھی جو اس وقت میرے لہجے سے ظاہر ہونی چاہیے تھی۔ پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے کہا۔

ہم بھی نہیں چاہتے کہ تم جیسی سندر ناری کو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جائیں ویسے تو ہم تم پر کوئی بھی الزام لگا کر تمہاری بڑی گت بنا سکتے ہیں لیکن مہاراج نے کہا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لیے ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہے۔

تو میں کب تم سے انحراف کر رہی ہوں۔ میں نے جواب دیا اور پولیس آفیسر ہنستا ہوا باہر نکل آیا تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس آفیسر کی گاڑی میں بیٹھی شہر کی جانب جا رہی تھی۔

پولیس کی گاڑی میں آفیسر کے علاوہ تین اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے یہ معمولی سپاہی تھے میں نے ان سب کو دیکھا دنیا کی قدر اب میری نگاہوں میں نہیں تھی۔ انسانی زندگی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی جب اس دنیا کے رہنے والے میری جان کے لاگو ہو گئے تھے۔ میری عزت میری غیرت میرے گھر سب کو تباہ کر دیا تھا انہوں نے تو، پھر مجھے ان لوگوں سے ہمدردی کرنے کی کیا ضرورت تھی ہاں نواز اصغر مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی تھی ساری دنیا سے۔

چنانچہ میں ان لوگوں کی زندگی سے کھیل جانا چاہتی تھی اپنی زندگی ختم کر کے انہیں ہلاک کرنا چاہتی تھی اور

ں کے لیے میں تاک میں تھی پولیس انسپکٹر جیپ کے پچھلے حصے میں میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا باقی تینوں سپاہی آگے بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس قسم کی اداکاری شروع کر دی جیسے مجھے نیند آ رہی ہو اور میں جھونکے لینے لگی۔ پولیس جیپ برق رفتاری سے شہر کی جانب دوڑ رہی تھی۔

دو تین بار جھونکے لیتے ہوئے میرا سر پولیس آفیسر کے شانے سے ٹکرایا اور اس نے چونک کر مجھے سیدھا کر دیا۔

نیند آ رہی ہے دیوی جی سو جاؤ۔ سو جاؤ کوئی بات نہیں ہے سیٹ سے ٹیک لگا لو۔ وہ نرم لہجے میں بولا اور میں نے اس کی بات پر عمل کیا اس طرح مجھے میرے کام میں آسانی ہو سکتی تھی میری نگاہیں اس کی کمر میں اڑسے ہوئے پستول پر جمی ہوئی تھیں جس کا دستہ باہر جھانک رہا تھا بس ذرا سی محنت کر کے پھرتی سے اس پستول کو نکالنا تھا اور اس کے بعد میری مشکل آسان ہو جائے گی۔

میں تاک میں رہی آنکھیں بند کر لیں تھیں پولیس افسر نے مجھے ایک دو بار دیکھا اور اطمینان سے بیٹھ گیا وہ یہی سمجھا تھا کہ میں سو چکی ہوں ایک دو بار میں لڑھک کر اس کے قریب پہنچی لیکن وہ نہیں چونکا تو میری ہمت بندھ گئی۔

اور پھر اس بار جب میں اس سے ٹکرائی تو میرا ہاتھ اس کے پستول کے دستے پر جا پڑا دوسرے لمحے میں نے پستول کھینچ لیا۔ پولیس آفیسر کو گمان بھی نہیں تھا کہ میں کوئی ایسی حرکت کروں گی لیکن وہ اچھل پڑا میں نے پستول اپنی گرفت میں لے کر اپنے آپ کو سمیٹ لیا تھا اور اس سے قبل کہ وہ میری جانب ہاتھ بڑھاتا میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر پستول کا گھوڑا دبا دیا۔

دھماکہ ہوا اور پولیس آفیسر کی پیشانی کے پرخچے اڑ گئے ڈرائیونگ کرنے والے سپاہی کا ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گیا اور جیپ آگے بڑھ کر ایک کچی سڑک پر اتر گئی کچھ اور آگے جا کر وہ ریت میں دھنس گئی دونوں سپاہی میری طرف متوجہ ہوتے ہی تھے کہ میں نے دو گولیاں ان کے سینوں پر داغ دیں ڈرائیونگ کرنے والا گاڑی سے کود کر بھاگا تھا لیکن اب ان میں سے کسی کو چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے اس بھاگتے ہوئے آدمی پر بھی گولی چلا دی اور وہ اچھل کر ہائے رام کہہ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

باقی دونوں سپاہیوں کو میں نے قریب سے گولی چلا کر ہلاک کیا تھا اس لیے انہیں تو سانس لینے کا موقع بھی نہ ملا تھا پولیس آفیسر بھی مر چکا تھا اور خون کے چھینٹے فضا میں اڑ رہے تھے میں تیزی سے جیپ سے اتر آئی تاکہ میرا لباس خون سے خراب نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ چھینٹے میرے لباس پر پڑ ہی گئے تھے یہ اچھی بات تھی کہ میرا لباس گہرے رنگ کا تھا جس میں وہ خون کے چھینٹے چھپ گئے۔

میں دانت بھینچتے ہوئے پیچھے ہٹ آئی یا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ان میں سے کوئی زندہ تو نہیں بچا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں تھا میں نے پستول ایک طرف پھینک دیا اب اس کی ضرورت فی الحال مجھے نہیں تھی اب تو صرف یہ ضرورت تھی کہ میں یہاں سے کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلوں کچی سڑک سے بڑی سڑک پر آئی اور بڑی سڑک پر پہنچنے کے بعد دوسری طرف اتر گئی سڑک پر چلنا مناسب نہیں تھا ممکن ہے کوئی اور گاڑی ادھر سے گزرے جیپ کو دیکھ لے اور پھر مجھے دیکھ لے ضرور مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور پھر سارا کچا چٹھا کھل جائے گا ایک بار پھر مجھے آزادی مل گئی تھی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ میری منزل کہاں ہے بالآخر میں چل پڑی ایک ایسے ٹھکانے کی تلاش میں جہاں رہ کر میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔

ہاں میرے سینے میں انتقام کا جو جوالا بھڑک رہا تھا اسے صرف ایک ہی چیز سرد کر سکتی تھی اور وہ تھی رادھن سنگھ کی موت، اس کے بعد میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے زندہ رہنا ہے یا مر جانا ہے میں چلتی رہی میں چلتی رہی ہر احساس سے بے نیاز ہو کر قدم لڑکھڑاتے رہے تھے لیکن عزم ساتھ دے رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک بستی دیکھی بستی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن گزر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسٹیشن نظر آ رہا تھا جس پر دھول پور لکھا ہوا تھا۔



پہاڑوں کی بلندیوں سے گرتے ہوئے حسین آبشاروں گنگناتی ہوئی ندیوں، لہلہاتے ہوئے سرسبز جنگلوں، کے درمیان کلیلیں کرتے ہوئے رنگ برنگے جانوروں حسین وشاداب چہروں سے بھرے ہوئے شہروں اور باغوں میں کھلے ہوئے پھولوں کی اس دنیا کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ جنت صرف ایک اشارہ ہے نیکیوں کی طرف راغب کرنے کا۔ ورنہ جنت اسی زمین پر تشکیل کر دی گئی ہے۔

لیکن انسانوں کے مسکراتے چہروں کے پیچھے چھپی ہوئی کرب کی لکیریں اس خیال کی نفی کرتی ہیں۔ ان کے سینوں میں دکھ کے جہنم چھپے ہوئے ہیں۔ کسی جہنم کو کرید کر دیکھو دنیا کی شادابی چھپ جاتی ہے۔ کوشل کی کہانی نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے۔ وہ مجھے ہوٹل میں ملی تھی متضاد خیالات تھے اس کے بارے میں میرے، لیکن اس کی جونہی شکل میرے سامنے آئی تھی اس نے مجھے احساس دیا تھا کہ میری داستانِ حیات اس دکھوں کی ماری کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ میں تو مرد تھا زندگی کی صعوبتوں کو جھیل گیا۔ اپنا گھر بار چھوڑنے کے بعد سرائے عالمگیر کی حسین وادیوں سے نکلنے کے بعد مجھ پر جو بیتی وہ بہت دردناک تھی لیکن غلام سیٹھ کے لیے کام شروع کرنے کے بعد میری زندگی میں عیش و آسائش اور عشرت کے سامان مہیا ہو گئے۔ میں نے ملک ملک کی سیر کی گو بُرے راستوں پر ہی چل کر ہی سہی لیکن زندگی کی وہ تمام دلکشی اور دلچسپیاں حاصل کریں جو کسی انسان کی خواہش ہو سکتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ ضمیر کے کچھ گوشے ابھی تک روشن تھے اور برائی کو برائی کا احساس دکھوں کی شکل میں ڈھالتا رہا تھا یہ سب کچھ کر کے میں خوش نہ تھا میری جگہ اگر کوئی بے ضمیر شخص ہوتا تو اتنی دولت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے کسی بھی ملک میں اپنے لیے جنت بنا سکتا تھا لیکن زیبی سے ملاقات ہوئی اور اس سے ملنے کے بعد میں اپنی پرانی زندگی کو بھول گیا۔ میں نے زیبی سے اپنے آپ کو چھپایا نہیں تھا وہ بھی مجھے جانتی تھی اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنایا تھا اور ایسا اپنایا تھا کہ زندگی کی تمام خوشیاں میری جھولی میں ڈال دی تھیں۔

اب یہ میری بدنصیبی تھی زیبی کی بدقسمتی تھی یا حالات کی ایک ہولناک کروٹ کہ مجھ سے زندگی کا وہ سکون چھن گیا تھا۔ تکلیف تھی تو صرف یہ کہ میری محبوب بیوی مجھ سے چھینی جا چکی تھی اور اس کے حصول کا کوئی اور ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا تھا اور اس احساس نے مجھے درندوں کی صف میں لا کھڑا کیا

کیا تھا کوشل، کوشل تو ایک عورت تھی ایک لڑکی ایک معصوم لڑکی میرے دل میں اس کے بارے میں جاننے کی شدید خواہش تھی وہ خاموش ہو کر زمین کریدنے لگی تھی میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خاموش کیوں ہو گئیں کوشل؟" اس نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بولی۔

"انسان کی کمزوری ہے جب کوئی ہمدرد کوئی سننے والا اس کے سامنے ہوتا ہے تو اس کے دل کے تمام آبلے پھوٹ پڑتے ہیں۔ میری بھی یہی کیفیت ہے۔ راجہ نواز اصغر تم کو ہمدرد پایا تم نے دلداری کی تو دل نے چاہا کہ اپنا دکھ انڈیل دے لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس طویل کہانی سے تم بور ہو جاؤ گے۔ کون کسی کی سنتا ہے۔ کون کسی کے بارے میں اس قدر تفصیل سے جاننے کا خواہاں ہوتا ہے۔ میں تم پر الزام نہیں رکھ رہی نواز لیکن یہ دنیا ہی ایسی ہے مجھے اس دنیا کے تجربے ہوئے ہیں۔ بہت کچھ دیکھا ہے میں نے اس کائنات میں، بہت کچھ۔"

"کوشل بے شک کسی ایسے شخص کو تم اپنی کہانی سنانے کی کوشش کرتیں جسے تمہارے وجود سے زیادہ تمہارے وجود کی دلکشی سے پیار ہوتا تو یقیناً وہ تمہاری اس کہانی سے اکتا جاتا۔ مجھے تم سے اختلاف ہے کوشل تم خود غور کرو تم نے میری ذات میں کیا کیا چیزیں پائی ہیں۔ ایک دکھ بھرا دل دوسرے کے دکھ کو سمجھ سکتا ہے مجھے اپنی کہانی سناؤ کوشل ایک ایک ورق سناؤ اس کتاب کا جو تمہاری زندگی کی کتاب ہے مجھے اس میں اپنی کہانی نظر آ رہی ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوشل کی جگہ میں خود ان مصائب کا شکار۔ کوشل کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر سر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

"نواز: دل کے پھپھولے پھوڑ لینے دو مجھے اپنی بپتا سنا لینے دو مجھے سنو۔ میں نے کسی کو اپنی داستان نہیں سنائی تم پہلے انسان ہو آج میری زندگی کے تمام اوراق الٹ جانے دو مجھے سکون ملے گا۔"

"سناؤ کوشل۔ سناؤ۔ تم دھول پورہ پہنچ گئی تھیں۔ تمہیں دھول پورا اسٹیشن نظر آیا تھا" میں نے اسے یاد دلایا۔ کوشل نے آنکھیں خشک کیں چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"میں بے یار و مددگار بے آسرا دنیا کی صعوبتوں کا شکار

اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی چند خوانچے والے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی ٹرین نہیں آ رہی تھی۔ ان کی نگاہیں مجھ پر پڑیں لیکن سیدھی سادھی دنیا کے سیدھے سادھے لوگ تھے کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کسی نے مجھ پر غور نہ کیا میں ایک گوشے میں جا بیٹھی، میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں عام لوگوں کی نگاہیں مجھ تک نہ پہنچیں۔ ویسے یہاں بظاہر کچھ خطرات نہیں تھے جو کچھ کر کے آئی تھی اس کا احساس تھا لیکن دل کو بڑا سکون تھا۔ مجھے اپنے کسی دشمن کو ہلاک کر کے اس قدر فرحت حاصل ہو سکتی تھی، اور ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی فہرست میں چند نام لکھ لیے تھے دیارام کم بخت مارا جا چکا تھا بدری ناتھ تھا اس کے بیٹے تھے کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں میں اپنے سینے میں سلگتا ہوا پاتی تھی لیکن میرے حالات ابھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ان سے انتقام لوں۔ اس گوشے میں بیٹھے بیٹھے نجانے کتنی دیر گزر گئی۔

دفعتاً میں نے دور سے ٹرین کی آواز سنی اور میرے دل میں ایک خیال آیا کیوں نہ میں اس ٹرین میں بیٹھ جاؤں، کہیں بھی چلی جاؤں یہاں سے دور۔ بہت سی باتیں تھیں اس سلسلے میں سوچنے کے لیے لیکن میری سوچ اب بے مقصد تھی میری اپنی سوچ سے کیا ہوتا تھا چنانچہ میں بھی پلیٹ فارم پر آ گئی اور پھر ایک کمپارٹمنٹ میں گھس گئی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کون سی کلاس کا ڈبہ ہے بس مجھے تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ کمپارٹمنٹ کے ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا خاندان سفر کر رہا تھا۔ ایک معمر عورت تھی دو لوجوان خوبصورت سی لڑکیاں تھیں بڑے عمدہ لباس پہن رکھے تھے۔ انہوں نے ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں سیٹ پر بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہیں پھر ایک لڑکی اٹھ کر میرے پاس آ گئی اس وقت ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی۔ لڑکی میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"تم پریشان معلوم ہوتی ہو بہن؟" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی تو وہ پھر بولی۔

"آؤ ادھر آؤ ماں جی تمہیں بلاتی ہیں۔" میں نے ان کی ماں جی کی طرف دیکھا۔ دراز قامت تھیں عجیب سا چہرہ تھا جسے پر رعب بھی کہا جا سکتا تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات بھی تھی جسے میں الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتی تھی۔ میں اٹھ کر ان کے پاس چلی گئی۔

"پریشان حال ہو۔ دکھ کی ماری معلوم ہوتی ہو، کہاں جا رہی ہو؟" میں نے گھبرائی نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی دوسری لڑکی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"اگر تم کسی بھی طرح سے پریشان ہو تو فکر مت کرو اچھا ہوا تم اس ڈبے میں آ گئیں۔ میں نے ایک بار پھر انہیں دیکھا اس لہجے اور ان الفاظ پر اب مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں محتاط ہو گئی۔ یہاں تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ساری دنیا ہی رلودھن سنگھ کے لیے کام کر رہی ہے۔ ہر شخص جیسے رادھن سنگھ کا چیلا نظر آتا تھا۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں؟ کہیں یہ عورت بھی..... میں کیا کروں؟ اپنے آپ کو اس سے چھپانا چاہیے۔ میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی تو معمر عورت کہنے لگیں۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹی؟"

بیٹی کے لفظ نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چھیڑ دیے تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں۔ اس زمانے میں ہزاروں لڑکیاں اس طرح دکھوں کی ماری ہیں۔ پتا نہیں تم کس دکھ کا شکار ہو یہ بتاؤ کہاں جا رہی ہو کوئی ٹھور ٹھکانہ سوچ کر بیٹھی ہو یا یوں ہی گھر سے بھاگ آئی ہو، سوتیلی ماں نے تنگ کیا ہے یا بوڑھے باپ نے، کہیں شادی کر دینا چاہتا ہے تمہاری گھر سے کیوں بھاگ آئی ہو؟"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ میری کہانی نہ پوچھیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر کسی قسم کی پریشانی تمہارے ذہن میں ہے تو اسے وقتی طور پر بالکل دل سے نکال دو۔ مجھے بتاؤ تم کہاں جانا چاہتی ہو کہیں کا ٹکٹ خریدا ہے یا یوں ہی اس کمپارٹمنٹ میں آ بیٹھی ہو؟"

اب اچانک مجھے احساس ہوا کہ ٹرین میں بیٹھ کر میں نے

ایک اور خطرہ مول لیا ہے۔ ٹکٹ تو ہے ہی نہیں میرے پاس ان حالات میں کیا دقت نہ ہو جائے گی اس دوران میرے پاس پیسے وغیرہ کچھ نہ تھے ظاہر ہے اس کا موقع نہیں ملا تھا جو کچھ کر کے آئی تھی اس میں کوئی باقاعدہ سوچی سمجھی اسکیم تو تھی نہیں بس یوں ہی سب کچھ کر کے نکل پڑی تھی۔ میں نے ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

"ماں جی! میری کوئی منزل نہیں ہے بس کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ آپ اگر مجھ پر دیا کرنا چاہتی ہیں تو صرف اتنا کریں کہ کسی بھی جگہ کے لیے میرا ایک ٹکٹ خرید دیں۔"

"ضرور خرید دوں گی تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ ٹکٹ چیکر آئے گا تو میں اس سے تمہارا ٹکٹ بنوا دوں گی لیکن کسی بھی جگہ سے کیا مطلب ہے کیا تم کسی خاص جگہ جانے کے لیے نہیں نکلی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔"

"بیٹی ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں ماں جی، کہیں۔"

"کیا تم اس سے پہلے کبھی تنہا سفر کر چکی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔"

"ٹرین میں پہلے بیٹھی ہو؟"

"نہیں ماں جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو سنو۔ دنیا دکھوں کا گھر ہے یہاں برائیاں زیادہ ہیں اور نیکیاں کم تم جوان ہو کسی بھی غلط ہاتھ میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ کر سکتی ہو۔ تم اگر چاہو تو میں تمہاری مدد کروں؟"

"ماں جی آپ؟"

"ہاں، ہاں۔ میں تمہیں سہارا دوں گی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔" ماں جی نے کہا۔ اور میں ممنون انداز میں انہیں دیکھنے لگی اس کے بعد میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو داؤ پر لگانے پر مجبور کر لیا۔ یہ معمر خاتون کہیں بھی ہوں کیسی بھی ہوں۔ فی الحال مجھے ایک ٹھکانہ چاہیے تھا۔ ایک ایسا ٹھکانہ جو میری زندگی کے لیے ایک سہارا بن جائے۔ مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ اپنی اس زندگی میں، ایسے حالات میں ان خاتون کی شکل میرے لیے فرشتوں جیسی تھی۔ میں نے ان کی معیت قبول کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد خاتون نے کھانے پینے کا پروگرام بنایا لڑکیوں نے کھانے پینے کا سامان نکال لیا اور مجھے بھی اسرار کر کے شریک کر لیا گیا۔ تب ماں جی نے میرے بدن پر پہنے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا۔

"تمہارے لباس سے خوش سلیقگی ظاہر ہوتی ہے۔ انداز گفتگو بھی جاہلوں کا سا نہیں ہے یقیناً تم کسی اچھے گھرانے ہی کی معلوم ہوتی ہو بیٹی تمہارا لباس بہت خراب ہو گیا ہے تم اگر چاہو تو کامنی تمہیں اپنے نئے کپڑے دے دے گی کوئی حرج نہیں ہے اسے اپنی بہن ہی سمجھ لو۔ ماں جی نے کہا۔

"ہاں کوشل، پلیز تم کپڑے تبدیل کر لو کتنی اچھی شکل و صورت کی مالک ہو اور کیسے خراب کپڑے پہنے ہوئے ہو۔ آؤ میں تمہیں اپنے کپڑے دوں۔" کامنی نے کہا۔ یہ بھی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھول ایک لباس نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"ادھر چلی جاؤ ہم لوگ رخ موڑ لیتے ہیں۔ ٹرین چل رہی ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے ان کی بات مان لی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ساڑھی میں ملبوس ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ماں جی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"اپنی کہانی اگر سنا دیتیں تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا لیکن کوئی بات نہیں ہے میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی بلکہ سنو اس وقت ہی نہیں ہمیشہ جب بھی مجھ سے ملو یا جیسے بھی حالات ہوں تم اس کے لیے اپنے آپ کو مجبور مت سمجھنا کہ تم مجھے اپنی کہانی سناؤ جو کچھ تم پر بیت چکی ہے وہ تمہارے اپنے سینے ہی میں پوشیدہ رہنا زیادہ مناسب ہے۔ میں صرف بے لوث تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں پونا جا رہی ہوں۔ پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرو اور اس کے بعد جہاں دل چاہے چلی جانا۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہا ہے کہ تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"ہاں ماں جی۔ مجھے سہارا چاہیے۔ مجھے ایک سہارا چاہیے۔"

"سنو بیٹی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دینا چاہتی ہوں بہت بری عورت ہوں میں، اتنی بری کہ سماج اور معاشرے کی پیشانی کا ناسور سمجھی جاتی ہوں میں طوائف ہوں۔" ماں جی نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی میری آنکھوں میں حیرت کے نقوش ابھر آئے اور پھر ایک ہلکا سا خوف میرے سینے میں جاگزیں ہو گیا۔ معمر عورت کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی پھر انہوں نے سرد لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہاں میں نے تمہیں دھوکے میں نہیں رکھا۔ اس سے سمجھو کہ

میں تمہارے بارے میں مخلص ہوں۔ یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔ یہ دونوں تعلیم حاصل کر رہی ہیں بمبئی میں۔ میں نے انہیں اپنی راہ پر نہیں ڈالا۔ میری کہانی طویل ہے لیکن جس طرح میں نے تم سے تمہاری کہانی نہیں پوچھی ہے میں تمہیں اپنی کہانی نہیں سناؤں گی۔ پونا میں میرا اپنا اڈا ہے رقص و موسیقی ہوتی ہے۔ بے شمار لڑکیاں وہاں ہیں۔ لیکن میں نے اپنی بیٹیوں پر اس علاقے کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیا۔ تم اگر چاہو تو پونا میں میرے ساتھ کچھ عرصہ قیام کر سکتی ہو۔ اس کے بعد تم منزل تلاش کر لینا۔ لیکن سنو۔ طوائفوں کے بارے میں کہانیاں مشہور ہیں کہ بھولی بھالی لڑکیوں کو پھانس کر وہ اپنے دام میں لاتی ہیں اور اس کے بعد انہیں اپنا ذریعہ معاش بنا لیتی ہیں۔ میں اس لیے یہ سب کچھ نہیں کرتی اور اس لیے یہ سب کچھ نہیں کروں گی کہ میں خود بھی انہیں حالات کا شکار ہو کر طوائف بنی تھی۔ میرا خاندان بہت اچھا تھا بیٹی۔ لیکن میں حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی۔ اور بالآخر اس عہدے پر جا پہنچی جو آج سماج کی پیشانی کا ناسور سمجھا جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے جیسی لڑکیاں ان حالات کا شکار ہوں۔ اس سے قبل بھی میں دو تین لڑکیوں کو اس طرح گندی زندگی سے بچا چکی ہوں۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے۔ کہ طوائف ہونے کے باوجود میں ایسی لڑکیوں کو جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری طوائفوں کے پاس تھیں۔ اپنے پیسے سے خرید کر ان کو آزاد کیا ہے ان کی شادیاں کرائی ہیں۔ میں اپنے آپ کو دھرماتما نہیں ظاہر کر رہی ہوں بیٹی۔ بس یہ تو انسانی کام ہیں جس سے جو کچھ بھی ہو جائے۔" میرے دل میں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت سچ بول رہی ہے تو یہ تو واقعی پوجنے کے قابل ہے۔ ایک عجیب سا احترام اس کے لیے میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ جو بات اس کی شکل کی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہ اب سمجھ میں آ گئی ہے۔ یہ عورت بری ہونے کے باوجود ایک اچھی عورت تھی۔ ایک لڑکی کا نام کامنی اور دوسری کا نام ودیا تھا۔ دونوں مجھ سے گھل مل گئیں۔ اور کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک چھوٹے سے خاندان میں آ گئی ہوں اور یہ خاندان میرا اپنا خاندان ہو۔ معمر عورت پر مجھے یقین ہو گیا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ بمبئی ہی میں رہتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو بمبئی ہی میں ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ فی الحال وہ ہوسٹل میں ہیں لیکن ماں جی کا کہنا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک چھوٹی سی رہائش گاہ مہیا کر دیں گی اور اس کا بندوبست تقریباً ہو چکا ہے۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئی۔ ٹرین کا سفر جاری رہا اور یہ سفر بہت طویل تھا۔ دن رات دن اور اس کے بعد ہم پونا پہنچ گئے۔ ایک حسین دنیا، ایک نیا ماحول اپنی آبادی سے بہت دور میں اس نئی زندگی میں آ کر اپنے آپ کو بے حد عجیب محسوس کر رہی تھی۔

دونوں لڑکیاں اور معمر خاتون مجھے لے کر ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں آ گئیں۔ معمر خاتون جن کا نام کنول کماری تھا اس بنگلے میں آنے کے بعد تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ رہیں پھر کہیں چلی گئیں۔ کامنی اور ودیا نے بتایا کہ وہ اپنے اڈے پر گئی ہیں۔

"تو کیا ان کا اڈا یہاں سے کہیں اور ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں اس کاروبار کے لیے وہ اپنی اس پوتر جگہ کو گندہ نہیں کرتیں۔ یہاں بھگوان کی مورتیاں رکھی رہتی ہیں۔" ودیا نے جواب دیا۔

"بہت عظیم ہیں تمہاری ماں جی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میری ماں جی واقعی بہت عظیم ہیں کاش وہ ان حالات میں زندگی جاری رکھنے کے لیے مجبور نہ ہو جاتیں۔" ودیا بولی۔

یہاں مجھے زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دی گئی تھیں تین دن تک ودیا اور کامنی میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد انہیں بمبئی جانا پڑا۔ اب میں یہاں تنہا رہ گئی تھی۔ جب بھی موقع ملتا کنول کماری مجھ سے ملنے آ جاتی تھیں۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھا جاتا تھا۔ یہاں اس بنگلے میں دو ملازم تھے ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا آدمی۔ ان دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں فی الحال تنہائی کے دن کاٹ رہی تھی۔ ایک دن کنول کماری کہنے لگی۔

"کوشل! اگر تم یہاں اکتاہٹ محسوس کرتی ہو تو بمبئی چلی جاؤ وہاں کامنی اور ودیا موجود ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا اچھا وقت گذر جائے گا حالانکہ وہ تعلیم میں مصروف ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں تمہیں تعلیم بھی دلا سکتی ہوں۔"

"نہیں ممی! ایسی کوئی بات نہیں ہے بس مجھے یہیں رہنے دیں۔ وہاں جاؤں گی تو ان دونوں کی تعلیم میں بھی حرج ہو گا۔ کنول کماری نے مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگیں۔

"سچ ہے کسی اچھے گھر کی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ یقیناً اپنے محسنوں کا خیال رکھنا جانتی ہو۔ کاش میں تمہاری کچھ اور مدد کر سکتی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خوشیاں فراہم کر دوں۔ پتہ نہیں دل کیوں تمہاری طرف کھنچتا ہے۔" میرے ذہن کو ایک مجرمانہ سا احساس ہونے لگا۔ اس شریف عورت نے آج تک میرے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ اپنا قول نبھا رہی تھی۔ لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ اب اسے اپنی کہانی سنا دوں اور کہانی سنانے کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور لالچ بھی آ رہا تھا۔ ایک اور احساس بھی جنم لے رہا تھا ممکن ہے کنول کماری جیسی شریف عورت اس سلسلے میں میری مدد کر سکے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ممی! میں آپ کو اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور بتائیں۔ میں نے تو صرف اس لیے آج تک اپنی زبان کو خاموش رکھا ہے کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بات پر مجبور کرنا نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے دل میں کوئی ایسا احساس پیدا ہو جس سے تم یہ سوچو کہ میں تم پر یہ چھوٹا سا احسان کر کے اس کی قیمت وصول کرنے کی خواہش مند ہوں۔"

"نہیں ممی! آپ اتنی عظیم ہیں کہ اب اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتی ہوں آپ کے سامنے۔"

"ارے کیوں مجرم کیوں؟" انہوں نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

"آپ کو اپنے بارے میں نہ بتا کر۔"

"نہیں بیٹی۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ تمہارا دل چاہے گا تو تم اپنے بارے میں خود بخود بتا دو گی ورنہ میں تو تمہارے ساتھ صرف یہ اچھا سلوک کرنے کی خواہش مند تھی۔ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں اچھی زندگی دوں۔ اپنی کامنی اور ودیا کے لیے بھی میں یہی چاہتی ہوں۔ اور تم ان دونوں سے مختلف نہیں ہو میرے لیے۔"

"ممی آپ بہت عظیم ہیں۔"

"نہیں بیٹی! میں بہت گنہگار انسان ہوں۔ میری اصل حیثیت تم دیکھو تو مجھ سے نفرت کرنے لگو۔"

"ممی! میں آپ سے زندگی بھر نفرت نہیں کر سکتی۔"

"شاید۔" کنول کماری کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ پھر انہوں نے آنسو پونچھ لیے اور کہنے لگیں۔

"ہاں تم اپنے بارے میں بتانا چاہتی تھیں مجھے؟"

"ہاں ممی! اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور احساس بھی ہے۔ میں یوں سمجھ لیجیے کہ میں آپ کی شرافت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی بلکہ اگر ایک مجبور لڑکی اگر کسی سہارے کو پا لے تو پھر اس کے دل میں بے شمار خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

"اگر مجھ سے کوئی کام ہے بیٹی تو ضرور کہو مجھے تمہاری کوئی بھی خدمت کر کے مسرت ہو گی۔" کنول کماری جی نے جواب دیا اور میں نے انہیں اپنے بارے میں وہ تفصیلات بتا دیں جو ضروری ہو سکتی تھیں۔ کنول کماری جی میری اس کہانی سے بہت متاثر نظر آ رہی تھیں۔ دفعتاً انہوں نے چونک کر کہا۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے پنڈت رادھن سنگھ؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔"

"کیوں ممی۔ کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" میرے دل میں بے شمار وسوسے جاگ اٹھے تھے۔

"نہیں۔ میں براہِ راست نہیں جانتی۔ لیکن تمہارے جیسی ایک اور لڑکی اس کم بخت کا شکار ہو کر میرے پاس پہنچی تھی۔ میرے پاس بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ کسی دلال نے اسے ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ طوائف مر گئی۔ اور لڑکی میرے کوٹھے پر آ گئی۔ وہیں پر اس نے رقص و موسیقی کا کام شروع کیا لیکن مجھے اس کے چہرے میں چھپا ہوا کرب نظر آ رہا تھا۔ ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے اپنی داستان بتائی جس میں رادھن سنگھ کا ذکر تھا۔ لیکن کیا تم یہ جانتی ہو کوشل کہ وہ کم بخت رادھن سنگھ ایک زبردست تنظیم کا کارکن ہے۔"

"تنظیم؟"

"ہاں۔ مجرموں اور پیشہ ور قاتلوں کی تنظیم۔ جس کا نام سورج گرہن ہے۔"

"میں نہیں جانتی ممی۔"

"یہ تنظیم بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہے جگہ جگہ اس کے کارکن پھیلے ہوئے ہیں نہیں نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مشرق وسطیٰ میں اور نجانے کہاں کہاں اس تنظیم کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں اور مجرمانہ کاروائیاں انجام دیتے ہیں۔ رادھن سنگھ بہت محفوظ آدمی

ہے اور آسانی سے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"

"آہ ممی! مگر میں۔ میں"۔

"ابھی اپنے آپ کو قابو میں رکھنا کومل تم نے یہ کہانی سنا کر مجھے ذرا سا پریشان کر دیا ہے لیکن روپا۔ روپا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے"؟

"ممی! میں اس کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں"۔

"سمجھ گئی ـــــ کہاں ہے وہ؟ مجھے جلدی بتاؤ میں اپنی زندگی کی بازی لگا کر اسے حاصل کروں گی، اور میں نے اپنے ماموں جی کا پورا پتا بتا دیا" کنول کماری کہنے لگیں۔

"تم فکر مت کرو۔ ممکن ہے بہت جلد میں روپا کو بھی یہیں بلا لوں"۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں ممی۔ بڑی مسرت ہو گی مجھے"۔ میں نے جواب دیا۔

اگر روپا اس طرح بچ جائے تو ممکن ہے میری زندگی کو بہت بڑا سہارا مل جائے اور اس کے بعد میں صرف کنول کماری کی بات مان کر دنیا کے کسی پرسکون گوشے میں اپنے لیے آئندہ مستقبل گذارنے کا فیصلہ کر لوں۔ لیکن روپا کے آجانے کے بعد جب تک روپا اس کم بخت ظالم کی نگاہوں میں تھی مجھے اس سے بے پناہ خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ کنول کماری جی بہت دیر تک میرے ساتھ رہیں اور اس کے بعد مجھ سے بہت سے وعدے کر کے چلی گئیں۔

پھر ایک دن دوپہر کے وقت وہ آئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے روپا کی بازیابی کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اور ان کے چند آدمی اسے لینے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ مجھے دھیرج رکھنی چاہیے۔ جب وہ جانے لگیں تو میں انہیں چھوڑنے ان کی کار تک آئی۔ ان کا ڈرائیور ایک ہٹا کٹا لمبے چوڑے قد کا آدمی تھا بڑی بڑی مونچھوں کا مالک شکل ہی سے اوباش لگتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا دیکھتا رہا نجانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی تھی میں نے بہرطور غور نہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی تقریباً دو گھنٹے کے بعد کسی نے میرے دروازے پر دستک دی تو میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہی مونچھوں والا ڈرائیور میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر میرے بدن میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"میں اندر آ سکتا ہوں دیوی جی"؟

"تم اندر آئے کیسے"؟

"کنول جی کا ملازم ہوں میرے لیے اتنی روک ٹوک نہیں ہے مگر آپ پریشان کیوں ہو گئیں"؟

"میں۔ نہیں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو"؟

"ایک بہت ضروری کام ہے دیوی جی بڑا ضروری کام ہے"۔ اس نے جواب دیا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچتی رہی پھر میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ اندر آ گیا اور جارحانہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔

"سنو! کیا بدتمیزی ہے یہ سب کچھ کیا کیا ہے تم نے"؟

"معاف کیجئے گا دیوی جی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا میں کچھ بھی نہیں کہوں گا آپ سے کچھ نہیں کہوں گا. بس صرف باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

"ہاں کہو"۔ میں نے کرخت نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"دیوی جی! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایک ایسا کام جو بے شمار لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے انجام دینے کا موقعہ مل رہا ہے۔ آپ کنور رادھن سنگھ جی کو جانتی ہیں"؟ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں جانتی ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ میں بھی ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں"۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ کیا تم ممی سے اجازت لے کر یہاں آئے ہو"؟

"نہیں۔ اجازت لے کر نہیں بلکہ ان سے چھٹی لے کر۔ بڑا مشکل معاملہ ہے میرے لیے چھٹی میں نے اس لیے لی ہے کہ مجھے ایک ضروری کام سے بمبئی جانا ہے بمبئی میں میرے بیوی بچے رہتے ہیں"۔

"تو مجھ سے کیا واسطہ ہے"؟

"واسطہ نہیں دیوی جی۔ بس آپ کو ذرا بمبئی لے جانا چاہتا ہوں"۔ اس نے جواب دیا اور میں خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تمہارے اندر اتنی جرأت ہے کہ تم مجھے بمبئی لے جا سکو"؟

"ہاں دیوی جی ہے۔ اور یہ جرأت اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ جس لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے آپ کی ماتا جی نے یعنی کنول کماری نے اپنے آدمیوں کو بھیجا ہے وہ بمبئی پہنچ چکی ہے یعنی روپا"۔ اس نے کہا اور میرا دل دھک سے رہ گیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی ڈرائیور عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا تم سچ کہتے ہو؟ سچ کہتے ہو تم"؟

"دیوی جی اگر دل چاہے تو میرے ساتھ بمبئی چلیے اور اسے دیکھ لیجیے۔ بمبئی تو چلنا ہی ہے آپ کو"۔

"لیکن۔ لیکن تم۔ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کیا تم رادھن سنگھ کے رادھن سنگھ کے"۔

"ہاں دیوی جی۔ میں رادھن سنگھ کا داس ہوں۔ آپ کو یہ بات تو معلوم ہو گئی ہو گی کہ رادھن سنگھ جی کوئی ایسے ویسے آدمی نہیں ہیں۔ پورے ہندوستان میں ان کا سکہ چلتا ہے تنظیم کے نمبر دو ہیں سمجھیں آپ' اور اب آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ رادھن سنگھ جی کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ بڑی گہرائی میں چھپی تھیں آپ مگر دیکھ لیجیے آپ ہمیں مل گئیں"۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں"؟

"میں نے تو آج ہی دیکھا تھا دیوی جی لیکن آپ کی تصویر اور آپ کے بارے میں اطلاعات کئی دن پہلے میرے پاس پہنچ چکی تھی ہم سب سے کہا گیا ہے کہ آپ کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں تلاش کریں"۔

"تو پھر اب۔ اب کیا چاہتے ہو تم"؟

"آپ میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیں تو میں آپ کو بتاؤں آپ کے فائدے ہی کی بات ہے"۔

"کیا مطلب"؟

"مطلب یہ دیوی جی کہ میں تنظیم سے بغاوت بھی کر سکتا ہوں"۔

"مطلب یہ کہ آپ میرے ساتھ چلیے کچھ عرصہ ہم بمبئی کی سیر کریں گے گھومیں گے پھریں گے اور اس کے بعد میں آپ کو جہاں چاہیں گی واپس بھیج دوں گا۔ یا پھر یوں کریں کہ کنول کماری جی سے بھی اجازت لے لیں اور بمبئی میں ان کی لڑکیوں کے پاس جا کر رہیں گے لیکن اصل میں آپ میرے پاس رہیں گی. وہیں پر آپ کو روپا سے بھی ملوا دیا جائے گا"۔

"ظالم کتے۔ روپا کو تم نے کیوں اغوا کر لیا ہے"؟

"بس دیوی جی رادھن سنگھ مہاراج کا حکم تھا ہم تو حکم کے غلام ہیں مگر آپ کو دیکھ کر دل نے کچھ اور سوچا ہے"۔

"کیا"؟

"یہ کہ آپ کے ساتھ کچھ لمحے گذارے جائیں اور اس کے بدلے آپ کے راز کو راز رکھا جائے۔ سنیے دیوی جی بہتر یہی ہو گا کہ کنول کماری جی سے آپ یہ اجازت لے کر بمبئی جائیں، اور اس کے بعد بمبئی میں میری کھولی میں رہیں۔ کچھ دن ہم لوگ ساتھ رہیں گے۔ میں آپ کو بمبئی کی سیر کراؤں گا۔ روپا کو آپ کے حوالے کر دوں گا اور آپ روپا کو لے کر یہاں آجائیں۔ میں تو یہ نوکری چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ میرے لیے نوکری کی کہیں کمی نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ میں نے آپ کو بہکایا تھا۔ سوچ لیجیے بہت چھوٹا سا سودا ہے لیکن اس سودے میں آپ کا جیون برقرار رہے گا۔ اگر آپ رادھن سنگھ کے ہاتھ لگ گئیں تو رادھن سنگھ جی آپ کا کیا کریں گے۔ یہ تو آپ ہی زیادہ بہتر جانتی ہیں"۔ میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگی تھی۔ رادھن سنگھ کے بارے میں یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی کہ سورج گرہن نامی کسی تنظیم کا رکن ہے لیکن اس کے فوراً ہی بعد یہ مسئلہ میرے سامنے آ گیا تھا، کیا کرنا چاہیے۔ کیا کنول کماری سے کہہ دوں کہ ان کا ڈرائیور ایک بہت ہی غدار آدمی ہے اور یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے لیکن اس طرح روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی جو ان کم بختوں کے ہاتھوں لگ گئی ہے۔ یا پھر یوں کروں کہ انتظار کر لوں تھوڑا سا، ممکن ہے یہ جھوٹ بول رہا ہو. لیکن اگر جھوٹ بول رہا ہو تو روپا کے بارے میں اتنی تفصیلات اسے کیسے معلوم ہوئیں۔ عجیب سے مخمصے میں پڑ گئی تھی۔ وہ میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔ اگر آپ بمبئی جانے کے لیے تیار ہیں تو آج رات ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پر پہنچ جائیے بمبئی جانے والی ٹرین ٹھیک پونے نو بجے جاتی ہے آپ اس ٹرین سے سفر کر کے بمبئی جائیں گی۔ اسٹیشن پر میں آپ کو اتار لوں گا۔ بلکہ کوئی اور پروگرام ترتیب دے لوں گا جو ابھی آپ کو نہیں بتایا جا سکتا۔ کچھ دن تک آپ وہاں رہیں گی، اس کے بعد کامنی اور ودیا سے جا ملیں گی۔ روپا کو اس دوران میں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ یہ کہہ کر یہاں آجائیے کہ آپ راستہ بھٹک گئی تھیں اور نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی رہیں زیادہ سمے نہیں لگے گا دیوی جی بس زیادہ سے

زیادہ دس پندرہ دن بھی کافی ہوں گے۔ وہ اوباش انداز میں مسکرایا۔

میں اس وقت اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں کر سکتی تھی بہن کا معاملہ تھا۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ تو۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میں تو لٹ ہی چکی تھی۔ تباہ و برباد ہو ہی گئی تھی۔ یہ وقت اور بھی یہ سخت لمحات اور سہی کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک پائمال زندگی کو اور پائمال ہونے میں کیا عار ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں ساڑھے آٹھ بجے اسٹیشن پہنچ جاؤں گی۔"

"بڑی اچھی بات ہے دیوی جی لیکن ایک بات سوچ لیجیے۔ اگر کوئی حرکت ہوئی تو آپ کا تو جو بگڑے گا سو بگڑے گا ہی۔ لیکن آپ کی کسر روپا سے پوری کر لی جائے گی سمجھیں آپ۔" اس نے کہا اور خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ایک ایسی ہولناک دھمکی دے گیا تھا وہ کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میری روپا۔ میری روپا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے بہہ نکلے۔ ایک بار پھر میری دنیا میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک بار پھر یہاں میرے لیے عذاب کا سامان پیدا ہو گیا تھا ایک بار پھر مجھ پر قیامتیں ٹوٹ پڑی تھیں لیکن برداشت کرنا تھا سب کچھ برداشت کرنا تھا تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ تو ہونا ہی ہوتا ہے بے چاری کنول کماری میرے لیے اس سے زیادہ اور کیا کر سکتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے وہ خود بھی مصیبتوں کا شکار ہو جائے اگر یہ کم بخت رادھن سنگھ کا آدمی ہے تو یہ اطلاع رادھن سنگھ تک بہت جلد پہنچ جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دماغ شدید ترین پریشانیوں کا شکار تھا۔ دل میں لاکھوں وسوسے اٹھ رہے تھے۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ ایک دل کہتا تھا کم از کم کنول کماری کو یہ تو بتا دیا جائے کہ میں کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ان کے احسانوں کا یہ صلہ بھی تو مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی ذات کے لیے انہیں اس طرح حیران و پریشان چھوڑ دوں۔ کیا سوچیں گی وہ میرے بارے میں ممکن ہے ان کے نظریات ہی میری طرف سے بدل جائیں اور وہ یہی سوچیں کہ کوئی گندہ خون گندگی میں جا ملا۔

میرے بارے میں کون جانتا تھا میری بدنصیبی کس کے علم میں تھی میری تقدیر میں تو یہی لکھا تھا کہ سڑک پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ادھر سے ادھر لڑھکتی رہوں۔ کوئی بھی ٹھوکر مار کر مجھے کہیں بھی پہنچا دے۔

"ماں جی! میں بے قصور ہوں تقدیر کے اس کھیل میں آپ بلاوجہ الجھ گئیں اگر میں نصیبوں والی ہوتی تو پھر میرا ابھرا پرا گھر کیوں اجڑتا۔ سب ہی تو تھے اس گھر میں ماتا۔ پتا، چھوٹی سی پیار کرنے والی بہن، لیکن یوں بچھڑ گئے تھے سب کے سب جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو تنہا رہ گئی تھی میں۔ یہ سب بہت یاد آتے تھے مجھے لیکن ایک راکشش نے ہمارے گھر کا سکون نگل لیا تھا۔"

بہت دیر تک سوچتی رہی۔ صورت حال بہت پریشان کن تھی۔ اگر روپا کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس کمینے سے اچھی طرح نمٹ لیتی لیکن اب میرے سامنے میری معصوم بہن کی شکل تھی۔

دل میں بہت سے فیصلے کیے۔ کنول کماری کو صورت حال بتانا کسی طور ممکن نہیں تھا۔ وہ میرے اچانک بمبئی جانے کے فیصلے سے حیران جائیں۔ ممکن ہے وہ اس پروگرام میں کوئی تبدیلی کریں اور روپا کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔

نہیں نہیں روپا کی زندگی کسی طور خطرے میں نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ اس کے لیے کنول کماری جیسی دیوی کو بھی دھوکا دینا تھا مجھے۔ چنانچہ میں نے انہیں کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کیا۔ اور رات کو خاموشی سے وہاں سے نکل گئی۔ اسٹیشن پر پہنچنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔

اسٹیشن پر کافی رش تھا۔ بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے۔ پونے نو بجے ٹرین آ گئی۔ اس دوران کم بخت ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ابھی میں پریشان ہو رہی تھی کہ ٹرین میں بیٹھوں یا نہ بیٹھوں کہ وہ مجھے نظر آیا۔

"چلو ٹرین میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے ٹکٹ خرید لیے ہیں۔" اس نے کہا۔ اور میں اس کے پیچھے چل پڑی۔ ایک ڈبے میں ہم دونوں جا بیٹھے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں دیوی۔"

"کیوں؟" میں نے کہا۔

"تم نے کسی کو خبر نہیں کی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں سوچ رہا تھا تم ضرور ایسا کرو گی۔ اسی لیے تو میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔"

"کہاں تھے تم؟"

"آٹھ بجے سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور ہر راستے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا کہ کہاں سے تم پولیس کو لاتی ہو۔"

"میں تمہارے ہاتھوں مجبور ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم مجھے ناتھو رام کہہ سکتی ہو۔"

میں خاموش رہی تھی تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"روپا کہاں ہے ناتھو رام؟"

"ہماری قید میں۔"

"اسے کوئی تکلیف تو نہیں دی تم نے؟"

"نہیں اس بے چاری کو کوئی تکلیف نہیں دی گئی۔ تم اس بارے میں بالکل چنتا مت کرو۔"

سفر جاری رہا۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔

"تم نے کنول جی کو اس بارے میں کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ انہیں نہیں معلوم کہ میں نے ان کا بنگلہ چھوڑ دیا ہے۔"

"اوہ واقعی تم تو ذہین ہو یہ اچھا کیا تم نے۔ بعد میں کوئی کہانی گھڑ کر سنا دینا انہیں تم پر وہ پورا پورا وشواش کریں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بالآخر بمبئی اسٹیشن آ گیا میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی تھی۔

"ماما کی چال میں ہماری کھولی ہے۔ خبردار جب تک یہاں رہو کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

"یہاں لوگ تمہیں جانتے ہیں؟"

"ہاں اپنی کھولی ہے یہاں۔ میں لوگوں سے یہی کہوں گا کہ تم میری گھروالی ہو۔ تمہیں بھی یہی بتانا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن ایک شرط ہو گی۔"

"کیا؟"

"تمہاری بات ماننے سے پہلے میں روپا کو دیکھوں گی۔"

"اس کی ضد مت کرنا۔ ورنہ روپا کو خطرے میں ڈال دو گی۔ دس راتیں تمہیں میرے ساتھ گذارنا ہوں گی۔ اس کے بعد میں چاہ کی سے روپا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اور تم اسے لے کر نکل جانا۔ کبھی کسی کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ تم کہاں ہو۔"

میرے لیے اس کی بات کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا اس لیے میں تن بہ تقدیر ہو گئی۔ ہم ماما کی چال پہنچ گئے۔ بمبئی کی عجیب زندگی میرے سامنے تھی۔ کھولی بوسیدہ مگر رہنے کے قابل تھی۔ میں یہاں آ گئی تو ناتھو رام نے کہا۔

"تم اس کی صفائی وغیرہ کرو۔ یہاں سب میرے جاننے والے ہیں۔ میں ان سے مل آؤں۔ مگر میری بات کا خیال رکھنا۔" میں نے گردن ہلا دی۔ زندگی کے اس نئے رخ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ کھولی کی صفائی میں مصروف ہو گئی۔ چند منٹ کے بعد مجھے مصیبت بھگتنا پڑی۔ آس پاس کی عورتیں مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہی تھیں۔

"ہاں بے چاری کتنی سُندر ہے۔"

"ہاں ماسی۔ پتہ نہیں کون ماتا پتا تھے۔"

"بھاری ہو گی ان پر۔"

"کیا بات ہے کیا کہہ رہی ہیں آپ لوگ؟" میں نے پوچھا۔

"تیرے ماتا پتا نے ناتھو رام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ری؟"

"کیوں؟"

"زمانے بھر کا لچا لفنگا ہے وہ شرابی جواری۔ آوارہ۔ بھگوان اس سے سب کو بچائے۔"

میں نے ان میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے لگی۔ مجھے اس بے غیرت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ناتھو رام رات کو ایک بجے شراب کے نشے میں دھت واپس آیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے جیب سے نوٹوں کے انبار نکال کر میرے سامنے لگا دیے۔

"جے مہالکشمی جے مہالکشمی۔ تو میرے چال میں کہاں سے اتر آئی۔ ارے دیکھ لوٹ لایا سنسار۔ دیکھ کتنی دولت ہے۔ جیون میں اتنی دولت میں نے نہیں دیکھی۔"

"کہاں سے آئے یہ نوٹ؟"

"تیرے چرنوں کی برکت ہے۔ لکشمی دیوی۔ سب تیرا مان ہے تیرے نام سے جو بازی لگائی جیت گیا۔"

"جوئے میں جیتے ہیں؟"

"ہاں آج تو سب حیران ہو گئے۔ پتہ پڑ رہا تھا۔ ہر بازی اپنی تھی۔ اب عیش کریں گے۔"

"آرام کرو ناتھو رام۔ تم نے زیادہ شراب پی لی ہے۔"

"جے دیوی جے مہالکشمی۔ لے لے۔ اس میں سے جو تیرا دل چاہے لے لے۔"

"مجھے دھن دولت نہیں چاہیے ناتھو رام۔ مجھے تو روپا کی شکل دکھا دو۔ کر سکتے ہو تو یہ احسان میرے اوپر کر دو۔ مجھے سب

کچھ مل جائے گا؟"

"روپا۔ کون روپا؟" اس نے نشے کے عالم میں کہا۔

"میری بہن اور کون۔"

"ارے وہ۔ ناتھورام ہنس پڑا۔ جھوٹ بولا تھا تجھ سے میں نے۔ تیری بہن کیسی روپا۔ میں تو کسی روپا کو جانتا بھی نہیں؟"

"کیا ——؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں رانی مجھے تو تیرے روپ نے پاگل کر دیا تھا۔ یہ کہانی تو میں نے کنول کماری سے سنی تھی۔ اس سمے جب وہ تیری روپا کو لینے کے لیے آدمی بھیج رہی تھی۔ میں نے یہ کہانی سن لی۔ اور تیرے لیے پلان بنالیا۔ کون رادھن سنگھ اور کیسی سورج گرہن بس یہ میرا پلان تھا۔" ناتھورام شراب کے نشے میں سچ بول پڑا۔

لیکن یہ ایک لمحہ۔ یہ ایک لمحہ میری زندگی کا سب سے انوکھا لمحہ تھا۔ میرا دماغ تاریک ہو گیا۔ اس جھوٹ نے مجھے ایک احساس دلایا۔ میرے دل نے کہا۔ کوشل! یہ دنیا بہت عجیب ہے۔ کسی کمزور کو یہاں ایک لمحہ جینے کا حق نہیں ہے۔ جینا چاہتی ہو تو اپنے وجود کو بدل ڈالو۔ اس طرح جیو جیسے یہ دنیا جیتی ہے۔ اس طرح اس دنیا کو بے وقوف بناؤ جس طرح یہ دنیا تمہیں بنا رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔ ہاں ایسا نہیں کر سکتی تو مر جاؤ۔

اور میں اسی لمحہ مر گئی نواز۔ اسی وقت میں مر گئی۔ میرے اندر ایک نئی شخصیت نے جنم لیا۔

"تم یقین کرو نواز یہ میں نہ تھی۔ میں اس زمانے سے اتنی کہاں روشناس تھی لیکن یہ نئی عورت۔ یہ نئی کوشل بہت کچھ جانتی تھی۔ اتنا کچھ کہ میں اس پر خود حیران تھی۔

"کیا سوچنے لگیں جانِ من؟" ناتھورام کی آواز مجھے سنائی دی اور میں چونک پڑی۔

"کچھ نہیں ناتھورام۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ ناتھورام کتنا کٹھور ہے۔" اس نے شرابیوں کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سوچ رہی ہوں ناتھورام۔"

"چلو چھوڑو رانی۔ میں بہت خوش ہوں۔ عورت اور دولت ایک ساتھ ملی ہے۔"

"تم بہت دیر سے آئے ناتھورام۔ دیکھو نا کتنا وقت گذر چکا ہے۔"

"اب انتظار نہ کراؤ رانی۔"

"ایک بات بتاؤ ناتھورام۔ صرف ایک بات۔"

"پوچھو۔"

"روپا سچ مچ تمہارے پاس نہیں ہے؟"

"میں نے مذاق کیا تھا تم سے کوشل۔"

"واقعی تم بے حد شریر ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ناتھورام کو اپنے ساتھ اندر لے آئی۔ کمرے میں میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ دن میں میں نے یہاں کی صفائی کی تھی مجھے معلوم تھا کہ کون سی چیز کہاں ہے۔ چنانچہ پلنگ کے پاس سے میں نے لمبی رسی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سرے دونوں ہاتھوں میں لپیٹ لیے۔

ناتھورام بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ میں اس پر جھکی اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے جیسے اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی ہوں۔ لیکن اصل میں رسی اس کی گردن میں جا پڑی تھی۔ جسے ناتھورام محسوس نہ کر سکا۔ میں نے ہنستے ہوئے رسّی اس کی گردن پر کس دی۔

"یہ کیا کر رہی ہو رانی؟"

"میں بھی بہت شریر ہوں ناتھورام۔ شرارت کر رہی ہوں۔" میں نے یقین کر لیا لیکن ناتھورام کو دوسرے ہی لمحے میری شرارت کا احساس ہو گیا۔ رسّی اس کی گردن پر کس گئی تھی۔

"یہ۔ یہ کیا؟" اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور میں نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

"ہاں ناتھورام۔ میری شرارت ذرا مختلف ہے۔" میں نے پوری قوت سے رسّی کے دونوں سرے کھینچ دیے اور ناتھورام کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔

میں اس وقت اس کی گردن پر طاقت صرف کرتی رہی۔ جب تک اس کے بدن میں زندگی کی ذرا سی بھی رمق رہی۔ اور پھر میں اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ اس قتل پر میں ذرا بھی خوش نہیں تھی۔ اور اس وقت میری ذہنی صلاحیتیں عروج پر تھیں۔ میں نے اطمینان سے اپنی جگہ چھوڑی۔ اس کھولی میں کوئی قیمتی سامان نہیں تھا۔ سوائے ان نوٹوں کے جو ناتھورام لایا تھا اور اس وقت یہ نوٹ میرے لیے بے حد قیمتی تھے۔

میں نے نوٹ سمیٹے انہیں احتیاط سے ایک جگہ جمع کیا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگی۔ ناتھورام کی موت چھپی نہ رہ سکے گی۔ پولیس کو اس کی لاش دستیاب ہو گی اور چال کے لوگ بتائیں گے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔ بیوی غائب ہو گی۔ اگر میں کنول کماری کے پاس واپس چلی جاؤں

تو بہر حال پولیس وہاں بھی ضرور پہنچے گی کیونکہ ناتھورام ان کا ڈرائیور تھا۔ اگر میں یہاں بھی رکی —— تو پولیس آسانی سے مجھے پکڑ لے گی۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ اب تو جو کچھ کرنا ہے اپنے ہاتھ سے کرنا ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں یہ جگہ چھوڑ دوں۔ اس میں وقت نہ ضائع کروں۔

بمبئی میرے لیے اجنبی تھی۔ لیکن اگر جیب میں نوٹ ہوں تو کوئی جگہ اجنبی نہیں ہوتی صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ اور یہ ہمت میرے لیے جنم لے چکی ہے۔ میں اس دنیا میں وقت گذارنے کے لیے صحیح آنکھ پا چکی تھی صحیح سوچ حاصل کر چکی تھی۔

اپنا کوئی نشان میں نے وہاں نہ چھوڑا۔ نوٹ سنبھال کر رکھے —— اور پھر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا خود کو مشکوک کرنا تھا۔

ناتھورام کی لاش کو میں نے بہت سے کپڑوں میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے چھپا دیا تھا۔ صبح ہو گئی۔ دن کے دس بجے میں کھولی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

چال کے مرد اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے تھے۔ عورتیں گھروں کے کاموں میں مشغول تھیں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی اور میں وہاں سے دور نکل آئی۔ پھر مجھے ایک آٹو رکشہ نظر آیا اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔

"کہاں چلوں؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"چلتے رہو۔ بتا دوں گی۔" میں نے جواب دیا ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

بازو دکھنے لگے تھے اور آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے۔ میں نے رکشہ ایک بھرے ہوئے بازار میں رکوا لیا۔ اتر کر ڈرائیور کو بل ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے چل پڑی۔

ایک معصوم گھرانے کی کسی لڑکی کے بارے میں تم اس انداز سے سوچ سکتے ہو نواز اصغر۔ لیکن میرے اندر جو شخصیت ابھری تھی وہ انوکھی۔ وہ اس زمین یہاں کے بسنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کے اندر بے پناہ قوت تھی۔

"انسان کے اندر بہت سی قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں کوشل اور خاص حالات میں یہ قوتیں خود بخود ابھر آتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت وہی قوتیں ابھر آئی تھیں۔ میں خود کو مطمئن اور دنیا شناس سی سمجھ رہی تھی۔ ایک بڑے اسٹور میں داخل ہو کر میں نے اپنے لیے جدید ترین لباس خریدے۔ میک اپ کا سامان اور دوسری چیزیں خریدیں۔ ایک خوبصورت اٹیچی کیس ایک پرس وغیرہ بھی اس کے بعد پھر باہر نکل آئی۔

اس کے بعد میری سہاش ہوٹل منزل تھی۔ یہ درمیانہ درجے کا ہوٹل تھا۔ وہاں کے رجسٹر میں میں نے اپنا نام پونم لکھوایا تھا۔ ہوٹل کا کمرہ بہت پُرسکون تھا۔ یہاں آکر مجھے ایک طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید انسان خود پر بھروسہ کرنا سیکھ لے تو اسے سکون ضرور ملتا ہے۔

"ہاں شاید۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ بہت کچھ کرنا تھا ابھی۔ اگر کم بخت ناتھورام نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور اس کی دوسری کہانی سچی تھی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ روپا کسی نہ کسی طرح کنول کماری کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ بہت اچھا ہو گا اب کنول کماری کے پاس واپسی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن ایک بار صرف ایک بار اسے دیکھنے ضرور جاؤں گی۔ اگر وہ اطمینان بخش حالات میں ہوئی تو پھر میں اپنا کام شروع کر دوں گی۔ ہاں میں اپنے گھر کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ مجھے انتقام لینا تھا خون کا انتقام۔"

وقت گذرتا گیا۔ ہوٹل میں گھسے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا باہر نکلنا ضروری ہے۔

لیکن باہر نکلنے کے لیے میں نے خود کو بدلنا ضروری خیال کیا۔ اتنی تبدیلی پیدا کر لینا تھی خود میں کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ میں نے تیاریاں کیں۔ بمبئی کے بارے میں جاننا بھی چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ میں نے میک اپ کیا خوبصورت لباس پہنا اور خود کو آئینے میں دیکھا تو چونک پڑی۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی اور میرے سامنے کھڑا ہے۔ لیکن یہ میں ہی تھی۔ بالکل بدلی ہوئی شکل میں۔ اور اس شکل میں مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر میں دیر تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی۔ طرح طرح کے مناظر آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔ سب ان سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ پھر ایک بک سٹال کے قریب پہنچ کر میں رکی۔ یہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔ چست لباس میں ملبوس ایک شخص ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں نے بک سٹال والے سے بمبئی کا نقشہ طلب کیا تو چست لباس

والے نے مجھے دیکھا۔ میری نگاہیں اس سے ملیں تو میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے محسوس کیا کہ اس کا چونکنا بے معنی نہیں ہے۔

بہر حال میں نے توجہ نہیں دی اور نقشہ خرید کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے چور نگاہوں سے عقب کا جائزہ لیا تو چست لباس والے کو اپنے پیچھے پایا۔

میں کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ پھر اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب رک گئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔

"کہاں جانا ہے میم صاحب"۔ ڈرائیور نے پوچھا۔

"جوہو" میں نے بے ساختہ جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے پشت کی سیٹ سے سر ٹکا دیا اور عقب نما آئینے کی طرف دیکھنے لگی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا چہرہ اس میں نظر آیا۔ وہ میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میں سنبھل گئی۔

جوہو کے بارے میں میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ بس نقشے میں اس نام پر میری نگاہ پڑی تھی۔ اس لیے یہ نام آسانی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ بہر حال میرا سفر جاری تھا۔

کافی سفر طے ہو چکا تھا۔ میں نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کوئی کار یا ٹیکسی تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ میں نے دوبارہ پشت سے سر ٹکا لیا۔

ٹیکسی اس وقت جس سڑک سے جا رہی تھی۔ اس کے دائیں طرف ریلوے لائن تھی جس پر ایک ٹرین گذر رہی تھی۔ آگے ایک پل تھا پل سے دوسری طرف مڑ کر ٹیکسی ایک سنسان راستے پر چل پڑی۔ اور دفعتاً ہی مجھے ایک احساس ہوا۔ ٹیکسی ڈرائیور کے انداز اچھے نہیں لگے مجھے اس کا عقب نما آئینے میں گھورنا یاد آ گیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے اسے دیکھا تو اس وقت بھی اس کی نگاہ مجھ پر تھی۔

میرے ذہن میں خطرے کا احساس پوری طرح جاگ اٹھا لیکن یہ تو اس نئی شخصیت کا پہلا امتحان تھا۔ جو میرے وجود میں انگڑائی لے کر جاگی تھی۔ یہ تو اس کی پہلی آزمائش تھی۔ اور میں نے اسے پوری طرح اس امتحان کے لیے تیار پایا۔ میرے اندر بے پناہ قوت تھی۔

دفعتاً ٹیکسی نے ایک جھٹکا لیا اور رک گئی۔ یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔ میں نے اطراف میں دیکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے ڈرائیور؟"

"شاید پٹرول ختم ہو چکا ہے"۔ اس نے کہا اور پلٹ کر مجھے دیکھنے لگا۔ "اب کیا کریں میم صاحب؟"

"اس سوال کا جواب مجھے دینا ہو گا ڈرائیور؟"

"مجبوری ہے"۔ اس نے کہا۔

"جوہو۔ یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے پر سکون لہجے میں پوچھا۔

"جوہو" اس نے کہا اور ہنس پڑا تھا "جوہو تو اس طرف نہیں ہے میم صاحب"۔ وہ ہنسا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک چاقو نکال کر کھول لیا۔

"کیا چاہتے ہو ڈرائیور؟" میں نے سکون سے پوچھا۔ لیکن میری سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ کوئی آسمانی قوت نہیں تھی میرے اندر بس میں اپنی ہمت سے کام لے رہی تھی۔

"بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے"۔ وہ ہنس پڑا۔

"مطلب؟"

"تمہیں چاہتے ہیں میم صاحب۔ اس کے بعد تم جہاں کہو گی پہنچا دیں گے"۔

"ہوں۔ اسی جگہ؟" میں نے سوال کیا۔

"تو اور کہاں؟"

"وہ دیکھو۔ ادھر جھاڑیاں ہیں ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دو"۔ میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ارے جیتی رہو رانی۔ آؤ۔ میں نے کہا۔

"مگر ٹیکسی"

"یہ سڑک عام نہیں ہے۔ ٹیکسی اسی جگہ رہنے دو"۔ اس نے کہا اور جھک کر میرے دروازے کا ہینڈل کھول دیا۔ میں نے اس طرح رخ موڑا جیسے نیچے اتر رہی ہوں۔ وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دروازے



کا ہینڈل کھولا اور ایک پاؤں باہر نکال لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے زور سے نیچے دھکا دے دیا وہ قلابازی کھا کر گرا تھا اس کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی لیکن میرے لیے بھی اب ٹیکسی میں بیٹھے رہنے کا جواز نہیں تھا چنانچہ میں بھی پھرتی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ پھر میں نے ایک طرف چھلانگ لگائی لیکن ڈرائیور باقاعدہ جرائم پیشہ معلوم ہوتا تھا اور لڑنے بھڑنے کے فن سے واقف تھا اس نے فوراً پلٹ کر ٹانگ اڑا دی اور میں اس کی ٹانگ میں الجھ کر بری طرح گر پڑی چہرہ بمشکل تمام زمین سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور سیدھا مجھ پر آیا۔ لیکن میں لوٹ لگا کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ دھپ سے زمین پر گرا اس بار کی چوٹ زوردار تھی۔ اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی، میں نے لیٹے ہی لیٹے ایک لات اس کی کمر پر جما دی اور وہ دور جا گرا یہ میرا کام نہیں تھا یقیناً یہ میرا کام نہیں تھا۔ وہی قوت مصروف عمل تھی جو میرے وجود میں بیدار ہوئی تھی۔

اس بار موقع مل گیا تھا۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر مار دی اور وہ ڈکرا کر رہ گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

میں نے لپک کر چاقو اٹھا لیا۔

"شاید یہ تمہاری زندگی کا آخری جرم تھا"۔ میں خوفناک لہجے میں بولی۔

ڈرائیور کے بدن پر خاطر خواہ چوٹیں لگ چکی تھیں۔ وہ نروس ہو گیا تھا۔ چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور میں ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"معاف کر دو بھگوان کے لیے ایک بار معاف کر دو۔ مجھے اچھا سبق مل گیا ہے"۔

"ابھی سے"۔ میں نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کے لیے۔ میرے تین بچے ہیں۔ میرے سوا ان کا کوئی نہیں ہے"۔ وہ گھگھیایا۔

"میرے بارے میں کیوں نہیں سوچا"

"بس ایک بار دیوی بھگوان کے لیے بس ایک بار"۔ اس کی آنکھوں میں زبردست ہراس تھا۔

"تم اس قابل تو نہیں ہو لیکن اگر تین بچے ہیں تمہارے تو تم انہیں دعا دو کہ انھوں نے تمہیں بچا لیا"

"بس ایک بار جیون دے دو۔ اس کے بعد بھگوان کی سوگند کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا"۔

"اٹھو"۔ میں نے کہا اور وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا میرے اشارے پر وہ اٹھ کر ٹیکسی میں جا بیٹھا تھا "چلو ٹیکسی اسٹارٹ کر کے یہاں سے واپس چلو"

ڈرائیور نے بے چون و چرا میری ہدایت پر عمل کیا تھا اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔ پھر راستے میں اس نے پوچھا۔

"جوہو چلوں میم صاحب؟"

"اب نہیں۔ مجھے کسی بھی جگہ اتار کر دفعان ہو جاؤ اور سنو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ آئندہ"

"میرے باپ کی توبہ میم صاحب"

ٹیکسی تیزی سے واپسی کا سفر طے کر رہی تھی۔ ایک جگہ میں نے ٹیکسی روکی اور نیچے اتر گئی۔ ڈرائیور کا چاقو میں نے واپس کر دیا پھر اسے بل ادا کرنے کے لیے پرس کھول رہی تھی کہ وہ ٹیکسی لے بھاگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری زندگی کا یہ پہلا امتحان کامیاب تھا۔

ایک اور ٹیکسی کر کے میں سبھاش پہنچ گئی۔ اور چند لمحات کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔ ایک بار پھر وہی چست لباس والا میرے ذہن میں آ گیا۔ وہ کون تھا اور کیا چاہتا تھا لیکن اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

اس رات میں اپنے مستقبل کے لیے بہت سے فیصلے کرتی رہی کا تھور کی چھینی ہوئی رقم تو کافی تھی لیکن کب تک ساتھ دے گی میرے سامنے مستقبل کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کنول دیوی کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتی تھی زندگی گزارنے کے لیے رقم انتہائی ضروری ہوتی ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ لوگوں کو بے وقوف بناؤں اور زندگی گزاروں۔ یوں بھی اب میں کوئی شریف لڑکی نہیں تھی۔ قاتل تھی خطرناک تھی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ رادھن سنگھ جیسے درندہ صفت انسان سے بدلہ لینے کے لیے شرافت تو بے معنی چیز تھی۔ مجھے وہی کچھ بننا ہو گا جو وقت کی ضرورت ہے۔

اور رات گئے تک میں نے بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ میں اب ایک پختہ حیثیت سے اس شخص کے سامنے آنا چاہتی تھی۔ دوسرے دن میں تقریباً تین بجے تک ہوٹل میں رہی، دوپہر کو بہت ہلکا کھانا کھایا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر خوبصورت میک اپ کیا اور باہر نکل آئی۔

کاؤنٹر پر چابی دی تو کاؤنٹر کلرک نے مسکراتے ہوئے ہیلو کہا۔ میں چونک کر رک گئی "کیا بات ہے۔؟" میں نے سنجیدگی سے اس سے پوچھا اور وہ نروس ہو گیا۔

"کچھ نہیں میم صاحب۔؟"

"جو کچھ دل میں ہے کہو۔"

"کک۔ کچھ نہیں میم صاحب۔ آپ یقین کریں کچھ بھی نہیں"

"تمھاری مرضی۔ کوئی بات ہے تو ضرور کہو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"معاف کیجئے گا میم صاحب۔ وہ سنہا صاحب آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"کون سنہا صاحب۔؟"

"بڑے آدمی ہیں۔ رتن سینما کے مالک۔"

"اوہ۔ وہ۔ کیا کہہ رہے تھے؟"

"بس کھوج کر رہے تھے آپ کے بارے میں" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔ میں نے پرس سے دس دس روپے کے چند نوٹ نکالے اور اس کے سامنے رکھ کر بولی۔

"کیا کہہ رہے تھے مسٹر سنہا؟" کاؤنٹر کلرک نے عجیب سی نگاہوں سے نوٹ دیکھے اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"معاف کیجئے گا۔"

"نوٹ اُٹھالو۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"شکریہ۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔"

"اٹک اٹک کر بات مت کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"انھوں نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ آپ کے کمرے کے بارے میں پوچھا تھا۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ کال گرل ہیں۔ ان کی سابق محبوبہ۔ پوچھ رہے تھے کہ کب سے اس ہوٹل میں ہیں۔"

"اور۔؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"بس اتنا ہی پوچھ رہے تھے۔"

"سنو۔ مجھ سے جو بات ہوئی ہے اسے بھول جانا۔ ہاں ایک بات اور بتادوں۔"

"جی میم صاحبہ۔"

"سنہا صاحب کیا یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔؟"

"کبھی کبھی۔"

"تمھیں کیسے معلوم کہ وہ رتن سینما کے مالک ہیں۔؟"

"جی میں جانتا ہوں انھیں۔"

"میری بات کا خیال رکھنا۔ اگر زبان کھولی تو۔ میں کال گرل کے علاوہ اور کچھ بھی ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ یہ سنہا صاحب کون ہیں۔ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں کیوں میری کھوج میں ہیں۔ رتن سینما۔ میں نے دل ہی دل میں دُہرایا دفعتاً ذہن کے گوشے کھُل گئے۔ بمبئی میں خالی ہاتھ تو بیٹھنا نہیں ہے کوئی اور شکل بھی سامنے نہیں ہے اس لیے کچھ شناساؤں کی ضرورت ہے پھر ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ اگر کاؤنٹر کلرک درست کہہ رہا ہے تو میری تصویر اس کے پاس کہاں سے آگئی۔

یہ بات حلق سے نہیں اُترتی تھی تصویر کی بات یقیناً جھوٹ تھی اس میں سچائی نہیں تھی۔ بہرحال اگر کاؤنٹر کلرک نے جھوٹ بولا ہے تو بچ کر کہاں جائے گا۔

لیکن مجھے ایک مشغلہ مل گیا تھا۔ رتن سینما کے بارے میں معلومات حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ میں پیدل چلتی رہی اور پھر ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے رُک گئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک شریف صورت احمد آبادی بیٹھا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرلو بیٹی۔" اس نے ٹیلی فون اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔

"ڈائرکٹری چاہیئے۔" میں بولی۔

"یہ لو۔" اس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری میرے سامنے رکھ دی۔ رتن سینما کا نمبر تلاش کرنے میں مجھے زیادہ دقت نہ ہوئی اور میں نے رتن سینما کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رتن سینما۔"؟

"ہاں کس سے بات کرنی ہے۔"

"کیا سنہا صاحب موجود ہیں؟"

"نہیں جی۔ وہ اس وقت یہاں نہیں ہوتے۔"

"دیکھئے میں ان کی ایک رشتے دار بول رہی ہوں دہلی سے آئی ہوں مجھے بتایئے وہ اس وقت کہاں ملیں گے۔"

"اس وقت تو پتہ نہیں کہاں ہوں گے۔ ہاں شام کو وہ ریس کورس میں ضرور ملتے ہیں۔"

"اوہ۔ یہاں کب آتے ہیں؟"

"رات کو نو بجے کے قریب۔"

"ضرور آتے ہیں یا کبھی کبھی۔"؟

"نہیں جی رات کو تو ضرور آتے ہیں۔"

"روزانہ۔"؟

"جی ہاں۔ روزانہ۔"

"اُن کے گھر کا پتہ کیا ہے۔؟"

"وہ تو پی پی ہوٹل گیلارڈ میں رہتے ہیں، روم نمبر ستر ہی اُن کی مستقل رہائش گاہ ہے۔"

"اوکے۔ شکریہ۔" میں نے کہا۔

"کوئی پیغام ہو تو بتادیں۔"

"نہیں میں ان سے مل لوں گی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ جیب سے ایک روپیہ نکال کر سامنے رکھا تو شریف صورت دوکاندار نے شکریہ کے ساتھ اُسے قبول کر لیا۔

میں مسکراتی ہوئی واپس پلٹ پڑی تھی لیکن تھوڑی دور چل کر سنہا پھر میرے ذہن میں آگھسا۔ کون ہے یہ؟

بہرحال یہ تو رات کو ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ البتہ ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ سنہا سے رتن سینما میں ملاقات کرنے کے بجائے اگر اس کے ہوٹل کی رہائش گاہ ہی میں مل لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اس کے لیے مجھے پہلے سے گیلارڈ میں پہنچنا ہوگا۔

رات کو دس بجے میں اپنے ہوٹل سے باہر آئی تھی۔ اس وقت کاؤنٹر پر دوسرا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ میں چابی اسے دے کر باہر آگئی اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑی۔

گیلارڈ میری توقع سے شاندار تھا۔ پتہ نہیں اس ہوٹل سے اس کا کیا تعلق تھا بہرحال سنہا جو کوئی بھی تھا اس پر کسی شریف آدمی ہونے کی توقع تو کی نہیں جاسکتی تھی۔ وہ آدمی شریف کیسے ہو سکتا تھا جو ایک سینما کا مالک ہونے کے باوجود کسی ہوٹل میں رہتا ہو۔

اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں اعلیٰ درجے کا جوا ہو رہا تھا۔ اعلیٰ درجے کے لوگ رقمیں ہار رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی شراب پی جا رہی تھی اور اعلیٰ درجے کی کال گرل شکار کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی تھیں۔

میں ایک میز پر جا بیٹھی اور ایک ویٹر میرے پاس آگیا۔

"وہسکی۔" میں نے کہا اور وہ چلا گیا۔ وہسکی کی بوتل میرے سامنے آگئی۔ میں اب بہت کچھ بن گئی تھی۔ اپنا ماحول اپنی ریت بھول گئی تھی۔ میں اس نئی دنیا میں ایک نئے انسان کی حیثیت سے ہی رہا جا سکتا تھا پرانوں کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

لنگے میں ڈوبا ہوا ایک نوجوان میرے سامنے بڑی بیباکی سے آبیٹھا۔ اور میں کرخت نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرا نام ونود ہے۔ تم نے مجھے فلموں میں دیکھا ہوگا تنہا لوگوں کو دیکھ کر میرا دل روتا ہے۔"

"میرا نام ملک الموت ہے۔ تم نے مجھے لوگوں کی روح قبض کرتے دیکھا ہوگا۔ زیادہ اسمارٹ بننے والوں کی کھوپڑی پر بوتل دے مارتی ہوں میں۔"

"واہ۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ اس نے آنکھیں بند کرکے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

بہک گیا تھا بے وقوف اس لیے بے ضرر تھا میرے ذہن میں ایک اور ترکیب آگئی۔ میں نے کہا۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی۔"

"شکریہ شکریہ۔ وہسکی پی رہی ہو۔"

"تم پیو گے۔؟"

"منع کرنا کفر ہوگا۔ کیا نام بتایا تھا تم نے۔"

"اوشا کرن۔"

"ہوشا، بیچ۔ یا کرن۔ کچھ بھی ہو سب ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے شراب کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اور پھر میں اسے شراب پلاتی رہی۔ اس طرح میری جان بھی بچ گئی تھی۔

ہوٹل کی دوسری تفریحات شروع ہوگئی تھیں۔ میرا ساتھی بوتل ختم کرنے کے بعد اُٹھ گیا اور رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو کر تنہا ہی رقص کرنے لگا۔

میں جوئے کی میزوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اب آہستہ آہستہ میں اپنے کام کے بارے میں قدم بڑھا رہی تھی چنانچہ باہر نکل کر میں اوپر جانے والے راستے پر چل پڑی۔ اس کے لیے میں نے لفٹ نہیں استعمال کی تھی بلکہ زینوں کا راستہ اپنایا تھا۔

روم نمبر ستر اس منزل کے آخری سرے پر تھا۔ اس وقت وہ تاریک نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر گھوم کر اس کمرے کے عقبی حصے میں پہنچ گئی۔ یہاں ایک بڑی کھڑکی موجود تھی لیکن وہ اندر سے بند تھی۔

میں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اور پھر بیرونی راہداری میں آگئی۔ کم از کم اس کمرے سے واقف ہوگئی تھی۔

رات کو ساڑھے گیارہ بجے جب میں دوبارہ راہداری کی طرف گئی تو مجھے کمرہ نمبر ستر میں روشنی نظر آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سنہا صاحب سینما سے واپس آگئے ہیں۔

دبے قدموں چلتی ہوئی میں کمرے کے سامنے پہنچ گئی۔ یہاں رُک کر تھوڑی دیر تک حالات کا جائزہ لیتی رہی اور پھر عقبی راہداری میں آگئی یہاں مجھے سنبھلنا پڑا کیونکہ کھڑکی کھُل گئی تھی۔ لیکن مجھے آسانی بھی ہوگئی تھی اس طرح مجھے اندر کا جائزہ لینا مشکل نہ ثابت ہوا۔ میں نے احتیاط سے اندر جھانکا۔ اور موجود شخص کو فوراً پہچان گئی۔ یہ وہی چُست لباس والا تھا جو بک اسٹال پر مجھے دیکھ کر چونکا تھا۔ تو یہ ہیں سنہا صاحب۔

وہ کمرے میں تنہا تھا اور ایک رائٹنگ ٹیبل کے پاس بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں چند لمحات سوچتی رہی پھر میں نے واپس راہداری کی طرف قدم اُٹھا دیئے۔ اپنے دل میں کچھ فیصلے کر چکی تھی۔ بہت بڑا قدم اُٹھانا تھا مجھے۔

بیرونی راہداری میں آکر میں نے پرس سے ایک لمبی لپ اسٹک نکالی اور اس کا ڈھکنا کھول کر پیچھے لگا لیا۔ لپ اسٹک اور لمبی ہو

گئی تھی۔ پہلی نگاہ میں اسے پستول کی نال سمجھا جا سکتا تھا۔ میں نے اسے پرس کی آڑ میں کر لیا اور پھر دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے اندر آ جاؤ۔" سنہا کی آواز سنائی دی۔ اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر شاید پہچان لیا۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ میز کی طرف بڑھا لیکن میں نے لات مار کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ اوپر رکھو مسٹر سنہا۔ وقت سے پہلے مرنا چاہتے ہو تو تمھاری مرضی۔" میں نے لپ اسٹک پرس کی آڑ سے تھوڑی سی نکال دی۔ سنہا کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ ساکت رہ گیا۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر میز پر رکھ دیئے۔ میں نے پلٹے بغیر دروازہ بند کر دیا۔ وہ سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میں لپ اسٹک پرس کی آڑ میں کیے کیے آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ گئی۔ پھر میں نے اس کے عقب میں آ کر لپ اسٹک اس کی کھوپڑی سے لگا دی اور ہاتھ بڑھا کر دراز کھول لی۔ اوپری دراز میں ایک سیاہ رنگ کا پستول نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"پستول کے لیے بہت بہت شکریہ سنہا۔" یہ کہہ کر میں نے لپ اسٹک اس کے سامنے ڈال دی۔ سنہا کے ہونٹ کھلے اور بند ہو گئے وہ تلملا کر رہ گیا تھا۔ میں اس کے سامنے آ گئی۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ میز کے پیچھے سے نکل ہی آئیں۔ اٹھو۔" میں نے دوسرا جملہ کرخت لہجے میں کہا تھا وہ اٹھ گیا۔ "اس طرف۔" میں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو۔؟"

"مجھے بھول گئے مسٹر سنہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری تصویر اس وقت بھی آپ کی جیب میں موجود ہوگی۔" سنہا کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف اٹھا پھر نیچے گر گیا۔

"نکال لیں۔ نکال لیں تصویر۔ ذرا میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ میرے پاس نہیں ہے۔" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کہاں گئی؟"

"تم آخر چاہتی کیا ہو کون ہو؟"

"وہی مسٹر سنہا جسے تم تلاش کر رہے ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔ ورنہ موت تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"آج کا دن ہی منحوس ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"رات اس سے بھی زیادہ منحوس ثابت ہوگی۔ ویسے دن کیوں منحوس ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں ریس میں چھ لاکھ روپے ہار گیا۔"

"اسی کا حساب کر رہے تھے شاید۔"

"ہاں۔"

"اس وقت زندگی ہار جانے کا خطرہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس منحوس دن کو ہوشیاری سے ٹال دو۔" میں نے کہا۔

"کیا چاہتی ہو تم۔؟"

"کس نے تمھیں میرے پیچھے لگایا ہے۔؟"

"رام داس نے۔"

"یہ کون ہے؟"

"سورج گرہن کا مقامی کنٹرولر۔"

"کیا چاہتا ہے وہ؟"

"تمھاری بازیابی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟ بولتے رہو۔"

"مجھے تو کچھ اور بتایا گیا تھا۔ تصویر بھی۔"

"بولتے رہو سنہا بولتے رہو۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تم ایک دیہاتی ٹائپ کی لڑکی ہو۔ اس لیے تمھیں بک اسٹال پر دیکھ کر الجھن میں پڑ گیا تھا۔"

"رام داس میری بازیابی کیوں چاہتا تھا۔؟"

"یہ اسے ہی معلوم ہوگا۔"

"کتنے آدمی کام کر رہے ہیں میرے لیے۔؟"

"بے شمار۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔"

"ان کے نام اور پتے بتاؤ۔"

"یقین مانو مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح تمھاری تلاش میں تھا۔"

"سبھاش ہوٹل میں میری قیام گاہ کے بارے میں تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پتہ لگا تھا۔"

"اور کچھ سنہا صاحب؟"

"بس اور کچھ نہیں۔ البتہ تم اگر چاہو تو بتا دو کہ سورج گرہن سے تمھاری کیوں ٹھن گئی ہے۔" اس نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ صوفے کی پشت کی طرف جا رہا ہے۔ میں صورت حال سے پوری طرح آگاہ تھی سنہا کے بارے میں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ میرا دشمن ہے اور سورج گرہن کی طرف سے یہاں میری گرفتاری یا قتل پر معمور کیا گیا ہے۔ میرے اور سورج گرہن کے درمیان چونکہ باقاعدہ ٹھن چکی تھی اور رادھن سنگھ اب میرا بدترین دشمن تھا اس لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اپنے دشمنوں کو ختم کر کے اپنا راستہ صاف کرتی چلوں چنانچہ میں نے اس پہ بے دریغ گولی چلا دی۔

سنہا کا ہاتھ پیچھے بڑھتے بڑھتے رکا اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا دوسرے لمحے میں نے ایک اور گولی اس کے سینے پر داغ دی یہ دو فائر کرنے کے بعد میرا یہاں ایک لمحے کو رکنا بھی مناسب نہ تھا چونکہ فائرنگ کی آواز یقیناً باہر سن لی گئی تھی۔ اگر میں یہاں پھنس گئی تو اس کے بعد میرا نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔

چنانچہ میں پھرتی سے باہر نکل آئی۔ یہ بھی نہیں دیکھا میں نے کہ سنہا زندہ ہے یا مر گیا اور اس کے بعد میرے لیے اس ہوٹل سے باہر نکل جانا مشکل نہیں ہوا۔ البتہ میں نے ہوٹل میں افراتفری دیکھی تھی یقیناً فائرنگ کی آواز سن لی گئی تھی۔ لیکن لوگ ابھی تک یہ نہیں جان سکے تھے کہ فائرنگ کہاں ہوئی ہے۔

اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی باہر نکل آئی اور اس کے بعد مجھے ایک گلی کے کنارے پر ٹیکسی مل گئی۔ سنسان سی گلی تھی اور اس طرف سے نکلنے میں، میں نے عافیت سمجھی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی میرے قریب روک دی اور میں اس میں بیٹھ گئی لیکن میں نے اسے فوراً ہی اپنے ہوٹل کا پتہ نہیں بتایا تھا کم از کم اتنی احتیاط رکھنا چاہتی تھی۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیوروں سے میری صورت حال پتہ چل جاتی، چنانچہ میں ایک بھرے بازار میں اتر گئی۔ وہاں سے ایک دوسری ٹیکسی لی اور اس کے بعد ہوٹل سبھاش پہنچ گئی۔

سبھاش کے کمپاؤنڈ میں سناٹا تھا چند کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں میں کاؤنٹر پر پہنچی یہ ہوٹل میری نگاہوں میں پہلے ہی مشکوک ہو چکا تھا کاؤنٹر کلرک گو اس وقت دوسرا تھا اور اونگھ رہا تھا۔ لیکن جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے میرے کمرے کا نمبر بتانے پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا ہو۔

بہرطور میں چابی لے کر اوپر پہنچ گئی۔ راہداری تاریک پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ابھی میں اندر قدم رکھنے بھی نہ پائی تھی کہ دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ بتی جلانے سے پہلے ہی میں اس احساس کے تحت سنبھل گئی اور دوسرے ہی لمحے میں کمرے میں داخل ہونے کے بجائے راہداری میں بھاگ آئی اسی وقت ٹس کی آواز کے ساتھ فائر ہوا اور گولی میرے بائیں شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔

یقیناً یہ سائلینسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا گیا تھا اب یہ سوچنا حماقت تھی کہ فائرنگ کرنے والے کون ہیں ظاہر ہے میرے دشمن یہاں جگہ جگہ موجود تھے چنانچہ اس وقت میرے لیے یہی بہتر تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے جتنی دور ہو سکے نکل جاؤں۔

وہ لوگ میرے پیچھے دوڑ رہے تھے اور میں راہداری میں اتنی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی کہ اس سے پہلے کبھی نہ دوڑی ہوں گی زینوں پر پہنچ کر میں گرتے گرتے بچی، زینے اترنے میں بھی خاصی دقت پیش آئی تھی میں نے اب روشنی میں ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا ان کی تعداد تین کے قریب تھی یا ممکن ہے ان کے پیچھے بھی کچھ لوگ موجود ہوں، بہرطور مجھے اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر میں گیٹ کی طرف دوڑی وہ میرے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے اور بار بار گولیاں چلا رہے تھے۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے کس طرح جان بچاؤں، بہرطور اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جس طرح ممکن ہو سکے میں بھاگتی رہوں اب مصیبت میں تو پھنس ہی گئی تھی کیا کر سکتی تھی۔

کمپاؤنڈ سے باہر نکلنے کے بعد میں نے تنگ و تاریک راستوں کی تلاش شروع کر دی۔ گولیاں اب بھی چل رہی تھیں اور کوئی بھی گولی، کسی بھی وقت میرے وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دیتی۔ تاریکی میں دوڑتے قدموں کی آوازیں مجھے اپنے پیچھے سنائی دے رہی تھیں تھوڑے فاصلے پر جانے کے بعد دفعتاً مجھے بائیں سمت ایک پتلی سی گلی نظر آئی اور میں اس میں داخل ہو گئی، گلی خاصی تاریک اور سنسان تھی غالباً یہ دو عمارتوں کا درمیانی حصہ تھا یہاں گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کوڑا کرکٹ کھانے پینے کی سڑی گلی اشیا اور دوسری ایسی ہی چیزیں۔

کسی پھل کے چھلکے پر میرا پاؤں پھسلا اور میں اوندھے منہ زمین پر گری پیشانی تھوڑی سی زخمی ہو گئی تھی لیکن اس وقت کسی زخم کی پرواہ کرنا حماقت تھی مجھے صرف دوڑنے ہی میں زندگی نظر آ رہی تھی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اٹھی اور پھر دوڑنے لگی۔

پھر گلی کے دوسرے کنارے پر پہنچی تو دفعتاً ایک سیاہ رنگ کی بڑی سی گاڑی گلی کے عین سامنے رکی اور چونکہ میں بے تحاشا گلی سے نکلی تھی اس لیے بری طرح اس گاڑی سے ٹکرا گئی۔

ٹکراتے ہی دفعتاً مجھے اپنے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہوئے محسوس ہوئے میری زخمی پیشانی پر دوبارہ چوٹ لگی تھی آخری احساس یہی تھا کہ کچھ گولیاں اس گاڑی کی باڈی سے ٹکرائی ہیں اور اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا لیکن زندگی تھی تو ہوش بھی آنا تھا جاگی تو خود کو ایک صاف و شفاف وسیع اور کشادہ کمرے میں پایا۔ اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے لیکن جب بائیں سمت نظر پڑی تو ایک نرس میرے نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔ ہسپتال میرے ذہن نے ایک نعرہ لگایا۔ پھر میرا سر گھوم گیا۔ داہنی طرف ایک کرسی پر جس شخص کو میں نے بیٹھے ہوئے دیکھا اسے دیکھ کر میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے وہ سفید سوٹ پہنے ہوئے تھا چہرہ سانولے رنگ کا تھا اور

خدوخال بگڑے ہوئے ان خدوخال کو دیکھ کر ذہن میں ایک دہشت کا تاثر اُبھرتا تھا بائیں گال پر آنکھ سے لے کر تھوڑی تک ایک گہرا زخم تھا جانے وہ کریہہ شکل آدمی کون تھا اس کی آنکھیں میری جانب نگراں تھیں میرا بدن لرز کر رہ گیا چند لمحات میں کچھ سوچتی رہی اور دفعتاً نرس نے میرے قریب آکر کہا۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟"

"جی۔" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا اور کریہہ صورت آدمی چونک پڑا۔

"ہوش آگیا۔" اس کی خوفناک بھاری آواز اُبھری۔

"یس سر۔"

"ٹھہرو۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور میرے نزدیک آگیا۔ قدوقامت میں خاصا تھا اور دیوہیکل آدمی کافی ہیبت ناک نظر آتا تھا اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے میری کلائی پکڑی اور آہستہ سے بولا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بہن۔" اس کے چہرے مہرے اور جسامت و شکل کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کی خوفناک آواز دل میں سوراخ کر دے گی لیکن اس وقت اس کا نرم لہجہ اور پھر ایک لفظ بہن مجھے بہت عجیب سا محسوس ہوا تھا میں متعجبانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"فکر کرنے کی بات نہیں۔ بہن تم اب خطرے سے باہر ہو۔" اس نے کہا۔ اور میں مسلسل اس کی شکل دیکھتی رہی، پھر وہ نرس سے بولا۔

"کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے نرس چیک اپ کرو۔"

"نہیں جناب۔ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔"

"میں مکمل اطمینان چاہتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اگر آپ کہیں تو میں ڈاکٹر فیروز کو بلا لاؤں۔"

"ہاں۔ اُسے بُلا لاؤ۔ اس سے کہو کہ اس کو چیک کرے اور مجھے بتائے کہ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے۔" نرس باہر نکلنے ہی والی تھی ایک دراز قامت آدمی اندر داخل ہوگیا۔ دُبلے پتلے بدن کا مالک تھا اور لباس سے ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا اس کے گلے میں استھیکوپ بھی پڑا ہوا تھا اُس کے اندر پہنچتے ہی خوفناک شکل کا آدمی اُس سے کہنے لگا۔

"ڈاکٹر ہوش آگیا ہے معائنہ کرو اور مجھے بتاؤ کیا صورتحال ہے۔"

"میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے قادر صاحب تشویش کی کوئی بات نہیں ہے کوئی بھی زخم ایسا نہیں ہے جو قابلِ تشویش ہو گولی شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی ہے اس نے ہڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا آپ بالکل مطمئن رہیں یہ اگر آج رات یہاں رہ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ آپ انہیں لے جا بھی سکتے ہیں۔"

"نہیں ڈاکٹر اس کا مکمل علاج یہیں ہونا چاہیے۔" جس شخص کا نام قادر بتایا گیا تھا اور جو خوفناک شکل کا آدمی تھا اس نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں یہاں انہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور کریہہ صورت آدمی میرے نزدیک بیٹھ کر بولا۔

"بہن کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی تمہارا دشمن ہے تو یقین کرو اُسے زندگی بھر اس دشمنی کا افسوس رہے گا۔ بلکہ شاید موت کے بعد بھی وہ اس دشمنی کا افسوس کرتا ہے۔ میرا نام قادر ہے۔ ایک بُرا آدمی ہوں لیکن جب تمہیں بہن کہا ہے تو یہ الفاظ نبھا دوں گا کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے" میرے دل کو ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا میرے لیے ہر چند کہ یہ الفاظ یہ ماحول یہ نام بے معنی ہو کر رہ گئے تھے لیکن ایک بات میں ضرور جانتی تھی کہ اگر کوئی بُرا آدمی کوئی بات کہتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے کہی جاتی ہے اور اس کی سچائی پر کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی میری نگاہوں میں محبت کے آثار تھے۔ تب اس نے ہاتھ اُٹھا کر ڈاکٹر اور نرس سے کہا۔

"جاؤ تم لوگ باہر نکل جاؤ۔ میں اپنی بہن سے کچھ باتیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے قادر صاحب۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور نرس کو اشارہ کرکے باہر نکل گیا۔ خوفناک شکل کا آدمی میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل پریشانی ہوتی۔ میں نے دو تین بار اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔

"میرا نام قادر ہے بمبئی کے غنڈوں میں شمار ہوتا ہوں۔ لیکن پورے بمبئی میں ایم۔ اے پاس غنڈہ ایک ہی ہے وہ جس کا نام قادر ہے۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"دنیا بھر میں دُکھوں کی کہانیاں یکساں ہوتی ہیں تمہاری کہانی بھی ان جیسی ہی ہوگی۔ میں تم سے تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ بس مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔؟"

"میں تمہیں کہاں ملی تھی؟"

بائی کلہ کے علاقے میں شاید تم پر کوئی گولیاں برسا رہا تھا اور تم دوڑتے دوڑتے گر کر بیہوش ہو گئی تھیں۔ میرے آدمی اُدھر سے گزر رہے تھے تمہیں اُٹھا کر لے آئے ہیں تمہیں ایک بات اور بتا دوں لڑکی کیونکہ تمہارا نام مجھے معلوم نہیں ہے شاید میں اتنا رحم دل نہ بنتا لیکن بہت عرصے کے بعد میرے دل میں گداز پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میری بہن کی ہمشکل ہو۔ ہاں بہن، میں نے اسی لیے تمہیں بہن کہا ہے اور ہم جیسے لوگ جب کسی کو بہن کہہ دیتے ہیں تو پھر اپنا فرض نبھا دیتے ہیں۔ میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا مگر تم جہاں کہیں بھی جانا چاہو جو کچھ تمہاری خواہش ہو مجھے بتا دو۔" ہمدردی کے لاتعداد الفاظ میں نے مختلف زبانوں سے سُنے تھے اور سچ بات تو یہ ہے کہ اب میں اتنی پختہ کار ہو چکی تھی کہ ان الفاظ پر جذباتی نہیں ہو سکتی تھی۔ دنیا نے مجھے یہ سکھایا تھا کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئے اور کوئی مخلص ہونے کی کوشش کرے تو نہایت ہوشیاری سے اُس سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی جائے جذباتی ہو کر اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینے سے ہمیشہ نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تاہم میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی میں ایک پریشان حال لڑکی ہوں کچھ لوگ نامعلوم وجوہات کی بناء پر میرے دشمن بن گئے ہیں۔ مجھے بہت سی بار ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن تقدیر مجھے ان سے بچاتی رہی میں یہ اندازہ نہیں لگا پائی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کیوں میری جان کے گاہک بن گئے ہیں کاش مجھے اس کا اندازہ ہو جاتا۔"

"تمہارا کوئی گھر ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"بدقسمتی تو یہی ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے میرا مجھے کسی کا سہارا حاصل نہیں ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہ کہو مجھے دُکھ ہوگا تم نے میری بہن کی شکل پائی ہے۔ میں تمہیں دربدر نہیں ہونے دوں گا سنو بہن اپنا نام بھی نہ بتانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں بس ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔ کچھ لوگ میرے لیے کام کرتے ہیں جب اور جہاں جانا چاہو تندرست ہونے کے بعد میری ذمہ داری پر چلی جانا بھائی سے جس چیز کی ضرورت ہو طلب کر لینا بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا میرا نام قادر ہے یہاں کے سب لوگ مجھے جانتے ہیں ڈاکٹر سے کہنا کہ مجھ سے بات کرے وہ تمہیں میرا فون نمبر بتا دے گا۔ اور جب تم چاہو گی مجھ سے بات کرا دے گا۔"

"میرا نام کوشل ہے بھیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس اعتماد کا شکریہ۔ ویسے فکر مت کرنا وہ جو کوئی بھی ہیں اب تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے میں اُن سب کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ میں جیتا ہوں اور مجھے یقین ہے وقتی طور پر ہی سہی تم اپنے بھائی پر اعتبار کرو گی۔ وہ اُٹھا اور باہر نکل گیا۔ میں خاموشی سے کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر واپس آگیا اور نرس نے میرے بازو میں ایک انجکشن دیا اور دوا کی ایک خوراک بھی مجھے پینا پڑی۔ اس کے بعد میری آنکھوں میں غنودگی طاری ہو گئی شاید دوا میں کوئی خواب آور چیز شامل تھی۔ ویسے یہ میرے حق میں بہتر ہی ہوا کیونکہ میں اب ان ہنگاموں سے تھک کر چور ہو گئی اور تھوڑی دیر سکون سے سونا چاہتی تھی لیکن یہ نیند خاصی طویل ثابت ہوئی۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ نرس نے مجھے دیکھا تو مسکرا دی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"ٹھیک ہوں کیا وقت ہو گیا سسٹر۔؟" میں نے پوچھا۔

"گیارہ بج چکے ہیں۔ باتھ روم ہو آیئے۔ میں آپ کے لئے ناشتہ لاتی ہوں۔"

"شکریہ سسٹر۔" میں نے کہا اور بیڈ سے اُتر گئی۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ میرے سامنے آگیا۔ میں ناشتہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی جو میرے دشمن تھے۔ اور یہاں بھی مجھے چین نہیں لینے دینا چاہتے تھے۔ سورج گرہن تنظیم راد من سنگھ کا فیوڑ کری تھی اور اس تنظیم کے بارے میں مجھے اتنی معلومات حاصل ہو چکی تھیں کہ ملک گیر ہے اور خاصے لمبے ہاتھ رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے میرے دشمن اب تک میرے اس نئے ٹھکانے سے واقف ہو چکے ہوں اور کسی کارروائی کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ میں نے خود کو اُن کی جگہ رکھ کر سوچا اور پھر کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ میرے بستر کے بائیں سمت ایک کھڑکی موجود تھی نہ جانے یہ کھڑکی کہاں کھلتی ہے مجھے خطرہ تھا وہ مجھے ہلاک کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوں گے اور خاص طور سے اُن کے ایک اہم آدمی کے قتل کے بعد تو وہ میری جان کے لاگو ہو گئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ بمبئی میں ان کے وسائل کتنے ہیں اور اگر میں قادر کو اُن کے پیچھے لگا دوں تو وہ ان کے مقابلے میں کیا ثابت ہوگا لیکن سورج گرہن کا معاملہ خاصا پریشان کن تھا اس بارے میں سوچتی تو ذہن کو کسی قدر خوف کا احساس ہونے لگتا تھا۔ نرس مجھے ناشتہ دے کر باہر جا چکی تھی۔ کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور کھڑکی کے نزدیک جا کھڑی ہوئی میں نے کھڑکی کھول کر دوسری طرف دیکھا ہسپتال کی چار دیواری زیادہ دور نہیں تھی۔ کھڑکی کے دوسرے طرف کا پارکنگ تھی۔ لیکن یہ جگہ ذرا

اونچی تھی۔ یعنی دوسری طرف زمین پر کھڑے ہو کر کھڑکی میں نہیں جھانکا جا سکتا تھا البتہ اوپر چڑھا جا سکتا تھا۔ دفعتاً میرے ہونٹ سکڑ گئے اُس طرف ایک آدمی موجود تھا اور اس انداز میں کھڑا ہوا تھا جس سے مجھے خوف محسوس ہوا، غالباً اُس نے بھی کھڑکی کی طرف دیکھ لیا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرا دیا میرے چہرے پر خوف کے آثار شاید اس نے محسوس کر لیے تھے، چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا میں سنسنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔

"کسی قسم کی فکر نہ کرنا بہن جی۔ میں اُستاد قادر کا آدمی ہوں اور آپ کی حفاظت کر رہا ہوں"۔ میں نے ایک گہری سانس لی میرے دل میں قادر کے لیے احسان مندی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے کسی قدر سکون ہو گیا۔ قادر واقعی قول کا دھنی ہے۔ وقت گزرتا رہا اور دن کے تقریباً دو بجے ڈاکٹر میرے پاس آیا۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہوں ڈاکٹر۔ کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"اس کے باوجود چند روز آپ کو ہسپتال میں رہنا ہوگا زخم معمولی سے ہیں لیکن استاد قادر کا کہنا ہے کہ مکمل علاج کے بعد ہی آپ کو ہسپتال سے جانے دیا جائے"۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب"۔ میں نے جواب دیا۔

"قادر، میرا مطلب ہے اُستاد قادر کہتے ہیں کہ آپ اُن کی بہن ہیں"۔

"ہاں ایسی ہی بات ہے"۔

"میں کچھ زیادہ پوچھنا نہیں چاہتا، لیکن مجھے یہ لگتا نہیں ہے کہ آپ؟"

"ڈاکٹر بعض اوقات حقیقتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں"۔ میرے اس گول مول جواب نے ڈاکٹر کو خاموش کر دیا۔ وہ چلا گیا اور میں اُن تاریک چہروں اور پُرنور دل والوں کے بارے میں سوچنے لگی جو پتہ نہیں کہاں چھپے ہوتے ہیں اور جب نظر آ جاتے ہیں تو انسان کے لیے نیکیوں کا باعث بن جاتے ہیں قادر نے میری حیثیت جانے بغیر میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اور میں اُس کے اس احسان کو بھول نہیں سکتی تھی۔ شام ہو گئی ہسپتال میں روشنیاں جل اُٹھی تھیں میں نے پورا دن کسی خاص واقعے کا انتظار کیا تھا لیکن دن سکون سے گزرا تھا۔ ممکن ہے میرے دشمن میری اس رہائش گاہ کے بارے میں کچھ جان نہ سکے ہوں، ممکن ہے وہ اپنی کارروائی کے لیے رات کا انتظار کر رہے ہوں مجھے بہر طور محتاط رہنا ہوگا۔ رات کے ہلکے پھلکے کھانے کے بعد نرس نے مجھے آرام کا مشورہ دیا۔ اور چلی گئی لیکن میرے وجود میں ایک بے سکونی سی تھی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں، یوں کب تک انتظار کرتی رہوں گی۔ لیکن کیا کیا جائے اب بظاہر کوئی ایسا راستہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں رادھن سنگھ کے راستوں پر پہنچ سکوں۔ میں اپنی زندگی کو ان چیزوں کے لیے وقف کر چکی تھی۔ تو اس وقت تک تو مصروف عمل رہنا تھا جب تک یا تو رادھن سنگھ کا خاتمہ نہ ہو جائے یا پھر میری اپنی زندگی موت کی آغوش میں نہ پہنچ جائے۔ انہی ذہنی اُلجھنوں میں گھری ہوئی کھڑکی کے قریب آکر کھڑی ہو گئی اور میں نے کھڑکی کھول لی باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، احاطے میں کھڑے درخت جھوم رہے تھے۔ ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور کہیں سے بھینی بھینی پھولوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ دیر تک میں اس بھینی بھینی خوشبو سے لطف اندوز ہوتی رہی اور پھر واپس پلٹی ہی تھی کہ کوئی شے سنسناتی ہوئی میری گردن کے قریب سے گزری اور سامنے دیوار پر لگا ہوا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز دور دور تک پھیل گئی میرے کان اس سنسناہٹ سے ناآشنا تھے یقیناً مجھ پر گولی چلائی گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں بیٹھ گئی اور دوسری گولی کا انتظار کرنے لگی لیکن دوسرا فائر نہیں کیا گیا البتہ باہر کچھ فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن کے سارے روشن ہو گئے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بالآخر میرے دشمن میرے ٹھکانے سے واقف ہو گئے تھے آہ۔ وہ یہاں تک پہنچ گئے۔

"اب کیا ہوگا۔ کیا قادر کے آدمی چلے گئے۔ کیا ان لوگوں پر قابو پا لیا گیا۔!

ایک بار پھر خود کو غیر محفوظ خیال کیا۔ اور اپنی بے بسی کے احساس سے آنکھوں میں نمی پیدا ہو گئی۔ اب کیا ہوگا۔ یقیناً گولی چلانے کے بعد اب وہ اس کا نتیجہ دیکھنے آئیں گے اور پھر"

میں نے سراسیمہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی سوائے دروازے کے لیکن دروازے کے باہر کیا دروازے کے باہر وہ موجود نہ ہوں گے۔

دل سینے میں اُچھل رہا تھا لیکن پھر حواس بحال ہو گئے اور مجھے اپنی اس بدحواسی پر خود ہی غصہ آنے لگا۔ میں نے خود کو سمجھایا یہ کیا بے وقوفی ہے۔ یا رہا رہ دل بزدلی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ یہ بزدلی کیا مجھے کامیاب ہونے دے گی۔

خود کو سنبھالا۔ اور دروازے کے پاس آگئی۔ اس وقت میں نے کچھ آوازیں سنیں۔

"ہاں اسی کمرے سے آئی ہے۔" کسی مرد نے کہا۔

"تمہیں یقین ہے۔؟" یہ نسوانی آواز تھی جو نرس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہاں سسٹر"۔

"مگر کیسی آواز تھی"۔

"شیشہ ٹوٹنے کی"۔

"آؤ دیکھیں اس کمرے میں تو ایک اہم مریض ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کے لیے خاص طور سے ہدایت کی تھی"، یہ الفاظ میرے لیے باعث سکون تھے شیشہ ٹوٹنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی اس لیے کہ ایک نرس اور وارڈ بوائے میرے کمرے میں گھس آئے انھوں نے تعجب سے شیشے کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگے۔

"کسی نے۔ کھڑکی سے کوئی چیز پھینکی ہے جو اس شیشے میں آکر لگی۔

میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور وارڈ بوائے کھڑکی کی طرف دوڑے۔ پھر ان میں سے ایک اس اونچی کھڑکی سے نیچے کود گیا، نرس مجھ سے میری خیریت دریافت کر رہی تھی اور دوسرا وارڈ بوائے اس چیز کو تلاش کر رہا تھا جس سے شیشہ ٹوٹا تھا۔ پھر اُس نے جو شئے تلاش کی اُسے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا یہ تو را ئفل کی گولی تھی۔

وہ نرس کو گولی دکھانے لگا اور نرس خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کسی نے۔ کسی نے آپ پر گولی چلائی ہے" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھ پر۔ نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔ میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ وارڈ بوائے دروازے سے اندر داخل ہو گیا جو کھڑکی سے کود کر نیچے گیا تھا۔

' بڑا ہنگامہ ہوا ہے باہر خوب گولیاں چلی ہیں غالباً بدمعاشوں کی دو ٹولیاں تھیں جن میں جھگڑا ہوا ہے دونوں فرار ہو گئے۔

"اوہ۔ تو یہ فائرنگ انہی کے درمیان ہوئی ہو گی، خدا کا شکر ہے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا"۔ نرس نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے"۔ تھوڑی دیر تک میری دلجوئی کرتی رہی پھر باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آرام کرسی پر بیٹھ گئی لیکن دس بارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ قادر کا ایک آدمی دروازے سے اندر آ گیا اس کے پیچھے وہ ڈاکٹر بھی تھا۔

"اُستاد قادر نے کہا ہے کہ آپ کی طبیعت اگر ٹھیک ہو تو ہم یہاں سے چلیں۔ بے کار رکھنے سے کیا فائدہ"۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے آنکھ سے اشارہ بھی کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں"۔ ڈاکٹر نے شانے ہلا دیئے اور پھر مزید تھوڑی دیر لگی کچھ دیر بعد میں ایک لمبی فورڈ میں اُس شخص کے ساتھ آ بیٹھی۔ اُس نے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول لیا تھا اور خود اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا کار آگے بڑھ گئی۔

"قادر نے کیا کہا ہے میرے لیے"۔

"ادھر آپ پر گولی چلایا گیا تھا نا میم صاحب ادھر ہمارے آدمی بھی موجود تھے۔ انھوں نے جوابی حملہ کیا اور ان میں سے ایک کو گرا لیا گیا۔ دوسرے بھاگ گئے مگر ان میں بھی ایک زخمی ہو گیا ہے"۔

"جسے گرا لیا گیا تھا وہ مر گیا"۔ میں نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"نہیں ٹانگ میں گولی مارا تھا اس کا ایک ٹانگ خلاص ہو گیا مگر وہ زندہ ہے۔ استاد کے پاس پہنچا دیا گیا ہے اُسے"۔

"گڈ۔ رفتار تیز کر دو کہیں وہ کم بخت کچھ بتانے سے پہلے نہ مر جائے"۔ میں نے کہا اور اس نے کار کی رفتار میں تیزی کر دی میں دل ہی دل میں قادر کی ممنون تھی وہ کھلے دل سے میری مدد کر رہا تھا اور مجھ پر توجہ دے رہا تھا ورنہ بڑی مشکلات پیش آتیں یہ شخص بغیر کسی لالچ کے اس حد تک میری مدد پر آمادہ تھا کہ میرے دل میں اس کا احترام پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ بمبئی میں بے یار و مددگار تھی کوئی ایسا سہارا نہیں تھا جس سے اپنے لیے بہتر راستے تلاش کر سکتی چنانچہ قادر کو ہمراز بنانا ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں قادر کے پاس پہنچ گئی عجیب سی جگہ تھی، بڑی سی عمارت جس کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ تھا بعد میں چند کمرے بنے ہوئے تھے احاطے میں بنچیں پڑی ہوئی تھیں اور وہاں عجیب عجیب قسم کے لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔

مجھے احترام سے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں قادر موجود تھا اس کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے۔

"جاؤ تم لوگ میں اپنی بہن سے باتیں کروں گا"۔ قادر نے کہا اور میں نے دیکھا کہ ان سب نے آنکھیں جھکا لی ہیں۔ قادر کی اس بات کے بعد ان میں سے کسی نے میری صورت دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی چند لمحات کے بعد کمرے میں میرے اور قادر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا۔

"ایک چوہا پکڑ لیا ہے میں نے۔ پتہ چل گیا ہوگا"۔

"ہاں۔ کہاں ہے۔؟"

"اندر بند ہے گولی لگی ہے اس کی ٹانگ میں گولی نکلوا دی

گئی ہے اب تم بتاؤ اس کے بارے میں۔ کیا کرنا ہے۔"

"کیا میں اس کو دیکھ سکتی ہوں۔"

"یقیناً تمھارے لیے محفوظ کیا ہے میں نے۔ مجھے اس حد تک اندازہ نہیں تھا کہ وہ ہسپتال بھی پہنچ جائیں گے بہرطور میرے آدمی وہاں موجود تھے۔"

"آپ کو قادر آپ کو۔۔؟"

"بس، بس ایسا کوئی لفظ توکم از کم منہ سے نہ نکالو۔ میں اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہتا۔" قادر نے کہا اور میں شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔

بہرطور وہ مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بستر پر ایک خوفناک آدمی پڑا ہوا تھا اس کا اوپری ہونٹ گھنی مونچھوں میں چھپا ہوا تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر سخت کرب کے آثار نمایاں تھے۔

"خدا کے لیے۔ خدا کے لیے مجھے ہسپتال بھجوا دو میں مر رہا ہوں مجھے پولیس کے حوالے کر دو مجھے پولیس کے حوالے کر دو میں مرا جا رہا ہوں۔"

"ابھی کہاں دوست ابھی تو تمھیں مرنا پڑے گا تمھیں ہر لمحہ مرنا پڑے گا تمھیں بتانا پڑے گا کہ تم کون ہو۔۔؟"

"دادا۔ میں تمھیں جانتا ہوں دادا۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ تمھاری کوئی ہے ورنہ ہم لوگ ایک دوسرے کا خیال کرتے ہیں۔" وہ بولا اور قادر اسے دیکھنے لگا۔

"کون سے اڈے کے ہو۔"

"کسی اڈے کا نہیں دادا بس اپنا کام کرنے میں مجھے جیل بھجوا دو یا اسپتال بھجوا دو۔"

"تم فکر مت کرو دوست۔ اسپتال ادھر ہی آ جائے گا بس تم سچ اگل دو۔ یہ بتاؤ تم نے اس پر گولی کیوں چلائی تھی۔"

"مجھے۔ مجھے پانچ ہزار روپے ملے تھے اس کا معاوضہ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"

"اور کون تھا تمھارے ساتھ۔"

"کوئی بھی نہیں دادا۔ کوئی بھی نہیں۔ مجھے اسپتال بھجوا دو۔ میں مر رہا ہوں۔"

"مرتے رہو مرتے رہو ہم نے تمھیں مارنے کے لیے ہی یہاں بلایا ہے۔" قادر نے سفاک لہجے میں کہا اور پھر ہنس پڑا۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے قادر۔ اس کے ساتھ دوسرے بھی تھے ان میں سے ایک اور بھی زخمی ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے سسٹر اچھی طرح معلوم ہے ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے ان میں سے کسی ایک کی ضرورت تھی باقی کام میں کر لوں گی۔" میں نے اپنے شکار کو گھورتے ہوئے کہا اور قادر ہنسنے لگا۔

"دیکھا۔ یہ میری بہن ہے جو کچھ چاہے گی تمھیں بولنا پڑے گا۔ سمجھے۔" میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ مجھ سے نگاہیں ملاتے ہوئے گھبرا رہا تھا پھر میں پلٹی اور میں نے قادر کی پیٹی میں اڑسا ہوا خنجر نکال لیا اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے تھے خنجر لیے ہوئے میں اس کے قریب پہنچی اور اس کی نوک اس کے گال پر پھیرتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ تو تمھیں پانچ ہزار روپے دے کر مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔"

"نہیں نہیں۔ میں مر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ تم مر جاؤ سمجھے۔ سنو بات سنو۔ تم کیا سمجھتے ہو سورج گرہن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ اور اس شخص نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

"تم یقین کرو۔ تم یقین کرو کہ میرا تعلق براہِ راست سورج گرہن سے نہیں ہے۔ ہاں میں نے اس کا نام سنا ضرور ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جس سے تمھارا تعلق ہے تم اس کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کون ہے۔؟ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ سنہا میرے ہاتھوں سے مارا جا چکا ہے۔" اس نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں کھولیں اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"تو پھر یہ بھی سوچ لو کہ تمھیں قتل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہ خنجر کی نوک پہلے تمھارے آنکھوں کے پپوٹوں کو کاٹے گی پھر تمھارے گالوں کو ادھیڑے گی اور آخر میں، میں اسے تمھاری گردن پر پھیر دوں گی۔"

"نہیں سنو۔ نہیں۔ سنو تو سہی۔ سنو تو سہی۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"ڈنگو کا آدمی ہوں اور تم جانتی ہو کہ ڈنگو رام داس کے لیے کام کرتا ہے۔"

"کیا نام لیا تم نے ڈنگو۔" دفعتاً قادر دہاڑ کر بولا۔

"ہاں۔ میں ڈنگو کا آدمی ہوں۔"

"تب تو تم صحیح جگہ پہنچے دوست، ڈنگو سے تو ہماری بڑی پرانی رشتہ داری ہے۔"

"آپ ڈنگو کو جانتے ہیں قادر بھیا۔" میں نے سوال کیا اور

میرے اس اندازِ تخاطب پر قادر جھوم اُٹھا۔

"جی خوش کر دیا۔ جی خوش کر دیا کوشل بہن اس انداز میں بھیا کہا ہے جس طرح کبھی میری بہن مجھے کہا کرتی تھی۔ ہاں۔ میں ڈنگو کو جانتا ہوں، بدمعاش ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ گوشت پوست کا پہاڑ۔"

"وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یہیں تھوڑے فاصلے پر اس کا علاقہ ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے، میں تمہیں اس بارے میں بہت کچھ بتاؤں گی قادر بھیا۔ اس آدمی سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے" قادر کسی سوچ میں ڈوب گیا جب وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولا تو میں نے اُسے خود ہی مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے قادر بھیا۔ کیا سوچنے لگے تھے۔"

"کچھ نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کریں۔"

"کیا یہ تمہیں پہچانتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ مجھے کون نہیں جانتا۔"

"اگر یہ ڈنگو کے پاس جا کر بتا دے کہ مجھے قادر کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے تو ڈنگو کا کیا ردِ عمل ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔" قادر نے گہرا سانس لیا اور بولا۔

"مگر ایک بات ضرور ہے؟"

"وہ کیا۔؟"

"اگر تم مجھے ساری بات بتا دو کوشل تو میں اس سلسلے میں کوئی بہتر اقدام کر سکتا ہوں۔ آخر تمہاری دشمنی کی کوئی وجہ ضرور ہوگی تم نے ابھی ابھی کسی سورج گرہن کا نام لیا ہے۔ میں نے کہیں یہ نام ضرور سنا ہے لیکن کہاں، یہ یاد نہیں آ رہا۔ میں یہی سوچ رہا تھا۔"

"ہاں۔ قادر بھیا۔ میں آپ کو اس سلسلے میں ضرور بتاؤں گی بڑا ہی مختلف کام ہے لیکن تم نے جس طرح میری مدد کی ہے۔ اس کا احساس میرے دل میں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کسی بڑی مصیبت میں گرفتار کروں۔"

"میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کبھی بھی مجبور نہیں کروں گا تمہارا دل چاہے مجھے کچھ بتاؤ دل نہ چاہے مت بتاؤ۔ مگر ایک بات ضرور سن لو جب تم میرے سامنے آئی تھیں تو میرے دل میں تمہارے لیے بہن کی محبت جاگ اٹھی تھی چونکہ تم میری بہن کی ہمشکل ہو۔ میری بہن۔ میری بہن۔" قادر کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ "بڑی کسمپرسی کے عالم میں مری ہے وہ۔ میں آج بھی اُسے نہیں بھول سکا میں اُسے نہیں بھول سکا۔ میں بہت بُرا انسان ہوں مگر میں نے کسی کو بہن نہیں کہا۔ اس لیے نہیں کہا کہ اس کا کردار مجھے نہیں معلوم اپنی بہن کا کردار اچھا ہی ہونا چاہیے لیکن تمہیں جاننے بوجھے بغیر میں نے بہن کہہ دیا ہے اب مرتے دم تک اس لفظ کا خیال کروں گا۔ آگے تمہاری مرضی ہے جو بات دل چاہے بتاؤ اور جو دل نہ چاہے نہ بتاؤ۔" قادر کے الفاظ بڑے متاثر کن تھے۔ میں ان سے متاثر ہو گئی پھر میں نے کہا۔

"میں اپنے بارے میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی بھیا۔ میں بھی انسان ہوں اور انسانوں سے محبت کرنا چاہتی ہوں میں، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی آؤ۔ مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں تمہیں اپنی کہانی سنا دوں۔ میرے دل میں بھی نمی پیدا ہو گئی تھی۔ قادر سے مزید کچھ چھپانا بے سُود تھا اس کی کیفیت میرے سامنے کھل گئی۔

سخت دل آدمی اندر سے بہت ہی نرم دل تھا میں چند لمحات ڈبڈبائی نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہی ہم دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔ قادر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنی داستانِ غم اُس کے سامنے بیان کرنا شروع کر دی۔ جب میں نے اپنی داستان ختم کر کے نگاہیں اُٹھائیں تو قادر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ بالکل بچوں کی طرح رو رہا تھا تھوڑی دیر تک اُس کی یہی کیفیت رہی پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آہستہ سے بولا۔

"میں نہیں جانتا بہن۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس حد تک تمہاری مدد کر سکوں گا میں، میں تمہیں اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ ہم دو بہن بھائی تھے میں بہت اچھا انسان تھا لوگ تعریفیں کیا کرتے تھے میری، لیکن میری تقدیر میں ایک اچھا انسان بنے رہنے کی خواہش نہیں تھی۔ تقدیر نے مجھے بُرے راستوں پر لا کھڑا کیا۔ بہن مجھ سے جدا ہو گئی تو اس کے بعد اس دنیا کے لیے میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس انتقام کے لیے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ میں ایک بُرا آدمی بن جاؤں جرائم کرتا ہوں، زندگی گزارتا ہوں لیکن۔ لیکن تم میری زندگی میں آ گئی ہو جرم تو میں کرتا رہوں گا کیونکہ اب میری زندگی میں گہرائیوں تک داخل ہو گئے ہیں لیکن تمہاری حفاظت کرنا اب میرا فرض ہے تم فکر نہ کرو میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ رادھن سنگھ سے انتقام لینے کے لیے میں تمہارے ساتھ کوئی بہت بڑا احسان کر سکتا ہوں لیکن ہاں بہن جہاں تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی قادر تمہارے کام ضرور آئے گا اور سنو میں تمہاری حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست کروں گا۔ پہلے میں تمہیں رہنے کے لیے ایک ٹھکانہ دوں گا تاکہ تم کو ابتدائی طور پر سکون کے کچھ لمحات گزارنے کا موقع ملے۔"

"مجھے۔ واقعی کسی سہارے کی ضرورت ہے قادر بھیا۔ میں نے اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے اور اب۔ اور اب۔"

"کچھ نہیں۔ بس اب کچھ مت کہو چلو۔ اب میں تمہیں تمہاری نئی رہائش گاہ دکھا دوں۔"

"اسی وقت۔"

"ہاں اسی وقت۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" کافی دیر تک قادر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد وہ خود مجھے لے کر چل پڑا۔

وہی فورڈ لمبی گاڑی تھی جس میں بیٹھ کر میں یہاں تک پہنچی تھی۔ اس بار قادر خود میرے ساتھ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت علاقے کے ایک خوبصورت فلیٹ میں پہنچ گئے۔

تیسری منزل کا فلیٹ تھا اور سامنے ہی سمندر نظر آ رہا تھا سمندر کے کنارے اس فلیٹ کی قیمت پتہ نہیں کتنی ہوگی لیکن بہرطور یہاں کا علاقہ بے حد پُرسکون تھا مجھے یہ جگہ بے حد پسند آئی۔ ٹیلی فون بھی تھا میں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا۔

"اب تم یہاں اکیلی رہو گی۔"

"ہاں۔ فی الحال اکیلی رہوں گی لیکن بہت جلد مجھے کچھ آدمیوں کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"جتنے آدمی تم چاہو میں یہاں چھوڑ سکتا ہوں لیکن یہ دوسرے آدمیوں کا علاقہ ہے سب تمہارے بارے میں عجیب سے انداز میں سوچیں گے البتہ ایک آدمی میں یہاں ضرور بھیج دوں گا۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنا آدمی ہے پورے بھروسے کا۔ وہ یہاں چوکیداری کرے گا زبان کا سچا اور نشانہ کا پکا آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے اُسے بھیج دو۔" میں نے جواب دیا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت۔ کوشل تمہاری مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں اب تمہارے اوپر پورا بھروسہ کر چکی ہوں قادر بھیا اس لیے ایسی کوئی بات مت کیا کرو۔ فی الحال مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہیں رہوں گی اور پُرسکون رہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

جب قادر چلا گیا تو میں نے اس مکان کا جائزہ لیا۔ بڑا خوبصورت اور بہت ہی عمدہ فلیٹ تھا چار کمروں پر مشتمل زندگی کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ کچن میں گئی تو کھانے پینے کی اشیاء بھری ہوئی تھیں۔ میں نے پہلی بار سکون سے بیٹھ کر قادر کے بارے میں سوچا، ایک بے کردار انسان، لیکن اس بے کردار انسان کے اندر چھپی ہوئی شرافت لاکھوں صاحب کردار انسانوں کا مذاق اُڑاتی تھی۔ اس نے بے لوث میری کتنی مدد کی تھی۔ اس کی میں تہ دل سے ممنون تھی۔ نجانے وہ کیا کیا چکر چلاتے ہوئے ہے نجانے یہ مکان اُس نے کس ضرورت کے تحت خریدا ہے۔ بہرطور میں اس وسیع مکان یا فلیٹ میں تنہا تھی۔

بیڈ روم میں جا کر سیدھی بستر پر لیٹ گئی۔ بمبئی میں آنے کے بعد جن واقعات اور حالات نے میرا استقبال کیا تھا اُن کی مجھے ذرا بھی توقع نہیں تھی۔ میں بوکھلا کر رہ گئی تھی حالانکہ اگر پہلے سے سوچے ہوئے منصوبے کے تحت یہ سب کچھ ہوتا تو شاید میں اپنے طور پر پوری طرح تیار ہوتی لیکن ان چند گھنٹوں میں، میں انہیں چند گھنٹے ہی کہوں گی کیونکہ بہت مختصر وقت میں سب کچھ ہوا تھا ان چند گھنٹوں میں پے در پے واقعات اس طرح رونما ہوئے تھے کہ کسی بھی انسان کی پریشانی فطری تھی لیکن اس وقت میں پہلی بار خود کو پُرسکون محسوس کر رہی تھی۔ اور اب میں دل جمعی سے اپنے آئندہ پروگرام ترتیب دے سکتی تھی۔

اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں ہوٹل سے اپنا سامان اُٹھا لاؤں چنانچہ تیار ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل آئی۔ سڑک پر کچھ دور میں چلتی رہی اور پھر ایک ٹیکسی نظر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے سہائش کا پتہ بتایا اور ٹیکسی چل پڑی۔

تمام خطرات میرے ذہن میں تھے۔ یہ بھی ممکن تھا اُن لوگوں نے ہوٹل سے میرا سامان کسی طرح اُڑا لیا ہو یا پھر ممکن ہے میرے کمرے کی نگرانی کی جا رہی ہو، لیکن سامان کے حصول کے لیے خطرہ مول لینا ضروری تھا کیونکہ میرے سامان میں ایسی تمام چیزیں موجود تھیں جو مجھے درکار تھیں۔

ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار رکی اور میں ڈرائیور کو ایک نوٹ تھما کر آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور حیرانی سے اُس نوٹ کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

میرا اندازہ درست نکلا جوں ہی چابی لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی میں نے محسوس کیا کہ کاؤنٹر کلرک نے کسی کو اشارہ کیا ہے۔ یہ اشارہ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا اور پھر میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

میں نے گہری سانس لی۔ اب میں ہر خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے کمرہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دروازہ بند کرلیا تھا اور پھر دوسرے لمحے میں نیچے بیٹھ گئی۔ کی ہول سے آنکھ لگاکر میں نے باہر کا جائزہ لیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ چند ساعت کے بعد دو پاؤں میرے دروازے کے نزدیک آکر رک گئے۔

میں پوری طرح تیار تھی۔ کمرے کا میں نے جائزہ لیا اگر وہ ایک سے زیادہ افراد ہوئے تو دقت پیش آسکتی تھی بہرحال کچھ بھی عمل کرنا تو ضروری تھا۔ میں سامان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور ان کے کسی عمل کا انتظار کرنے لگی۔ اور پھر مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟" میں نے ٹھنڈی اور نرم آواز میں پوچھا۔

"ویٹر۔" باہر سے آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی نجانے ان لوگوں نے مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھ رکھا تھا بہرصورت میں نے دروازہ کا ہینڈل پکڑا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پوری قوت سے اندر آجانے والے شخص کی ناک پر پڑا۔ اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ پیچھے پلٹا ہی تھا کہ میں نے گریبان پکڑ کر اُسے اندر گھسیٹ لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ چھوڑ دیا وہ کمرے کے وسط میں آگرا تھا لیکن میں دروازہ کی جانب متوجہ نہ ہوئی بلکہ ایک چھلانگ لگاکر اُس کے قریب پہنچ گئی پھر اس کے اُٹھے ہوئے ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی اور پستول اُس کے ہاتھ سے نکل کر باتھ روم کے دروازے کے ساتھ جا ٹکرایا اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ٹھوکر اُس کی پسلیوں پر رسید کردی تھی اُس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ٹھوکر چند لمحات اُسے سنبھلنے نہیں دے گی، چنانچہ میں نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی اور تیزی سے دروازہ اندر سے بند کردیا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُٹھ کر دروازے کی جانب جھپٹے گا اور میرا یہ اندازہ درست ہی ہوا۔ اُس نے پسلی کی چوٹ کی پرواہ کیے بغیر اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور تیزی کے ساتھ ہاتھ ٹیک کر اُٹھا اٹھنے کے ساتھ ہی اُس نے پستول کی جانب چھلانگ لگائی تھی لیکن اب میں پوری طرح سے تیار تھی۔

میں اُس کے نزدیک پہنچی اور دوسرے لمحے اُس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر میری ٹھوکر پڑی۔ میں نے نہایت مشاقی سے یہ ٹھوکر اس کے ہاتھ پر رسید کردی تھی۔ اور یہ ٹھوکر پہلی ٹھوکر سے زیادہ سخت اور خطرناک تھی۔ اتنی زبردست چوٹ تھی کہ وہ دل خراش کراہ کے ساتھ دوسری جانب اُلٹ گیا وہ اپنی کلائی پکڑے ہوئے تھا میں نے اس کا پستول اُٹھا لیا۔

"اگر اب تمھارے حلق سے کوئی آواز نکلی تو پستول کی گولی حلق سے داخل ہوکر گردن سے باہر نکل جائے گی تمھیں اس بات کا یقین کرلینا چاہیے کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسے کرنے میں دریغ نہیں کروں گی۔" اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ آواز شاید نکلنا چاہتی تھی لیکن میرے ان جملوں کو سن کر بند ہوگئی۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت میں وہی بن چکی تھی جو مجھے ہونا چاہیے تھا۔ میرے اندر ایک اعتماد اُبھر رہا تھا میں نے جو کچھ کیا تھا وہ درحقیقت مجھ جیسی لڑکی کے لیے ایک انہونی سی بات تھی لیکن میرے وجود میں جو شخصیت اُبھر آئی تھی اس نے مجھے نہ جانے کس طرح اُن بہت سارے فنون سے واقف کردیا تھا۔ ہاں شاید میرے اندر کی شخصیت مجھ سے زیادہ طاقت ور تھی۔ میں نے خونخوار انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ سے اُس کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اچھا خاصا جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو کاونٹر کلرک کے اشارے پر اُٹھا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے اُسے دیکھ کر کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم نے چیخنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے کہا اور اُس کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی۔ تب میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"مقامی آدمی معلوم ہوتے ہو۔" میں نفرت زدہ لہجے میں بولی۔ اُس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کس لیے آئے تھے؟" میں نے سوال کیا اور وہ پھر منہ کھول کر رہ گیا۔

"میں جو کچھ پوچھ رہی ہوں اُس کا جواب دو۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور وہ ایک دم جھرجھری لے کر سیدھا ہوگیا۔

"مم۔ میں۔ میں۔"

"میں۔ میں مت کرو۔ ورنہ یہ تمھارے تمام دانت حلق میں چلے جائیں گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ سنو میری بات تو سنو۔"

"ہاں۔ میں تمھاری بات ہی سُن رہی ہوں۔ بتاؤ کون ہو تم کیسے یہاں آئے۔؟"

"میں تمھاری نگرانی کررہا تھا۔"

"کس کے حکم سے۔؟"

"یہ۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"ہوں میں نے پستول کھول کر اس کے چیمبر میں سے کارتوس نکالے اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ میرے اس فعل کا اثر اس کے اوپر خاطر خواہ ہوا اور وہ کسی قدر دلیر ہوگیا اب اس کے چہرے پر پہلے جیسے سہمے ہوئے نہیں تھے وہ مجھے کرخت نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تم۔ تم کیا سمجھتی ہو تم نے مجھے کمرے میں بلایا اور اب اس کے بعد مجھے لوٹنا چاہتی ہو۔" اس نے کسی قدر ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میری بھنویں تن گئیں۔

"بہت خوب۔ بڑی گھٹیا سوچ کے مالک معلوم ہوتے ہو تمھارا کیا خیال ہے اس طرح تم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے لیکن تم یقین کرلو اب تم اپنے پیروں سے کمرے سے باہر نہیں جاسکو گے۔ اُٹھو میں عورت ہوں میں نے تمھیں بلایا ہے تاکہ تم خود ملنے ہوگے اب میں تمھیں لوٹ لینا چاہتی ہوں۔ آؤ اٹھو آجاؤ میں نے دونوں ہاتھ پیچھے کرلیے اور وہ سہارا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ کلائی کی چوٹ کی تکلیف شاید کسی قدر کم ہوگئی تھی اور اب وہ نڈر نظر آرہا تھا۔

پھر دوسرے لمحے وہ آگے بڑھا اور میری جانب جھپٹا میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کرلیے اور اس طرح اسے روکا کہ اُسے احساس بھی نہ ہو لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر اس کی دونوں پنڈلیوں کو زخمی کرگئی تھی وہ ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹا لیکن میں تو بہت کچھ کرنے کو تیار تھی۔

غالباً اس ضرب سے اسے شدید تکلیف ہوئی تھی اس نے اپنے گرتے ہوئے بدن کو سنبھالا اور سر جھٹکنے لگا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے پھر ایک ٹھوکر اس کے سر پر رسید کردی تھی۔

"ہاں ہاں آؤ آگے بڑھو۔" میں نے کہا۔ "اب میں تمھارے استقبال کو تیار ہوں۔" وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگا۔

"اوہ۔ کوئی اور بھی ہے تمھارے ساتھ۔ آگے بڑھو دروازہ کھولو اور اُسے اندر بلالو۔" میں نے حکم دیا اور وہ مضمحل سا ہوگیا شاید اسے احساس ہوگیا تھا کہ اس کے سامنے ایک عورت ضرور ہے لیکن یہ عورت عام عورت نہیں ہے اور اس احساس نے اُسے مضمحل کردیا تھا تب وہ لڑکھڑائے انداز میں آگے بڑھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہوں۔ گویا اب تمھیں عقل آنے لگی۔" میں نے کہا اور اس کے انداز سے بے بسی نظر آنے لگی۔

"مجھے جانے دو۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کمال کے آدمی ہو، ایک مرد ہوکر ایک لڑکی سے جانے کی اجازت طلب کررہے ہو تعجب کی بات ہے۔"

"مم۔ میں جارہا ہوں۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور میں نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن پلٹ پلٹ کر کئی بار مجھے دیکھ چکا تھا جب وہ دروازے کے بالکل قریب پہنچا تو میں نے ایک بار پھر اُس پر چھلانگ لگائی۔ اس بار میں نے اُس کے بال پکڑ کر اُس کا سر دیوار سے دے مارا تھا۔ یہ ٹکراتنی زوردار تھی کہ اُس کی نکسیر پھوٹ گئی۔ اُس کے دونوں نتھنوں سے خون بہہ نکلا۔ اُس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن چیخنے کی تو اُسے اجازت ہی نہیں تھی میں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے کھلے ہوئے منہ پر رسید کردیا اور اُس کی آواز نکلتے نکلتے بند ہوگئی۔

"میں تمھیں اسی طرح آہستہ آہستہ مار دوں گی کتے تمھارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمھیں جانے کی اجازت دے دوں گی۔"

اب وہ مجھے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اُس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بار بار اپنا خون صاف کررہا تھا لیکن مجھے اُس کے بہتے ہوئے خون کی ذرا پرواہ نہیں تھی۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا اور سوال کیا۔

"ہاں کس نے بھیجا تھا تمھیں یہاں۔"

"اگر میں نے اُس کے بارے میں بتادیا تو میری زندگی مشکل میں پڑ جائے گی۔"

"تمھاری زندگی تو اب بھی بہت مشکل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میرے سوالوں کا جواب دے دو اس طرح تمھیں زندگی کے چند لمحات تو مل ہی جائیں گے۔ زندگی یہاں ہے وہاں نہیں لیکن میرا مطلب ہے اس وقت تو تمھیں موت کا سامنا ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد یعنی یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے بچاؤ کا کوئی انتظام کرہی لو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ شاید اس لہجے کے اندر چھپی ہوئی سفاکی کو بہتر طور پر سمجھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا تعلق ڈنگو سے ہے۔"

"اوہ۔ پھر ڈنگو۔ یہ ڈنگو بہت آگے کی چیز معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ معمولی انسان نہیں ہے تمھیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کو نوٹ کرلو۔"

"ہاں ہاں۔ میں نے نوٹ کرلیا ہے۔ بہت سی باتیں میں نے نوٹ کرلی ہیں لیکن میں تم سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"سنہا سے تمھارا کیا تعلق تھا؟"

"سنہا۔ وہ ایک الگ آدمی تھا۔ وہ معاوضہ پر ہم سے کبھی کبھی کام لیا کرتا تھا۔"

"واہ۔ بڑے اچھے انسان ہو۔ ہاں ذرا یہ بتاؤ کہ سنہا تم سے کیا کام لے رہا تھا۔" میں نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم یقین کرو یہ ساری باتیں مجھے نہیں معلوم۔ ہم لوگ تو مناسب معاوضہ پر سب کے لیے کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سنہا بھی ہمارا ایک گاہک تھا۔ اس کے بارے میں صرف ڈنگو جانتا ہے۔"

"غلط۔ بکو اس سنہا کے قتل کے بارے میں تمھیں علم ہے۔"؟

"قتل۔ سنہا۔ نہیں مجھے نہیں معلوم۔"

"صرف تمھیں۔ یا ڈنگو کو بھی نہیں معلوم۔"

"اس بارے میں، میں نہیں جانتا۔"

"اچھا یہ بتاؤ یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"تمھیں قتل کرنے۔"

"تنہا ہو؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک۔ اور یہ قتل کا حکم تمھیں تمھارے اُستاد ڈنگو نے ہی دیا ہوگا۔"

"ہاں۔ اُس نے کہا تھا کہ تمھیں مار دیا جائے۔"

"اور وہ کاؤنٹر کلرک کیا وہ تمھارا ساتھی نہیں ہے۔ میں نے اُسے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ۔ وہ۔ وہ میں نے اس سے کچھ اور کہہ دیا تھا۔"

"کیا۔؟"

"بس میں نہیں بتا سکتا۔" اس نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

"بتانا تو پڑے گا تمھیں میرے شیر۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنی خوراک وصول کر کے بتاؤ۔" میں اس کی طرف بڑھی۔

"اوہ۔ تم۔ تم۔" وہ دانت پیس کر بولا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ تم ایک آوارہ فطرت لڑکی ہو اور میں تمھاری تاک میں ہوں سو روپے کا ایک نوٹ دے کر میں نے اسے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ اگر میں کسی وقت یہاں موجود نہ ہوں تو وہ تم پر نگاہ رکھے اس وقت بھی میں نے تمھیں نہیں دیکھا تھا اسی نے مجھے اشارے سے تمھارے بارے میں بتایا تھا۔

"ہوں۔ یہ بات تھی کیا خیال ہے اسے بھی تھوڑا سا وقت دے دوں۔" میں نے سوال کیا اور وہ منہ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کی ناک سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا اور وہ خاصی تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے اس تکلیف سے نجات دلا دینی چاہیے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کے تصور میں بھی وہ بات نہیں تھی جو میں نے کی۔ میں نے ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کی اور اس کے حلق سے آخری چیخ نکل گئی اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ ایک طرف لڑھک گیا مجھے یقین تھا کہ وہ اب کئی گھنٹے تک ہوش میں نہیں آئے گا چنانچہ میں نے اطمینان سے اپنا سامان سمیٹا اسے چیک کیا کہ کہیں انھوں نے میرے سامان میں تو کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے لیکن شکر ہے کہ ان کا ذہن ابھی اس طرف نہیں گیا تھا۔ میں نے سامان کا بیگ اُٹھایا اور نیچے اُتر آئی۔ کاؤنٹر کلرک کے سامنے پہنچ کر میں نے کاؤنٹر پر ایک زوردار گھونسہ مارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہوں۔ تو تم یہ کاروبار بھی کرتے ہو۔"

"کک۔ کیا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور میں اس کی آنکھیں دیکھنے لگی اس نے جلدی سے آنکھیں جھکا لی تھیں۔

"چلو۔ یہ بتاؤ میرا بل کتنا بنا ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے لگا میرے بارے میں اسے اس کی اُمید نہیں تھی۔ کہ میں یوں براہِ راست اس سے سوال کر ڈالوں گی۔ بہرطور بل ادا کر کے میں مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی تھوڑی دیر تک پیدل چلتی رہی پھر کافی آگے نکل جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ٹیکسی میرے قریب آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کا جائزہ میں نے لے لیا تھا۔ سیدھا سادھا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں بی بی۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا اور میں نے اسے اپنے فلیٹ کے علاقے کا پتہ بتا دیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور اپنا سفر طے کرنے لگی۔ میں نے اطراف میں نگاہ رکھی تھی اور اس کے بعد میں اپنے اوپر غور کرنے لگی۔ دفعتاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا یہ۔ یہ۔ یہ میں ہی تھی۔ میں کوشل ایک معمولی سی لڑکی میرے اندر یہ قوتیں یہ سفاکیاں کہاں سے پیدا ہو گئیں۔ ہاں راجہ نواز اصغر یقین کرو کہ مجھے خود اس کا احساس نہیں تھا کہ میں کیا کرتی رہی ہوں مجھے یاد آیا کہ میں نے اس قوی ہیکل آدمی کو کس طرح مارا پیٹا تھا میں تو ایک ماہرِ فن لڑاکے کی طرح اس سے مقابلے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ یہ شاید یہ شاید انسان کے اندر چھپی ہوئی پوشیدہ قوت تھی جسے مخصوص حالات میں جاگنے کا موقع ملتا ہے اور اب میرے اندر یہ قوتیں جاگ اُٹھی تھیں جو مجھے میرے دشمنوں سے مقابلے پر آمادہ کر رہی تھیں میں اپنی ان قوتوں کو بیدار رکھنا چاہتی تھی۔

میرے مکان کے قرب و جوار میں کافی رونق تھی میں نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی اور نیچے اُتر کر فلیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ تیسری منزل کے اس فلیٹ میں پہنچنے کے بعد میں اطمینان سے اندر داخل ہو گئی اور یہاں آ کر مجھے کافی سکون کا احساس ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری زندگی اب کسی قدر بہتر راستوں کی جانب گامزن ہو گئی ہے۔

بڑی دیر تک میں ایک کمرے میں بیٹھی ان حالات پر غور کرتی رہی دل میں صرف ایک ہی احساس تھا رادھن سنگھ سے اپنے اُجڑے ہوئے گھر کا انتقام لوں گی اور بس اس کے علاوہ میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں رہ گیا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور باتیں بھی سوچنی تھیں ڈنگو ذہن میں آیا تھا جس کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا تھا اس کے علاوہ رام داس، ہاں راجہ نواز اصغر وہی شخص جو تمھارے ہاتھوں شکار ہو گیا۔

"میں تمھیں بتا چکی ہوں راجہ نواز اصغر کہ سورج گرہن سے میری صدا کی دشمنی ہے اس وقت کی جب میرے پتا جی کو ہلاک کیا گیا تھا اور رادھن سنگھ سورج گرہن ہی کا آدمی تھا اگر رادھن سنگھ اس تنظیم میں شامل نہ ہوتا تو یقین کرو کہ مجھے اس سے کوئی دشمنی نہ ہوتی لیکن اگر سورج گرہن رادھن سنگھ کی پشت پر تھی۔ تو مجھے اس کے بھی ایک ایک فرد سے نفرت تھی اس نے رادھن سنگھ کو اتنی قوت بخشی تھی کہ رادھن سنگھ اپنے سے کمزور لوگوں کے ساتھ ظلم و بربریت کیا کرتا رہتا تھا ہاں مجھے سورج گرہن کے ایک ایک فرد سے نفرت تھی جو لوگ اس کے لیے کام کرتے تھے ان سے بے پناہ گھن آتی تھی مجھے اور میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں بڑے عجیب و غریب خیالات پیدا ہو گئے تھے میرے ذہن میں اور میں سوچ رہی تھی کہ مجھے اس کے لیے اپنی حیثیت میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنا پڑے گی۔ مظلومیت کا وہ لبادہ اُتار کر پھینک دینا پڑے گا جو مجھے نڈھال رکھتا ہے۔

میرے اندر اگر ایک نئی عورت نے جنم نہ لیا تو پھر میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکوں گی، مجھے بہت کچھ کرنا چاہیے بہت کچھ سیکھنا چاہیے، فی الحال ان لوگوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں ترک کر کے اگر میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لیے مکمل تیاریاں کروں، تو سورج گرہن کے مقابلے پر رادھن سنگھ کی موت کے سلسلے میں میں زیادہ محنت اور دلچسپی سے کام کر سکتی ہوں۔

اس فلیٹ میں، میرے تین دن گزر گئے۔ اس دوران شاید میرے دشمنوں کو میرا پتہ نہیں معلوم ہو سکا تھا، چوتھے دن، قادر نے مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا تو میں نے اسے سلام وغیرہ کرنے کے بعد کہا۔

"قادر بھائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"جس طرح کہو بہن، یہاں آؤ گی یا میں تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔"

"میں دن کی روشنی میں تمھارے پاس نہیں آؤں گا۔ چونکہ وہ باعزت لوگوں کا علاقہ ہے اور تمھارا یہ بھائی۔"

"نہیں قادر آپ ایسا نہ کہیں، میں آپ کو ان تمام نام نہاد لوگوں سے بلند تر سمجھتی ہوں، ان سے زیادہ باعزت سمجھتی ہوں جو صرف اپنی دنیا میں مست رہنے کے عادی ہیں۔ انھیں کسی کے مسائل سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آپ نے جس طرح ایک بے یار و مددگار لڑکی کو۔۔۔"

"ایسا نہ کہو۔ اب تو ایسا نہ کہو، تم خود کو بے یار و مددگار کہہ کر اپنے بھائی کو کوس رہی ہو۔" قادر نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتی ہوں بھیا، لیکن آپ دن کی روشنی میں ہی آئیے، آپ جو کچھ بھی ہیں، جیسے بھی ہیں میرے ہی ہیں۔"

"نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ تمھاری طرف متوجہ ہوں اس بات کو محسوس نہ کرو، میں رات کو تم سے ملنے آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گی۔ اور قادر بھیا ایک بات اور کہوں۔"؟

"ہاں ہاں کہو۔"

"رات کو کھانا میرے ساتھ ہی کھائیے۔"

"ٹھیک ہے میں آجاؤں گا۔" قادر نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آمادگی ظاہر کر دی تھی۔

تقریباً آٹھ بجے وہ خاموشی سے میرے فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے کسی بہن ہی کی طرح اس کا استقبال کیا۔ قادر کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو نظر آ رہے تھے۔

"بہت عرصہ ہو گیا بہن بہت عرصہ ہو گیا، ہم تو اس دنیا کو ہی بھول گئے، ہمیں تو صرف لچوں اور لفنگوں کی دنیا یاد ہے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی بہن اس بھائی کو اس طرح بلائے گی۔ تم نے اپنی طرف سے میری تمام کوششوں کا معاوضہ ادا کر دیا ہے کوشل بہن۔ تم نے۔ تم نے میرا مان رکھ لیا ہے، بڑا خوش ہوں میں اتنی اچھی بہن کا بھائی بن جانے سے۔"

میں نے قادر کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ کھانا خود میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا، قادر خوش ہو ہو کر ایک ایک چیز کی تعریف کرتا رہا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا: "آپ سے ملاقات میں ایک خاص مقصد کے تحت کرنا چاہتی تھی۔"

"دراصل کوشل بہن میں محتاط رہتا ہوں، تمھارے سلسلے میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ کہیں ایسی بات نہ کہہ بیٹھوں، جو تمھارے ذہن کو ناگوار گزرے، اور تم سوچو کہ ایک چھوٹا سا احسان کر کے

یہ شخص میری ذات پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔"

"نہیں قادر بھائی کہا اب اس بات کی گنجائش ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"بالکل گنجائش نہیں ہے، میں خود بھی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ رکھنا نہیں چاہتا، میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہیں وہ تمام سہولتیں اور تمام وسائل مہیا کردوں جو تمہاری ضرورت ہیں۔ مجھے بتاؤ مجھ سے کیا چاہتی ہو۔؟"

"بھیا میں آپ کو تمام کہانی سنا چکی ہوں میری زندگی کا اب صرف ایک ہی مقصد ہے، وہ یہ کہ میں سورج گرہن سے ٹکر لوں، رادھن سنگھ کو کیفر کردار تک پہنچاؤں۔ اور یہ کام میں کسی مدد سے نہیں اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینا چاہتی ہوں، مجھے اس طرح سکون ملے گا۔"

"قادر اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہے۔؟" قادر نے سوال کیا۔

"بھیا میں ایک سادہ سی زندگی گزارتی رہی ہوں، حالات نے مجھے بہت سی باتیں سکھا دی ہیں، میرے اندر بڑا حوصلہ بڑا عزم پیدا ہو گیا ہے، لیکن اس کے باوجود میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بعض معاملات میں کمزور ہوں مجھے صحیح طور پر پستول کا استعمال نہیں آتا۔ نشانہ بازی نہیں آتی۔ اور۔ اور۔"

"میں سمجھ گیا، تم یہ سب کچھ سیکھنا چاہتی ہو۔"

"ہاں بھیا۔ میں ایک مضبوط قوت بن کر ابھرنا چاہتی ہوں تاکہ سورج گرہن کے مقابلے پر کسی طرح کمزور ثابت نہ ہوں۔"

"قادر اس سلسلے میں تمہاری جو مدد کرسکتا ہے حاضر ہے۔"

"میں مارشل آرٹس سے واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں بھیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مارشل آرٹس کے کچھ ماہرین سے روشناس کرائیں اور ان سے مجھے تربیت دلوائیں۔"

"واہ یہ ہوئی نا بات، خدا کی قسم جی خوش کر دیا قادر کا تم نے۔ بے شک بہن انسان کو اتنا طاقتور ہونا چاہیے کہ اگر کبھی کسی کی مدد کے بغیر کچھ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مار نہ کھائے میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بولو، کون کون سے فنون سیکھنا چاہتی ہو۔"

"بس بھیا مارشل آرٹس سے متعلق جو بھی چیزیں ہوں، میں انہیں سیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تو میں اس کے لیے بندوبست کردوں گا۔ وہ بدمعاش کس دن کام آئے گا جو مجھ سے ہمیشہ کہتا ہے کہ قادر خان تم کوئی کام بتاؤ۔"

"کون بدمعاش۔؟"

"اس کا نام لائی ینگ ہے، مارشل آرٹس کا ماہر ہے جاپان سے کسی کو قتل کر کے بھاگا تھا۔ یہاں مقیم ہو گیا، میں نے اس کی پوری پوری مدد کی تھی اور اب مجھے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"وہ کرتا کیا ہے۔؟"

"بظاہر اس نے دندان سازی کی دوکان کھولی ہوئی ہے، اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن مجھے اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"تو پھر بھیا میرا یہ کام کرا دو۔ کیا وہ اس پر تیار ہو جائے گا۔"

"ارے ہاں کیسے نہ تیار ہو گا۔ بس ایک دو دن میں ہی تیرا یہ کام کر دوں گا۔"

"شکریہ بھیا بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے ناراضگی سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"بھیا بھی کہتی ہے اور شکریہ بھی ادا کرتی ہے۔"

"اوہ۔ میں معافی چاہتی ہوں بھیا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔"

"چل ٹھیک ہے، اچھا اب میں چلتا ہوں اور تجھے کل ہی لائی ینگ کے بارے میں بتا دوں گا۔" قادر نے کہا اور پھر وہ چلا گیا تھا۔

لائی ینگ چھوٹے سے قد کا ایک جاپانی باشندہ تھا اس نے مجھے بتایا کہ اس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی اس لیے اس کا نام لائی ینگ ہے، بڑا خوش مزاج آدمی تھا مقامی زبان اچھی طرح جانتا تھا اس نے مجھے جوڈو کراٹے کی تربیت دینا شروع کر دی وہ اپنے فن میں یکتا تھا، ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگا۔

"بے بی شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے بھی تم جیسی شاگرد سے مزہ آ رہا ہے۔"

"لائی ینگ میں سمجھی نہیں۔"

"تمہارے اندر اتنی زبردست لپک اور لگن ہے کہ میں بعض اوقات خود حیران رہ جاتا ہوں جو کچھ میں بتاتا ہوں تم اتنی جلدی سیکھ لیتی ہو کہ مجھے تعجب ہوتا ہے۔"

"لائی ینگ میرے سینے میں ایک جذبہ پروان چڑھ رہا ہے ایک مشن ہے میرا اس کی تکمیل کے لیے میں یہ سب کچھ چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، استاد قادر نے مجھے منع کر دیا تھا کہ تم سے اس بارے میں بات نہ کروں اس لیے میں نے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھی ہے اور میں اس بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتا البتہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دینا چاہتا ہوں۔"

لائی ینگ کی تربیت تقریباً تین ماہ جاری رہی۔ یہ تین ماہ میں نے بمشکل تمام خاموشی اور سنجیدگی سے گزارے تھے اپنے

مقصد کی تکمیل کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا تھا جتنا کچھ لائی ینگ سے سیکھ سکی سیکھا، بمبئی کے مختلف حصوں میں، میں نے اس سے تربیت حاصل کی، کبھی کسی پارک میں، کبھی کسی کھلے میدان میں کبھی سمندر کے کنارے اور کبھی کسی اور جگہ۔ ہم ہمیشہ ایسی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے جہاں کسی اور کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔

لائی ینگ میری تربیت سے بہت خوش نظر آتا تھا، میں نے اس سے نشانہ بازی کا گر بھی سیکھا اس کے لیے استاد قادر نے مجھے ایک اور کلب میں بھی داخل کر دیا تھا، جہاں میں رات کو جاتی تھی۔ میں نے اپنے حلیے اور چہرے مہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر لی تھیں۔ بہر طور جوڈو کراٹے اور مارشل آرٹس کے دوسرے فنون سے مجھے کافی واقفیت حاصل ہو گئی، تو ایک دن لائی ینگ نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا، جو کچھ ہمارے پاس تھا تمھیں دے چکے اور ایک بات ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یوں تو مارشل آرٹس کے ماہرین دنیا کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن تم اپنے کام کے لیے اب مکمل ہو چکی ہو۔"

"شکریہ لائی ینگ، میں بھی یہی سمجھتی ہوں۔"

"چنانچہ آج سے ہمارا کام ختم، کیا ہم استاد قادر سے کہہ دیں کہ تم ہمارے کام سے مطمئن ہو۔"

"ہاں ضرور۔ ویسے ایک بار پھر شکریہ قبول کرو، میں تمھارے اس احسان کو زندگی بھر یاد رکھوں گی لائی ینگ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد لائی ینگ رخصت ہو گیا۔

اسی رات استاد قادر پھر میرے پاس آیا وہ مجھ سے میرے بارے میں پوچھنے لگا اور میں نے کہا۔

"تمھاری مہربانیوں سے میں بہت کچھ بن چکی ہوں قادر بھیا اور اب مجھے اجازت دو کہ میں اپنے طور پر عمل کی دنیا میں آؤں۔"

"قادر تمھارے ساتھ لمحہ لمحہ ہے۔"

"جب بھی تمھاری ضرورت ہوئی قادر بھیا میں تمھیں ضرور بتاؤں گی، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، اُسے مجھے تنہا کرنے کی اجازت دے دیں۔"

"میں تمھیں ہر طرح کی اجازت دیتا ہوں، لائی ینگ سے میری بات ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے جسمانی طور پر تمھیں بہت فٹ کر دیا ہے اور ویسے بھی بہن تم یقین کرو کہ جس وقت تم مجھے ملی تھیں اُس وقت میں اور اس وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے اب تمھارے چہرے سے اعتماد جھلکتا ہے تمھارے انداز میں پختگی پیدا ہو گئی ہے۔"

"اور یہ سب تمھارا ہی عطیہ ہے بھیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور قادر فخریہ انداز میں مسکرانے لگا! اسے میری مدد کر کے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اور اب میرے سامنے ایک طویل منزل پڑی تھی۔ اس مسافت کو طے کرنے کے بعد ہی میں اپنی منزل تک پہنچ سکتی تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے نئے شکار کا انتخاب کیا اور میرا یہ نیا شکار ڈنگو کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

ڈنگو کے بارے میں قادر نے کہا تھا کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے اس شخص نے جسے میں نے سبھاش کے کمرے میں زخمی کیا تھا مجھے بتایا تھا کہ ان معاملات سے ڈنگو ہی واقف ہے، سنہا مر چکا تھا، تنظیم کا سربراہ مقامی طور پر رام داس ہی تھا، لیکن رام داس تک پہنچنے کے لیے ڈنگو کا سہارا ضروری تھا چنانچہ سب سے پہلے میں ڈنگو ہی کو تکلیف دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے اپنے آپ کو آزمانا بھی ضروری تھا، چنانچہ اس دن میں نے خاصی تیاریاں کیں، اپنا چہرہ وغیرہ دیکھا اور اطمینان سے باہر نکل آئی۔

سڑک پر آ کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ اور ٹیکسی میرے قریب آ کر رُک گئی، میں دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"چوپاٹی۔" اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میں اطمینان سے ٹیکسی میں سفر کرتی رہی، سڑک پر ٹریفک کا ہجوم تھا، بمبئی کی زندگی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ غربت بے نیاز غربت، بے لباس عورتیں، جو زندگی کی گاڑی کو دھکیلنے کے لیے مزدوریاں کرتی تھیں۔ گانے بجانے والے، بھیک مانگنے والے، بے شمار رکشائیں موٹریں، بسیں اور دوسری سواریاں دوڑ رہی تھیں۔

میں خاموشی سے زندگی کے یہ مناظر دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات رقصاں تھے۔ طویل فاصلہ طے ہو گیا اور بالآخر میں چوپاٹی پہنچ گئی۔

"تاحدِ نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کا یہ حصہ تفریح کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور مجھے اس وقت سمندر کے کنارے کنارے سفر کرنے میں خاصا لطف آ رہا تھا، بہت دیر تک میں اِدھر اُدھر گشت کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر چل پڑی تھی۔

ڈنگو کے اڈے کے بارے میں اس دوران میں نے معلومات حاصل کر لی تھیں، تھوڑی دور چلنے کے بعد میں وہیں پہنچ گئی جہاں ڈنگو کا اڈہ تھا۔ یہ اڈہ بھی سمندری علاقے میں ہی تھا۔

پیلی سی بوسیدہ سی عمارت کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوائی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

باہر سے یہ عمارت واقعی بوسیدہ تھی۔ ایک بہت ہی پرانا سا دروازہ لگا ہوا تھا جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں دروازے سے اندر داخل ہوئی تو اس کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ نظر آیا اس دروازے سے اندر داخل ہو کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بوسیدہ اور بدنما عمارت کے اندر کا ماحول ایسا ہوگا۔

ایک بڑا سا ہال تھا جس میں مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور بہت سارے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور چرس اور دوسری منشیات سے شغل کر رہے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ میری آمد یہاں اجنبی نگاہوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ایک لمحہ میں کھڑی اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور اسی وقت ایک ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اس طرف آ جاؤ۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ویٹر شکل ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس جیسی جگہوں پر ایسے ہی لوگوں کا کام ہے۔

اس نے ایک میز تک میری رہنمائی کی اور میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا لاؤں۔؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا کیا ملے گا۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور ویٹر نے عجیب سے انداز میں منہ کھول دیا اُس کی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائی تھیں، لیکن اس وقت سنبھلنا ضروری تھا

"کیا کیا ملتا ہے یہاں۔" میں نے پوچھا اور اس نے منشیات کی ایک فہرست گنوا دی۔

"سنو میرے لیے ہیروئن کے انجکشن لاؤ۔" میں نے کہا اور ویٹر آگے بڑھ گیا۔

میں نے ناقدانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا، جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے قانونی حیثیت تو نہ رکھتا ہوگا اس کا مطلب ہے کہ ڈنگو خاصا با اثر آدمی ہے اور قانون شکنی جانتا ہے۔

میں نشے میں بدمست لوگوں کو دیکھتی رہی، لیکن لوگ نشے میں ہونے کے باوجود آؤٹ نہیں ہو رہے تھے، یا پھر ممکن ہے کہ یہاں کا نظم و ضبط ہی ایسا ہو، کئی مسٹنڈے قسم کے لوگ آس پاس گھومتے نظر آ رہے تھے۔ ابھی ویٹر میرے آگے سروس بھی نہ کر پایا تھا کہ دفعتاً ایک طویل القامت شخص اپنی میز سے اُٹھ کر میرے پاس آ گیا اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

"تمھاری اجازت سے۔ وہ دانت نکالتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اب تک کہاں تھیں؟" اس نے پوچھا۔

"جہنم میں۔ اور اگر تم بھی وہیں جانا چاہتے ہو تو میں تمھیں آسانی سے وہاں پہنچا دوں۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ چند صیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا کہا تم نے۔" وہ بہکی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے کہا ہے کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔"

"واہ، واہ، واہ شریف زادی کیا قیمت ہے تمھاری۔" اس نے کہا اور جیب سے پرس نکال لیا لیکن دوسرے لمحے میرا تھپڑ اس کے گال پر پڑا تو وہ منہ پھاڑ کر رہ گیا، پھر اس کی آنکھوں میں مجھے دیوانگی نظر آئی۔ وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے چاقو نکال لیا تھا۔

"مجھے جانتی ہے میں کون ہوں۔؟" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن اس وقت چند آدمی آگے بڑھے اور انھوں نے پیچھے سے اُسے پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو مجھے، میں اسے قتل کر دوں گا۔ زندہ نہیں چھوڑوں گا اس شریف زادی کو۔ لیکن اسی وقت پیچھے سے پکڑنے والوں میں سے ایک نے زوردار گھونسہ اس کے منہ پر رسید کیا اور چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ نشیلے انداز میں بولا۔

"دیکھو دیکھو مجھے بھی غصہ آ جائے گا، میں بھی۔ میں بھی۔" اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، لیکن دوسرا گھونسہ اس کے منہ پر پڑا۔ اور وہ میز پر اُلٹ گیا۔

ان لوگوں نے باقاعدہ اس کی پٹائی شروع کر دی تھی، اور چند لمحات کے بعد وہ اسے لٹکائے ہوئے باہر لے گئے اور شاید باہر پھینک آئے۔ چند لمحات کے لیے ماحول میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی اُس کے بعد پھر وہی ماحول۔ ویٹر میرے پاس آ گیا۔ اس نے ایک ٹرے میں سرنج اور انجکشن میرے پاس رکھ دیئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ویٹر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تب میں نے انجکشن توڑ کر ان کی دوائی سرنج میں کھینچی اور اس طرح اپنی کلائی کے نزدیک کی جیسے میں انجکشن لگا رہی ہوں لیکن انجکشن میرے بدن میں انجکٹ نہیں ہوئے تھے یہ تو میری یہاں بیٹھنے کی ایک کوشش تھی میں خود کو اس انداز میں پیش کرنا چاہتی تھی جیسے کہ یہاں لوگ آتے تھے تھوڑی دیر بعد ویٹر بل لے آیا میں نے بل کی رقم ٹپ کے ساتھ اسے دی اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ میری نگاہ اُن میں سے ایک شخص پر پڑی جس نے اس آدمی کو مارا تھا اور میں مسکرا دی وہ میری طرف ہی دیکھ رہا تھا مجھے مسکراتا دیکھ کر وہ میری طرف بڑھ آیا۔ "اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں یا میرا حشر بھی اس جیسا ہوگا۔" اُس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی

"ہاں بھئی ڈرنے کی بات ہے۔" اُس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ بہر طور وہ میرے کام کی چیز ثابت ہو سکتا تھا۔

"ہاں نشے میں بہک کر لوگ زیادہ ہی آؤٹ ہو جاتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لیے ہمارے پاس کا خاص حکم ہے۔ یہاں سب کچھ ہوتا ہے مگر ہر شخص یہاں اپنی پسند کے مطابق کام کرتا ہے۔ اگر تم نہیں چاہتی تھیں کہ وہ تمہاری میز پر بیٹھے تو اس کی کیا مجال تھی کہ وہ بیٹھ جاتا۔ ہمیں گاہکوں کا احترام کرنا پڑتا ہے۔"

"تمہاری شکر گزار ہوں۔"

"نہیں یہ تو ہمارا فرض تھا۔"

"شکریہ۔"

"پہلی بار یہاں آئی ہو۔"

"ہاں! پہلی بار ہی آئی ہوں۔"

"اس سے پہلے کہاں تھیں۔"

"کہیں بھی نہیں' بمبے سے باہر کی چیز ہوں۔"

"اوہ یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تب تو بڑی دلچسپ شخصیت ہے تمہاری' نام کیا ہے۔"

"کوئی بھی نام لے سکتے ہو' جو تمہارا دل چاہے۔"

"مجھے شیرو کہتے ہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور میرا نام تمہاری پسند پر۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" دوستی کرنی ہے تو نام بھی بتاؤ۔"

"تم مجھے بیلی کہہ سکتے ہو۔"

"اوہ کرسچن ہو۔"

"انسان ہوں اور بس۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی دلچسپ انسان ہو۔ کہاں رہتی ہو۔"

"کہیں نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ' شاید آج ہی کسی شپ وغیرہ سے آئی ہو۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"مدد' جو دل چاہے کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"یہاں قیام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔"

"لیکن میرے پاس زیادہ کرنسی نہیں ہے۔"

"کرنسی تو تم خود ہی ہو۔ کاغذ کے نوٹ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے تعرض نہیں کیا۔ بہر طور مجھے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔

"ہم لوگ اپنے ساتھی بھی یہیں رکھ لیتے ہیں' کم از کم کتنے دن قیام کرو گی۔"

"تقریباً دو ماہ۔"

"دو سو روپے روز' کھانا اور تفریح علیحدہ' گدھوں سے جو کچھ وصول کرو' اس کا پچاس فیصد۔ کیا خیال ہے۔"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آ جاؤ۔ سائن کر لو' ہم ذرا باقاعدہ کام کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گئی۔ وہ مجھے لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا جو آفس کے طور پر استعمال ہوتا تھا' ایک موٹی سی اینگلو انڈین عورت وہاں بیٹھی تھی۔ شیرو نے اس سے رجسٹر مانگا اور پھر میرا نام وغیرہ اس میں داخل کر لیا گیا۔

"آج تو میں بزی ہوں ہنی' کل میں تمہیں بمبے کی سیر کراؤں گا پہلی بار جو آئی ہو یہاں۔"

"ٹھیک ہے بہر طور تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا۔ کافی دیر وہ میرے ساتھ رہا' پھر اس نے بتایا کہ وہ ڈنگو کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔" اس نے کہا ڈنگو بمبئی کا سب سے خطرناک آدمی ہے اور ہم لوگ اس کے دست راست کہلاتے ہیں۔ سب کچھ کرتے ہیں اس کے لیے۔ وہ مجھ سے باتیں کرتا رہا اور پھر دفعتاً اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو کسی قدر بدحواس دیکھا لیکن ڈنگو کو میں تعجب سے دیکھتی رہ گئی تھی' جو کچھ اس کے بارے میں سنا تھا وہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ دُبلے پتلے بدن کا ایک مریل سا آدمی' جس کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اگر ایک زوردار ہاتھ اس کے اوپر پڑ جائے تو وہ شاید مر جائے لیکن میں نے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ وہ خاص ہی حیثیت رکھتا ہے۔

"کون ہے یہ۔؟"

"میں ابھی آیا ذرا حاضری دے آؤں۔"

"مگر یہ کون ہے۔؟"

"ڈنگو دادا۔" اس نے جواب دیا اور میں متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی' یہ ڈنگو دادا تو میری توقع کے بالکل ہی برخلاف نکلا تھا۔

زندگی ایک نیا رُخ اختیار کر چکی تھی اور اس نئے رُخ میں اس زندگی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ جو میں نے اہل خاندان کے ساتھ گزاری تھی۔ لیکن وقت' راجہ نواز اصغر وقت انسان کو کیا بنا دیتا ہے روپا کے بارے میں بھی کچھ نہیں جان سکی تھی روپا کو میں نے

بھگوان کے حوالے کر دیا تھا مجھے یاد تھا کہ کامنی اور رودیا بھی یہیں رہتی ہیں۔ لیکن میں اس حالت میں اُن سے نہیں مل سکتی تھی۔

کوشل خاموش ہو گئی' میں اس کی کہانی میں اس طرح جذب ہو گیا تھا کہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ بڑی پُر درد کہانی تھی اس کی' میں اپنی داستان بھول گیا تھا اپنے غم مجھے اس کے سامنے ہلکے محسوس ہو رہے تھے۔ کوشل نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"میری کہانی بہت طویل ہو گئی ہے نواز اصغر' تم بھی بور ہو گئے ہو گے' کیا سوچتے ہو گے میرے بارے میں کہ داستان لے کر بیٹھی ہوں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی' لیکن دل کے اُن آبلوں کو کیا کروں جو پھوٹے ہیں تو ان سے بدبودار پانی بہتا ہی جا رہا ہے' لیکن یہ روانی اب رُکنے کی نہیں جب تک کہ یہ اپنی آخری منزل تک نہ پہنچ جائے۔ مجھے معاف کرنا راجہ نواز اصغر مجھے معاف کرنا۔

نہیں کوشل کیسی باتیں کر رہی ہو تم' یہ کہانی تو مجھے سبق دے رہی ہے' میری منزل کو آسان بنا رہی ہے تم اپنی کہانی جاری رکھو۔

راجہ نواز اصغر میں نے اپنے سینے کے یہ زخم بڑی احتیاط سے چھپا رکھے تھے یہی خیال تھا میرے دل میں کہ اس داستان کو لے کر موت کی وادیوں میں گم ہو جاؤں' لیکن تم نے میرے دل کے نجانے کون سے تار چھو لیے کہ میں اپنے آپ کو تم پر عیاں کرنے پر مجبور ہو گئی' میری داستان سن لو راجہ نواز اصغر' اب اس کہانی میں کچھ نہیں ہوگا' یہ کہانی اس سے آگے نہیں بڑھے گی' یہاں میں اس داستان کو ختم کرتی ہوں۔

میں نے چونک کر کوشل کی شکل دیکھی' اس کی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھاریں بہنے لگی تھیں۔

کوشل تم لمحات میں کھو گئی ہو' مجھے اپنی داستان سناؤ ممکن ہے ایک مخلص دوست کی حیثیت سے میں تمہیں بہتر مشورہ دے سکوں۔'

"نہیں نواز اصغر کیا اب یہ ممکن ہے کہ میں زندہ رہوں؟"

"کیوں تمہارے سینے میں انتقام کا جوالا سرد ہو چکا ہے کیا' کیا رادھن سنگھ کو قتل کر چکی ہو تم۔" میں نے سوال کیا۔

"اگر میں یہ بتا دوں تو میری کہانی بے اثر ہو جائے گی۔"

"اسی لیے میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتا' لیکن خود کو جذبات میں گرفتار نہ کرو۔ ہمت سے کام لو کوشل ہمت سے کام لو۔ دیکھو میں خود بھی تو ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں کوشل۔"

"مگر میں۔"

"ہاں کہو۔ کیا ہے دل میں۔؟"

"کیا میرے بارے میں اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی تم میری عزت کرو گے۔؟"

"کوشل اتنی سمجھدار ہو کر' اتنی ذہین ہو کر تم یہ بات سوچ رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس داستان نے تو میرے دل میں تمہارے لیے ایک مقام پیدا کیا ہے۔ ایک نئی شخصیت بنائی ہے تمہاری اس میں تمہاری توہین کا پہلو کہاں نکلتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ایک پامال شدہ عورت ہوں۔"

"نہیں کوشل۔ تم ایک معصوم عورت ہو جسے حالات نے پامال کیا ہے۔ جذبات نے نہیں۔"

"میرا دل رکھنے کے لیے یہ کہہ رہے ہو۔؟"

"یہ میرے دل کی آواز ہے کوشل۔"

"نواز۔!" وہ رندھی آواز میں بولی۔

"خدا کی قسم کوشل سچ بول رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کوشل جذباتی ہو گئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اسے دلاسے دیتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔" اپنی کہانی جاری رکھو کوشل۔"

اس نے خود کو سنبھالا اور پھر بولی۔" شیرو سے یہ دوستی میں نے اس لیے کی تھی کہ اس سے ڈنگو کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں اور ڈنگو کو میں کسی طرح اپنے قابو میں لا کر سورج گرہن کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی گو میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ لیکن اب مجھے خود پر کافی اعتماد ہو گیا تھا۔

شیرو نے مجھے اس عمارت کے ایک کمرے میں جگہ دی۔ مجھے وہاں کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ حالات کی ماری ہوئی یا پھر جذبات کے ہاتھوں بھٹکی ہوئی لڑکیاں یہاں آ کر کاروبار کرتی تھیں یہاں انہیں تحفظ فراہم کیا جاتا تھا۔ اور یہ لوگ ان لڑکیوں کو ملازم رکھ لیتے تھے۔ میری زندگی کا مشن بہت طویل تھا نواز۔ میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے زندگی کو کس منزل تک جانا ہوگا۔ لیکن یہ مقصد مجھے زندہ رکھے ہوئے تھا اور میں جینا چاہتی تھی۔

شیرو نے مجھے دو دن آرام کرنے کے لیے دیئے تھے تیسرے دن موسم ابر آلود تھا۔ شیرو مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔

"سوری ڈارلنگ ان دو دنوں میں' میں بہت مصروف رہا۔"

"مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی شیرو۔"

"میں بھی یہی پوچھنا چاہتا تھا۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔"

"کیا خیال ہے اس موسم کے بارے میں۔؟"

"عمدہ ہے۔"

"اور تم دو دن سے یہاں قید ہو۔"

"میں قید تو نہیں تھی؟"

"باہر بھی نہیں نکلیں تم۔"

"ہاں کہاں جاتی؟"

"یہ بات تمہیں ایک اچھی لڑکی ثابت کرتی ہے۔ آؤ آج تمہیں جنت کی سیر کرائی جائے۔"

میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ شیرو نے مجھے تیار ہونے کے لیے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ شیرو کے پاس ایک عمدہ کار تھی ہم بمبئی کی سڑکوں کی سیر کرتے رہے کئی بار بوندا باندی ہو چکی تھی لیکن تیز بارش ایک بار بھی نہیں ہوئی تھی۔

رات ہوئی تو شیرو مجھے سمندر کے کنارے ایک خوبصورت ہٹ میں لے آیا۔ ہٹ خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔ "یہ تمہارا ہٹ ہے۔"

"میرا ہی سمجھ لو۔"

"سمجھ لو سے کیا مراد ہے؟"

"استاد ڈنگو کا ہے۔ گاہکوں کو ایسی جگہوں کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔ ہم لوگ بھی اسے استعمال کرسکتے ہیں۔"

"مجھے ڈنگو کے بارے میں بتاؤ شیرو۔"

"چھوڑو جانِ من میرے بارے میں معلوم کرو۔" شیرو بوتل اور گلاس لے کر میرے سامنے آبیٹھا۔

"میں نہیں پیتی شیرو۔" میں نے کہا۔

"تمہاری پسند کی چیز بھی یہاں مل جائے گی۔"

"کیا۔؟"

"ہیجیڈرین۔ میں نے تمہیں انجکشن لیتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"اس وقت موڈ نہیں ہے۔"

"تعجب ہے تم شراب نہیں پیتیں۔"

"تمہیں پلا سکتی ہوں۔" میں نے کہا اور شیرو خوش ہو گیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ ہاں تو اے حسین ساقی پہلا جام تیرے نام۔" اس نے کہا اور میں نے شراب انڈیل دی۔ میں اسی طرح اپنا بچاؤ کرسکتی تھی۔ چنانچہ میں اسے بڑی اداؤں کے ساتھ شراب پلاتی رہی ایک بار پھر میں نے اس سے ڈنگو کے بارے میں پوچھا۔

"بادشاہ ہے وہ بمبئی کا بادشاہ ہے۔ بڑا نام ہے اس کا بڑا کام ہے۔"

"سورج گرہن سے کیا تعلق ہے اس کا؟"

"کس سے۔؟"

"سورج گرہن سے۔" میں نے سوال کیا اور شیرو کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے سر جھٹک رہا تھا۔ "بتاؤ شیرو۔ سورج گرہن سے اس کا کیا تعلق ہے۔"

"اسے تو نے اتنی پلا دی ہے چھپکا کہ اب اس کی آواز بھی نہیں نکل سکتی۔" دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ اور میں بے اختیار پلٹ پڑی۔ میں نے دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ دروازے میں ڈنگو کھڑا تھا۔

"تم۔؟"

"مجھے ضرور پہچانی ہو گی تو۔ میرا نام ہے ڈنگو ہے۔"

میں ساکت رہ گئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ڈنگو اس طرح آجائے گا۔ اس کی اچانک آمد سے میں ششدر رہ گئی تھی۔ "شیرو"۔ ڈنگو نے لے آواز دی تھی اور شیرو نے گردن ڈال دی۔

"دراصل جسے ڈنگو کہتے ہیں وہ ہزار کان اور ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ مجھ سے کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ چندہ باہر آجا اطمینان سے باتیں کریں گے۔" اس نے کہا۔ اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ پتہ نہیں اسے اتنا اعتماد کیوں تھا خود پر۔ بہرحال صورت حال معلوم کیے بغیر کوئی حرکت بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔

باہر تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ڈنگو مجھے ایک لمبی گاڑی میں لے کر وہاں سے چل پڑا۔

"کیا معلوم کر رہی تھی شیرو سے۔؟"

"تمہارے بارے میں۔"

"کیوں۔؟"

"بتا دوں گی جلدی کیوں ہے۔"

"خوب بڑی بات ہے کہ کوئی ڈنگو سے اس طرح گفتگو بھی کرسکتا ہے۔ ٹھیک ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" وہ مجھے ایک شاندار عمارت میں لایا تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پکڑی اور ایک شاندار کمرے میں آگیا۔

"بول پڑ۔" وہ بولا۔

"کیا بولوں۔"

"میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کر رہی تھی؟"

"نہ بتاؤں تو۔؟"

"کوئی فرق نہیں پڑتا میں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو؟"

"رام داس کے مقابلے پر ہے۔ رام داس میرا دوست ہے۔ تجھے یاد ہے جب تو شیرو کے پاس بیٹھی تھی تو میں آگیا تھا۔"

"تمھارے ہوٹل میں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"تیری شکل دیکھ کر میں اس وقت کھٹکا تھا۔"

"وہ کیوں۔؟"

"رام داس کے پاس تیری تصویر دیکھی تھی مگر مجھے یاد نہیں آیا۔ بہت دیر میں تو مجھے یاد آئی۔ چل چھوڑ ان باتوں کو۔ تیرا جسم لیٹن ہے کیا یہاں۔"

"کیا مطلب؟"

"کرائے کی عورت ہے تو۔"

"نہیں ڈنگو اگر تمھارے دل میں ذرا بھی انسانیت ہے تو میرے بارے میں ہمدردی سے سوچو۔ میں ایک مصیبت زدہ لڑکی ہوں۔"

"مگر میرے دل میں انسانیت نہیں ہے۔ میری انسانیت چوپاٹی کے سامنے سمندر میں ڈوب چکی ہے کیا سمجھی؟"

"تب پھر میں تم سے کیا کہوں۔" میں نے اُداسی سے کہا۔

"میں تجھ سے کچھ پوچھ بھی تو نہیں رہا۔" وہ ہنستا ہوا آگے بڑھا۔ میں نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی تھی۔ ڈنگو ہنس پڑا۔ "اب تو مجھے تماشے دکھائے گی۔ چل ٹھیک ہے تیری مرضی۔" اس نے کہا اور اچانک مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی لیکن وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ میرے جگہ چھوڑتے ہی اس نے بھی رُخ بدل دیا میں اس بار اس کی زد سے تو نہ بچ سکی لیکن میں نے پلٹ کر جوڈو کا، ایک ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔

"موت ہی آ گئی ہے تیری تو دوسری بات ہے۔" اس نے کہا اور اس بار اس نے بڑے بھرپور انداز میں مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اور مجھے دبوچ لیا میں بہر حال اس سے ہار نہیں ماننا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس کی گرفت میں آتے ہی میں نے دونوں کہنیوں سے اس کی پسلیوں پر ضرب لگائی اور اس کی گرفت سے پھسلتی ہوئی مسہری سے نیچے آ گئی۔ ڈنگو نے ہاتھ بڑھا کر مجھے روکنا چاہا لیکن نہ روک سکا۔ اور اب میں مسہری کے نیچے گھس گئی۔ ڈنگو غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ میں اس کے دوسرے اقدام کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ نیچے جھک کر مجھے جھانکنے لگا میں نے اس کے بال پکڑ کر پوری قوت سے زمین سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے مقابلہ کرنے کے بجائے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈنگو کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔

وہ دہاڑتا ہوا اُٹھا لیکن میں دروازہ کھول کر نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈنگو زور سے دہاڑا۔

"پکڑو اسے روکو۔" وہ شاید میرے پیچھے دوڑا بھی تھا لیکن خون کی چادر اس کے چہرے پر رینگ آئی تھی اس لیے راہ میں کوئی چیز آ جانے کی وجہ سے گر پڑا۔

لیکن اس کی آواز باہر سن لی گئی تھی۔ دو آدمی میری طرف لپکے لیکن لائی پینگ کی تربیت کام آئی۔ میں نہ صرف انھیں گرانے میں کامیاب ہو گئی تھی بلکہ میں نے ان میں سے ایک کا پستول بھی اُچک لیا تھا۔

ڈنگو کی دہاڑیں اب باہر سنائی دے رہی تھیں۔ میں برآمدے سے بھی نکل آئی۔ یہاں پھر میرا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن اب میرے پاس پستول موجود تھا اور اس کا صحیح استعمال بھی۔ چنانچہ دو فائر ہوئے اور وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔

میں گیٹ سے باہر نکل آئی۔ سڑک سامنے تھی میں نے ایک لمحے رُک کر اس جگہ کا اندازہ کیا۔ بے شمار لوگ میرے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ اور سیدھے بھاگتے ہوئے ان کی گولیوں اور ان کی زد سے بچنا ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے ذہانت سے کام لیا اور اس عمارت کی دیوار کے سہارے دوڑنے لگی۔ پھر ایک نئے خیال نے ذہن میں جنم لیا اور میں دیوار کود کر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اسی عمارت میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا جو میرے لیے مخدوش تھی۔ یعنی ڈنگو کی یہ کوٹھی اور میں آگے بڑھتی چلی گئی۔

اندر خوب دھما چوکڑی مچی ہوئی تھی۔ میں چونکہ ان کے خیال میں باہر نکل گئی تھی اس لیے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں واپس آ گئی ہوں گی چنانچہ میں نے چھپنے کے لیے ایک جگہ تلاش کر لی۔ اس کمرے میں کافی کباڑ بھرا ہوا تھا اس کے درمیان میں نے جگہ بنا لی۔ اور وہاں آرام سے بیٹھ گئی۔ میرا ذہن اب نئے فیصلے کر رہا تھا۔ رام داس نہی نام اب میرے سامنے تھا۔ لوانا صنوبر اور میں سوچ رہی تھی کہ سورج گرہن کے ایک ستون کو بھی گرا دوں رادھن سنگھ تک رسائی تو ابھی مشکل تھی لیکن اس طرح اگر میں سورج گرہن کے ستون گراتی رہی تو تنظیم رادھن سنگھ سے برگشتہ ہو جائے گی اور اس کے بعد ممکن ہے رادھن سنگھ کے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں پہلے میں دشمن کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتی تھی اور اس کے بعد اس پر وار کرنے کی خواہش مند تھی۔

رات تک میں یہاں رہی۔ وہ لوگ میری تلاش سے مایوس ہو گئے تھے۔ اور اب نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ ڈنگو کے بارے میں قادر نے کہا تھا کہ وہ خطرناک آدمی ہے لیکن میں نے اسے دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ ایک لڑکی نے اسے بدترین شکست دی تھی جسے وہ کبھی نہ بھول سکے گا۔

رات کو میں نے یہ جگہ چھوڑ دی اور دیوار کود کر باہر نکل آئی۔ پھر ایک لمبا راستہ طے کر کے سڑک پر آئی اور وہاں سے مجھے ٹیکسی مل گئی۔ نہ جانے کیوں اس وقت سیدھے قادر کے اڈے پر جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس لیے میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو قادر کا پتہ بتا دیا۔

قادر اڈے پر موجود تھا۔ میرے بارے میں اسے اطلاع مل گئی تھی چنانچہ وہ باہر ہی آ گیا۔

"سب سے پہلے خیریت بتاؤ۔"

"ٹھیک ہوں قادر بھیا۔"

"کہاں چلی گئی تھیں کتنا پریشان ہوں تم سوچ نہیں سکتیں۔"

"کام کر رہی تھی قادر بھیا۔"

"کہاں تھیں؟"

"پہلے ڈنگو کے اڈے پر۔ اور پھر۔ اس کے گھر میں۔"

"ڈنگو کے اڈے پر۔؟"

"ہاں۔"

"وہ تو۔ وہ تو بہت بُری جگہ ہے۔"

"جانتی ہوں بھیا لیکن ڈنگو کے قریب جانا ضروری تھا اسے اس کی اوقات بتانا ضروری تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ڈنگو کی اچھی طرح پٹائی کر کے وہاں سے نکل آئی ہوں۔"

"اوہ کیا واقعی۔؟"

"تم نے جو کچھ مجھے دیا ہے اسے استعمال کر رہی ہوں بھیا لیکن تمھاری قسم اپنی ماں کی قسم کسی گندگی میں ملوث نہیں ہوئی۔"

"یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا بہن تم نے قسم کیوں کھائی اس کے بجائے مجھے پوری کہانی سناؤ۔" قادر نے کہا اور میں نے اسے پوری داستان سنا دی۔ قادر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"منہ کالا ہو گیا سسرے کا خود کو بہت عظیم کہتا تھا لیکن اب اس سے کیا چاہتی ہو؟"

"رام داس کا پتہ۔ رام داس کی موت۔"

"یہ بات تمھیں قادر بھی بتا سکتا ہے۔"

"ہاں۔!"

"تو پھر میں تمھارے کام آ سکتا ہوں۔ ایک کارڈ ہے میرے ہاتھ میں۔" قادر نے کہا۔

"کیا۔؟"

"ڈنگو سے تو تم مل ہی چکی ہو۔"

"ہاں۔"

"اس کا جتنہ دیکھ لیا ہے تم نے۔"

"ظاہر ہے۔"

"معاف کرنا اب اس کی محبوبہ سے بھی مل لو۔ عجیب کیس ہے ڈنگو بظاہر ٹھیک ٹھاک ہے۔ ذہین ہے سمجھدار ہے لیکن عشق ایک ایسی عورت سے کرتا ہے جو ایک آدھ ٹن کے قریب ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دیکھو گی تو پتہ لگے گا۔" قادر ہنس پڑا۔

"ایسی کیا بات ہے بھیا۔"

"ڈنگو اس کے لیے بہت جذباتی ہے وہ اس سے سچا عشق کرتا ہے دیوانہ ہے اس کے لیے بڑی خوبصورت کوٹھی دے کر دے رکھی ہے اسے۔ دیوانہ وار چاہتا ہے۔ اگر تم کسی طرح مالا کو قبضے میں کر لو تو یوں سمجھو ڈنگو قبضے میں ہے۔"

"اوہ کیا واقعی۔؟" میں خوشی سے اُچھل پڑی۔

"یقین کرو بہترین تجویز ہے۔ اور یہ کام تم بہترین انداز میں کر سکتی ہو بس اس عورت پر کسی طرح قابو پا لو۔"

"ہوں۔ میں کچھ سوچنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔" میں ضرور اس تجویز پر عمل کروں گی۔ اس کا پتہ۔؟"

"۲۷ مارل برو۔ بہترین علاقہ ہے۔"

"اوکے۔"

"میں تمھیں اس کا فون نمبر بھی دے سکتا ہوں۔ اس طرح تمھیں آسانی ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی اگر اس سلسلے میں میری کوئی ضرورت پیش آ جائے تو۔"

"اوکے بھیا اب مجھے اجازت دو۔"

"ٹھہرو میں تمھیں ٹیکسی منگا دوں۔" قادر نے مجھے ٹیکسی منگا دی اور میں وہاں سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑی۔ راستے میں میں قادر کی باتوں پر غور کر رہی تھی۔ واقعی اس نے کام کی بات بتائی تھی اور مالا میرے جال میں پھنس جائے تو پھر ڈنگو کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

دوسری صبح میں بہت جلد جاگ گئی۔ سورج ابھی ٹھیک سے نکلا بھی نہ تھا۔ فلیٹ کی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا۔ زندگی کے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ لوگ زندگی کے لئے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کے قریب پہنچ کر ریسیور اٹھا لیا پھر میں نے قادر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

چند منٹ کے بعد ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔ "ہیلو" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مس مالا۔"

"خدا نہ کرے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سوری میڈم۔ منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ۔ آپ کون ہیں؟"

"مس روپ مالا کی بیوٹی ایکسپرٹ" جواب ملا۔

"روپ مالا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ نے ان کا آدھا نام لیا تھا۔"

"خوب۔ آئندہ پورا نام لوں گی۔"

"اس کے لیے بھی طبیعت بیزار ہو گی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور دفعتاً میرے ذہن میں قادر کے الفاظ ابھرے۔ قادر نے بتایا تھا کہ ڈنگو کی محبوبہ موٹی تازہ ہے۔ یہ عورت یا لڑکی جو کوئی بھی ہے اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔

میں ہنس پڑی۔ "آپ کا نام کیا ہے۔؟"

"بیوٹی ایکسپرٹ۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ مس روپ مالا سے بات کرا دیں۔"

"ناممکن ہے۔"

"کیوں۔ کیا وہ سو رہی ہیں۔؟"

"اگر سو رہی ہوتیں تو ضرور جگا دیتی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس وقت وزن زلزلے کی زد میں ہے۔ معاف کیجیے گا وہ دوڑ لگا رہی ہیں یعنی صبح کی ورزش میں ہیں۔"

"اور آپ۔؟"

"لان کے برآمدے میں بیٹھی خدا کی قدرت دیکھ رہی ہوں۔"

"اور فون۔؟"

"برآمدے میں بھی ہے غسل خانے میں بھی اس کی بات نہ کریں۔"

"صبح خیزی کے عادی ہیں آپ لوگ۔"

"جی ہاں۔ ورزش جو کرنا ہوتی ہے۔"

"اس کے بعد مس مالا کے کیا پروگرام رہتے ہیں۔؟"

"ہلکا سا ناشتہ کرتی ہیں جو صرف دس انڈوں چھ پراٹھوں اور آدھ سیر بالائی پر مشتمل ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"بہت دلچسپ خاتون ہیں آپ؟"

"کھٹی نہیں ہوتی جا رہی ہوں۔ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"ملنا ہے۔ اس وقت ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"ضرور ہو سکتی ہے۔ تشریف لے آئیے۔" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ چائے کی ایک پیالی بنا کر پی اور پھر باہر نکل آئی۔ کاروباری زندگی پوری طرح شروع بھی نہیں ہوا تھا تھوڑے سے ہی فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں نے اسے مالابار ہل چلنے کے لیے کہا۔

بمبئی کی نئی اور جدید ترین آبادی تھی۔ خوبصورت سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ دو رویہ درخت بہار دکھا رہے تھے۔ کوٹھی نمبر ۲۲ تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی۔ میں گیٹ سے کافی دور اتر گئی اور پھر جب گیٹ کے دوسری طرف جھانکا تو مس روپ مالا کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کرشمۂ قدرت میرے سامنے تھا۔ چہرہ فٹ بال کی طرح گول، بال دو چوٹیوں میں گندھے ہوئے اور بدن کا پھیلاؤ عظیم الشان تھا۔ بے حد مضحکہ خیز شخصیت کی مالک تھی وہ لیکن عمر زیادہ نہ تھی۔ اس وقت سیاہ و سرخ پھولوں والا گاؤن پہنے ہوئے ناشتہ کر رہی تھی۔ لیکن وہ بیوٹی ایکسپرٹ وہاں موجود نہ تھی۔ اس نے مجھے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ دیر تک مجھے گھورتی رہی اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"مجھے مس روپ مالا سے ملنا ہے۔"

"میں ہی ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا مس روپ مالا۔ میں خواتین کے ایک رسالے کی ایڈیٹر ہوں۔ بمبئی کی بہت بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے انٹرویو کر چکی ہوں۔ آپ کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں۔"

"انٹرویو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"جی ہاں۔"

"تصویر بھی چھپے گی میری۔؟"

"ضرور۔ آپ کی ایک خوبصورت تصویر سرورق پر ہو گی اور اندر انٹرویو ہو گا۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ مجھے بہت شوق ہے۔ آئیے تشریف رکھیے۔" اس نے کہا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ اس نے ملازم کو آواز دے کر میرے لیے بھی پلیٹ لگانے کا اشارہ کیا۔ میں نے معذرت کر لی لیکن چائے پینی پڑی تھی۔

"مجھے تو انٹرویو دینا نہیں آتا۔" اس نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کی مدد کروں گی۔" میں نے کہا اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس خوشی میں وہ سالم انڈے نگل رہی تھی اور میں حیرت سے ڈنگو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ڈنگو کی یہ عظیم الشان دلچسپی کسی طور میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔